اردو ترجمہ

مناقب سلطانی

یعنی

سوانح عمری حضرت سلطان باہُوؒ

تصنیفِ لطیف

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین

حضرت سلطان حامد بن حضرت شیخ باہو قادری سروری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

اُردو ترجمہ

مناقبِ سُلطانی

یعنی

سوانح عُمری حضرت سُلطان باہُوؒ

تصنیفِ لطیف

قُدوۃُ السالکین، زُبدۃُ العارفین

حضرت سُلطان حامد بن حضرت شیخ باہُو قادری سروری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر 40 سرمایہ ماڈل ہائی سکول ، اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: مناقب سلطانی

موضوع: سوانح عمری حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف: حضرت سلطان حامد بن حضرت شیخ باہو قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح: محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

کمپوزنگ: ورڈز میکر

تعداد: 1100

سن اشاعت: جنوری 2007ء / ذوالحجہ 1427ھ

ناشر: ملک شبیر حسین

سرورق: فیضی گرافکس دربار مارکیٹ لاہور

قیمت: =/300 روپے

شبیر برادرز
فون: 042-7246006

marfat.com

فہرست

باب اوّل

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ونسب اور جائے پیدائش کے بیان میں

فصل اوّل

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ونسب کے بیان میں ۱۵

فصل دوم

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جائے ولادت اور والدین کے بیان میں ۲۰

فصل سوم

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تولد کے بیان میں ۲۷

باب دوم

فصل اوّل

فضائل کے بیان میں ۳۰

فصل دوم

دنیا کو ترک کرنے کے بیان میں ۳۹

فصل سوم

مناقبِ دیگر ۴۹

فصل چہارم

زندہ پیروں کی صحبت سے حصولِ فیض ۵۴

فصل پنجم

دہلی کے سفر اور حضرت پیر سید عبدالرحمٰن دہلوی قادری کی خدمت ۵۸

باب سوم

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی ازواج اور فرزندوں کے زندگی بسر کرنے اور آپ کے حلیہ مبارک کے بیان میں

فصل ا

آنحضرت کی ازواج ۶۳

marfat.com

فصل۲

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کے بیان میں ۶۵

فصل۳

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ کی زندگی بسر کرنے کے طریق میں . ۶۶

فصل۴

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے حلیہ منورہ کے بیان میں ۷۰

باب چھارم

خلفاء اور مریدوں کو فیض عطا کرنے، سلوک، اشغال، اذکار

اور مراقبات کے طریقوں کے بیان میں

فصل۱

خلیفہ نورنگ کھتران علیہ الرحمۃ کے ذکر میں ۷۳

فصل۲

ذکر احوالات میاں حسین روَونہ یعنی رونے والا ۸۰

فصل۳

حضرت خلیفہ ملا معالی علیہ الرحمۃ میسوی ڈھاڈھر والہ (ملک قندھار) کی فیض یابی
کے احوال میں ۸۲

فصل۴

حضرت موسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ گھوٹکی والہ کی فیض یابی کے بیان میں ۸۳

فصل۵

حضرت سلطان العارفین شیخ المشائخ حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ کے ان حالات
میں جو شیخ جنید قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے قصبہ سردار پور میں گزرے ۹۵

فصل۶

سلوک، شغل، ذکر اور فکر کے مختلف طریقوں کے بیان میں ۹۷

فصل۷

تلاوت قرآن شریف کے آداب میں ۹۹

فصل۸

وضو کی ترتیب کے بیان میں ۱۰۶

marfat.com

فصل ۹

ترتیب نماز کے بیان میں، ۱۱۲

فصل ۱۰

نماز تہجد ادا کرنے کے بیان میں ۱۴۰

فصل ۱۱

صلوٰۃ التسبیح کے بیان میں-شرح سفر در حضر ۱۴۴

فصل ۱۲

سلسلہ قادریہ کے ضروری وِردوں کے بیان میں ۱۵۶

فصل ۱۳

مراقبہ کے ذکر و بیان میں ۱۵۷

باب پنجم

وفات، تاریخ وفات، پہلے مقبرہ اور والدین شریفین کی وفات کے بیان میں

فصل ۱

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بیان میں ۱۷۰

فصل ۲

حضرت سلطان العارفین کے والدین شریفین کی وفات کے بیان میں ۱۷۴

باب ششم

آپ کا ایک مقبرے سے دوسرے مقبرے میں بدلنا مع تاریخ تدفین ۱۷۶

باب هفتم

خانقاہ مقدس کے خلفاء اور مجاورین کے طبقہ اوّل، دوم اور سوم کے حالات میں

فصل ۱

مجاورین کے حالات میں ۱۸۵

فصل ۲

ذکر خلیفہ سلطان ابراہیم انب والہ ۱۸۶

فصل ۳

موسیٰ ڈبورا کے احوال میں جو حضرت حافظ عمر علیہ الرحمہ کی زبانی معلوم ہوئے ۱۹۱

فصل ۴

گل محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں ۱۹۲

marfat.com

فصل ۵
حافظ محمد گوجر صاحب غفر اللہ و رحمۃ اللہ تعالیٰ کے احوال میں ۲۰۸

فصل ۶
خلیفہ حضرت محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے حالات میں ۲۱۱

فصل ۷
پیر حضوری کا اپنے پاؤں چلنا (دوسرے طبقہ کے خلفاء کے حالات میں) ۲۱۹

فصل ۱
مولوی صاحب سندھی گل محمد کے فرزند فقیر اللہ رکھیا کے حالات میں ۲۲۰

فصل ۲
مولوی تاج محمود صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات میں ۲۲۳

باب ہشتم

حضرت سلطان العارفین کی بعض اولاد کے بیان میں
اور آنحضرت کے بھائی بہنوں کے اسماء میں

فصل ۱
حضرت شیخ سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض فضائل و احوال کے بیان میں ۲۳۱

فصل ۲
حضرت سلطان ولی محمد قدس سرہٗ کے فضائل کے بیان میں علاوہ ازیں آپ کی اولاد کے نام بھی مفصل مندرج ہیں ۲۳۳

فصل ۳
حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ کی بعض اولاد کے حالات میں ۲۳۶

فصل ۴
دوسرے سجادہ نشین یعنی سلطان ولی محمد کے فرزند رشید شیخ سلطان محمد حسین کے حالات میں ۲۳۹

فصل ۵
عمدۃ العارفین، قدوۃ الکاملین فنافی ذات الاحد ہمارے جدِ بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کے مناقب میں ۲۴۲

فصل ۶
میرے والد و مرشد شیخ قطب الحق و الشرع و الدین فنافی ہُو ۲۶۵

marfat.com

فصل ۷

پانچویں سجادہ نشین حضرت مولانا اخی مخدوم شیخ سلطان حافظ صالح محمد صاحب.... ۲۷۰

فصل ۸

حاجی مولوی فقیر سلطان نور محمد علیہ الرحمۃ کے بعض مناقب کے بیان میں...... ۲۷۲

باب نہم

فصل ۱

حضرت ممدوح قدس سرہٗ کی ولادت اور ابتدائی حالات میں مناقب ۲۹۶

فصل ۲

آنحضرت کے افادہ کے بیان میں ۳۰۱

فصل ۳

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پاکدامنی کے بیان میں ۳۰۷

فصل ۴

میرے والد و مرشد حضرت غلام باہُو قدس سرہٗ کا پاکپتن کی زیارت کیلئے جانا اور خیر پور کے سفر کے باقیماندہ حالات میں ۳۱۱

مناقب

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حلم۔ اتباعِ اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور مستحب کو زندہ کرنے کے بیان میں ۴۳۷

فصل ۶

بھائی شیخ حافظ صالح محمد صاحب مدظلہ کا آنحضرت سے بیعت حاصل کرنا ۴۷۸

فصل ۷

مجھ مسکین سلطان حامد (مصنف) کے مشرف اور فیضیاب ہونے کے بیان میں ..۴۷۸

فصل ۸

مجھ مسکین سلطان حامد (مصنف) کے مجمل حالات کے بیان میں جو آنحضرت کے حضور میں گذرے ۴۷۹

فصل ۹

آنحضرت کی وفات کے واقعات اور بعض روحانی احوال کے بیان میں ۴۸۲

فصل ۱۰

میری جدہ ماجدہ کے بعض فضائل کے بیان میں ۴۸۸

marfat.com

فصل ۱۱

میری والدہ محترمہ کے فضائل اور نعمت ازلی کے بیان میں ۴۸۹

باب دھم

حضرت ممدوح قدس سرہٗ کے سلسلہ کے بعض نیک فقیر
اور درویش لوگوں کے حالات میں

فصل ۱

خلیفہ خیر محمد علیہ الرحمۃ کے حالات میں ۴۹۲

فصل ۲

خلیفہ اللہ داد علیہ الرحمۃ کے حالات میں ۴۹۴

فصل ۳

خلیفہ صدیق اور آپ کے والد بزرگوار خلیفہ عثمان کے فضائل کے بیان میں ۴۹۶

فصل ۴

خلیفہ میاں راضی کے حالات میں ۴۹۷

فصل ۵

خلیفہ سجاول کے احوال میں ۴۹۹

فصل ۶

خلیفہ مست کے احوال میں ۵۰۱

فصل ہفتم

حاجی خلیفہ علیہ الرحمۃ کے حالات میں ۵۰۵

فصل ۸

فقیر دائم کے حالات میں ۵۰۷

فصل ۹

سید بکھو شاہ بخاری سرسوی کے حالات و ملاقات کے بیان میں علاوہ ازیں میرے
وہاں جانے اور اسی اثناء میں والد ماجد سے توجہات پانے کے بیان میں ۵۰۸

فصل ۱۰

پیر مبارک شاہ صاحب ولد پیر عبد القادر صاحب ملک وچن والہ رحمہما اللہ تعالیٰ

marfat.com

کے حالات میں ۵۲۲

فصل ۱۱

حافظ خیر محمد صاحب کوہستان سون سکیسر شہر انگہ والہ کے حالات میں ۵۲۳

فصل ۱۲

حافظ جام صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات میں ۵۲۶

فصل ۱۳

پیر خیر شاہ لسکانی والہ کے حالات میں ۵۳۰

فصل ۱۴

میاں محمود مستانہ بلوچ چانڈیہ کے حالات میں ۵۳۲

فصل ۱۵

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی طرف سے خانقاہ مقدس کے بہشتی دروازہ
کے ایما کے بیان میں ۵۳۵

فصل ۱۶

میاں احمد کلاسرہ کے حالات میں ۵۳۶

فصل ۱۷

میاں ملی فقیر کے حالات میں ۵۳۷

فصل ۱۸

خاکی شاہ قلندر کے حالات میں ۵۳۸

فصل ۱۹

حاجی مولوی شیخ حبیب اللہ یارقندی رحمۃ اللہ علیہ کے شرف مجلس کے بیان میں ... ۵۴۰

فصل ۲۰

میاں قاسم فقیر کے حالات میں ۵۴۲

فصل ۲۱

میاں عبدالحکیم کھگہ اویسی کے مجمل حالات میں ۵۴۳

فصل ۲۲

میاں قبول فقیر کے مجمل حالات میں ۵۴۳

فصل ۲۳

میاں قادر بخش پٹیالہ والہ کے حالات میں ۵۴۴

marfat.com

فصل ۲۴

میاں احمد ٹہیہ کے مختصر حالات میں ۵۴۴

فصل ۲۵

حضرت میاں محبت اور آپ کی اہلیہ محترمہ مائی نور بی بی کے حالات میں.......... ۵۴۶

فصل ۲۶

حضرت مولوی محمد روشن علیہ الرحمۃ کے حالات میں علاوہ ازیں اُن حالات میں
جو آپ کی مجلس سے طاری ہوئے ۵۵۰

فصل ۲۷

فقیر حاجی سپاہی کے حالات میں ۵۵۵

فصل ۲۸

حافظ عمر علیہ الرحمۃ کے حالات میں ۵۵۷

فصل ۲۹

میاں گوہر فقیر داؤد پوترہ علیہ الرحمۃ کے حالات میں ۵۵۹

فصل ۳۰

میاں غلام محمد فقیر رام رکھا کے مختصر حالات میں........................ ۵۶۱

فصل ۳۱

میاں غلام محمد جونہ کے حالات میں ۵۶۲

فصل ۳۲

جہاں خاں فقیر منگل زئی کے حالات میں ۵۶۵

فصل ۳۳

میاں محمد پناہ کلاچی والہ کے مختصر حالات میں ۵۶۶

فصل ۳۴

میاں دلیر مرالی کے مجمل حالات میں ۵۸۱

فصل ۳۵

حافظ محمد گوجر کے بھتیجے غلام مصطفےٰ خاں کے صبر، توکل، ترک اور عزلت کے حالات میں ۵۸۵

فصل ۳۶

فقیر محمد صدیق صاحب حجرہ مقیم والہ کے مجمل حالات میں ۵۸۶
شجرہ عالیہ قادریہ منظوم پنجابی........................ ۵۹۰

marfat.com

مناقب سلطانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اُس ذات پاک کا شکر ہے۔ جس نے نبی آخر الزمان ﷺ کی ہدایت سے ہمیں سیدھی راہ دکھائی اور شرف اسلام سے مشرف کیا اور تنزیل فرقان سے مکرم فرمایا اور خود شناسی کی فضیلت عنایت فرمائی۔ سُبۡحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۔ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۔ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حبیب اور رسول نبی امی حجازی مکی تہامی عربی قریشی ہاشمی ابوالقاسم محمد ابن عبداللہ ﷺ پر درود اور سلام بھیجتے ہیں کہ " سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ " (۱-۱۷) ۔ "وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے چلا۔ جس کے گردونواح کو برکت بخشی تا کہ ہم اُسے اپنی نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔" اس کا منشور فرمان ہے۔ قولہ تعالیٰ ۔ "مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۔" (۵۳-۱۷) "نہ آنکھ چوکی اور نہ اُس نے سرکشی کی۔" اس کی شان میں ہے۔ قولہ تعالیٰ ۔ "وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰی ۔" (۵۳-۳،۴) وہ اپنی خواہش سے نہیں بات کرتا تاوقتیکہ وحی نازل نہ ہو۔ اس کا بیان ہے۔ "يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ ☆ وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۔" (۸-۱۷) اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ جب اُس نے پھینکا تو دراصل اُس نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ اس کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ ایمان والو! اس پر کما حقہٗ

marfat.com

درود اور سلام بھیجو۔

اللھم صل وسلم و بارك علٰی محمدن المبعوث وعلٰی اٰلہٖ وصحبه واھل بیتہٖ و ذریته الطاھرین و خدامه وازواجه امھات المؤمنین اجمعین۔ وعلٰی سائر النبیین والمرسلین والملائکة المقربین وعلٰی عبادہ الصالحین صلوٰۃ وسلاماً لا ینقطع اوّله ولا ینفذ آخرہ و انمّا ابداً ابداً۔

بعدازاں فقیر حقیر۔ زیادہ گنہگار اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنے والا سلطان حامد قادری سروری بن حضرت شیخ غلام باہو بن حضرت شیخ سلطان حافظ محمد بن حضرت شیخ سلطان محمد حسین بن حضرت شیخ ولی محمد بن عارفوں کے بادشاہ' سالکوں کے ہادی' طالبوں کے مرشد مکملوں کے قطب فنافی اللہ' بقافی ہو۔ ہمارے شیخ،شیخ المشائخ مولانا حضرت سلطان باھو قدس سرہ ونور اللہ مرقدہ۔ ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اہل ارادت اور اصحاب سعادت کے شوق اور خصوصاً بزرگی اور عزت والے خادموں کے پیشرو مولانا مخدوم الانام بھائی حضرت مخدوم سلطان حافظ صالح محمد اللہ تعالیٰ آپ کی برکات و فیوض ہمیشہ رکھے اور آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مسلمانوں اور مریدوں کو فائدہ پہنچائے، کے شوق کی وجہ سے حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہ کے بعض حالات میں یہ چند کلمات لکھتا ہوں گو اپنے علم اور عمل کی کوتاہی کے سبب عرصہ تک سوچ بچار میں رہا لیکن آخر دلی ارادت کے جذبات کے سبب جب تحمل نہ کر سکا تو ناچار مشغول ہوا۔ میں اس معاملہ میں مدد اور پناہ مانگتا ہوں اور اس تالیف کو ظاہر و باطن میں حقیقی علام الغیوب اور تحقیق ودیعتوں کے قبول کرنے والے کے سپرد کرتا ہوں اور نفسانی خطرات اور شیطانی وسوسوں اور فریبوں سے اس کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس مقام پر بلکہ ہر عمل میں مخلص حقیقی سے اخلاص چاہتا ہوں اور موفق مطلق سے توفیق کی درخواست کرتا ہوں۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

اہل فضل کے لیے یہ زیادہ مناسب اور لازم ہوگا کہ اس مسکین کے قصوروں سے چشم

marfat.com

پوشی فرمائیں اور مجھ زیادہ گنہگار اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنے والے کو معذور سمجھ کر بلا تکلف اصلاح فرمائیں۔ میں منکروں کی جرح اور اُن کے حسد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اب میں حضرت سلطان باہو قدس سرہ کے وہ حالات جو مجھے بعض کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوئے یا اپنے بزرگوں کی زبانی سینہ بہ سینہ پہنچے جمع اور مرتب کرتا ہوں۔ جہاں تک ہو سکا میں نے ان حالات کی تحقیق میں غفلت اور کوتاہی نہیں کی اور یہ مبالغہ سے بالکل خالی ہیں جو کچھ کتابوں میں دیکھا یا زبانی سنا حرف بحرف لکھ دیا کیونکہ اس معاملہ میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں دیکھی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

اس تالیف کا نام ''مناقب سلطانی'' رکھتا ہوں۔

یا اللہ! یہ کتاب اس سلطانی فیض مآب جناب میں قبول ہو۔ اللھم آمین ثم امین یارب العٰلمین۔

اس کتاب کو میں نے حسب ذیل دس بابوں پر منقسم کیا۔ ہر باب میں چند فصلیں ہیں۔

فہرست ابواب

پہلا باب۔ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ونسب اور جائے پیدائش کے بیان میں۔

دوسرا باب۔ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شغل۔ سیر و سیاحت اور بعض خوارق کے بیان میں جو کشف و کرامات سے خالی ہیں۔ علاوہ ازیں زندہ مشائخ اور اہل مزارات اور خصوصاً اپنے شیخ سید السادات قدس سرہ سے فیض حاصل کرنے کا ذکر ہے۔

تیسرا باب۔ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ازواج۔ فرزند۔ وجہ معیشت۔ طرز زندگی اور حلیہ مبارک کے بیان میں۔

چوتھا باب۔ اس بیان میں کہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ خلفاء اور مریدوں کو فیوض کس طرح عنایت فرماتے اور یہ کہ سلوک کے مختلف طریقے۔ ذکر وفکر اور مراقبات میں مشغول ہونے کے ڈھنگ کیا تھے۔

پانچواں باب۔ آنحضرت کی وفات۔ تاریخ وفات۔ پہلے مقبرہ مطہرہ اور آنحضرت

marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کے والدین شریفین کی وفات کے بیان میں۔

چھٹا باب۔ پہلے مقبرہ سے دوسرے مقبرہ منورہ میں جو کہ اہل جہان۔ عاشقوں مشتاقوں اہل اللہ اور حاجتمندوں کی زیارت گاہ ہے۔ دفن ہونے کی کیفیت مع تاریخ کے بیان میں۔

ساتواں باب۔ خانقاہوں کے مجاوروں اور خلفا کے پہلے دوسرے اور تیسرے طبقہ کے مجمل حالات کے بیان میں۔

آٹھواں باب۔ آنحضرت کی بعض اولاد۔ والدین شریفین۔ بھائی۔ بہنوں۔ بھانجوں اور بھتیجوں کے مختصر حالات میں۔

باب نہم۔ میرے سید وسند اور ولی نعمت شیخ اور والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہ ونور اللہ مرقدہ کے حالات زندگی۔ حالات بعد وفات اور بعض روحانی واقعات کے بیان میں اور میرے مخدوم بھائی حضرت مخدوم صاحب شیخ سلطان حافظ صالح محمد دام فیوضہ کا مولانا وشیخنا حضرت والد بزرگوار کی خدمت میں تلقین حاصل کرنا اور ان کا مرید ہونا۔

باب دہم۔ آنحضرت کے سلسلہ میں بعض صالحین وفقراء صحبت کی فضیلتوں اور حالات کے بیان میں۔

marfat.com

باب اوّل

آنخضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ونسب اور جائے پیدائش کے بیان میں

فصل اوّل

آنخضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ونسب کے بیان میں

واضح رہے کہ آنخضرت کا عرف اعوان ہے۔ پہلے پہل امیر شاہ ولد قطب شاہ اعوان کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب خراسان کے سادات حوادث میں مبتلا تھے اور سادات عظام محض گوشہ نشینی اور مسکینی میں اپنے دن کاٹتے تھے تو امیر شاہ والئے ہرات نے سادات بنی فاطمہ کی اعانت و مدد کی۔ تاریخ اور سیر کی کتابوں سے آخر اسی قدر تحقیق ہوا کہ قبیلہ اعوان حضرت قطب شاہ علیہ الرحمہ کی نسل سے ہے۔

حضرت قطب شاہ کا سلسلہ نسب حضرت امیر زبیر بن خازن خزائن اللہ فقیر اسد اللہ الغالب سید الامام اماماں۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ، تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے اٹھارہ صاجبزادے تھے۔ سید امام حسن ۱۔ سیّد امام حسین ۲۔ سید محسن ۳۔ امیر ابوبکر ۴۔ امیر عمر ۵۔ امیر عثمان ۶۔ امیر علی ۷۔ امیر سعد ۸۔ امیر سعید ۹۔ امیر طالب ۱۰۔ امیر ابراہیم ۱۱۔ امیر عقیل ۱۲۔ امیر زید ۱۳۔ امیر عباس ۱۴۔ امیر طلحہ ۱۵۔ امیر عبداللہ ۱۶۔ امیر زبیر ۱۷ اور امیر محمد حنفیہ ۱۸۔ کالا باغ کے رئیسوں کے ملک خاندان کے کتب خانہ میں کتاب النساب موجود ہے۔ اس میں فتاویٰ غیاثی سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس میں لکھا ہے کہ زبیر کی والدہ کا نام میمنہ ہے جو رستم پہلوان کی اولاد سے ہے اور اعوان زبیر کی پشت سے ہیں۔ فتاویٰ غیاثی میں سلسلہ نسب یوں مندرج ہے۔

مخدوم سلطان حافظ صالح محمد صاحب وفقیر سلطان حامد (مولف کتاب) ہر دو بن

marfat.com

مولانا حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہ بن حضرت سلطان حافظ محمد بن حضرت سلطان شیخ محمد حسین بن شیخ المشائخ صاحب الولایت حضرت شیخ سلطان ولی محمد بن سلطان العارفین مرشد الطالبین ہادی السالکین ، دردریائے ملکوت ہمائے اوج لاہوت فنافی اللہ ، بقاباللہ بقافی ہومولانا بندگی حضرت شیخ سلطان باہو قدس اللہ سرہ ونوراللہ مرقدہ بن حضرت شیخ سلطان بازید محمد قدس سرہ بن حضرت شیخ سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ اللہ دتہ بن شیخ محمد تمیم بن شیخ محمد منان بن شیخ موغلا بن شیخ محمد پیدا ابن شیخ محمد سگھر ابن شیخ محمد انون بن شیخ محمد سلا بن شیخ محمد بہاری بن شیخ محمد جیمون بن شیخ محمد ہرگن بن شیخ انورشاہ بن شیخ امیر شاہ بن حضرت شیخ قطب شاہ بن حضرت امان شاہ بن حضرت سلطان حسین شاہ بن حضرت شیخ فیروز شاہ بن حضرت محمود شاہ بن حضرت شیخ فرطک شاہ بن حضرت شیخ نواب شاہ بن حضرت شیخ دراب شاہ بن حضرت ادہم شاہ بن حضرت شیخ عتیق شاہ بن حضرت شیخ سکندر شاہ بن حضرت شیخ احمد شاہ بن حضرت حجر شاہ بن حضرت امیر زبیر بن اسد اللہ الغالب امام امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب بن مطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادابن ادد بن ہمیع بن حمل بن نبیت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ بن قاصر بن شارخ بن ارغوث بن فالخ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن یرو بن ادریس بن اسمٰعیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام آدم مٹی سے' مٹی زمین سے زمین جھاگ سے' جھاگ لہر سے' لہر آسمان سے' آسمان درہ سے' درہ ارادۃ سے اور ارادہ اللہ تعالیٰ سے۔

اس میں شک نہیں کہ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی نسل سے ہیں۔ جب سادات نے حادثوں اور تفرقات کے سبب وطن چھوڑا اور ایران اور ترکستان کے مختلف حصوں میں بود و باش اختیار کی تو قبیلہ اعوان نے چونکہ سادات عظام کے قریبی تھے۔ اس لیے عرب وعجم میں حادثوں۔ مصیبتوں۔ تنگی اور غریب الوطنی میں ان کی مدد اور جانفشانی کی اور اُن کے رفیق اور معاون بنے۔ اس وجہ سے ان کی نسب اعوان میں تبدیل ہو گئی یعنی

marfat.com

سادات بنی فاطمہ کی مدد کرنے والے علویت اور ہاشمیت کا لقب اعوان سے تبدل ہو گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

یہ ظاہر ہے کہ قبیلہ اعوان نے عرب کو سادات عظام کی رفاقت اور مدد کے واسطے ترک کیا اور ہوتے ہوتے پنجاب اور ہند میں آئے۔ سادات عظام نے ملک خراسان میں آ کر بدستور صرف یاد الٰہی میں مشغول رہے اور دنیاوی سلطنت اور ریاست کی ہوس نہ کی لیکن قبیلہ اعوان نے وہی قزاقی۔ لڑائی اور رہزنی کا پیشہ جاری رکھ کر ہرات پر قبضہ کر لیا۔ آخر قطب شاہ نے تخت ہرات پر وفات پائی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اب تک بھی اعوان اپنے ناموں کے ساتھ لفظ ''شاہ'' استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ملک ہند میں ''شاہ'' کا لقب سادات اور قریش کے ناموں کیساتھ استعمال کیا جاتا ہے اور یہ رسم ہے کہ ہر قبیلے میں اپنے بزرگوں کے نام تبرکاً رکھے جاتے ہیں۔ قبیلہ اعوان میں بہت سے شخصوں کے نام شیر شاہ۔ مزمل شاہ۔ عادل شاہ۔ محمد شاہ۔ محمود شاہ وغیرہ لقب شاہ سے ہیں اور انہوں نے اپنے اسلاف کی اسمیت کو جاری رکھا ہے۔ جب سادات عظام خراسان سے بھی بہ سبب تفرقہ نکل کر ہند میں آئے تو قبیلہ اعوان بھی بدستور سادات بنی فاطمہ کے رفیق اور معاون بن کر کالا باغ کے پہاڑوں میں دریائے اٹک یا سندھ کے کنارے پر ملک پنجاب میں آئے۔ سادات عظام حسب دستور امامیہ صدری علم اور جدی باطنی بھید کے سبب دنیاوی جاہ و حشمت کو چھوڑ عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے اور مختلف مقامات پر گوشہ گیری اختیار کی۔ چنانچہ اوچ شریف میں بخاری بھوٹ مبارک میں گیلانی۔ چواء سیدن شاہ میں شیرازی۔ دنداشاہ بلاول میں ہمدانی سادات خلق خدا کی ہدایت اور فیض رسانی کے لیے سجادہ نشین ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو دونوں جہان کی ہدایت عنایت فرمائی ہے یا اللہ ہمارے نصیب میں بھی فرما لیکن قبیلہ اعوان نے کالا باغ پر قبضہ کر کے دریائے اٹک کے مشرقی کنارہ کا ارادہ کیا۔ مشرقی کوہستان کے ہندو راجاؤں نے جو کھٹک اور جنجوہا وغیرہ اقوام کے تھے مختلف ریاستیں قائم کر کے مضبوط قلعے اور قدیمی یاغستان بنا رکھے تھے۔ ان ریاستوں کا حدود اربعہ یہ ہے۔ مغرب دریائے جہلم تک۔ شمال ملک دھنی پوٹھوہارہ۔ جنوب

مُلک ریگستان یعنی چولستان۔ مشرق کوہستان میں حسب ذیل پہاڑ ہیں۔ کوہ پکھڑو۔ کوہ سیون۔ کوہ سکیسر۔ کوہ تپاؤ۔ کوہ تاؤہا۔ کوہ کھون وغیرہ۔ اعوان نے ان راجاؤں سے لڑنا شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان راجاؤں کو تہ تیغ کر کے کوہستان مذکور پر قبضہ کر لیا۔ اب تک ان ہندو راجاؤں کے وقت کی سخت پتھر کی بنی ہوئی عمارتیں قلعے بت خانے۔ دیوان خانے۔ کچہریاں مع چھت کھڑی ہیں جواب بھی بیٹھنے کے قابل ہیں۔ کوہ سکیسر میں انب کوٹ نہایت عالیشان قلعہ ہے جو ایک بلند اور سخت پہاڑ کے پاس بنا ہوا ہے۔ ایک طرف اونچا پہاڑ سر بفلک اور دوسری طرف پتھر کا قلعہ ہے۔ جس کی پتھر کی ہر ایک اینٹ یا سل پانچ گز مربعہ ہے۔ عوام حیران ہیں کہ یہ سلیں کس طرح اُوپر لے جا کر دیواریں بنائی گئی ہوں گی۔ اسی طرح پتھر کے بنے ہوئے عبادت خانے۔ بت خانے سالم کے سالم کھڑے ہیں اور اس شہر کی عمارتیں میلوں تک ویران پڑی ہیں اور ان کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں اور مذکورہ بالا کوہستان کے دروں پر مضبوط بُرج بنے ہوئے ہیں۔ جن کے سبب وہ پہاڑ دشوار گزار ہیں۔ پھٹکوی کے کارخانے حوض اور لوہے کے بڑے بڑے کڑاہ اس کے قرب و جوار میں پڑے ہیں اور اس پہاڑ کے دامن میں نمک کی کانیں بکثرت ہیں۔ یعنی کالا باغ سے لیکر بھیرہ تک حلقہ کی طرح دامن کوہ میں واقع ہیں۔ کھیوڑا۔ کالا باغ۔ چوہا۔ وڑچھا۔ ترچھا۔ نلی ناوڑی۔ کھٹا سیانی اور کوٹ کلانج نمک کی مشہور کانیں ہیں۔ اس کوہستان میں جابجا شہروں اور عمارات کے کھنڈر ہیں۔ اعوان کے مختلف قبیلوں نے جو نہایت دیندار مسلمان ہیں اپنے الگ گاؤں اور شہر آباد کیے ہیں۔ اس ملک کا نام ہی ''اعوان کار'' پڑ گیا۔ ہندو راجاؤں کی نسل کے بقیہ کو اس علاقے سے نکال دیا جو پہاڑوں کے دامن میں رہتے ہیں اور تا حال کٹھ۔ احمد آباد لار کھانہ اور پنڈ دادنخاں وغیرہ میں موجود ہیں اور مذکورہ بالا واقعات اپنی زبانی سناتے ہیں۔ اُنہوں نے قبائل اعوان کے غلبہ اور اسلام کے زور کی وجہ سے مجبور ہو کر اسلام قبول کیا۔

اعوان کے قبیلوں میں اپنے ہاشمی اور علوی نسب کے خصائل اور فضائل کی بعض علامتیں اب تک پائی جاتی ہیں۔ یعنی تمام مرد اور عورتیں سخی۔ بہادر۔ صاحب حیا۔ صاحب

marfat.com

وفا۔ دیانتدار۔ امین۔ عہد کے پکے۔ بامروت۔ مہمان نواز۔ خیرات وخرچ کرنے والے ہیں۔ گویا اپنا گوشت و پوست بھی مہمان اور مسکین کے لیے خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اس قوم کا ہر اعلیٰ و ادنیٰ کبھی آسودہ حال نہیں ہوتا بلکہ ان کاموں میں مال صرف کر دینے کے سبب ہمیشہ مقروض ہی رہتے ہیں۔ اس علاقہ میں دینداری اور پرہیز گاری کا بڑا چرچا ہے۔ حرام کا یہاں مطلق رواج نہیں۔ اگر اتفاقاً ہو جائے تو حلال اور مشکوک کو الگ الگ رکھتے ہیں اور جو مسلمان مسافر آ جائے وہاں عام رسم ہے کہ پہلے میزبان مہمان سے پوچھتا ہے کہ آپ حلال کھانے کے عادی ہیں یا مشکوک کے۔ یہاں تک کہ دہی دودھ اور گھی بھی حلال الگ رکھتے ہیں آپس میں ملاتے نہیں بلکہ ان کے لیے برتن جدا جدا ہیں۔ اس ملک میں اکثر حلال کا رواج ہے۔ وہاں کے علماء فقیہ' دیندار اور پرہیز گار کی زیادہ تحقیقات کرتے ہیں۔ بدعتیوں اور بے دینوں کو اپنے ملک میں ٹھہرنا تو درکنار داخل نہیں ہونے دیتے بلکہ ان پر سختی کر کے جہاں تک ہو سکے اُن سے توبہ کراتے ہیں۔ حتیٰ کہ کوئی نشہ کرنے والا۔ رنڈیاں۔ ہیجڑے رافضی وغیرہ اب تک اس علاقے میں کوئی نہیں اور نہ وہاں رہنے پاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے مسجدوں۔ طالبعلموں۔ قرآن مجید کے حافظوں۔ علم فقہ کے طالبعلموں اور مسافروں کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ ملک ہند میں اور کہیں نہیں کی جاتی۔

اس گئے گزرے آخری زمانہ میں بھی اس علاقے میں ہزار ہا آدمی۔ صالح۔ متقی اور دیندار ہیں اور یہ مردخیز علاقہ ہے کہ کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جس میں صاحب اثر و ہدایت اور صاحب احوال باطن آدمی نہ ہوں۔ ہزار ہا آدمی حافظ قرآن۔ شب بیدار اور تہجد خوان ہیں۔ ہر مرد اور عورت پانچوں وقت کی نماز فریضہ مسجدوں میں باجماعت ادا کرتے ہی۔ مسجدوں کی خدمت اور تعظیم اس درجہ کرتے ہیں کہ گویا اُنہوں نے اپنے اپنے گاؤں میں ایک ایک دربار آراستہ کر رکھا ہے اور ہر مسجد میں کلام اللہ شریف اور علم فقہ کا درس جاری رہتا ہے۔ ماہ رمضان میں دن کے وقت کھانا پینا ممکن ہی نہیں۔ واللہ علیٰ کل شیء شہیدًا۔

marfat.com

فصل دوم

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جائے ولادت اور والدین کے بیان میں

میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی حسب ذیل حالات بار بار سنے اور کتابوں میں سے بھی دیکھے اور سینہ بہ سینہ بھی یہی معلوم ہوا کہ آنحضرت قدس سرہ کے والد بزرگوار کا اسم مبارک حضرت بازید محمد قدس سرہ ہے اور جناب کی والدہ ماجدہ کا نام مبارک بی بی راستی قدس سرہا ہے۔ چنانچہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی کتابوں کے دیباچہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ''تصنیف فقیر باھو ولد بازید عرف اعوان ساکن قرب و جوار شور حرسہا اللہ تعالیٰ من الفتن والجور''۔ یہ تصنیف فقیر باھو ولد بازید ساکن شور اللہ تعالیٰ اُسے فساد اور ظلم سے محفوظ رکھے، کی تصنیف ہے اور کتاب ''عین الفقر'' میں فرماتے ہیں کہ اس کی ماں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جس نے اس کا نام ''باھو'' رکھا ہے جو ایک ہی نقطہ سے ''یاھُو'' ہو جاتا ہے

رحمت حق بر روان راستی
راستی از راستی آراستی

راستی کی جان پر اللہ کی رحمت ہو
راستی کو تو نے راستی سے آراستہ کیا،

جناب کے والد بزرگوار کا مزار قصبہ شورکوٹ میں ہے جو آنحضرت کی جائے پیدائش ہے۔ قصبہ مذکور کے شمال مغربی گوشہ میں قریشی صاحبان کی مسجد کے صحن میں شیخ طلحہ قریشی کی قبر کے پاس خانقاہ اور مزار ہے۔ جناب کی والدہ ماجدہ کے مزار کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی مسجد میں جو دو مزار ہیں، آنحضرت کے والدین کے مزار مبارک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ملتان کے گردونواح میں لطف آباد کے قریب بی بی پور کے سادات عظام کے قبرستان میں ہے کہ 'رانواں کلاں' نام گاؤں سلطنت دہلی کی طرف سے آنحضرت کے والد ماجد کو بطور جاگیر ملا تھا اور بودوباش بی بی پور مذکور میں نیک

marfat.com

لوگوں۔ شریفوں اور سادات عظام کے پڑوس میں اختیار کی تھی۔ وہیں وفات پائی اور سادات شریف کے مقبروں کے پاس جگہ پائی۔ اسرار باطنی کے مکاشفہ میں بھی آنحضرت کی والدہ ماجدہ کی روح مقدسہ کی زیارت اسی قبرستان سے ہوئی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

آنخضرت کے والد ماجد قدس سرہ شروع میں ایک صالح۔ شریعت کے پابند۔ حافظ قرآن فقیہ۔ مسئلہ دان۔ دنیاوی تعلقات میں گرفتار۔ علاقہ دار شاہی۔ ملک کوہستان اعوان کار کے صاحب استمرار اور سلطنت دہلی کے منصب دار تھے۔ آپ نے اولاد کی خاطر وسط عمر یا آخری عمر میں نیا نکاح کیا کیونکہ آپ کے ہاں کوئی فرزند نہ تھا چونکہ حضرت بی بی صاحبہ نیک اور شریف خاندان سے اور ہم کفو تھیں، اس لیے آپ کی پرہیز گاری کا اثر حضرت بازید محمد پر ہوا اور آپ کی کرامات ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ اسی اثر کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت بازید محمد کے دل میں محبت الٰہی جوشِ زن ہوئی اور خیال آیا کہ افسوس اس قدر عمر مفت گنوائی اور یہ کہ یہ مردمی اور مناسبتی نہیں کہ بیوی تو خدا دوست ہو اور اس کا شوہر غفلت اور حرص وہوا میں مبتلا ہو۔ آخر فیض ازلی نے آپ کو متنبہ کیا اور آپ نے فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ کے بموجب دنیا ترک کر دی۔ چنانچہ تلافی مافات کے لیے تن تنہا گھوڑی پر سوار ہتھیار لگائے ریاست اور دنیا کو چھوڑ کر مفرور ہو گئے۔

چونکہ آپ نسلاً بعد نسلٍ رئیس اور شریف تھے اور روزی کمانے کا کوئی اور ڈھنگ نہ جانتے تھے۔ اس واسطے مجبوراً ملتان کا رخ کیا۔ جب وہاں پہنچے تو ملتان کے ناظم کے پاس سلطنت دہلی کے قانون کے مطابق دریا کے گھاٹ اور شہر پناہ کے دروازے پر جو آپ کا حلیہ لکھا گیا تھا پہنچا تو فوراً تلاش کر کے آپ پیش کئے گئے۔ جب ناظم ملتان نے حضرت بازید محمد قدس سرہ کا چہرہ مبارک۔ لباس۔ آلاتِ جنگ اور سواری کی گھوڑی جس کا نام سون پری تھا دیکھی، تو اصل حالات دریافت کئے لیکن آپ نے اصل حالات چھپائے رکھے۔ آخر ناظم مذکور کی طرف سے دو ۲ روپے روز بطور تنخواہ مقرر ہوئے۔ حضرت بازید محمد نے تین شرطوں سے ملازمت اختیار کی۔

marfat.com

اوّل۔ یہ کہ میرا مکان علیحدہ پاک گوشے میں ہو۔

دوم۔ کسی کو افسر اور اپنے آپ کو مانبردار نہیں مانوں گا۔

سوم۔ سلام نہیں کروں گا۔

چنانچہ آپ کی تینوں شرطیں منظور ہوئیں۔

پھر آپ ملتان میں ایک مکان کے اندر گوشے میں یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور آخر ایک ولی اور بارگاہ الٰہی کے خاص بندے ہوئے۔

چنانچہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ العزیز اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب واصل صرف ایک قدم میں نصیب ہوسکتا ہے۔ یعنی دنیا سے قدم اُٹھا کر قرب الٰہی میں رکھنا۔

پس جس شخص کو ہادی مطلق ظاہری وسیلہ اور سبب بغیر خود بخود فیض وفضل سے اپنے قرب کی طرف کھینچ لے اُسے مجاہدات کی کیا ضرورت ہے اور وہاں دیر ہی کیا ہے۔ اس راہ میں عقل کا گھوڑا لنگڑا ہے۔ یہ فضل الٰہی ہے جسے چاہے عنایت کرے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضلِ عظیم ہے۔ اگرچہ یہ دور دراز راہ منزلوں اور فرسنگوں کی قید میں نہیں آ سکتی، اور نہ اسے زور بازو سے طے کر سکتے ہیں لیکن غیر حق سے قطع تعلق کرنے اور جذبہ الٰہی سے اس راہ کا قطع کرنا آسان ہے کیونکہ عشق ایسی آگ ہے جو غیر حق کو جلا دیتی ہے۔

جذبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جو مجاہدات کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرا محض اللہ تعالیٰ کے فیض وفضل سے نصیب ہوتا ہے۔ اس میں کوئی سبب یا وسیلہ نہیں ہوتا جو مجاہدہ کے سبب سے ہوتا ہے وہ اس شخص کے مادہ کی قابلیت کے موافق چالیس سال کے مجاہدہ بعض کو بارہ سال کے مجاہدہ اور بعض کو اس سے کم عرصہ کے بعد جذبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بات کتابوں میں مشائخ کے احوال سے معلوم ہوسکتی ہے۔ دوسرے جو محض فضل وفیض سے نصیب ہوتا ہے، اس کے لیے کوئی وقت یا مدت مقرر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے ایک دم میں ایک قدم پر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جیسا کہ حضرت ابراھیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رابعہ بصری، حضرت فضیل عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقدس اسرارہم کہ ایک دم میں

marfat.com

ایک قدم پر خدا رسیدہ ہوئے۔ حضرات اصحاب کہف کا قصہ تفسیروں میں دیکھ سکتے ہیں۔ ''اَنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیَاتِنَا عَجَبًا۔'' (۱۸-۹) واقعی اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب نشانیاں ہیں۔

حضرت شیخنا جدی حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہ اپنی تالیفات میں فرماتے ہیں کہ کامل مرشد کی توجہ اور نظر طالب اللہ کو ایک دم میں اور ایک قدم پر خدا رسیدہ بنا دیتی ہے۔

آمدم برسر مطلب چونکہ حضرت بازید محمد قدس سرہ صاحب شان اور شاہی منصب دار تھے اس لیے ان کے بھاگتے ہی اس خاندان کے خدمتگار اور نوکر چاکر آپ کی جستجو میں نکلے۔ چندہ ماہ بعد ایسا اتفاق ہوا کہ دریائے ستلج کے مشرقی کنارے اور بیکانیر کے روہی ریگستان کے بارے میں راجہ مروٹ اور صوبہ دار ملتان میں جھگڑا ہوا، حتیٰ کہ لڑائی تک نوبت آپہنچی اور ملتان کے صوبہ دار نے اس پر چڑھائی کی۔ حضرت بازید محمد قدس سرہ چونکہ تنہا ملازم تھے۔ اس لیے آپ کو اس خدمت کے لیے کسی نے یاد نہ کیا۔ آپ خود بخود گھوڑی پر ضروری اسباب باندھ اور ہتھیار لگا سوار ہو کر ملتان کے صوبہ دار کی خدمت میں پہنچے اور کار خدمت کی درخواست کی۔ صوبہ دار نے پوچھا آپ کس برادری میں ہو کر فوج کے ساتھ شریک جنگ ہوں گے۔ عرض کیا۔ صاحب! چونکہ میں اکیلا اپنے سر پر تنخواہ کھاتا رہا ہوں۔ اب جو کچھ مجھ سے ہوگا اکیلا ہی خدمت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ عالی ہمت اشخاص سے پیار کرتا ہے۔ آپ کی یہ بات سن کر کچہری کے تمام آدمی مسکرائے۔ ناظم نے کہا۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ جس طرح یہ مرد کہے اسی طرح کرنا چاہیے۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ ایک شخص رستے کا واقف اور ایک تصویر مخالف کی یعنی راجہ مروٹ کی عنایت ہو۔ چنانچہ ایک شخص رستے کا واقف اور راجہ مروٹ کی تصویر عنایت کی گئی۔ آپ سلام کہہ کر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر روانہ ہوئے جب مروٹ کے قریب پہنچے تو ساتھی کو رخصت کیا اور خود شہر کی راہ لی۔ حتیٰ کہ دروازے پر جا پہنچے چونکہ آپ پر ایلچی یا وکیل کا گمان تھا۔ اس لیے کچہری میں بلا روک ٹوک چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ اس دن آپ نے توبرہ زین کے قربوس سے لٹکایا ہوا تھا۔ جب کچہری

marfat.com

میں داخل ہوئے تو گھوڑی کو ایک جگہ کھڑا کیا جو وہیں کھڑی رہی۔ آپ نے تمام حاضرین کچہری کے لباس اور اُن کی ہیئت کو بہ نظر غور دیکھا۔ جب راجہ کے قریب جا پہنچے اور معلوم کیا کہ یہاں سے راجہ پر وار ہو سکتا ہے تو شیروں کی طرح تلوار سونت گرجے کہ بہادرو! خبردار! میں تمہاری جان کا خواہاں ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب پر غالب آئے کہتے ہیں کہ تلوار کے ایک ہی وار سے راجہ مذکور کا سر کاٹ کر قربوس سے لٹکے ہوئے توبرہ میں رکھ لیا اور گھوڑی پر سوار ہوئے کہ اتنے میں کہرام مچ گیا۔ اگرچہ محالات کا ذکر کرنا اچھا نہیں لیکن معذور ہوں کیونکہ میں نے بزرگوں سے ایسا ہی سنا ہے۔ اگر اسے آج کتاب میں درج نہ کروں تو مدت دراز گزرنے پر کسی کو کب یاد آئے گا اور کس قرینے سے قرار پائے گا۔ اس واسطے ضروری سمجھ کر اس کا ذکر کرتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دروازوں کا کھولنے والا اور مہمات کا سرانجام کرنے والا ہے۔ اپنی قدرت کاملہ سے سیون پری گھوڑی کو بطور خرق عادات اور ظہور کرامت ایسی توفیق عنایت فرمائی کہ قلعہ کی ایک دیوار پر سے صحیح وسلامت کود گئی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگرچہ میں اس کو بیان کرتا ہوا ڈرتا ہوں کہ کہیں مخالف اور نکتہ چین حرف گیری نہ کریں اور میرا دل اور ہاتھ کانپتے ہیں لیکن اہل یقین بھائیوں اور دینی بھائیوں کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ ذرا از راہ احسان اور علو ہمت واقدی کی ''فتوح الشام'' اور ''فتوح المصر'' کو دیکھیں۔ جن میں صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی روایات سند بہ سند اس قسم کے واقعات کے متعلق مندرج ہیں۔ یہ کتابیں پہلے پہل عربی زبان میں لکھی گئیں اور ہندوستان میں عوام کو فیض رسانی اور اُن کی سہولت کے لیے اُردو زبان میں ترجمہ کی گئی ہیں اور چھپ چکی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین اسلام علیہم الرضوان سے اس قسم کے محال معاملات کس قدر وقوع میں آئے اور کیسی کیسی جوانمردیاں اُن سے ظہور میں آئیں۔ اگر ان میں سے تھوڑی سی بھی بیان کروں تو کتاب طویل ہو جائے گی اور میں اپنے اصلی مطلب سے رہ جاؤں گا۔ اس لیے ان میں سے چند ایک کا اشارۃً ذکر کرتا ہوں تاکہ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت اگر یہ

marfat.com

تقاضائے بشریت دل میں اعتراض پیدا ہوتو فاسد وہم وخیال کو دور کرنے کے لیے کافی ہو۔

پس دیکھیں صفحہ ۲۱۰ و ۲۱۱ جنگِ یرموک میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ساٹھ سواروں کو ساتھ لے کرجبلہ ابن الیہم بادشاہ غطفان کے ساٹھ ہزار جری جوانوں پر حملہ کیا اور اسی لڑائی میں وہ کامیاب ہوئے۔ فتوح المصر کے صفحہ ۵۰۰ کو دیکھئے کہ صرف چالیس عرب سوار قلعہ دامیاط پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ جس میں امیر بامرک مع اپنے بارہ بیٹوں کے تھا جن میں سے ہر بیٹے کے پاس پانسو بہادر سوار تھے۔ جب پہلے ان کی قلعہ کے باہر صف آرائی ہوئی تو حضرت ضرار بن الدوز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکیلے ہی ان کا مقابلہ کر کے اس کے بڑے لڑکے ہزیر کو پچھاڑ کر جان سے مار ڈالا اور مخالف کی صف کو تہ تیغ کیا۔ بامر لشکر اسلام سے پناہ مانگ قلعہ نشین ہو گیا۔ اس لڑائی کی کیفیت شروع سے لے کر اخیر تک پڑھنی چاہیے۔

فتوح الشام کے صفحہ ۳۲۳ پر شام کے سب سے مضبوط قلعہ حلب کی فتح کا حال پڑھیں۔ جس کے فتح کرنے کے لیے صحابہ کا لشکر مدت تک محاصرہ کرتے کرتے تنگ آ گیا اور آخر حضرت وامسن ابوالہول غلام سراقہ بن مرادس کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صرف تیس پیادہ سپاہیوں کی مدد سے راتوں رات اس قلعہ کو فتح کیا۔ ان تمام حالات کو توجہ اور غور سے دیکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ واقعی صاحب فضل عظیم ہے۔

حضرت بازید محمد قدس سرہ، ملتان کے صوبہ دار کے پاس راجہ مروٹ کا سر لے آئے اور سلام کیا۔ ابھی لشکر اور اہل لشکر راہ میں تھے کہ یہ عجیب کام ظہور میں آیا اور گرد و نواح اور خصوصاً بادشاہ دہلی کے حضور میں حضرت بازید محمد کی تصویر اور حلیہ اور گھوڑی کی تصویر پہنچ گئی۔ جب آپ کی تلاش کرنے والوں نے حضرت بازید محمد قدس سرہ، کا نام سنا تو یقین کیا کہ یہ گھوڑی اور سوار آپ ہی ہیں اور یہ کام بفضل الٰہی آپ ہی نے کیا ہے۔

پس پہلے نمک پروردہ میراثی جو جستجو میں تھے۔ ملتان پہنچے اور پوشیدہ طور پر پوچھتے

marfat.com

رہے اور آخر پہچان لیا اور ملتان میں رہے۔ ان میں سے بعض حضرت بازید محمد کے گھر خوش خبری لے کر واپس گئے۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے دو۲ ماموں جو آنحضرت کی والدہ ماجدہ کے حقیقی بھائی تھے ملتان آئے اور حضرت بازید محمد قدس سرہ، سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جانے کے لیے ملتمس ہوئے' حضرت بازید محمد نے فرمایا کہ آپ وطن واپس تشریف لے جائیں اور اپنی حقیقی بہن راستی قدس سرہا (اہلیہ حضرت بازید محمد) سے پوچھیں۔ اگر انہوں نے بھی واپس جانے کے لیے کہا تو میں وطن چلا جاؤں گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جب وطن جا کر مائی صاحبہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ الٰہی بھید ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ میں سلطان باہو نام فرزند نرینہ ہے جو مادر زاد ولی ہونے والا ہے۔ اس کی پیدائش اور اس کا ظہور ملک چناب میں ہوگا۔ یہ لڑکا تارک الدنیا ہوگا۔ ہمیں بھی اس کی متابعت میں دنیا کے ترک کرنے کا حکم ہے اور ملک مذکور میں رہنا سہنا ہوگا۔ اس لیے مجھے اس کے باپ حضرت بازید محمد کے پاس پہنچاؤ۔ پس مائی صاحب قدس سرہا کے بھائیوں نے ویسا ہی کیا۔ چنانچہ آپ کو ملتان میں حضرت بازید محمد کی خدمت میں پہنچایا چونکہ سلطنت دہلی کی طرف سے حضرت بازید محمد کی تلاش کے لیے اشتہار جاری ہو چکے تھے۔ جب یہ خبر تحقیق ہوگئی تو ملتان کے صوبیدار کے نام حکم جاری ہوا کہ بازید محمد کو اس کی ریاست میں بھیج دو تاکہ اپنے منصب میں قائم ہو جائے لیکن آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ میں نے باقی عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نذر کی ہے اور دنیاوی شغل کو ترک کر دیا ہے۔ میں یاد الٰہی کروں گا چونکہ سلطنت اسلامیہ تھی۔ اس لیے آپ کی یہ درخواست منظور ہوئی۔ بعدازاں آپ نے شورکوٹ میں رہنا سہنا اختیار کیا جو پرگنہ ملتان میں واقع ہے کیونکہ شورکوٹ بہت متبرک مقام تھا۔ اس واسطے کہ وہاں بزرگوں اور شہیدوں کی زیارت گاہیں اور مقبرے بکثرت ہیں اور وہاں کے باشندے بھی قریباً سب کے سب عالم' شریعت کے پابند اور دیندار تھے۔ وہاں پر جمعہ اور دونوں عیدوں کی نمازیں حاصل ہو جاتی تھیں اور بادشاہ شاہ جہان کی طرف سے جاگیر بطور وجہ معاش اکثر اسی علاقہ میں مقرر ہوئی اور آپ

marfat.com

مع بی بی صاحبہ قدس سرہا شور کوٹ میں رہنے سہنے لگے۔

فصل سوم

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تولد کے بیان میں

واضح رہے کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ، شور کوٹ میں پیدا ہوئے۔ اب حسب ضرورت قرینۃً آپ کے چند خوارقِ عادات بیان کیے جاتے ہیں۔ دین محمدی ﷺ کے سچا ماننے اور اہل یقین محبوں پر روشن ہو کہ حضرت سلطان العارفین مادر زاد ولی اللہ ہیں آپ کو ازلی فیض حاصل تھا اور نور محمدی ﷺ سے آپ کی پرورش ہوئی تھی۔ جناب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی طرح آپ بھی ماہ رمضان میں دن کے وقت ماں کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ جب آپ چلنے پھرنے لگے تو جب کبھی گلیوں اور بازاروں میں چلتے تو ہندو لوگ آپ کے چہرہ اور آپ کی پیشانی کو دیکھتے ہی بے اختیار کلمہ طیب اور کلمہ شہادت پڑھتے اور مسلمان ہو جاتے۔ چنانچہ شہر کے ہندو اکٹھے ہو کر آپ کے والد ماجد حضرت بازید محمد قدس سرہ، کی خدمت میں ملتمس ہوئے کہ دایہ وقت بے وقت آپ کے فرزند کو بازار اور گلیوں میں لے جاتی ہے۔ ان کے جانے کے لیے کوئی وقت مقرر ہونا چاہیے۔ حضرت بازید محمد نے ایسا ہی کیا۔ شہر کے ہندوؤں نے اس بات کے لیے نوکر مقرر کیے کہ حضرت بازید محمد اپنے بیٹے کو گھر سے سیر کے لیے لائیں یا وہ بچہ خود اپنے ارادے سے نکلے تو بازاروں اور گلی کوچوں میں اس کے آنے سے پہلے بآواز بلند منادی کر دیں۔ جب وہ لوگ منادی کرتے تو ہندو لوگ اپنی دکانوں یا اپنے مکانوں میں گھس جاتے۔ میں (مولف کتاب) نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہ، کی زبان درفشاں سے خاص وقتوں میں جبکہ آپ اسرار بیان فرمایا کرتے تھے یہ سنا کہ شروع سے لے کر آخری دم تک سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ، کی نگاہ مبارک جس ہندو پر پڑی وہ مسلمان ہو گیا۔

سبحان اللہ وبحمدہ یہ تمام محمدی ﷺ معجزے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اُمت کے اولیاء میں ایسے خوارق عادات اور اثر ہدایات تھے۔ میں نے شور کوٹ کے اردگرد کے معتبر

marfat.com

لوگوں کی زبانی سنا کہ ایک دفعہ جب سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ بیمار ہوئے تو مریدوں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو فلاں برہمن طبیب کو علاج کے لیے حاضر خدمت کیا جائے۔ فرمایا: بہتر! جب مرید برہمن مذکور کے پاس گئے تو اُس نے کہا۔ میں ڈرتا ہوں، کہ اگر میں وہاں گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ اُن کا قارورہ یہاں بھیج دو۔ جب قارورہ لے گئے تو قارورہ دیکھتے ہی طبیب (برہمن) مسلمان ہو گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

آپ کی یہ کرامت گردونواح میں بہت مشہور ہے۔ میں نے خود سنی ہے اور یہ تو اپنی آنکھوں دیکھا ہے اور ہزار عام خاص دیکھتے ہیں اور انشاءاللہ قیامت تک دیکھتے رہیں گے کہ ہزاروں آدمی مزار مقدس کی زیارت کے لیے جاتے ہیں تو اکثر خانقاہ میں داخل ہوتے ہی اور مزار شریف کی زیارت کرتے ہی بے اختیار ذات الٰہی کے شوق سے رونے لگ جاتے ہیں اور ذکر جہر اُن کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ سینکڑوں بانصیب آدمی۔ صاحب حال، زندہ دل، صاحب تاثیر، ذاکر قلبی اور ذاکر روحی ہو جاتے ہیں اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے جو سمجھ گیا سمجھ گیا۔ جس نے آزمایا آزما کیا۔ لَآ اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

یہ کرامت ازلی فیض کا نتیجہ ہے۔ مشائخ قادری کا فیضان ابدالآباد تک رہے گا۔ یا اللہ! ہماری قسمت میں بھی کرنا۔ آمین ثم آمین۔

marfat.com

باب دوم

آنحضرت کے فضائل، اشغال، سیرِ اطراف اور بعض خوارق عادات میں، اس میں کشف و کرامت کا ذکر تک نہیں

marfat.com

فصل اوّل

فضائل کے بیان میں

یہ تو واضح ہو چکا ہے کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ مادر زاد ولی ہیں۔ جب آپ کچھ سیانے ہوئے تو دن بدن واردات و جذبات الٰہی طاری و ساری ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت کے سبب ظاہری علم حاصل کرنے کے لیے کوئی وقت نہ بچتا۔ چنانچہ خود ہی اپنی کتاب عین الفقر میں فرماتے ہیں کہ مجھے اور محمد عربی ﷺ کو ظاہری علم نہ تھا لیکن واردات غیبی کے سبب علم باطن کی فتوحات اس قدر تھیں کہ کئی دفتر درکار ہیں لیکن ہمارے بزرگ عاقل و دل کے کاربند رہے۔

؎ اگرچہ نیست مار علم ظاہر
زعلم باطنی جاں گشتہ طاہر

اگرچہ ہمیں ظاہری علم تو نہیں لیکن باطنی علم سے ہماری جان پاک ہوگئی۔

اپنی تصنیفات میں کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ ہمیں ذات الٰہی کے انوار کی تجلیات کے مکاشفوں کے سبب ورد وظیفہ کی فراغت نہیں کیونکہ ہم وحدانیت کے گہرے سمندر میں مستغرق رہتے ہیں۔

میں نے اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی زبانی سنا ہے کہ حضرت شیخ سلطان العارفین قدس سرہٗ نے اپنی ساری عمر میں ایک مستحب بھی ترک نہیں کیا۔ سبحان اللہ! باطنی واردات جذبات الٰہی اور انوار ذات کے مکاشفات اس قدر اور ظاہری استقامت کی یہ کیفیت کہ مدت العمر ایک مستحب بھی ترک نہ ہو اور ظاہر و باطن میں سنت نبوی کا اتباع۔ اس کی استقامت اور استعداد کیوں نہ ہو۔ جب کہ آپ کی ازلی پرورش ہی نور محمدی ﷺ سے ہوئی۔ اس کا ذکر انشاء اللہ آپ کے احوال میں آئے گا کہ آپ کی عمر بھی آنحضرت ﷺ کی عمر کے مطابق ہی تھی۔

marfat.com

میں نے اپنے بزرگوں سے سند بہ سند سنا ہے کہ جب حضرت سلطان العارفین سن رشد وتمیز یا سن بلوغت کو پہنچے، تو ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ قصبہ شورکوٹ کے قریب اس کے گردونواح میں کھڑے تھے، کہ اچانک ایک صاحب نور۔ صاحب حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا جس نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے بٹھالیا۔ آپ ڈرے۔ کانپے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ پہلے توجہ کی اور بعد ازاں فرمایا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ پھر آپ نے عرض کی کہ مجھے کہاں لیے جارہے ہیں؟ فرمایا حسب الارشاد حضرت محمد ﷺ کے حضور پُرنور میں لیے جاتا ہوں۔ اسی وقت حاضر مجلس کر دیا۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر۔ حضرت امیر عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مجلس اہل بیت میں حاضر تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی پہلے پہل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجلس منور سے اُٹھ کر حضرت سلطان العارفین کی ملاقات کی اور توجہ فرما کر مجلس سے رخصت ہوئے۔ بعد ازاں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ، بعد ازاں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ۔ جب تینوں اصحاب کبار باری باری اُٹھے اور توجہ اور ملاقات کے بعد مجلس شریف سے رخصت ہوگئے تو مجلس میں صرف اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی رہ گئے۔ میں نے اپنے قدس سرہم سے سینہ بہ سینہ یہ بات سنی ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے چہرہ مبارک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب سرورِ کائنات ﷺ میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرماتے تھے لیکن بہ ظاہر خاموش تھے۔

چونکہ حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ ابن ابی طالب میرے پہلے وسیلہ اور اکمل ہادی تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا میرے ہاتھ پکڑو اور مجھے دونوں مبارک ہاتھوں سے بیعت اور تلقین فرمایا۔ حضرت سلطان العارفین اپنی کتاب عین الفقر اور دوسری تصانیف میں اکثر مقامات پر فرماتے ہیں کہ کامل مرشد ایسا ہی ہونا چاہیے کہ مجھے جب آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب

marfat.com

باقی نہ رہا۔ چنانچہ اوّل و آخر یکساں ہو گیا۔ یعنی النھایت ھو الرجوع الی البدایت کا مرتبہ اور درجہ حاصل ہو گیا۔ جب میں تلقین سے مشرف ہوا۔ تو حضرت سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرا علیٰ ابیھا و علیھا السلام نے مجھے فرمایا کہ تو میرا فرزند ہے۔ میں نے حضرت سبطین الشریفین امامین السعدین حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک چومے اور اپنے کانوں میں غلامی کا حلقہ پہنا۔ کیونکہ تمہارا درجہ دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہو گا اور ابد الآباد تک ایسا ہوتا رہے گا کیونکہ یہ حکم سروری سرمدی ہے۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے مجھے جناب غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت پیر دستگیر سید شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے سپرد فرمایا۔ حضرت پیر دستگیر نے سرافرازی کے بعد مجھے خلقت کے ارشاد و تلقین کا حکم دیا۔

اپنی ایک کتاب میں حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا جو سر میں ہوتی ہیں اور اس ظاہری بدن سے دیکھا اور مشرف ہوا۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔

اس روز سے آپ پر ذات الٰہی کے جذبات و انوار اس طرح متجلی ہونے شروع ہوئے کہ سینکڑوں آدمیوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم سے خدا رسیدہ بنا دیتے تھے جس کا ذکر انشاء اللہ اپنے موقع پر مفصل کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے لاکھوں طالبوں کو بامُراد کرتے تھے۔ سُبحان اللہ! یہ نصیبہ فیض ازلی فضل سے ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بلا محنت و مشقت ایک دم میں اپنے تک لے آتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

اس فیض یابی کے بعد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ ہر وقت اور ہر گھڑی وحدانیت میں مستغرق اور ذات حق کی تحقیقات کے مشاہدوں سے مشرف رہتے۔ آپ ہر وقت ذات مطلق کے جلال و جمال کے دیدار میں مست رہتے تھے اور جس طرف بھی زندہ مشائخ کی خدمت میں جاتے یا اولیاء اللہ کے مزاروں اور مقبروں پر جاتے 'ھل من مزید' پکارتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح دیدار الٰہی کے شوق عشق کے کوہ طور

marfat.com

پر ''رَبِّ اَرِنِیۡٓ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ'' ۔میرے پروردگار! تو مجھے اپنا آپ دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں' کہتے اور مشائخ اور اولیاء اللہ سے عشقِ الٰہی کے جذبہ میں تجلیات دیدار اور محویت ذات کے لیے التجا کرتے ۔سبحان اللہ! یہ کیسا مقام ہے کہ یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ''رَبِّ اَرِنِیۡ'' کہا تو ''لَنۡ تَرٰىنِیۡ'' کا جواب پُرعتاب سنا لیکن اس پر آرام نہ کر کے آخر ''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰى صَعِقًا'' (۷-۱۴۳) جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی ڈالی' تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ کے مقام اور درجہ پر پہنچے اور حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اس کے مشاہدات دیدار کے مست تھے ذات جلال کی وحدانیت کی تجلیات کے لیے براہین دکھائیں۔ ''وَكَذٰلِكَ نُرِیۡٓ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِیَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ ۔'' اور ایسا ہی ہم نے ابراہیم کو زمین و آسمان کی بادشاہت دکھائی تاکہ اُسے یقین آ جائے (۶-۷۵) اور آپ ازلی خمخانہ سے لم یزلی جذبات کے جم سے ''اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ۔'' (۶-۷۹) میں نے یکسو ہو کر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی طرف رخ کیا ہے اور میں مشرک نہیں ہوں' کی شراب پی کہ بے دریغ اپنے چچا سے کہہ دیا کہ کیا آپ بتوں کو اپنا خدا مانتے ہیں۔ میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو علانیہ گمراہی میں دیکھتا ہوں اور بتوں یعنی کافروں کے معبودوں کو تن تنہا دلیرانہ توڑ ڈالا۔ حالانکہ اُس وقت جہان میں ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور کفر کا رواج تھا۔ پھر آپ ''تم اپنے معبودوں کی مدد کرو اور اسے آگ میں جلا دو۔'' کے درجہ پر پہنچے اور دیدار الٰہی میں مست رقص کرتے ہوئے خوشی خوشی ڈھینگلی (منجنیق) پر جا بیٹھے۔ جب آپ آگ کے سر پر پہنچے، تو اتنے میں حکم الٰہی سے جبرائیل علیہ السلام نے آ کر پوچھا کہ یا حضرت! جو آپ کا مدعا ہو اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی مستی اور اُس کی رضاء تسلیم میں حضرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداء کی طرح عرض کی کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو میرے حال کا علم ہے اس لیے میرے سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔

marfat.com

اور حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ ﷺ فترۃ الوحی کے دنوں مکہ معظمہ کے گرد و نواح میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر جو آپ نے عبادت الٰہی کے لیے جگہ مقرر کر رکھی تھی اور وہی آپ کی گوشہ نشینی کا مقام تھا پہنچ کر ارادہ کیا کہ آپ اپنے آپ کو چوٹی پر سے نیچے گرا دیں اور گرا ہی چاہتے تھے کہ "یا نارُ کونی بردًا وّسلامًا علیٰ ابراھیم" کی طرح اچانک جبرائیل علیہ السلام نے جناب کا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا۔ یا محمد (ﷺ)! آپ صبر کریں کہ اللہ تعالیٰ بذات خود آپ کے دیدار کا طالب اور مشتاق ہے اور جبرائیل علیہ السلام آپ کا ہر دم خادم، اور رفیق و غم خوار ہے۔

پس یہ احقر العباد (مولف کتاب) سلطان حامد قادری عرض کرتا ہے کہ یارو! اگرچہ میرا یہ بدن گنہگار ہے، لیکن میری روح ایک سِرِ الٰہی ہے۔ اگر میں اپنے آپ کو جبراً نہ نکالوں تو روحی واردات اور توارد مجھے کبھی اصلی قصہ بیان نہ کرنے دیں اور اسرار کے اظہار کے لیے کئی دفتر مطلوب ہوں۔ اب میں اصلی مطلب کو بیان کرتا ہوں۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقامات بہت اعلیٰ اور بلند ہیں لیکن اولیاء اللہ کے احوال بھی کچھ کم نہیں۔ جن کی نسبت خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیشک اولیاء اللہ کو کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

نیز ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز جناب سرورِ کائنات ﷺ غم و فکر میں بیٹھے تھے اور آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ میں یہ حال دیکھ کر خاموش بیٹھا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے خود بخود فرمایا کہ ابی ذر (رضی اللہ عنہ)! کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھے کس بات کا غم و فکر ہے اور یہ کہ میں کس چیز کا مشتاق ہوں؟ عرض کیا آپ خود ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا: آہ! آہ!! مجھے اپنے اُن بھائیوں کے دیکھنے کا کس قدر شوق ہے جو میرے بعد آنے والے ہیں اور جن کی شان انبیاء کی شان کی سی ہو گی اور جن کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہیدوں کا سا ہو گا۔ یہ لوگ اپنے ماں باپ۔ اپنے بھائی بہنوں۔ اپنے بیٹوں سے محض اس واسطے بھاگیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ باتیں حاصل کریں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے مال و متاع سے دست بردار ہوں گے۔ اپنی جانوں کو متواضع بنائیں گے۔ شہوات کی

marfat.com

رغبت نہیں کریں گے۔ دُنیا کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب دیوانہ وار اکٹھے ہوں گے۔ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف ہوں گے اور اُن کی روحیں اللہ تعالیٰ سے ہوں گی اور اُن کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوگا۔ جب اُن میں سے کوئی ایک بیمار ہوگا تو اُس کا بیمار ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں ہزار سالہ عبادت سے افضل شمار ہو گا۔ اے ابی ذر (رضی اللہ عنہ)! اگر چاہو تو اور زیادہ بتاؤں؟ عرض کیا' فرمایئے۔ فرمایا:: گر ان میں سے کسی ایک کو اس کے کپڑوں کی ایک جُوں ستائے گی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر اُسے ستر حج اور عمرہ کے برابر ملے گا اور اُسے اسقدر اجر ملے گا گویا اُس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے چالیس آدمیوں کو فی کس بارہ دینار دے کر آزاد کرایا۔ اے اباذر! اگر چاہو تو اور زیادہ بتاؤں؟ عرض کیا: فرمایئے۔ فرمایا: اگر ان میں سے کوئی کسی دوست کو یاد کر کے غم کرے تو ہر سانس کے بدلے ہزار ہزار درجہ ملتا ہے۔ اے اباذر (رضی اللہ عنہ)! اگر چاہو تو زیادہ بیان کروں۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! فرمایئے۔ فرمایا: اگر ان میں سے کوئی ایک تسبیح پڑھتا ہے تو قیامت کے دن اس کا بدلہ اُسے یہ ملے گا کہ گویا دنیا کے تمام پہاڑ سونا بن کر اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ پھر فرمایا اگر چاہو تو کچھ اور زیادہ بیان کروں؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ فرمایئے ۔فرمایا: جب کوئی ان میں سے دوسرے کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بیت اللہ کے دیکھنے سے زیادہ پسند آتا ہے اور جو شخص اُس کی طرف دیکھتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے جو اُسے خوش کرتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کو خوش کرتا ہے جو اُسے کھانا کھلاتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کو کھانا کھلاتا ہے۔ اے اباذر (رضی اللہ عنہ)! اگر چاہو تو اور زیادہ بیان کروں؟ عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایئے۔ فرمایا: ان کے پاس لوگ بیٹھتے ہیں جو گناہوں پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ وہ گناہوں میں دبے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ لوگ اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرتے۔

جب اس قسم کے کلمات اولیاء اللہ کی شان میں ہوں اور یہ بھی ان کے حق میں فرمایا جائے کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔میری اُمت کے علمائے باطن یعنی اولیاء اللہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے، تو پھر ان کی شان اور قدر و منزلت کا کیا

marfat.com

ٹھکانا۔

جب حضرت سلطان العارفین آنحضرت ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام کے فیض کے جذبات سے پُرنور اور معمور ہوئے تو کوہ طور کی طرح حیران و پریشان ہو کر دوڑ دھوپ کرنے لگے۔

صار دکا منہ وانشق الجبل
هل رایتم من جبل رقص الجمل

پہاڑ کانپ اُٹھا اور پھٹ گیا۔ (عجیب بات ہے) تم نے پہاڑ کو بھی اُونٹ کی طرح رقص کرتے دیکھا ہے۔

ہمچو موسیٰ مست شور برطور خویش
ربّ ارنی گو تجلی حق نگر

اپنے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح مست ہو، تو رب ارنی کہہ اور حق تعالیٰ کی تجلی دیکھ۔

نیز حضرت ممدوح خود فرماتے ہیں کہ ہم اُمت محمدی ﷺ کے درویشوں کا درجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی زیادہ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاص مقام کوہ طور تھا جس پر تجلیات کا دیدار کرتے اور ذات حق سے ہمکلام ہوتے لیکن ہم اُمت مرحومہ کے درویشوں کا کوہ طور ہمیشہ سینے میں ہے کہ جب بھی اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اسی وقت دیدار کی تجلیات اور الہامات الٰہی کے تکلم سے مشرف ہوتے ہیں

؎ طور سینا چیست دانی بے خبر
طور سینا سینۂ خود را نگر

او بے خبر! کیا تجھے معلوم ہے کہ طور سینا کیا ہے۔ پس اپنے سینے کو طور سینا سمجھو۔

ہمچو موسیٰ مست شو بر طور خویش
ربّ ارنی گو تجلی حق نگر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنے کوہ طور پر مست ہو اور رب ارنی، کہہ کر حق

marfat.com

کی تجلی دیکھ۔

مطلب یہ کہ یہ درویش نفس و شیطان کے مجاہدات کی تلواروں کے مقتول اور سر سبحان کے مکاشفوں کے تیروں سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس لیے وہاں پر ہر وقت نور جلال کی بجلیاں کوندتی ہیں جسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام مع پہاڑ حیران ہو گئے۔ اُمت محمدی کے اولیاء قدس اللہ سرہم جہاد اکبر کے شہید ہیں جن کی شان میں ہے۔ "قد رجعنا من جهاد الا صغر الى جهاد الا كبر" ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مُردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرتے تھے وہ ایک دو ۲ روز سے زیادہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ وہ معجزے سے زندہ ہوتا اور پھر مر جاتا۔ چنانچہ سورہ بقر میں یہ قصہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت میں بنی اسرائیل میں سے ایک شخص عامیل نامی کو اس کے دو بھتیجوں نے جنگل میں لے جا کر قتل کر ڈالا اور غائب ہو گئے۔ بنی اسرائیل نے عامیل کے ثبوت سے عاجز آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا کر عرض کیا تو آپ نے ایک خاص رنگ ڈھنگ کی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ جب بصد مشکل اسی رنگ ڈھنگ کی گائے لا کر ذبح کی گئی اور اس کے بعض اعضا عامیل کی لاش پر رکھے گئے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے زندہ ہو گیا اور اُٹھا تو اُس کی گردن سے خون جاری تھا۔ وہ قاتلوں کے نام اور سبب بتلا کر پھر مر گیا۔ "وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۚ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔" (۲-۳-۷۲) اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر جھگڑا کیا تم نے اس میں اور اللہ تعالیٰ اس بات کو ظاہر کرنے والا ہے جسے تم چھپاتے تھے پس کہا ہم نے مارو اس مُردہ کو گائے کا ایک ٹکڑا اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردے کو زندہ کرتا ہے اور اپنی نشانی دکھاتا ہے تا کہ تم سمجھ جاؤ"۔

اور ہم اُمت محمدی ﷺ کے درویش جس مُردہ دل کو "يُحْيِ الْعِظَامَ" یعنی اسم اعظم اسم اللہ ذات کی توجہ سے زندہ کرتے ہیں۔ وہ قیامت بلکہ ابدالآباد تک نہیں مرتا اور ابدی زندگی حاصل کرتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ "كنتم خير امة" "تم اچھی اُمت ہو"۔

marfat.com

چونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مادرزاد ولی تھے۔ اس روز پیدائش سے ہی صاحب اسرار تھے۔ نیز آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے انوار ذات کی تجلیات کے مکاشفات کے سبب ظاہری علم اور درود و وظیفہ کے لیے فرصت نہیں۔ میں ہر وقت وحدانیت میں مستغرق اور سیر فی الذات میں رہتا ہوں۔ ''وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ ۔'' وہ تمہاری جانوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔ نور محمدی ﷺ کے علم لدنی کی پرورش کے سبب اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کے خزانہ سے ایک نور آپ پر چمکا۔ میں نے اپنے بزرگوں سے صحیح طور پر سنا ہے کہ حضرت سلطان العارفین واقعی علم ظاہری سے اُمی تھے چنانچہ خود ہی عین الفقر میں اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے اور محمد عربی ﷺ کو ظاہری علم نہ تھا لیکن باطنی علم کی فتوحات کی واردات اس قدر کھلی ہوئی تھیں کہ ان کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ بزرگوں نے قل و دل فرمایا ہے

؎ اگرچہ نیست باما علم ظاہر
زعلم باطنی جاں گشتہ طاہر

اگرچہ ہمیں ظاہری علم نہیں لیکن باطنی علم سے جان پاکیزہ ہوگئی۔

نیز میں (مولف کتاب) نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے خلیفہ سید ابو صالح موسیٰ شاہ المعروف بہ موسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جن کا مزار ملک سندھ روہڑی شکار پور والہ میں خاص گھوٹکی المعروف لوصاحباں ولد موسن علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔ موسن شاہ نے ایک لاکھ طالب اللہ کو با تاثیر تلقین فرمایا اور باقی ذکر خاص مقام پر کیا جائے گا۔ اپنے مرشد سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سو چالیس تصنیفات کو جمع کیا۔ واللہ اعلم الصواب۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔

دیدہ ام در علم صحبت صد کتاب
کردہ ام یک بیت ذیشاں انتخاب

میں نے علم صحبت میں سو ۱۰۰ کتابیں دیکھی ہیں۔ اُن میں سے صرف ایک شعر چُنا

marfat.com

ہے۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں سے جو ملک میں رائج ہیں۔ اُن میں سے بعض کے نام لکھتا ہوں۔

(۱) عین الفقر کبیر۔ (۲) عین الفقر صغیر۔ (۳) عین الفقر متوسط۔ (۴) عقل بیدار کبیر۔ (۵) عقل بیدار صغیر۔ (۶) تلمیذ الرحمٰن۔ (۷) مجالستہ النبی۔ (۸) محبت الاسرار۔ (۹) اسرار قادری۔ (۱۰) توفیق الہدایت۔ (۱۱) تیغ برہنہ۔ (۱۲) مجموعۃ الفضل۔ (۱۳) محک الفقر کبیر۔ (۱۴) محک الفقر صغیر۔ (۱۵) فضل اللقا۔ (۱۶) شمس العارفین۔ (۱۷) دیوان باہو رحمۃ اللہ علیہ کبیر۔ (۱۸) دیوان باہو رحمۃ اللہ علیہ صغیر۔ (۱۹) رسالہ روحی۔ (۲۰) اورنگ شاہی۔ (۲۱) امیر الکونین۔ (۲۲) جامع الاسرار۔ (۲۳) مفتاح العاشقین۔ (۲۴) قرب دیدار۔ (۲۵) نور الہدیٰ۔ (۲۶) عین النجا۔ (۲۷) قطب الاقطاب۔ (۲۸) محکم الفقراء۔ (۲۹) کشف الاسرار۔ (۳۰) شمس العاشقین۔

ان میں سے ہر ایک کتاب میں صرف فقر کے احوال اور مقامات کا ذکر ہے۔ ان میں اشعار۔ استعارات۔ شیرازہ تمہیدات اور گذشتہ قصے کہانیاں بیان نہیں کیں۔ ان میں فقر کے احوال اور شریعت۔ طریقت۔ حقیقت اور معرفت الٰہی ذکر و فقر کے اشغال۔ مراقبہ۔ تصورات اور علم دعوت کا بیان ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔

فصل دوم

دنیا کو ترک کرنے کے بیان میں

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت سلطان باہو قدس سرہ نے اپنی تالیفات میں سے ہر ایک کتاب میں اپنے بنائے ہوئے ہندی شعروں میں اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح شغل کی مذمت کی ہے۔ یہ امر آپ کی تصنیفات کے مطالعہ اور نصیحتوں کے سننے سے واضح ہو سکتا ہے کہ آپ نے عمر بھر میں کسی دنیاوی تعلق یا شغل سے دست مبارک آلودہ نہیں فرمایا۔ ہاں صرف دو دفعہ بیل لے کر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا اور کھیتی باڑی کی

لیکن میں نے اپنے والد بزرگوار کی زبانی سنا ہے کہ دونوں مرتبہ ہی عشق الٰہی کے جذبات کے سبب آپ نے بیلوں کو جتے جتائے کنویں پر کھڑے چھوڑا اور خود تجلیات اور مکاشفات کے دیدار میں مست ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر کو نکل گئے اور بیل اور سامان زراعت کسی کے سپرد نہیں کیا بلکہ جو جس کے ہاتھ آیا لے گیا۔ مطلب یہ کہ دونوں مرتبہ ہی کھیتی کا کام سرانجام نہ ہوا۔ اس بارے میں آپ خود فرماتے ہیں کہ میں اِس جہان کی جَو کی روٹی کھاتا ہوں اور کام اُس جہان کا کرتا ہوں جیسا کہ اُونٹ کانٹے کھاتا ہے اور بوجھ اُٹھاتا ہے۔

تا مست نگردی نکشی بار غم عشق

آرے آرے شتر مست کشد بارِ گراں را

''جب تک تو مست نہ ہو گا عشق کے غم کا بوجھ نہیں اُٹھا سکے گا۔ ہاں ہاں مست اُونٹ بھاری بوجھ اُٹھاتا ہے۔''

آپ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کچھ اچھی چیز ہوتی تو جناب رسول خدا اور اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام اُسے قبول اور اختیار فرماتے۔ نیز آپ اپنی کتابوں میں تین (۳) راہزنوں یعنی نفس، شیطان اور دنیا کو تین طلاق دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ اگر یزید بھوکا ہوتا تو سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت سے انکار نہ کرتا۔

آپ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے صبح اپنے مریدوں کو فرمایا کہ آج رات مجھے عبادت الٰہی کا لطف حاصل نہیں ہوا۔ دیکھو میرے حجرے میں کہیں دنیاوی اسباب تو نہیں جو رات کو یہیں رہ گیا ہو۔ مریدوں نے تلاش کی تو کچھ نہ ملا۔ پھر فرمایا حجرے کا فرش باہر نکالو اور جھاڑو دو کیونکہ یہ شومت دنیاوی خلل کے سوا نہیں ہوتی۔ جب انہوں نے فرش نکال جھاڑ دی، تو آپ کے مصلّے تلے سے کھجور کا ایک دانہ نکلا جو آپ کے پیش کیا گیا۔ آپ نے اُسے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ جس شخص کے گھر میں اس قدر دنیا ہو اُسے عبادت الٰہی کا حظ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ

marfat.com

ترک دنیا کا عموماً ذکر کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت رابعہ بصری کی مثال دیتے ہیں اور جس طرح ان دونوں نے دنیا کو ترک کیا اُسے پسند فرماتے ہیں۔

واضح رہے کہ بزرگوں نے فقر اور دولتمندی کے بارے میں بہت کچھ تحقیق سے کام لیا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ دولتمندی فقر سے اچھی ہے کیونکہ اس سے دل کو فراغت ہوتی ہے۔ دنیا داروں میں معزز سمجھا جاتا ہے اور دولتمندی کے اور بہت سے فائدے بیان کئے ہیں لیکن بعض کی رائے ہے کہ فقر دولتمندی سے اچھا ہے۔ اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام نے فقر کو اختیار کیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی صوف کا لباس پہنا کرتے اور جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے لیکن پھر بھی دنیاوی جاہ وجلال کی خاطر آپ کے بارے میں اخبار و آثار میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک ہزار سال بہشت کے دروازہ پر اس میں داخل ہونے کے منتظر کھڑے رہیں گے اور تمام نبیوں اور مرسلوں کے بعد بہشت میں داخل ہوں گے۔

حضرت سید المرسلین، خاتم النبیین، اہل بیت، خلفاء الراشدین اور صحابہ کبار علیہم الصلوٰۃ والسلام و رضی اللہ عنہم کے حالات دیکھنے چاہئیں کہ انہوں نے کیسا کیسا مجاہدہ کیا اور زُہد سے کام لیا۔ اس بارے میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اگرچہ اس موقع پر ان کا مختصر ذکر بھی کروں تو بھی ایک کتاب مرتب ہوتی ہے لیکن پھر بھی جذبات شوق کے سبب جناب سرورِ کائنات ﷺ کے زہد و مجاہدات کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ کہ جس شخص کے سر پر ''لولاك لما خلقت الافلاك'' کا تاج ہو اور جس کے بدن پر ''لولاك لما اظهرت الربوبية'' کی قبا ہو اور جس کے کندھوں پر وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی چادر ہو۔ وہ اس دنیا کے اس قدر ظلم و ستم اور رنج ومصائب اُٹھائے۔ زہد کمائے اور دُنیا کو ترک کرے۔

چنانچہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے روبرو ذکر کیا گیا کہ عام طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہر وقت ستر ہزار اونٹ سونے کے لدے ہوئے رہتے تھے جن سے رعایا کو نقادی پر روپیہ دیتے تاکہ ملک آباد ہو اور وہ روپیہ رعایا سے واپس نہیں لیتے تھے۔

marfat.com

یہ سن کر اور صحابہ کی تنگی کا خیال کر کے آنحضرت ﷺ کی طبع مبارک پر ملال سا آیا اور یہ آنحضرت ﷺ کا معجزہ تھا کہ جب کبھی جناب کی طبیعت پر ملال آتا تو فوراً وحی نازل ہوتی۔

بہر وصل دوست تعویذ و دعا درکار نیست
میل دل از سدرہ آرد فرد جبرئیل را

''دوست کے وصل کے لیے تعویذ اور دعا کی ضرورت نہیں۔ صرف میلانِ دل ہی جبرائیل کو سدرہ سے اُتار لاتا ہے۔''

آنحضرت ﷺ کو ملال ہوتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے آ کر عرض کیا کہ بارگاہ الٰہی سے حکم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس ستر ہزار اونٹ سونے کے لدے ہوئے رہتے تھے۔ ہم مدینہ منورہ کے دائیں بائیں کے دو پہاڑوں کو خالص سونا بنا کر حکم دیتے ہیں کہ جدھر آپ چاہیں یہ آپ کے ساتھ ساتھ چلیں۔ ان میں سے جس قدر چاہیں صرف کریں، ان میں کمی نہ آئے گی۔ آنحضرت ﷺ نے عشق الٰہی کے غلبہ میں آنسو بھر کر فرمایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے متواتر دو روز گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز مجھے پیٹ بھر کھانا دے تا کہ میں کھا کر شکر کروں اور شاکروں کا درجہ پاؤں اور دوسرے روز مجھے بھوکا رکھے تا کہ بُھوک میں صبر کر کے صابروں کا درجہ پاؤں

وراودتہ الجبال الشم من ذھب
عن نفسہ فاراھا ایما شمم

''سونے کے پہاڑ آپ کی پابوسی کو دوڑ دوڑ کر آئے۔ کون ہے جو آپ کے پائے مبارک کے حسن کو پہنچے۔''

واکدت زھدہ فیھا ضرورتہ
ان الضرورۃ لا تعدو اعلی العصم

''آپ کا زہد بڑھا تھا کیونکہ اس کی ضرورت تھی۔ یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ آپ پر ضرورت کا نعوذ باللہ غلبہ تھا کیونکہ معصوموں پر غلبہ کیسا!''

marfat.com

فکیف تدعوا الی الدنیا ضرورة من
لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

''بھلا دنیا کو اپنی ضرورت رفع کرنے کے لیے کوئی کیوں منعطف کرے کیونکہ اگر آپ کی ذات بابرکات نہ ہوتی تو دنیا بھی عدم سے وجود میں نہ آتی۔''

محمد سید الکونین و الثقلین
والفریقین من العرب والعجم

''وہ محمد ﷺ ہی دونوں جہان' دونوں عالم' انس وجنّ اور عرب وعجم ہر دو فریقین کے سردار ہیں۔''

یہ واقعہ ہے کہ جنگ احزاب میں عرب کے مشرکوں کے سات گروہوں کے لشکروں نے مدینہ منورہ کا ایک مہینے تک محاصرہ رکھا اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصلحت کے بموجب جناب رسول خدا ﷺ جنگ کے لیے شہر سے باہر نہیں نکلتے تھے اور مدینہ منورہ کے اطراف میں جہاں جہاں ضروری تھا دیوار نہ ہونے کے سبب خندق کھودنا پڑی۔ خندق کھودتے کھودتے ایک مقام پر پتھر نکلا۔ جس کے توڑنے اور باہر نکالنے سے صحابہ قاصر رہے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک شخص سے آہنی اوزار لے کر خود دست مبارک سے اللہ اکبر کہہ کر چوٹ لگائی تو اس اوزار سے ایسی روشنی نکلی کہ اس کے سبب صحابہ کو فارس کے شہر قلعے اور محل دکھائی دیئے اور پتھر کچھ ٹوٹا۔ جب دوسری مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر چوٹ لگائی تو پتھر سے ایسی روشنی نمودار ہوئی کہ یمن کے قلعے اور کھڑکیاں تک دکھائی دیں اور پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ جب تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر چوٹ لگائی تو پتھر سے ایسا شعلہ نکلا کہ روم کے شہر اور قلعے دکھائی دیئے اور پتھر سیاہ راکھ ہو گیا۔ پھر صحابہ نے اُسے خندق سے باہر پھینکا۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دونوں دست مبارک پتھر پر اوزار مارنے کے لیے اُٹھاتے تو میری نگاہ آنحضرت ﷺ کے شکم

مبارک پر پڑتی تھی کیونکہ جُبہ مبارک کا دامن اوپر ہو جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا کہ بھوک اور خالی پیٹ ہونے کے سبب پیٹھ نہ جُھک جائے۔

وشد من شغب احشاہ وطوی
تحت الحجارۃ کشحاً مترف الادم

بھوک کے باعث انتڑیوں کے گڑگڑانے اور پیچیدگی کے خوف سے آپ ﷺ کپڑوں کے نیچے پیٹ پر اس طرح پتھر باندھے رہا کرتے تھے جس طرح کوئی توشہ کے لیے مکھن یا پنیر اور روٹی باندھے رہتا ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ وہ شخص جس کے غلاموں یعنی اُمت مرحومہ کے اولیاء کی نظر ایک بے قیمت پتھر کو جواہر اور مٹی کو سونا بنا دیتی ہے وہ سلطان انبیاء فقر کی اس قدر سختیاں اپنی ذات مبارک خاندان رسالت اور اپنے پاک اہل بیت کے لیے اختیار کریں کیونکہ آنحضرت ﷺ کا راستہ اور طریقہ یہ تھا کہ بدن کو پاک کریں اور جسمانی ریاضت کریں تا کہ ارواح کو ترقی ہو۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور اخروی اعلیٰ درجات حاصل ہوں۔

یہ ظاہر ہے کہ جنگ احزاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہ سبب محاصرہ قریش مکہ و عرب بہت تنگی تھی۔ پس حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھ کر فوراً اپنے گھر جا کر بیوی کو حکم دیا کہ میں آج جناب پیغمبر خدا ﷺ کی دعوت ضرور کروں گا۔ آپ کی بیوی نے کہا۔ چھ سیر جَو اور ایک بھیڑ کا بچہ کنبے کی خوراک کے لیے موجود ہے اور کچھ نہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ موجود ہے اُسے ہی پکا لینا چاہیے۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں چلے گئے اور آپ کی بیوی نے وہ جَو پیس کر بھیڑ کے بچہ کو ذبح کیا اور کھانا تیار کرنے لگی۔

چونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں لڑکے ابھی بچے ہی تھے۔ بھیڑ کے بچے کو ذبح ہوتے دیکھ کر ایک نے چُھری لی اور دونوں کوٹھے پر چلے گئے۔ ایک نے چُھری سے دوسرے کو بھیڑ کا بچہ تصور کر کے ذبح کر ڈالا۔ جب آپ کی بیوی نے ذبح کی آواز اور حلق

marfat.com

سے خون بہنے کی آواز سنی تو دوڑی دوڑی کوٹھے پر گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک کے ہاتھ میں چُھری ہے اور دوسرا ذبح کیا ہوا تڑپ رہا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر چیخ اُٹھی۔ جس کے ہاتھ میں چُھری تھی وہ ماں کے ڈر سے نیچے کُود پڑا۔ گرتے ہی اُسکی ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔ اس کی ماں نے اس بچے کی لاش کو اُوپر لے جا کر دونوں کو اکٹھے کر کے اوپر چادر ڈال دی اور دروازہ کو تالا لگا نیچے آ کر نہایت صبر و استقلال سے بدستور کھانا تیار کرنے میں مشغول ہوگئی۔ جب کھانا تیار ہوگیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو کھانا تناول فرمانے کے لیے بلایا تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ سینکڑوں صحابہ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت چھ سیر جو اور ایک بھیڑ کا بچہ تیار کیا ہے۔ جناب ﷺ نے فرمایا: کافی ہے ہر ایک کو کھلاؤ۔ جب سب کے سامنے کھانا رکھا گیا تو سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور پھر کچھ بچ رہا۔ جب آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھا تو بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں کو بلاؤ اور اُنہیں اپنے ساتھ کھلاؤ۔ آنحضرت ﷺ نے لڑکوں کو لانے کیلئے حکم دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے پوچھا تو اُس نے کہا۔ ''بچے ہیں کہیں کھیلتے کھیلتے نِکل گئے ہوں گے۔

جابر رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا۔ بچے ہیں کھیلنے کے لیے کہیں نکل گئے ہیں۔ آپ بسم اللہ کیجیے گا۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نے آ کر عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ (ﷺ)! حکم الٰہی ہے کہ آپ ان لڑکوں کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔ انہیں ضرور اپنے ساتھ کھانا کھلائیں۔

پس آنحضرت ﷺ نے حکم الٰہی سنایا۔ جابر رضی اللہ عنہ پھر اپنی بیوی کے پاس گئے اور کہا کہ بچوں کا پتہ دو۔ اُس نے کہا بچے نہیں آنے کے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے حکم الٰہی سنایا تو بیوی زار زار روئی اور سارا بھید کہہ دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض حال کیا۔

آنحضرت ﷺ حکم الٰہی کے بموجب اُٹھے اور اُوپر جا کر بچوں کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ دونوں کو دیکھا کہ چادر تلے مُردہ پڑے ہیں۔ ایک ذبح کیا ہوا اور دوسرے کی ہڈیاں چُور چُور۔

marfat.com

کشف وکرامات تھے اس لیے انہوں نے اس کی نعمت سلب کر لی کیونکہ وہ ان کا مرید تھا اور اُسے نعمت انہیں سے حاصل تھی، پس سلطان طیب گونگے اور لنگڑے ہو کر گھر میں پڑے رہے۔ جب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کو علم باطنی سے اس بات کا علم ہوا تو از راہ جذبہ حضرت شیر شاہ قدس سرہٗ پر ناراض ہوئے۔ حضرت شیر شاہ علیہ الرحمہ نے اس ناراضگی کا اظہار جناب سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں کیا۔ وہاں یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت شیر شاہ سلطان طیب کو پہلے ساٹھ حصے زیادہ نعمت عطا کریں۔ واللہ اعلم الصواب۔

سلطان حمید کی زبانی منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین بھکر میں بھکر کے گردو نواح کی سیر کے لیے نکلے اور اکیلے ہی بھکر کے باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ صرف ایک آدمی سلطان حمید تھا جو آپ کا خلیفہ تھا اور جس کا مزار بھکر کے شمال کی طرف دامن چول پر میاں عثمان کے قبرستان میں ہے۔ پس آنحضرت پہلے قصبہ سے باہر مشرق کی طرف میدان چول میں ایک ویران ٹیلے پر پہنچے۔ جب آپ نے بیٹھنے کا ارادہ کیا تو فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

''حمید! اس ٹیلے سے جلدی اترو۔ یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔''

بعد ازاں آنحضرت ایک اور جگہ ریت کے میدان میں سوئے اور اپنا سر مبارک سلطان حمید کے زانو پر رکھا اور ایک گھڑی آرام کیا۔ جس سے آپ کا بدن مبارک خاک آلود ہو گیا۔ سلطان حمید کے دل کو بہت قلق ہوا کہ کاش میرے پاس دنیاوی دولت ہوتی تو آج میں بھی اپنے مرشد اور ہادی کا بستر اطلس اور مخمل کا بنواتا۔ میں چونکہ مسکین ہوں اس لیے میرے ہادی کا جسم مبارک خاک آلود ہوا ہے۔

اتنے میں حضرت نے اپنا سر مبارک اُس کے زانو سے اُٹھایا اور فرمایا۔

حمید! تو نے کیا خیال کیا؟

اُس نے عرض حال کیا۔

فرمایا۔ آنکھیں بند کر۔ سلطان حمید نے آنکھیں بند کیں تو کیا دیکھتا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں۔ جس میں ایک مجلس دیبا کے فرش وفروش سے آراستہ ہے اور اس میں ایک

marfat.com

خوبصورت عورت جڑاؤ زیور اور ریشمی کپڑے پہنے سلطان حمید سے رغبت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے نکاح کر لو۔ سلطان حمید نے اُسے اشارہ اور نرم زبان سے کہا کہ دور دور ادب کا مقام ہے۔ میں اپنے ہادی کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرے پاس نہ آ دور ہو جا۔

اسی اثنا میں مراقبہ سے سر اُٹھایا تو آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس سے پوچھا۔ حمید! تو نے کیا دیکھا جو کچھ دیکھا تھا عرض کیا۔

فرمایا تو جو دنیاوی مال کے نہ ہونے کی اپنے دل میں شکایت اور غم کرتا تھا۔ یہ جو کچھ تو نے دیکھا۔ یہ ہی دنیا تھی۔ کیوں اسے قبول نہ کیا۔ اگر اس کو قبول کر لیتے تو مال و دولت تمہارے گھر سے کبھی ختم نہ ہوتا۔ سلطان حمید نے عرض کیا۔ یا مرشد کامل! میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کا نور چاہتا ہوں۔ میں مال دولت نہیں چاہتا۔ پھر فرمایا کہ فقرِ محمدی ﷺ کا اثر تیرے خاندان سے نہیں جائے گا۔

فصل سوم

مناقبِ دیگر

ایک روز حضرت سلطان العارفین چولستان مذکور کی سیر کو گئے۔ دور سے آپ کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جو جنگل میں ایندھن کا بوجھ باندھ رہا تھا۔ آپ سیر کرتے کرتے آگے نکل گئے۔ دیر بعد اسی راہ سے واپس آئے۔ وہاں سے ابھی دور ہی تھے کہ کھڑے ہو گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ درویشوں نے عرض کیا۔ جناب! آپ کو کھڑے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ فرمایا: کہ اس طرف کسی ولی اللہ کا مقبرہ یا روح ہے۔ جس سے نور آسمان تک پہنچ رہا ہے۔ اس نور کی طرف آپ قدم قدم چل کر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بے ہوش بیٹھا ہے اور ایندھن کا گٹھا اس کے پاس دھرا ہے۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ وہ شخص ایک گھڑی بعد ہوش میں آیا۔ اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟

عرض کیا۔ حضرت! شاید کل آپ ہی اس رستے جا رہے تھے کہ میں نے آپ کو

marfat.com

دیکھا۔ پھر مجھے کوئی خبر نہیں رہی۔ آنحضرت نے پھر اُسے از سرِ نو لامکان پر پہنچایا۔

آپ اپنی تالیفات میں فرماتے ہیں کہ اس فقیر نے لاکھوں بلکہ بے شمار طالبوں کو ایک قدم پر خدا رسیدہ کیا ہے۔ جن کے حالات کی کسی کو خبر نہیں۔ مصرعہ

گم قبر گم جثہ گم نام و نشاں

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی تحقیق کیا ہے کہ جب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ انوارِ ذات کی تجلیات اور اُسرار الٰہی کے جذبات مکاشفات کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح دیدار الٰہی کی زیادتی کی طلب میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور آپ سے ربِّ ارنی کے کلمات ظاہر ہوتے تھے۔

گفت پیغمبر بود از امتم
کہ بود ہم جوہر و ہم ہمتم

جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں سے ایسے شخص بھی ہوں گے جو میرے ہم جوہر اور ہم ہمت ہوں گے۔

اور اولیاء اللہ کی قبروں پر قبر کی دعوت کے لیے سواری کیا کرتے تھے۔ علم دعوت وہ علم ہے جو اولیاء اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں جو ولی اللہ درویش دعوت کے لیے قبر پر سواری کرتے ہیں وہ طلب دیدار کے مست ہوتے ہیں اور اپنی جان سے گزر کر حیات فانی سے ہاتھ دھو کر جاودانی زندگی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ''ربِّ ارنی'' کی آرزو میں کوہ طور پر فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا کے درجہ کمال پر پہنچے اور جسم بشریت کی فنا سے بقا کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر مشرف ہوئے کہ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (۷-۱۴۳) یعنی جب افاقہ ہوا تو کہا تو پاک ہے۔ میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔''

یعنی بشری جسم کی ثنا کے بعد کہ آپ تجلی جلال کی بجلی سے فانی ہوئے تو فیضان الٰہی

marfat.com

نے جو خود رہبر اور ہادی ہے پھر جمال کی تجلی سے اُسے زندہ اور باقی کیا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مرسل تھے لیکن فنا و بقا کے احوال کے حصول کے بعد اپنے سابقہ مقامات کو ایسا پایا کہ گویا پہلے آپ کو حق الیقین اور کامل یقین کا درجہ حاصل نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں پہلا مومن ہوں جو سمجھ گیا۔ سمجھ گیا۔ اولیاء اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ قرب الٰہی کی کوئی انتہا نہیں اور انوار ذات کی کوئی حد نہیں جیسا کہ **لااحصیٰ ثنائك سبحانك ما عرفناك حق معرفتك** سے ظاہر ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کو ستر ۷۰ مرتبہ رویت الٰہی عنایت ہوئی۔ جب رویت حق کے مراقبہ اور مکاشفہ سے سر اُٹھاتے تو گلے میں جنیو ڈال لیتے اور از سر نو پھر مسجد مقدس میں جا کر تجدید دین اسلام کرتے۔ پس ستر مرتبہ ہی آپ نے اس طرح کیا۔ پس **فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ** پس جب افاقہ ہوا تو کہا تو پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا مومن ہوں۔ صادق آیا۔ اس واسطے کہ اپنے پہلے حالات کو موجود درجات قرب کے مقابلہ میں غفلت اور حجاب تصور کرتے تھے کیونکہ قرب اور قریب کا درجہ حاصل کر کے نئے ایمان اور اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ اس واسطے کہ صاحب رعب و حشمت محبوب کو بیچارہ عاشق نیم نگاہ سے دیکھتا ہے اور ایک لحظہ بھر دیکھتا ہے۔ پھر اس کے جلال با کمال کی توجہ کی بجلی کے خوف سے نظر ہٹا لیتا ہے۔ وہ رویت ایسی ہے جیسے رات کو سیاہ بادل میں بجلی چمکتی ہے۔ اس سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔

تو و چشمے کہ زد لہا گزرہ مژگانش

من و دزدیدہ نگاہے کہ بموگان نرسند

''ایک تو اور تیری آنکھیں ہیں جن کہ پلکیں دلوں سے گزر جاتی ہیں۔ ایک میں ہوں اور میری دزدیدہ نگاہیں جو پلکوں تک بھی نہیں پہنچتی۔''

معشوق جس قدر اپنے محجوب اور مہجور عاشق کو اپنے قرب دیدار سے زیادہ محرم اور مقرب کرتا ہے اور تجلیات دیدار کی رویت کا حوصلہ اور ظرف عنایت کرتا ہے۔ پس جس

marfat.com

قدر دیدار قریب قریب ہوتا جاتا ہے تو جلال اور جمال کی تجلیات کی کشف اور معرفت اور معشوق کے خط و خال اور زلف کی ماہیت درجہ بدرجہ زیادہ زیادہ منکشف اور متعارف ہوتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا پہلے اس تعارف کو وہ جانتا ہی نہ تھا اور جب واقعی معرفت نہ ہو تو واقعی اسلام اور ایمان بھی نہیں ہوتا جو سمجھ گیا۔ سمجھ گیا۔

جب حضرت سلطان العارفین اس مقام پر پہنچے تو کامل اولیاء اللہ کی قبروں پر سوار ہوتے تھے۔ اگر کسی طالب کو علم دعوتِ قبور کی ضرورت ہو تو آپ کی مصنفہ کتابوں کا مطالعہ کرے۔ ان میں مشرح طور پر مندرج ہے۔

پس حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ پیر عبدالرحمٰن قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جن کا مزار شریف تودہ زرہور کے پہلو میں ہے سوار ہوئے۔ یہ صاحب تجرید و تفرید اور صاحب جلال و کمال تھے۔ اس مزار پر سوار ہونے کے سبب آپ کے دونوں پاؤں پر آبلے پڑ گئے۔ جب آپ مزار سے نیچے اُترے تو حضرت سلطان العارفین نے فرمایا تو نامراد یعنی لاولد فقیر ہے۔ ہم صاحب اولاد ہیں۔ ہماری اولاد میں سے کوئی بھی تمہاری قبر پر نہیں آئے گا چونکہ یہ کلمات بوقت جذبہ جناب کی زبان مبارک سے نکلے۔ اس لیے ان کا اثر اب تک ہے۔ یعنی اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی حضرت پیر عبدالرحمٰن کے مزار پر جائے تو مالی اور جانی نقصان اُٹھاتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ انہیں دنوں ملتان میں غوث الملک شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤالدین ابوبکر محمد زکریا قدس سرہٗ کے مزار منور پر سوار ہوئے۔ پہلے تو حضرت غوث الملک کی قبر جنبش میں آئی لیکن فی الفور حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خطاب ہوا کہ اے غوث بہاؤالدین زکریا۔ یہ ہمارا محبوب ہے۔ اس سے اُلفت کرنا اور جو کچھ یہ کہے بجالانا۔ پس حضرت غوث الملک نے مزار سے نکل کر ملاقات کی اور فرمایا کہ جو حکم ہو فرمائیں تاکہ میں بجالاؤں۔ اس حالت جذبہ میں حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔

جب حضرت غوث الملک نے اس بارے میں بار بار کہا تو حضرت سلطان العارفین

marfat.com

نے فرمایا کہ اپنے شہر میں سے ایک پاکیزہ آدمی کا بازو دو۔ اتنا کہہ کر اسی مستی اور جذبہ کی حالت میں روضہ مبارک سے نکل شمال کی جانب روانہ ہوئے۔ جب ظہر کی نماز کے لیے دریا کے کنارے پر وضو کر کے نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کنواری عورت نوجوان جوتی ہاتھ میں لیے پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے روتی ہوئی آپ کے پیچھے آ کھڑی ہے۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے؟

عرض کیا میں فلاں ساہوکار کی لڑکی ہوں۔ پوچھا۔ ''یہاں کیوں آئی۔''

عرض کیا۔ جب آپ حضرت غوث الملک کے مقبرہ منورہ میں گئے اور وہاں سے نکلے میں اسی وقت مسلمان ہوگئی اور آپ کے پیچھے روانہ ہوئی کیونکہ مجھے حضرت غوث الملک نے آپ کی خدمت بلکہ آپ کی لونڈی ہونے کا حکم دیا تھا۔ حضرت سلطان العارفین حکم الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب حکم الٰہی ہوا تو اسی وقت اپنے باطنی جذبہ سے اردگرد۔ کے گاؤں کے بڑے بڑے مسلمانوں کو حاضر کیا اور اسی وقت نکاح کر لیا۔ پھر نماز ادا کی۔ پھر اسی لباس میں منزل بمنزل قصبہ شورکوٹ میں اپنے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ پہلے ہی آپ کی بیویوں کو فرماتی تھیں کہ آج تمہاری ایک سوکن میرا بیٹا لائے گا۔

جب آپ نے والدہ کی قدم بوسی حاصل کی تو انہوں نے ناراض ہو کر فرمایا۔

''کہ بیٹا! کیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے بہت عورتیں جمع کرنے کے لیے پیدا کیا ہے یا کسی اور کام کے لئے۔'' آپ نے پوچھا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے کس کام کے لیے پیدا کیا ہے؟

فرمایا۔ اپنی معرفت کے لیے نہ کہ بہت سی عورتوں کے لئے۔

آپ نے عرض کیا۔ مجھے معرفت الٰہی حاصل ہے۔ حضرت مائی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ جب تک مرشد نہ پکڑو گے۔ معرفت حاصل نہ ہوگی۔ آپ نے عرض کیا۔ مجھے ظاہری مرشد کی کیا ضرورت ہے۔ میرے مرشد کامل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا۔

بیٹا! ظاہری مرشد کے بغیر انسان خدا رسیدہ نہیں ہوتا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کا شرف حاصل تھا اور اس مطلب کے لیے کوہ طور پر جایا کرتے تھے۔ حصول ارشاد اور تلقین کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ مجمع البحرین پر جانا پڑا جیسا کہ سورہ کہف میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے عرض کی۔ آپ میرے لیے کافی مرشد ہیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ بیٹا! عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کا حکم نہیں کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے بیعت اور تلقین نہیں کی۔ پھر عرض کیا کہ میں کہاں تلاش کروں۔

فرمایا۔ روئے زمین پر ڈھونڈو اور اشارہ مشرق کی طرف کیا۔ آپ نے نئی بیوی کو اسی لباس میں بغیر ہم بستری کئے اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چھوڑا اور خود مشرق کی طرف روانہ ہو گئے۔

فصل چہارم

زندہ پیروں کی صحبت سے حصولِ فیض

جب حضرت سلطان العارفین دریائے راوی کے کنارے آئے تو حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا شہرہ سنا۔ چنانچہ شہر بغداد میں حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ حبیب اللہ کی یہ کرامت تھی کہ پانی کی دیگ نرم آنچ پر ہر وقت گرم رکھا کرتے جو طالب حق آتا اُسے اس دیگ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیتے۔ وہ ہاتھ ڈالتے ہی صاحب کشف ہو جاتا۔ جب حضرت سلطان العارفین نے یہ کرشمہ دیکھا تو خاموش بیٹھے رہے۔ بعد ازاں اپنا مقصد عرض کیا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ نے فرمایا کہ اے درویش! تو نے اپنے ہاتھ دیگ میں کیوں نہیں ڈالے۔ اگر ڈالتے تو مُراد کو پہنچ جاتے۔ آپ نے عرض کی کہ حضرت میں دیگ میں ہاتھ ڈالنے والوں کا حال دیکھتا تھا۔ اس سے میری مُراد پوری نہیں ہوتی۔

پھر حضرت شاہ حبیب اللہ نے فرمایا کہ اے درویش! ٹھہر۔ چند روز مجاہدہ کر۔ مسجد کا

marfat.com

پانی بھر۔

حضرت سلطان العارفین نے پانی کے لیے مشک مانگی۔ لنگر کے خدمت گذاروں نے ایک مشک دی۔ آپ نے ایک ہی مشک بھر کر ڈالی تو حمام اور صحن پانی سے پُر ہو گئے۔ درویشوں نے یہ حال حضرت شاہ حبیب اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے سلطان العارفین کو فرمایا۔ اے درویش! کیا تمہارے پاس دنیاوی مال ہے۔ عرض کیا۔ ہے۔ فرمایا:
''دو ۲ سوئی نہیں ہو سکتی۔ پہلے مال و متاع سے فارغ ہو لو''۔

یہ سن کر آپ فوراً واپس آئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی مستورات کو فرمایا کہ میرا بیٹا دنیاوی مال و متاع کو پھینکنے کے لیے آ رہا ہے۔ تم اپنا اپنا زیور اور نقدی بچا لو کہیں دبا دو تا کہ وقت ضرورت کام آئے۔ آپ کی مستورات نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت سلطان العارفین آئے اور والدہ محترمہ نے آنے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ شیخ نے دنیاوی مال کو چھوڑنے اور دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ اگر کوئی مال ہے تو لے کر دور کر دو۔ اس وقت آنجناب کے فرزند نور محمد شیر خوارگی کی حالت میں گہوارے میں تھے۔ بدنظری سے بچاؤ کے لیے سونے کی انگوٹھی بچے کی انگلی میں تھی۔ آپ نے وہ انگوٹھی بچے کی انگلی سے اتار گلی میں پھینک دی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی اور دنیاوی مال ہے تو دو تا کہ میں پھینک دوں۔ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ آپ کے گھر میں مال کہاں۔ آپ نے عرض کیا کہ ابھی مجھے گھر سے بد بو آتی ہے آپ کی والدہ محترمہ نے فرمایا۔ اگر بو آتی ہے تو نکال کر پھینک دو۔ پس جس جگہ زیور وغیرہ دبایا ہوا تھا، وہاں سے نکال باہر پھینک دیا اور فارغ ہو کر پھر حضرت شاہ حبیب اللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت شاہ حبیب اللہ نے فرمایا کہ تم دنیاوی مال سے تو فارغ ہو گئے، اب اپنی عورتوں کا کیا کرو گے۔ آیا اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو گے یا اُن کا۔ جا کر انہیں آزاد کرو تا کہ تم پورے طور پر راہ حق کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ دیدار ذات کے طالب مست الست اُسی وقت پھر گھر کی طرف لوٹے

marfat.com

کیست صائب زہرہ کس را سینہ برسنداں زدن
از دو صد عاشق یکے بے باک مے آید بردن

اے صائب! یہ کس کی جرأت ہے اور کس میں حوصلہ ہے کہ اپنا سینہ سنداں پر دے مارے۔ دوسو (۲۰۰) عاشق میں سے صرف ایک آدھ ایسا منچلا نکلتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی مستورات کو اطلاع دی کہ میرا بیٹا تم سے قطع تعلق کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ میری پیٹھ پیچھے بیٹھ جانا۔ ایسا نہ ہو کہ شوق الٰہی کے سبب تمہارے حق میں کوئی شرعی کلمہ زبان سے نکال بیٹھے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اتنے میں آپ بھی جا پہنچے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے پوچھا کہو بیٹا۔ اب کیسے آنا ہوا۔ آپ نے اصل مدعا عرض کیا تو والدہ محترمہ نے فرمایا۔ سنو بیٹا جو حقوق عورتوں کی طرف سے تمہارے ذمے ہیں۔ مثلاً خرچ وغیرہ وہ سب برائے خدا تمہیں بخشتی ہیں۔ تم ان کے حقوق ادا کرنے سے فارغ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرو اور تمہارے حقوق جو اُن کے ذمہ ہیں وہ بدستور قائم رہیں گے۔ اگر تم حق کو حاصل کر کے آ گئے تو بہتر۔ ورنہ تمہیں ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے آنے کی ضرورت نہیں چونکہ آپ میں شرع کی حمایت بدرجہ کمال پائی جاتی تھی۔ اس لیے والدہ صاحبہ کے کلمات نے آپ پر پورا پورا اثر کیا۔ اپنی مستورات کی زبان سے حقوق مذکور کی معافی قبول کر کے پھر حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ جب حضرت شاہ صاحب نے ماجرا سنا تو جائز قرار دیا اور نظر کاملہ سے توجہ فرمائی۔ واردات کے القا کے بعد حصول مراد کے بارے میں پوچھا تو آپ نے عرض کیا۔ یا شیخ! جو مقامات مجھے آج منکشف ہوئے۔ ان سے تو میں اپنے گہوارے ہی میں گزر چکا تھا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ کے دل میں خیال گزرا کہ اس کی بات کی آزمائش کرنی چاہیے۔ چنانچہ امتحان کے طور پر آپ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی نظر مبارک سے غائب ہو گئے۔ حضرت سلطان العارفین بھی آپ کے پیچھے اُڑے۔ حتیٰ کہ ایک ملک کے ایک جنگل کے کونے میں شاہ صاحب کو اس صورت میں پایا کہ ایک بوڑھا آدمی بیلوں کی جوڑی لیے ہل چلا رہا ہے۔ حضرت سلطان العارفین نے صرف ایک کمبل پہنے ہاتھ میں گھنڈی لیے خرقہ پوشوں

marfat.com

کی طرح حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ بابا آپ کیوں تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ آپ آرام کریں میں ہی آپ کی جگہ ہل چلا دونگا۔ یہ سن کر شاہ صاحب اپنی اصلی صورت میں آئے اور حضرت سلطان العارفین بھی۔ پھر دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چل دیئے۔ پھر حضرت شاہ صاحب نظر سے غائب ہو گئے۔ حضرت سلطان العارفین بھی آپ کے پیچھے گم ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہندوؤں کے ایک شہر میں شاہ صاحب کو دیکھا کہ ایک بوڑھے برہمن کی صورت میں ہاتھ میں زعفران وغیرہ رنگ سے بھرا ہوا ایک برتن لے کر بازار کے ہندوؤں کو تلک لگا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت سلطان العارفین بھی ایک ہندو جوان کی صورت میں ہو کر ایک دکان پر بیٹھ گئے۔ جب حضرت شاہ صاحب وہاں سے گزرے تو حضرت سلطان العارفین نے عرض کیا۔

''بابا! میری پیشانی پر بھی تلک لگاتے جانا۔''

حضرت شاہ صاحب حال سے واقف ہو کر اصلی حالت پر آئے اور حضرت سلطان العارفین کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہوئے۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت شاہ صاحب نظر سے غائب ہو گئے تو حضرت سلطان العارفین بدستور پیچھے ہو لئے۔ تلاش کے بعد آپ کو ایک اسلامی شہر کے ایک گوشے میں ایک غیر مشہور مسجد کے اندر بچوں کو قرآن شریف کے قاعدہ کی تعلیم دیتے ہوئے دیکھا۔ حضرت سلطان العارفین بھی ایک خورد سالہ بچے کی شکل میں قاعدہ ہاتھ میں لیے ہوئے جا حاضر خدمت ہوئے۔

جب تین مرتبہ اچھی طرح امتحان کر چکے تو حضرت شاہ صاحب آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مسکن بغداد میں آئے اور حضرت سلطان العارفین کو فرمایا۔

''اے درویش! جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے امکان سے باہر ہے۔ البتہ ہم تمہاری رہنمائی کرتے ہیں اور جہاں تمہارا نصیبہ ہے ہم بتائے دیتے ہیں۔ وہاں سے اپنا نصیبہ لے لو۔ پھر شاہ صاحب نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ تم میرے شیخ سیّد السادات حضرت پیر سید عبدالرحمان دہلوی قادری کی خدمت میں جاؤ جو بظاہر شاہی منصب دار ہیں۔''

marfat.com

جب حضرت سلطان العارفین دہلی کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں ابدال، اوتاد اور مجذوبوں سے ملاقات ہوئی جو خود بخود آ کر آپ سے ملاقات کرتے تھے۔

فصل پنجم

دہلی کے سفر اور حضرت پیر سید عبدالرحمٰن دہلوی قادری کی خدمت سے مشرف ہونے اور تلقین پانے اور نعمت عظمیٰ حاصل کرنے کے بیان میں۔

منقول ہے کہ جب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ دہلی کی طرف جا رہے تھے تو سلطان حمید بھکر والے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے، کا ایک خلیفہ مجذوب مست اور لااُبالی آپ کے پیچھے سے آیا اور اُس نے ایک لکڑی سلطان حمید کی پشت پر ماری۔ جس سے سلطان حمید بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ مست دوسری لکڑی مارنا چاہتا تھا کہ حضرت سلطان العارفین نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: صاحب! ہم درویش اہل صحو اور اہل سنت والجماعت ہیں۔ بس کر۔ وہ مست باز آیا اور چلا گیا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے توجہ کر کے سلطان حمید کو حالت سکر سے صحو میں لا کر روانہ ہوتے وقت فرمایا۔ اے حمید! اگر ہمیں خبر نہ ہوتی اور وہ مست دوسری لکڑی مار بیٹھتا تو ہم بھی تمہیں مستی سے ہوش میں نہ لا سکتے۔

حضرت سلطان العارفین حق کی تلاش میں ففروا الی اللہ کے مطابق دہلی کے پاس آ پہنچے۔ ادھر سے سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمان دہلوی قدس سرہٗ نے ایک درویش کو بھیجا کہ فلاں رستے ایک اس شکل وصورت کا درویش آ رہا ہے اُسے فوراً ہمارے پاس لاؤ۔ حضرت سلطان العارفین اس بدرقہ کی رہنمائی سے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت سید السادات پیر صاحب آپ کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

''اے کہ تیرا دیدار ہر سوال کا جواب ہے۔ تجھ سے بغیر کسی قیل وقال کے

marfat.com

مشکل حل ہوتی ہے۔''

پس آپ نے مرشد کامل سے اپنا ازلی نصیبہ ایک قدم میں ایک ہی دم میں پا لیا جو چاہتے تھے مل گیا۔ اسی وقت آپ کو رخصت کیا گیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپ الستی فیض سے مستفیض۔ نعمت سے پُر اور فیض رسانی کے جذبات سے لبریز تھے۔ دہلی کے بازاروں میں گشت کرنے لگے اور ہر خاص و عام پر توجہ کرنے لگے۔ جس کا خاص اثر ہوا اور خلق خدا عام فیض حاصل کرنے لگی اور خلقت کا اس قدر انبوہ ہو گیا کہ رستے بند ہو گئے۔ شہر میں غل سا مچ گیا۔

درویشوں نے یہ ماجرہ حضرت سید السادات پیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک ولی اللہ دہلی کے بازاروں میں پھرتا ہے اور خلق خدا کو عام توجہ سے جذبات الٰہی میں لایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جا کر دریافت کرو کہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے اور کس خاندان اور سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے۔

درویشوں نے جا کر دیکھتے ہی پہچان لیا اور آ کر عرض کیا کہ وہی درویش ہے جسے آپ نے آج تلقین فرمایا تھا۔ آپ سن کر ملول ہوئے اور فرمایا۔ اس درویش کو فوراً یہاں لاؤ۔ جب سلطان العارفین پیر صاحب کی خدمت میں لائے گئے، تو پیر صاحب نے جھڑک کر فرمایا کہ اے درویش! ہم نے تجھے یہ خاص نعمت عنایت کی اور تو نے عام کر دی۔ عرض کیا سیدی! جب بڑھیا عورت روٹی پکانے کا توا بازار سے خریدتی ہے تو اُسے بجا کر دیکھتی ہے کہ کیسا کام دے گا۔ آیا درست ہے۔ یا نہیں اور جب ایک لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے تو اُسے کھینچ کر دیکھتا ہے کہ اس میں لچک کافی ہے یا نہیں۔ سو میں نے آپ سے نعمت عظمٰی حاصل کی۔ میں بھی اس کی آزمائش کرتا تھا کہ مجھے آپ سے کس قدر نعمت عطا ہوئی اور اس کی ماہیت کیا ہے۔

پس جس طرح حضرت سید المرسلین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے حضور سے مجھے حکم ہوا تھا کہ خلق خدا سے ہمت کر اسی طرح آپ نے بھی حکم دیا تھا کہ اُسے آزماؤ اور فیض کو عام کرو۔ انشاء اللہ قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہو گی۔ آپ نے اپنے مرشد کامل پیر

marfat.com

عبدالرحمان سے اس وقت اور تازہ مہربانی اور بے اندازہ ارشاد حاصل کیا اور رخصت پائی چونکہ فیض رسانی کے جذبات غایت تھے۔ اس لیے آپ پھر بازار آئے۔ اس وقت جمعہ کا وقت تھا اور اورنگ زیب بادشاہ ارکان دولت سمیت نماز کے ادا کرنے میں مشغول تھا۔ اس مسجد میں اس قدر بھیڑ تھی کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اس لیے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سب سے پیچھے جہاں جوتیاں رکھتے ہیں کھڑے ہوئے اور جب آپ نے توجہ کی تو تمام مسجد میں شور اور وجد ہو گیا۔ یہاں تک کہ صرف تین آدمی یعنی اورنگ زیب بادشاہ۔ قاضی اور کوتوال جذبہ کی تاثیر اور نگاہ کے اثر سے غیر موثر اور محجوب رہے۔

انہوں نے دست بستہ آ کر عرض کیا کہ ولی اللہ۔ مرد خدا۔ ہمارا کیا گناہ اور ہماری کیا تقصیر کہ ہمیں اس نعمت سے محروم رکھا اور توجہ نہ دی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تو توجہ یکساں کی تھی۔ تم پر اس واسطے اثر نہیں ہوا کہ تمہارے دل سخت تھے۔ انہوں نے پھر دست بستہ ہو کر فیض کے لیے التجا کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لیے یہ شرائط ہیں کہ تم اور تمہاری اولاد ہماری اولاد اور پس ماندوں کے لیے دنیاوی مال و متاع کی مروت نہ کریں اور ہمارے مکان پر نہ آئیں تا کہ تمہارے دنیاوی اموال کے سبب ہمارے عیال و اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں اور گمراہ نہ ہو جائیں۔

آپ نے اورنگ زیب سے یہ اقرار لے کر ان پر توجہ کی اور خاص فیض تک پہنچایا اور بعدازاں وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا اورنگ زیب نے آپ سے یادگار کے لیے التجا کی تو آپ نے وہیں کھڑے کھڑے کتاب اورنگ شاہی تالیف فرمائی۔ جسے شاہی محرروں نے اسی وقت لکھ لیا اور اس ارشاد نامہ کو بطور یادگار رکھا۔ آپ اسی وقت لوٹ آئے۔

اسی اثنا میں ایک دفعہ آپ شاہراہ پر لیٹے ہوئے تھے کہ اتنے میں ہندو سنیاسیوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ آپ بدستور لیٹے رہے۔ ان میں سے ایک نے بطور حقارت آپ کو پاؤں کی ٹھوکر سے اُٹھا کر کہا کہ ہمیں رستہ بتاؤ۔ آپ نے اُٹھتے ہی فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ وہ سنیاسیوں کا گروہ کلمہ طیب کی ایک ضرب اور آپ کی نظر مبارک کے جذبہ سے مشرف بہ اسلام ہوا اور اولیاء اللہ کا ایک گروہ بن گیا اور یہ مشہور ہو گیا

marfat.com

کہ وہ سب کے سب ابدال ہو گئے اور ان کی حالت اس مصرعہ

گم قبر گم جثّہ گم نام و نشاں

کے مطابق ہو گئی جو آنحضرت بعض طالبان حق کے احوال میں فرماتے ہیں اور یہ مناقب بہت مشہور ہیں اور اپنے بزرگوں کی زبانی سینہ بسینہ سنتے آئے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ان حالات میں تیس سال پہلے بھی آپ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حکم۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کی اجازت اور سرفرازی سے ہزارہا طالب اللہ کو فیض پہنچاتے رہے اور آپ کی تصنیفات سے یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال مرشد کی تلاش میں پھرتا رہا اور کئی سال طالب اللہ کی طلب میں بسر ہوئے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تیس سال بعد مجھے کامل مرشد ملا اور اب مدت ہو گئی ہے کہ میں سچے طالب کی تلاش میں ہوں۔ یعنی جیسا صدق طلب کا حق ہے میں نے نہیں پایا اور یہ ظاہر ہے کہ طالب حق کے صدق کی کوئی حد نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ذات الٰہی کے عشق میں نہایت کامل تھے۔ چنانچہ ذات حق کے انوار تجلیات کی شمع پر پروانہ کی طرح جلے بلکہ سمندر کے کیڑے کی طرح عین انوار کی آگ میں رہے لیکن پھر بھی آنحضرت علیہ السلام کو عالم باطنی کا اُستاد مقرر کرنے کا حکم بارگاہ الٰہی سے ہوا اور مجمع البحرین میں حق کی رہبری اور ہدایت کے بموجب حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں آ کر شاگرد بنے اور حصول علم سے مشرف ہوئے اور تین روز حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں رہے اور اُن کے ساتھی بنے اور آخر کار جب خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں علوم باطنی کے فیضان حاصل کرنے کی استعداد اور قابلیت نہیں تو اُن سے جدائی اختیار کی۔ چنانچہ یہ سارا سورہ کہف میں لکھا ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے کئی سال سے سچا طالب نہیں ملا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

marfat.com

باب سوم

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ کی ازواج اور فرزندوں کے زندگی بسر کرنے اور آپ کے حلیہ مبارک کے بیان میں

marfat.com

فصل اوّل

آنخضرت کے ازواج کے بیان میں

واضح رہے کہ آنخضرت قدس سرہٗ کی منکوحہ بیویاں چار تھیں:-

ایک حضرت مخدوم برہان علیہ الرحمہ لنگر مخدوم والا کے خاندان سے تھیں۔ یہ حضرت مخدوم غوث الملک شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین محمد ابوبکر زکریا قدس سرہٗ کے خلیفہ صاحب ارشاد و مقامات عالی تھے۔

دوسری اپنے ہی کفو یعنی قوم اعوان سے تھیں۔

تیسری بھی اپنے قریبی رشتہ داروں سے تھیں۔

چوتھی ملتان کے ہندو ساہوکار کے خاندان سے تھیں جو حضرت غوث الملک شیخ بہاؤ الدین محمد ابوبکر زکریا قدس سرہٗ کی قبر پر سواری کرنے سے حکم الٰہی سے بطور کرامت عنایت ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس کی مفصل کیفیت دوسرے باب میں بیان ہو چکی ہے۔

جناب رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں۔ حبب الی من الدنیا ثلثة الطیب والنسآء وقرة عینی فی الصلوٰة ۔ مجھے تین چیزوں سے انس ہے۔ یعنی ان تین سے محبت کرنا میری سرشت میں داخل ہے۔ اول خوشبو۔ دوسرے منکوحہ عورت۔ تیسرے نماز اور میری آنکھوں کو نماز میں ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ یہ محبت اور دوستی کا اعلیٰ درجہ ہے۔ یعنی جب حبیب محبوب سے ملتا ہے تو اُسے دیکھ کر اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ اور دل کا مزاج بہت گرم ہے اور ان میں حرات بدرجہ کمال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کارکنان قدرت نے آنکھ کو پانی سے بھرے ہوئے چشم خانہ میں رکھا ہے۔ نیز

marfat.com

آنکھیں سرد ہوا کا احساس کرتی ہیں اور جب سرد پانی آنکھوں میں ڈالا جاتا ہے تو انہیں فرحت اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ دل کو پھیپھڑے کا پنکھا عنایت کیا ہے جو ہر وقت دل کو تازہ ہوا پہنچاتا رہتا ہے۔ منہ ناک اور مسام کے رستے اکثر شریانیں سرد اور تازہ بہ تازہ ہوا دل کو پہنچاتی ہیں۔ دل بھی آنکھ کی طرح ہر وقت پانی میں غوطہ لگاتا ہے۔ دل کی گرمی سے سینہ گرم رہتا ہے اور سینہ کے سردی مساموں کی راہ دل پر پہنچی ہے کیونکہ سینے کی احشاء دل کی مجاور اور اس کا غلاف ہیں۔

نیز حدیث میں ہے: کثرۃالنکاح من سنتی و من سنن الانبیا من قبلی۔

بکثرت نکاح کرنا میرا اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا طریقہ ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو ۱۰۰ بیویاں تھیں اور سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی تین سو ساٹھ ۳۶۰ عورتیں تھیں۔

انیس الواعظین میں نکاح کے باب میں لکھا ہے کہ نکاح کرنا دنیاوی معاملہ نہیں بلکہ ایک دینی معاملہ ہے کیونکہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ صحابہ کرام میں سے سب سے بڑھ کر زاہد تھے لیکن پھر بھی زیادہ نکاح کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے ساتویں روز ایک اور نکاح کیا۔ اگر نکاح کرنا دنیاوی معاملہ شمار ہوتا، تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ آپ کو کسی دنیاوی مال ومتاع سے رغبت نہ تھی، بلکہ نفرت تھی۔ آپ دنیاوی مال واسباب کو ترک کردیا کرتے تھے۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہی اور خلافت ترک کر کے اپنے نانا جان جناب رسول مقبول ﷺ کے روضہ مبارک میں معتکف ہوئے اور یہ واضح اور روشن ہے کہ آپ نے بہت نکاح کئے۔

سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا دنیا میں شامل نہیں کیونکہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی چار منکوحہ بیویاں اور سترہ (۱۷) لونڈیاں تھیں۔ حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر زاہد تھے۔ یہ

marfat.com

حالات میں نے انسابِ نامہ سے اور انساب نامہ والے نے نہج المجالس سے نقل کئے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ بکثرت نکاح کرنا دین میں داخل ہے نہ دنیا میں۔ اگرچہ بظاہر اس مشغلہ میں نفسانی حظ دکھائی دیتا ہے لیکن درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا موجب ہے کیونکہ یہ اشرف المخلوقات یعنی انسان کی پیدائش کا سبب ہے۔ جس طرح فریضہ نماز باوجود وسوسوں اور خطرات کے ریا سے پاک ہے۔ اس میں ریا کی خواہش کا اثر نہیں اور ہرگز ہرگز ریا کا اس میں دخل نہیں کیونکہ فقہ میں ہے کہ نماز فریضہ ریا سے پاک ہے۔

اسی طرح اگرچہ کثرت نکاح سے نفس کو حظ حاصل ہوتا ہے لیکن اور ہر طرح سے ثواب ہی ثواب ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عورت سے جماع کر کے انزال کے بعد بھی بدستور آغوش میں لینا اور ٹھہرنا نہایت ضروری اور مستحب ہے بلکہ سنت ہے۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ماہ رمضان کا روزہ جماع سے افطار فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس حلال سے بڑھ کر افضل کوئی حلال معلوم نہیں ہوتا میں اس سے روزہ افطار کرنا افضل جانتا ہوں اور جہاں کہیں مسئلہ کا موقعہ ہوتا ہے۔ میں حتی الامکان اُسے بیان کرتا ہوں۔ اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کا جواب یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا جیسا کہ عرفات اور خانہ کعبہ میں ٹھہرنا۔

پس اولیاء اللہ کے کام بہت اعلیٰ اور بلند ہیں کہ ان سے شریعت کی فضیلتیں بھی حاصل ہوتی ہیں اور طریقت کے درجے بھی کیونکہ یہ لوگ حکم اور الہام کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔ والسلام خیر الکلام۔

فصل دوم

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کے بیان میں

واضح رہے کہ حضرت سلطان العارفین کی اولاد تعداد میں آٹھ تھی۔

marfat.com

اول حضرت سلطان نور محمد قدس سرہٗ۔
دوسرے حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ۔
تیسرے سلطان لطیف محمد قدس سرہٗ۔
چوتھے حضرت شیخ سلطان صالح محمد قدس سرہٗ۔
پانچویں حضرت شیخ سلطان اسحاق محمد قدس سرہٗ۔
چھٹے حضرت شیخ سلطان فتح محمد قدس سرہٗ۔
ساتویں حضرت شیخ سلطان شریف محمد قدس سرہٗ۔
آٹھویں حضرت شیخ سلطان حیات محمد قدس سرہٗ۔

جو بچپن میں ہی دار فانی سے رخصت ہوئے۔ سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ نے اپنے تمام فرزندوں کو ظاہری علوم حاصل کرائے جو کچھ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سنا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آٹھویں باب کی اس فصل میں مفصل طور پر لکھوں گا۔ جس میں آنحضرت قدس سرہٗ کی بعض اولاد کے فضائل مندرج ہیں۔

فصل سوم

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی زندگی بسر کرنے کے طریق میں

واضح رہے کہ اس مسکین (مولف کتاب) نے جو کچھ اپنے بزرگوں کی زبانی سنا اور آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مولفہ کتابوں سے معلوم ہوا اور قرب و جوار کے بزرگوں کی سرگذشت سے مفہوم پایا یا اور قرائن سے معلوم ہوا۔ ان سے قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے روزی کی خاطر کوئی دنیاوی شغل کیا ہو۔ صرف اسی قدر رہا کہ آپ نے کھیتی باڑی کے ارادہ سے صرف دو ۲ دفعہ دو ۲ دو ۲ بیل خرید کر کھیتی باڑی شروع کی لیکن ابھی فصل پکنے نہ پائی تھی کہ اسی صورت میں چھوڑ کر آپ نکل جاتے۔ چنانچہ بیل بھی جو چاہتا لے جاتا۔ کسی کے سپرد نہ کرتے اور جذبات الٰہی میں ادھر اُدھر کی سیر کو نکل جاتے۔ آپ مع اہل و اطفال اللہ تعالیٰ

marfat.com

پر بھروسہ رکھتے۔

آپ فرماتے ہیں کہ فاقہ کی رات فقر کے لیے معراج کی رات ہوتی ہے۔ فاقہ کی رات فقیر کو اللہ تعالیٰ کا وصال ہوتا ہے۔

اندروں از طعام خالی دار
تادرآں نور معرفت بینی

تو اپنا پیٹ کھانے سے خالی رکھ تا کہ تو اس میں معرفت کا نور دیکھے۔

اگرچہ مغلیہ بادشاہوں کی طرف سے شاہ جہان کے عہد سے لے کر دریائے چناب کے کنارے ایک وسیع جاگیر صوبہ ملتان میں شورکوٹ کے پرگنہ کے متعلق جس میں ایک اینٹوں کا قلعہ بھی شامل تھا اور جس میں کئی آباد کنویں جاری تھے اور ہزار ہا بیگھہ زمین بارانی شامل تھی، ملی ہوئی تھی۔

ہم نے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ پچاس ہزار بیگھہ سے زیادہ زمین اس جاگیر میں تھی جس کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے:

شمالی حد ڈیرہ سارنگ خاں بلوچ مرڑانی۔ مشرقی حد دھوڑکوٹ۔ جنوبی حد پرانا نوشہرہ مغربی حد..........

اب تک وہ جاگیر آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سجادہ نشینوں کے قبضہ میں ہے۔ مذکورہ بالا جاگیر اپنے بزرگوں کی زبانی سنی اور موجودہ سندوں میں لکھی دیکھی کہ قلعہ شاہ نگر پرانا کے دروازے پر جو گر چکا اور برباد ہو چکا ہے۔ آنحضرت کی جاگیر کے چند کنوئیں تھے جو سندوں کے بموجب اب سجادہ نشینوں کے کارخانہ میں موجود ہیں۔

لیکن آنحضرت نے اپنی زندگی میں اس جاگیر کے متعلق پروانہ کی اور محض فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کیا اور تارک اور فارغ رہے۔ واللہ اعلم

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں جاگیر کی کیا حالت ہو گی جب کہ آپ تارک اور فارغ تھے۔

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مصنفہ کتابوں اور ہندی اشعار کو دیکھنا چاہیے۔ سبحان اللہ! عقل

marfat.com

باور نہیں کرتی کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے سوا اور کوئی آپ سے ترک اور فقر سے افضل ہو۔ آپ نے دنیاوی شغل اور مال واسباب کو اپنے پر مطلق حرام کر دیا اور ساری عمر فقر اور متابعت محمدی ﷺ میں بسر کر ڈالی۔ آپ کی وفات بھی اسی قلعہ جاگیر میں ہوئی جو دریائے چناب کے مغربی کنارے پر ہے۔ جس کا مفصل ذکر.......... انشاء اللہ مقبرہ اولی العین کے بیان میں کیا جائے گا۔ مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کے فرزندوں نے کیا مشغلہ رکھا لیکن جس قدر تحقیق سے معلوم ہوا۔ وہ آپ کی اولاد کے ذکر میں بیان کیا جائے گا۔

آپ کی حسب ذیل کرامت بہت مشہور اور صحیح ہے اور جو سینہ بسینہ اور روایت بروایت اپنے بزرگوں کی زبانی میرے مرشد ولی نعمت میرے والد بزرگوار نے سنی' اور اُن سے میں نے سنی۔ کرامت یہ ہے کہ

جن دنوں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ شور کوٹ کے قرب و جوار میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے ایک خاندانی سفید پوش نے مفلسی سے تنگ آ کر کسی بزرگ کی خدمت میں اپنی حالت عرض کی کہ اب میری صرف سفید پوشی ہی رہ گئی ہے۔ مفلسی حد سے گزر گئی ہے۔ اب تو فقر و فاقہ میں بسر ہوتی ہے۔ قرض خواہوں کا دروازے پر جمگھٹا رہتا ہے اور عیال واطفال کی شادی اور کار خیر مفلسی کے سبب ملتوی ہو رہے ہیں۔ باہر سفید پوشی ہے اور اندر خاک بھی نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کیونکہ مردانِ خدا کی دعا بغیر یہ مشکل آسان نہیں ہو سکتی اور میری کار براری نہیں ہو سکتی اور میں مفلسی کے بھنور سے نہیں نکل سکتا۔ اس مرد خدا نے سفید پوش کو خوشخبری دی کہ ایسا مرد مکمل اور مشکل کشائے کامل حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ دریائے چناب کے کنارے قصبہ شور کوٹ میں ہے۔ تمہاری یہ مشکل اُن کی دعا سے حل ہو گی۔ وہ سفید پوش اپنے رفیقوں اور نوکروں چاکروں سمیت منزل منزل قصبہ شور کوٹ میں آیا اور پوچھتا پوچھتا حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو ہل چلاتے ہوئے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر اُس کا دل ٹوٹ گیا اور لوٹا اور اپنے سفر کی محنت کا غم کیا اور دل میں کہنے لگا کہ میں افلاس اور فقر کا مارا پریشان اور حیران امداد کی اُمید پر یہاں آیا تھا۔ سو جو شخص خود مفلسی

marfat.com

میں گرفتار ہے اور ہل چلا رہا ہے۔ وہ میری مدد کیا کرے گا۔

ابھی لوٹا ہی تھا کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے آواز دی کہ اے فلاں سید فلاں ملک سے اس قدر فاصلہ طے کر کے آیا ہے اور سفر کی سختیاں سہی ہیں تو ہم سے ملاقات کیے بغیر کیوں جا رہا ہے۔ یہ سن کر اُس سفید پوش کے دل کی کلی کھل گئی اور دل میں کہنے لگا کہ خیر کام کا بننا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا اتنا شکر ہے کہ مجھے مردِ خدا تو کامل ملا ہے۔ اُسی وقت لوٹا اور گھوڑے سے اُتر آداب بجا لایا اور دست بستہ ہو کر اپنا حال زار عرض کیا۔

آپ نے اُسے فرمایا کہ تھوڑی دیر میرا ہل چلاؤ۔ میں پیشاب کر لوں۔ اُس سید نے ہل چلانا شروع کیا اور آپ پیشاب کر کے آ کھڑے ہوئے۔ جس ڈھیلے سے بول کی طہارت کی تھی فارغ ہو کر اسی کھیت میں جس میں ہل چلا رہے تھے دے مارا۔ جس کے مارتے ہی اس کھیت کے ڈھیلے اور مٹی سونا ہو گئے۔ آپ نے اس سفید پوش سید کو فرمایا کہ اپنی حاجت کے مطابق یہاں سے سونا اُٹھا لو۔ اُس نے گھوڑے اور ساتھیوں کو خالص سونے سے لاد لیا اور لوٹا اور یہ ہندی شعر بھی اس کی زبان کا ہے۔ ؎

نظر جنہاں دی کیمیا سونا کر دے وٹ
قوم اُتے موقوف نہیں کیا سیّد کیا جٹ

یعنی جن لوگوں کی نگاہ کیمیا ہے اور اکسیر کی خاصیت رکھتی ہے وہ ایک ہی نگاہ سے مٹی کو خالص سونا بنا دیتے ہیں۔ یہ ذاتِ الٰہی کا فیض ہے خواہ سید ہو یا جٹ۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے جو اس سفید پوش کا نام لے کر پکارا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ جب حاجتمندوں اور محتاجوں پر فیض کرنا چاہتے ہیں تو ایسا کرنے سے کم یقین آدمیوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور ان میں ایک گونا اعتقاد پیدا کرتے ہیں اور پھر انہیں بامراد کرتے ہیں۔ جب اولیاء اللہ کو حکم ہوتا ہے کہ تم عوام کو اللہ کی طرف بلاؤ یا فیض پہنچاؤ تو وہ ان کی اعتقاد بخشی کی ضرورت کے مطابق ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی خاطر اور انہیں فیض پہنچانے کے واسطے ایسا کرتے ہیں کیونکہ ایسا کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

ہے۔ ورنہ جو لوگ ہر وقت دیدار الٰہی کے مست ہیں اور دریائے وحدت میں مستغرق ہیں انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ عوام پر اپنا آپ ظاہر کریں اور انہیں کشف و کرامات دکھائیں۔

پس محض خلقت کو حق کی طرف بلانے کے واسطے غافل اور سنگدلوں کو اپنی توجہ کے مقناطیس سے اپنی طرف کھینچ کر توجہ کے سنگ پارس اور نظر کی اکسیر سے ان کے وجود کے لوہے کو خالص سونا بناتے ہیں۔ یا اُن کے قالبوں اور معاد کی قابلیت اور ان کی طلب کی استعداد کے موافق انہیں مطالب تک پہنچاتے ہیں اور محض اسی ضرورت کے واسطے حکم الٰہی کے موافق محویت فی اللہ اور سیر فی الذات جیسے عالی مقامات سے نزول فرما کر اور مجبوراً ان اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری۔

''واقعی میرے اولیاء میرے قبا تلے ہیں انہیں میرا غیر نہیں پہچان سکتا۔'' کے برقع اور پردہ سے نکل کر خلق اللہ کو فیض پہنچاتے ہیں۔ ورنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ارواح مقدسہ اور ان کی ذات منبع فیوضات کو کیا ضرورت کہ دیدار خدا کے شوق اور دریائے وحدت الٰہی کے استغراق جیسے عالی مقامات سے نزول فرمائیں۔

فصل چہارم

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے حلیہ منورہ کے بیان میں

اس بات کا یقین کرنا چاہیے کہ جو کچھ اس مسکین نے اپنے بزرگوں سے تحقیق کیا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ نیز اہل مراقبہ اور اہل کشف سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ سلطان العارفین قدس سرہٗ کا سر مبارک متوسط درجے کا گول نہ بہت بڑا نہ چھوٹا تھا۔ اکثر سر منڈا ڈالتے۔ آپ کی پیشانی فراخ۔ آپ کی پلکیں اور بھویں بڑی بڑی موٹی اور چمکدار تھیں۔ آنکھیں سیاہ اور سفیدی میں سُرخ رگیں بکثرت تھیں بلکہ بہ سبب جلال مست تھیں۔ ناک مبارک بلند۔ رُخسارے پُر گوشت موزون نہ بالکل گول نہ بالکل لمبوترے بلکہ متوسط

marfat.com

درجے کے تھے۔ جناب کی ٹھوری نہ بہت لمبی تھی نہ بہت چھوٹی۔ جس سے چہرہ مبارک نہایت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی۔ تریسٹھ سال کی عمر میں آپ ڈاڑھی میں مہندی لگایا کرتے۔ مگر سارے بال سفید نہ تھے۔ گو ٹھیک معلوم نہیں کہ سفید بال زیادہ تھے یا سیاہ لیکن اغلب ہے کہ سیاہ زیادہ تھے۔ آپ کا سینہ مبارک جو انوار الٰہی کا مصدر تھا فراخ اور خوبصورت تھا۔ بازو موٹے اور مضبوط اور آپ کا سارا بدن مبارک ایسا موزون تھا کہ عاشق لوگ آپ کے جمال مبارک پر نگاہ جمائے رکھتے تھے۔ آپ کے دوست عرض کیا کرتے کہ آپ اپنا بدن مبارک ڈھانپ کر رکھا کریں۔ ایسا نہ ہو آپ کو نظر لگ جائے۔ آپ کے سینہ مبارک اور اعضاء پر بال تھے لیکن بہت زیادہ نہ تھے بلکہ متوسط درجے کے تھے اور بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ آپ کے جسم مبارک کا گوشت نہ زیادہ تھا نہ کم۔ جناب کی ہڈیاں گو موٹی تھیں لیکن گوشت میں چھپی ہوئیں۔ آپ کی انگلیں قد کے مطابق ذرا لمبی تھیں اور چہرہ مبارک کا رنگ سانولا تھا۔

marfat.com

باب چہارم

خلفاء اور مریدوں کو فیض عطا کرنے' سلوک' اشغال' اذکار' افکار اور مراقبات کے طریقوں کے بیان میں

marfat.com

فصل ا

خلیفہ نورنگ کھتران علیہ الرحمۃ کے ذکر میں

حضرت سلطان نورنگ کھتران علیہ الرحمۃ کی فیض یابی کا حال باب سیر میں مفصل ہو چکا ہے۔ صرف اس قدر باقی ہے کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت سلطان نورنگ زندہ رہے اور خلق خدا کو بہت فیض پہنچایا۔ چنانچہ اُن کا ایک خلیفہ حضرت سلطان سید شاہ مراد ہوئے۔ جن کا مزار شریف ڈیرہ اسماعیل خاں کے گردو نواح میں لوندا نام گاؤں میں ہے۔ سید شاہ مراد سے ہزارہا کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ اگر ان کرامات اور مناقب کو مفصل بیان کیا جائے تو ایک الگ کتاب بن جائے اور پڑھنے والوں کے لیے ملال کا باعث ہو۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان مراد شاہ علیہ الرحمۃ بہت عرصہ اپنے مرشد کامل حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہے اور خدمت بجالاتے رہے۔ یہاں تک کہ جو ڈھیلے اپنے مرشد کی عبادت کے واسطے تیار کرتے انہیں اپنے رخساروں پر مل کر صاف کرتے۔ جس کے سبب آپ کی دونوں طرف کی ریش مبارک کے بال حتیٰ کہ کھال بھی گھس گئی تھی۔

حضرت شاہ مراد علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک پر ہزارہا سائل اور زائر معتکف ہو کر بہرہ مند ہوتے ہیں۔ آپ کا روضہ مبارک ایک منور اور پاک مقام پر ہے۔

الغرض! اس مسکین (مولف کتاب) کو جوانی کے دنوں میں اس ملک میں سفر کا اتفاق ہوا۔ جس میں سخت خطرہ تھا۔ اس دن میں روزے سے تھا اور موسم گرمی کا تھا اور وہ ملک بھی دامن کوہ میں سخت گرم تھا۔ اسی دن مجھے دوپہر کے وقت آپ کے مزار مبارک پر

marfat.com

جانے کا اتفاق ہوا۔ میں فاتحہ پڑھ کر خانقاہ کے باہر بشارت کے اشارہ کی امید اور التماس میں خواب کے ارادہ سے لیٹ گیا چونکہ بسبب روزہ اور گرمی سخت پیاس تھی اس لیے نیند تو نہ آئی صرف آنکھیں بند کر کے پڑا رہا کہ حضرت شاہ مراد علیہ الرحمۃ ہمارے گھر کے ایک معتبر آدمی کی صورت میں نمودار ہوئے جو گویا ابھی ابھی گھر سے آیا ہے۔ جن باتوں کی مجھے فکر تھی ایک ایک اُس سے پوچھی۔ اُس نے ہر ایک بات کا جواب تسلی بخش دیا اور گھر اور وطن کے تمام حالات جس طرح گزرے تھے مفصل بیان کیے۔ جس سے مجھے پورا پورا اطمینان ہو گیا اور اس سفر میں جن جن باتوں کا ڈر تھا وہ سب ایک ایک کر کے مجھے بتائیں۔ حتیٰ کہ اس سارے سفر کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ آخر میں یہ بھی بتایا کہ خوف امن سے بدل جائے گا۔ وہ ڈر اور رعب جو مجھ پر طاری تھا۔ جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک ملک یاغستان کے سفر میں اس مسکین کو فتح ہو گی۔ اس سے میرا خوف بالکل جاتا رہا اور جب میں یاغستان پہنچا تو وہاں کے بڑے بڑے آدمی مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔

حضرت شاہ مراد قدس سرہٗ کے خلیفہ بھی تھے۔ مثلاً حضرت شیخ علی محمد قریشی نویں ڈیرہ والا اور حضرت مرتضیٰ شاہ کھریانوالہ اور حضرت پیر خیر شاہ لسکانیوالا۔ جن کا مزار شریف السادات حضرت مخدوم حامد المعروف پیر محمد راجن حسینی البخاری قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے پہلو میں ہے۔ پیر خیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ منور ہے۔ جس کا ذکر انشاء اللہ دسویں باب میں مفصل لکھا جائے گا۔

حضرت سلطان نورنگ کے ایک فرزند سلطان اللہ داد خاں ہیں جن کا مزار ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے قریب جنگل میں گڑھ حبیب کورائی کے پاس مغرب کی طرف واقع ہے۔

آپ صاحب تجرید وتفرید اور صاحب جلال تھے۔ آپ کی خانقاہ پر بہت سائل اور حاجتمند لوگ آتے ہیں اور اُن کی روحانیت سے جواب باصواب حاصل کر کے فیض اُٹھاتے ہیں۔ حضرت سلطان نورنگ کی اولاد میں سے کوئی نہیں رہا۔ صرف دو تین مستورات کی میں نے زیارت کی ہے جو صاحب یمن و برکت ہیں۔ وہ مستورات اب

marfat.com

سادات عظام کی منکوحہ ہیں۔ان کی مستورات کی اولاد میں سے میں نے لڑکے (حضرت سلطان نورنگ کے دوہتے) دیکھے ہیں۔جن میں سے ایک کا نام شاہنواز اور دوسرے کا نام کوڑ دشاہ ہے۔ دونوں ہی صاحب یمن و ہدایت ہیں۔ برکات کے اثر ان کی پیشانیوں میں موجود تھے اور ان کے دلوں میں شوق الٰہی غالب تھا۔

علاوہ ازیں ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں قلعہ کے پاس سلطان احمد سٹھو کا مزار ہے جس کی زیارت کے لیے سینکڑوں سائل آتے ہیں اور اُن کی روحانیت کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی سے مرادیں پاتے ہیں۔

منقول ہے کہ آپ کا لقب سلطان سٹھو اس واسطے ہوا کہ آپ نے ساٹھ ۶۰ آدمیوں کو اپنی نظر اکسیر سے خدا رسیدہ بنا دیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یہی حضرت سلطان احمد علیہ الرحمۃ فیض حاصل کرنے کی خاطر جنوبی ممالک کی سیر کو نکلے اور حضرت سید عثمان مروندی لعل شہباز قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر بطریق دعوت قبر پر سوار ہوئے تو جناب ممدوح نے اس بات سے ناراض ہو کر سہوان شریف میں آپ سے ساری روحانیت سلب کر لی۔حتیٰ کہ حواس بھی سلب کر لئے۔ اس وقت حضرت سلطان احمد نے حضرت سلطان العارفین' قطب الکاملین' ہادیٔ سالکین' مرشد طالبین' فنافی اللہ' بقافی ہو' عین ذات ہو' مولانا شیخ الشیوخ بندگی حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں فریاد کی اور مدد طلب کی۔ اسی وقت حضرت سلطان العارفین نے باطن میں آپ کی مدد کے لیے تشریف فرما ہو کر حضرت سید عثمان کی جناب فیض مآب سے پہلے سے ساٹھ گنا نعمت عطا کروائی۔ پھر آپ صحیح و سالم اپنے وطن کی طرف لوٹے اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے قریب سکونت اختیار کی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

یہ عجیب وغریب نقل ہے کہ حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمۃ کی یہ عادت تھی کہ آپ ہر روز جب مراقبہ کے لیے سر جھکاتے تو طالب اور مرید آپ کے گرداگرد حلقہ میں بیٹھتے جب آپ مراقبہ سے سر اُٹھاتے تو طالبوں اور مریدوں پر توجہ کرتے۔اس توجہ کے اثر سے

marfat.com

وہ صاحب احوال وکشف ہو جاتے اور ذاتِ خدا کا نُور ان کے سینوں میں چمکتا اور انہیں وجد اور جذبات الٰہی حاصل ہوتے۔

اسی طرح حسب معمول ایک روز حضرت سلطان نورنگ جذبہ احوال میں اچانک اُٹھے اور جنگل میں چلے گئے اور وہاں جا کر مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ جب سر اُٹھایا تو کوئی مرید نہ پایا۔ ناچار سکر الٰہی کے جذبات آپ پر غالب آئے اور اسم اللہ ذات اللہ کے جذبہ کا دریا لہریں مارنے لگا۔ ایک کتا جو آپ سے مانوس تھا گاؤں سے آپ کے پیچھے چلا گیا۔ وہ اُس وقت موجود تھا۔ اس واسطے مجبوراً اس پر توجہ کی توجہ کرتے ہی اس کتے میں جذبہ پیدا ہو گیا۔ وہ کتا جس طرف جاتا تھا شہر اور گاؤں کے کتے اس کے پیچھے ہو لیتے تھے اور ٹکڑے مانگ کر اُس کے سامنے لا رکھتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا باقی کتے اس کے گرد حلقہ میں بیٹھتے۔

جب سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کو نور باطنی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سلطان نورنگ نے کتے پر توجہ کی ہے تو ناراض ہو کر ان سے نعمت سلب کرنی چاہی۔ حضرت سلطان نورنگ بھاگ کر حضرت سید المرسلین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے دامن میں جا پہنچے۔ جب حضرت سلطان العارفین ان کے تعاقب میں وہاں پہنچے تو حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ اے سلطان باہو اسے مَعاف کر دو اس میں جذبات کا جوش اس قدر تھا کہ اگر یہ ایسا نہ کرتا تو شاید اس کا سینہ پھٹ جاتا اور اس کا پِتہ پھٹ جاتا۔ آئندہ یہ خیال رکھے گا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے آنحضرت ﷺ کی سفارش سے حضرت سلطان نورنگ کو معاف کر دیا اور لوٹ آئے۔ تمام ملک اور مشائخ وقت میں یہ بات مشہور ہو گئی۔

اب ہم صرف ایک عجیب واقعہ کا بیان کر کے ختم کرتے ہیں۔

سگِ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند روز نیک آدمیوں کی صحبت میں گزارے۔ اس لیے

marfat.com

وہ بلحاظ خصلت آدمی ہوگیا۔

رُبَاعی

بہتر از سگ مے ندانم خویش را بردرگہت
بلکہ شرمندہ ترم ہم ازسگان کوئے تو

دونوں جہان میں میرا دلی مدعا یہ ہے کہ میں ہمیشہ تیرے پاک چہرے کا جلوہ دیکھوں۔ ہم نے طالبانِ راہ خدا سے سنا ہے کہ حضرت سلطان نورنگ قدس سرہٗ کی یہ عادت تھی کہ کئی نئے طالبوں کو ہرروز آپ حضرت سرورِ کائنات ﷺ کے حضور میں حاضر کرتے۔

کہتے ہیں کہ حسب ذیل اشعار حضرت نورنگ کے ہی ہیں۔

عرض سازم پیش باہو شیخ باہو آیدم
ہست باہو چونکہ باہو شیخ باہو بایدم
وصل فصل شیخ باہو داشتہ باہو مدار
عرض حالات جدائی نیز باہو شایدم
گوئی باسلطان باہو ربنا نعم الوکیل
تاکہ پائے عرش سائے خویش برسر سایدم
بسکہ از اعمال زشت خویش درباشم گذشت
آں شہ رضواں چوں باغ بہشت آرایدم
درہماں ساعت رسم تاظل عرش از ذل فرش
گر ہمایوں پر بافرہما بکشایدم
از کفش کفشِ جمیلم کشف را باشد کفیل
زیں سرافرازی سرد پائے زسر پالایدم
بسپردہ ام ایمان وجاں من باتوائے سلطان جاں
غرض ست ازاں غرضِ نہاں زاں ذوق وشوق افزایدم

marfat.com

گفت منت شرم منت ودر دامنت وجہ خداوندی
گفت خود یکے گفتہ پالایدم
چوں پستہ می شو بستہ لب آرام باداش طلب
چوں سایہ رب ہمچوں آب در سایہ آسایدم
چوں از راہش آگاہ شوم زاں بعد عبداللہ شوم
الحق بدید مست حق مستی زاید زایدم

منقول ہے کہ حضرت سلطان نور محمد موچی جن کا مزار شہر ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے مغرب میں حضرت سلطان احمد سٹھو کے شمالی گورستان میں ہے۔ حضرت سلطان نورنگ کے خلیفہ تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور صاحب عیاں مرد تھے۔ چنانچہ اب تک آپ کے خاندان کے اکثر مرد اور عورتیں نور خدا اور محبت وعشق الٰہی کے طالب ہیں کہتے ہیں کہ حضرت سلطان نور محمد اپنے شیخ یعنی حضرت سلطان نورنگ کے غلبہ اشتیاق سے ہر وقت روتے رہتے تھے۔ ایک روز حضرت سلطان نورنگ آپ کے گھر میں تشریف فرما ہوئے تو آپ اُن کے روبرو کھڑے ہو کر رو رہے تھے۔ حضرت سلطان نورنگ نے آپ سے پوچھا۔

”کہ نور محمد اب جب کہ میں تمہارے سامنے ہوں۔ تم رو رہے ہو۔ جب میں تمہارے سامنے نہیں ہوتا تو تمہاری کیا حالت ہوتی ہوگی؟“

عرض کیا کہ جب میں آپ کی خدمت سے مجبور ہوتا ہوں تو میری آنکھوں سے بجائے پانی کے خون نکلتا ہے اور یہ مشہور ہے کہ واقعی آپ خون رویا کرتے تھے اور اپنی آنکھوں کے نیچے روئی کے افادے رکھا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ آپ کی زندگی میں ڈیرہ جات قوم بلوچ کے ماتحت تھا۔ اس وقت ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا حاکم ہوت بلوچ تھا جو اپنی بدمستی کے سبب ایک لڑکے پر عاشق تھا۔ جسے وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا اُسے نفس وشیطان نے اس درجہ بہکا دیا تھا کہ ایک روز ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے علماء کو بلا کر مواخذہ کیا کہ تم اس لڑکے سے میرا نکاح کردو تا کہ میں اس

marfat.com

سے شادی کرلوں۔ علماء نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت سلطان نور محمد موچی کو جوفی زمانہ فاضلوں میں سے افضل اور بارگاہ الٰہی کے مقبول ہیں اس مصیبت میں شریک اور رفیق بنانا چاہیے۔ ممکن ہے کہ ان کی تشریف آوری کی برکت سے ہم اس ظالم کے مواخذہ کی بلا سے بچ جائیں اوراس ہلاکت کے بھنور سے سلامتی کے کنارے پر پہنچ جائیں۔

چنانچہ اُن سب نے متفق ہوکر حاکم مذکور سے کہا کہ ہم سب حضرت سلطان نور محمد موچی کے شاگرد ہیں اور ہم سب نے اُسے علم وفضل میں اپنا اُستاد مانا ہوا ہے۔ ہم سب اسی کے خرمن کے خوشہ چین ہیں۔ جب تک وہ اس نازک معاملہ میں فتویٰ نہ دیں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ حاکم مذکور چونکہ بدمست تھا۔ اُس نے فوراً حضرت سلطان نور محمد کو بلوا کر مواخذہ کیا اور کہا کہ تم اس بارے میں حکم اور فتویٰ دو کہ میرا نکاح اس لڑکے سے ہو جائے۔

حضرت سلطان نور محمد نے فرمایا۔ اے حاکم وقت! یہ تمام بیچارے علماء اس نازک مسئلہ کے فتویٰ سے عاجز ہیں۔ پہلے انہیں رہا کردو۔ پھر میں تم سے یہ مسئلہ بیان کروں گا۔ حاکم مذکور نے حکم دیا کہ ان تمام علماء کو چھوڑ دو کیونکہ یہی ایک ان سب کا اُستاد ہے۔ اس بارے میں یہی کافی ہے۔ تمام عالم فاضل رہائی پاکر اپنے اپنے گھروں کے کونوں میں جادبکے۔ بعدازاں حاکم نے جب حضرت سلطان نور محمد سے فتویٰ طلب کیا تو آپ نے فرمایا۔

> ''اے حاکم بدمست بلوچ! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک کسی مذہب وملت میں لڑکے کے ساتھ مرد کا نکاح حلال یا جائز قرار نہیں دیا گیا۔ آج یہ شرع محمدی ﷺ میں کیسے رائج ہوسکتا ہے اور دین اسلام میں ایسا کرنا بڑے سے بڑا گناہ ہے۔''

جب حضرت سلطان نور محمد علیہ الرحمۃ نے اس ظالم سے روبرو محاسبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے امن میں رکھا۔ چنانچہ حاکم مذکور نے حکم دیا کہ اس فیلسوف کو سخت قید میں رکھو۔ اگر یہ فلاں دن اور فلاں وقت تک میری مرضی اور مراد کے موافق فتویٰ نہ دے گا تو

marfat.com

میں اُسے بُری طرح عذاب دیکر سولی چڑھاؤنگا۔ سپاہیوں نے آپ کو لے جا کر کوٹھری میں بند کر دیا۔ حضرت سلطان نور محمد موچی بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہوئے اور فریاد کی۔ اسی قید میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی جناب میں ایک مدح استغاثہ واستمداد پنجابی زبان میں بنائی جو ملک میں عام طور پر مشہور ہے اور بخوف طوالت اس کتاب میں درج نہیں کی گئی۔

کہتے ہیں کہ اسی مقررہ میعاد کے اندر کابل کا بادشاہ اس حاکم مذکور پر ایسا سخت ناراض ہوا کہ بادشاہی چپڑاسی آ کر اسی عرصہ میں اُسے قید کر کے کابل لے گئے جہاں وہ قید خانے ہی میں مر گیا۔

جب وہ چپڑاسی ڈیرہ اسماعیل خان میں آئے اور حضرت سلطان نور محمد کے احوال سے واقف ہوئے تو انہوں نے آپ کو فوراً رہا کر دیا۔ اس طرح آپ کو اس ظالم کے پنجے سے رہائی نصیب ہوئی اور اس ولی اللہ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی۔

فصل ۲

ذکر احوالات میاں حسین رووَنہ یعنی رونے والا

آپ حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ حضرت سلطان پہریا کے خلیفہ اور مرید ہیں۔ آپ کا مزار نور محمد علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے احاطہ کے باہر جنوب مشرق کی طرف ایک سادہ سی قبر ہے۔

آپ کا لقب اس واسطے میاں رووَنہ ہوا کہ ہر وقت عشق الٰہی کے جذبات کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ دریائے سندھ کے مشرقی کنارہ پر کلورکوٹ کے نزدیک ایک گاؤں پپل نام میں اپنے سنار مریدوں کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ ایک سنار عورت جو نابینا ہو گئی تھی عشا کے وقت ہاتھ میں عصا لیے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ اے مُرشد کامل! میں بڑھاپے میں اندھا ہونے کے سبب محتاج ہو گئی ہوں۔

marfat.com

میری حالت زار پر نظر عنایت فرمائیں کہ میں عاجز ہو گئی ہوں آپ نے رحم اور جذبہ میں آ کر فرمایا کہ انشاء اللہ سورج نکلنے سے پہلے تمہاری آنکھوں میں نور پیدا ہو جائے گا۔ یعنی سورج تمہاری آنکھوں میں نور لائے گا۔

جب معراج کی رات ہر شخص اپنے بستر پر آرام کئے ہوئے تھا۔ وہ سُنار جو آپ کا مُرید تھا تمام رات انتظار اور تشویش کے سبب نہ سو سکا بلکہ بے قرار ہو کر ہر گھڑی اپنی عورت کے پاس جاتا اور کہتا کہ مجھے اپنی حالت بتاؤ۔ کہ ہمارے مرشد نے عام مجلس میں یہ لفظ فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مرشد کی عزت درویشانہ نگاہ میں رکھے اور انہیں سرخرو کرے۔ عورت اُسے تسلی دیتی تھی کہ میرے خاوند مجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے کہ میرے مرشد کا کہنا رائے گاں نہیں جانے دے گا۔ میرے دل کو پورا یقین ہے کہ میں صبح کو سورج کی روشنی ان آنکھوں سے دیکھوں گی۔ اُس کا خاوند کہتا تھا کہ ایسی باتیں نہ کر۔ کونے میں چلی جا اور دروازہ بند کر لے۔ واللہ اعلم خدا کو کیا منظور ہے۔ اگر رات کو خلقت تیری آواز سن لے گی تو صبح چاروں طرف سے ہمارے دیکھنے کو آئے گی۔ قدرت خدا سے جب افق کی سفیدی نے رات کے پردوں کو پھاڑا تو اس عورت کی پیشانی میں دونوں ابروؤں کے اُوپر کچھ کھجلاہٹ سی پیدا ہوئی۔ وہ پیشانی کو اپنے ہاتھ سے ملتی رہی اور جب سورج کی ٹکیا نکلی تو اس کی آنکھوں میں بھی نور آ گیا۔ یہ بات جہان میں مشہور ہوگئی۔

اور جب یہ مسکین (مصنف) اس ملک کی سیر کو گیا اور اس گاؤں میں جا نکلا تو ایک دو دن انہیں سُناروں کے گھر رہا اور ان کے نواسوں سے ملا جو براہ راست میری خدمت میں حاضر رہے۔ اس بات کی تصدیق ان کی زبان سے بھی میں نے کی۔ انہوں نے آپ کی ایک اور کرامت کا بھی ذکر کیا اور وہ یہ کہ انہیں سُناروں کے خاندان میں ایک عورت کو فالج ہوا۔ جس کے سبب سے اس کا ہاتھ خشک ہو گیا چونکہ اس عورت نے آپ کی کرامت دیکھی تھی۔ اس لیے جب میاں حسین روؔنہ تشریف لائے تو وہ بھی حاضر خدمت ہو کر عرض گزار ہوئی۔

کہ حضرت میرا بازو خشک ہو گیا ہے اور میں عاجز ہو گئی ہوں۔ آپ دعا کریں تا کہ

marfat.com

اللہ تعالیٰ میرے بازو کو درست کرے۔ آپ نے فرمایا کہ سوت کاتنے کا چرخہ لاؤ۔ جب لایا گیا تو آپ نے اس عورت کو فرمایا کہ چرخہ کی ہتھی پھراؤ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس سے اُس مفلوج ہاتھ سے چرخہ کی ہتھی پھرائی تو ہاتھ درست ہو گیا۔ وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

آپ نے بہت طالب اللہ کو مرید کیا اور راہ خدا دکھائی۔ میں نے (مصنف کتاب) ابتدائے حال میں اس ملک کی سیر کی تو آپ کے نواسے میاں محمد کی زیارت کی جن کی عمر اُس وقت سو ۱۰۰ سال بلکہ زیادہ ہو چکی تھی۔ وہ بہت صاحب احوال تھے۔ آپ کا چہرہ منور۔ جسم قوی۔ ہیئت عمدہ اور چاک چوبند تھے۔ گویا ضعف کا نام و نشان نہیں۔ بلکہ نوجوانوں کی نسبت آپ کا جسم مبارک زیادہ قوی تھا۔ حالانکہ آپ کی خوراک صرف درویشانہ خشک روٹی تھی چونکہ وہاں حضرت میاں حسین روہ نہ اور نیک آدمیوں اور مردانِ خدا کے مزار تھے اور جا بجا اللہ تعالیٰ کے بندے پائے جاتے تھے۔ اس لیے میں چند روز ان کی خدمت میں رہا۔ آپ مجذوب سالک اور مرد مجرد تھے۔ میاں محمد حسین روہ نہ کا مزار شریف بلوٹ شریف کے جنوب اور دریائے سیحون کے مشرق کی طرف پہاڑ کی چوٹی پر کڑی خسوراں میں ہے۔ والسلام

فصل ۳

حضرت خلیفہ ملا معالی علیہ الرحمۃ میسوی ڈھاڈہر والہ (ملک قندہار) کی فیض یابی کے احوال میں

ڈھاڈہر والا کوہ بلوچستان کے دامن میں ہے جہاں قوم مری آباد ہے۔ آپ کی قبر شریف ملک سیوی مذکور میں شہر کوڑک کے نزدیک نہایت عالی خانقاہ اور ایک بڑا منور اور متبرک مزار ہے۔ جہاں لاکھوں کی تعداد میں زیارت کرنے والے آتے ہیں اور مدد طلب کرتے ہیں اور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ آپ کی اولاد میں اب بھی عشق الٰہی کا نور متجلی ہے۔

marfat.com

میں نے آپ کی اولاد میں سے خلیفہ خدا بخش سجادہ نشین کو دیکھا۔ یہ خلیفہ خدا بخش درویشوں کی جماعت کے ساتھ پاپیادہ سخت اور خوفناک پہاڑ کو طے کرتے ہوئے دیدار الٰہی کے مست و مشتاق میرے دادا صاحب حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کے دربار فیض آثار کی زیارت سے مشرف ہوئے اور فیض یاب ہو کر رخصت ہوئے اور چند مرتبہ تن تنہا بھی جذبات عشق کے سبب اس دربار میں حاضر ہو کر فیض یاب اور بہرہ ور ہو کر رخصت ہوئے۔ آپ تارک الدنیا اور عجیب الاحوال درویش ہیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت ملا معالی نے شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر تلقین کا شرف حاصل کیا تو آپ کے ساتھ دو۲ درویش یعنی ملا مصری اور عالم شاہ بھی تھے۔ ملا مصری کی خانقاہ خاص قصبہ ڈہاڈہر والہ میں اور عالم شاہ کی خانقاہ قندہار کے نواح میں ہے۔

کہتے ہیں کہ ملا معالی عرصہ دراز تک ان دونوں درویشوں سمیت شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفین کے حضور میں حاضر خدمت رہے۔ مدت بعد پورا پورا فیض حاصل کر کے اُن دونوں درویشوں سمیت رخصت حاصل کی۔

منقول ہے کہ رخصت کے وقت شیخ المشائخ حضرت سلطان العارفین مرشد مکمل نے آپ کو اس لقب سے سرفراز فرمایا کہ ملا معالی درویشوں میں مثل کل ہے۔

فصل ۴

حضرت موسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ گھوٹکی والہ کی فیض یابی کے بیان میں

آپ نے اپنے شیخ، شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفین کے حضور لامع النور سے شرف تلقین حاصل کی۔ موضع گھوٹکی ملک جنوبی سندھ میں روہڑی کے قریب واقع ہے۔ اب یہ گاؤں لو صاحباں کے نام سے مشہور ہے یعنی لو موسن شاہ۔ اس گاؤں میں حضرت سید

marfat.com

موسن شاہ رہتے تھے۔آپ کا مزار بھی وہیں مسجد معظم کے صحن کے گوشہ میں ہے۔وہ مسجد بہت بڑی عالی شان وسیع عمارت ہے جو قابل زیارت ہے۔

جب حضرت سید موسن شاہ رحمۃ اللہ نے فیض پایا تو کمال درجے کا مرشد پیدا ہوا۔ شرع شریف کی متابعت اور عبادت الٰہی کے اشغال میں مشغول رہتے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں خلق خدا اور گروہ درگروہ طالب اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے ارشاد پا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے۔اس لیے آپ نے ایک وسیع خانہ خدا یعنی مسجد اپنی زندگی میں بنوائی۔جس کے ساٹھ ستون تھے۔اسی مسجد میں پانچوں وقت کی نماز۔نماز جمعہ بھی ادا کی جاتی اور وعظ اور ذکر الٰہی کے حلقے کئے جاتے۔

حضرت سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد میں یہ اعمال بحال رہے اور لنگر کا خرچ بے شمار تھا۔

القصہ! شروع میں حضرت سید موسن شاہ کم سن اور یتیم تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ گھوٹکی میں رہا کرتی تھیں۔ایک کلال شخص نے شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی فیض رسانی کا شہرہ سن کر ملک پنجاب کا رخ کیا اور علاقہ ملتان کے شہر شورکوٹ میں جو حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش اور جائے سکونت ہے۔ حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں جا پہنچا اور فیض یاب ہو کر پھر گھوٹکی میں پہنچا۔اس پر ہدایت کے آثار اور فیضانِ الٰہی کے انوار متجلی ہوئے اور اس کے حالات اعلیٰ درجے کے ہو گئے۔خلقت اس کی طرف رجوع کرنے لگی اور وہ بھی صاحب ارشاد شیخ ہو گیا۔

ہر کجا چشمہ بود شیریں　　　　مردم و مرغ و مُور گرد آیند

جہاں کہیں میٹھا چشمہ ہوتا ہے لوگ پرند اور چونٹیاں سب جمع ہو جاتے ہیں۔

جب حضرت موسن شاہ علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ نے اس کلال شخص کے حالات اس طرح دیکھے تو اس کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اب کی مرتبہ جب آپ اپنے شیخ یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خدمت میں جائیں تو میرے لڑکے مسمی موسن شاہ کو بھی اپنے ساتھ اپنے پیر کی خدمت میں لے جائیں اور ان کی خدمت سے مشرف کریں

marfat.com

اور اس عاجز کی طرف سے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ بہت تارک الدنیا ہیں اور ہر ایک مرید اور طالب اللہ کو دنیا کے ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہم چونکہ از حد مسکین ہیں اور فقر و فاقہ اور مسکینی کا بوجھ ہم عمر بھر اُٹھاتے اُٹھاتے تنگ آ گئے ہیں۔ میرے اس بیٹے کو آپ دونوں نعمتیں عطا فرمائیں۔ یعنی دینی بھی اور دنیوی بھی کیونکہ ہم میں اب باقی عمر فاقہ کشی کی برداشت نہیں ہو سکتی۔ ہم پہلے ہی بہت کچھ سختیاں جھیل چکے ہیں اور مصیبتیں اُٹھا چکے ہیں۔

وہ درویش بزرگ سید موسن شاہ کو اپنے ساتھ حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں لایا اور جو کچھ آپ کی والدہ نے عرض کر بھیجا تھا، عرض کیا۔ سلطان العارفین نے مرحمت فرما کر جواب میں فرمایا کہ سید موسن شاہ کی والدہ کو ہماری طرف سے کہنا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ دونوں نعمتیں تمہارے گھر میں رہیں گی اور فرمایا کہ یہ بچہ چھوٹی عمر کا ہے۔ اس کی ماں کو کہنا کہ پہلے اسے ظاہری تعلیم دلوائے اور جب فارغ ہو چکے تو پھر ہماری خدمت میں آئے۔ اس بچے کے لیے ہمارے پاس نعمت ہے۔

آپ موضع گھونکی میں اپنے گھر آئے اور اپنی والدہ ماجدہ کو پیغام سنایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مدرسہ میں داخل کیا۔ جب آپ فارغ التحصیل ہوئے تو پھر اسی کلال مرد کے ساتھ سید موسن شاہ کو حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں بھیجا۔ جب رنگپور کھیڑا میں پہنچے تو اچانک سنا کہ شیخ المشائخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ اس جہان فانی سے دارالبقاء کو روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ جانکاہ واقعہ سنتے ہی وہ فنافی الشیخ مرد کلال بھی راہیٔ ملکِ بقا ہوا۔

قرص خورشید در سیاہی شد
یونس اندر دہان ماہی شد

سورج کی ٹکیا سیاہی میں چلی گئی اور یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔
ایک ہی صدمہ سے اُس مرد کی روح پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

marfat.com

چوں کہ در راہ عشق کامل بُود
جان با جانِ دوست شامل بُود

چونکہ عشق کی راہ میں وہ کامل تھا اس لیے اس کی جان دوست کی جان سے وابستہ تھی۔

چونکہ یہ امر واقعی ہے کہ اگر فوراً غم بدرجہ افراط لاحق ہوتو روح منافذ اور شرائین کی راہ تحلیل ہو جاتی ہے کیونکہ غم کی زیادتی لطیف روحوں کو ہلاک کرڈالتی ہے۔

چنانچہ جب دمشق میں حضرت سید الشہداء امیر المومنین حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو حضرت امام علی اصغر یعنی امام زین العابدین علیہم السلام نے شقی ازل شامی سے جس کا نام زبان پر لانا بھی اچھا نہیں اور زبان کو اس کے ذکر سے آلودہ کرنا بہتر نہیں۔ طلب فرمایا تو اس سر مبارک کو دیکھتے ہی حضرت خاتون سکینہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ اس مبارک منہ پر رکھا اور افراط غم سے جان بحق تسلیم ہوئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

نیز فتح مکہ معظمہ کے دن جب کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جناب سرورِ کائنات ﷺ نے ایک قبیلہ پر بھیجا۔ خالد رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ کے ساتھ دشمنی تھی۔ گو وہ قبیلہ جناب سرورِ کائنات ﷺ کا حلیف اور مطیع تھا۔ تاہم خالد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر انہیں قابو میں لا کر ایک ایک کو قتل کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے عین قتل میں عرض کیا کہ صاحب! میری ایک محبوبہ ہے جو میرا منتظر ہے۔ مجھے اُسے ایک دفعہ دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ جب میں اُسے دیکھ لوں گا تو مرنا میرے لیے آسان ہو جائے گا اور مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ آپ اتنی مروت کریں۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے اس کی محبوبہ کے گھر لے جا اس کے رُو برو کر کے پھر لا کر قتل کرو۔ جب اُسے لا کر پھر مقتل میں بٹھایا تو اُس نے کہا کہ اب میرا کام تمام کر دو۔ اب مجھے قتل اور موت کی شکایت نہیں۔ میں خوشی سے موت قبول کرتا ہوں کہ میری مراد پوری ہو گئی ہے۔ پس خالد رضی اللہ عنہ کے حکم سے اُسے قتل کیا گیا۔ اس کے پیچھے اس

marfat.com

کی محبوبہ بھی آئی اور اپنے عشاق کا احوال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔ اُس نے پوچھا اس کا سر اور نعش کہاں ہیں۔ جب اُسے اس کی نعش پر لایا گیا تو اُس نے اُس کے سر کو اپنے زانو پر رکھا اور ایک آہ سرد بھری اور اُس کی روح پرواز کر گئی اور اپنے عاشق سے جا ملی۔

جب یہ عجیب ماجرا جناب سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخصوں سے ایسی بے رحمی کرنا مناسب نہ تھی۔ کیوں ایسے لوگوں کو ایسی بے مروتی سے قتل کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس قبیلہ کے مستغیثوں سے جو استغاثہ کے لیے آئے معافی مانگی اور ان مقتولوں کا خوں بہا ادا کیا اور خالد رضی اللہ عنہ کو بھی معاف کیا۔

جس طرح غم کی افراط سے روح پرواز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خوشی کی زیادتی سے بھی شادیٔ مرگ لاحق ہوتی ہے۔ اچانک خوشی سے بھی روح تحلیل ہو جاتی ہے۔ بہت سے عاشق ایسے گزرے ہیں جنہیں محبوب کا وصال ہوتے ہی اس قدر خوشی ہوئی کہ راہیٔ ملک بقا ہوئے۔

آمدم برسر مطلب۔ جب وہ مرد کلال فوت ہو گیا تو سید موسن شاہ رنگپور سے اکیلے ہی روتے دھوتے شکستہ حال گرتے پڑتے شیخ المشائخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار مقدس پر پہنچے۔ دیکھا کہ صاحب زادے فرش ماتم بچھا فیض رسانی عالم کی مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

جب وصال کے وقت حضرت شیخ باکمال قدس سرہٗ سنت نبوی کے مطابق زمین پر مصلےٰ بچھا کر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی روح مقدس اعلیٰ العلی ہو الرفیق الاعلیٰ کی بلندی پر پرواز کر رہی تھی اور دونوں جہان کی چاروں طرفوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ موسن شاہ نامی نوجوان جنوب کی طرف سے رب الربوب کی طلب کے لیے آ رہا ہے، اُسے خاص نعمت دینا۔ قدرت الٰہی سے جناب صاحبزادہ صاحب کی زبان سے نکلا کہ یا حضرت اُسے کیا دینا چاہیے چونکہ اس وقت گنجائش کم تھی۔ اس لیے حضرت قدس سرہٗ

marfat.com

نے اپنا دست مبارک بڑھا کر انگشت سبابہ سے خود اسم ذات لکھا اور اس کے حق میں کچھ نہ کہا۔ صاحبزادہ صاحب نے وہی اسم اللہ کا نقش مٹی کی رکابی سے ڈھانپ رکھا۔

دو تین روز کے بعد سید موسن شاہ آ پہنچے اور آداب بجالائے۔ صاحبزادوں نے جب دیکھا وہی نوجوان صاحب مقسوم اور اہل نصیب ہے تو فوراً اس اسم اللہ ذات کے نقش پر سے رکابی اٹھائی اور سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کو دکھایا۔ آپ دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور صاحب زادوں نے بدستور اس نقش کو ڈھانپ دیا۔

کہتے ہیں کہ سید موسن شاہ تین دن رات بے ہوش اور مست پڑے رہے۔ بعد ازاں ہوش میں آئے اور دوسری مرتبہ اسم اللہ ذات کے نقش کو دیکھا تو پھر مست ہو گئے۔ دو دن رات کے بعد ہوش میں آئے۔ تیسری مرتبہ جب دیکھا تو ایک دن رات پھر مست رہے۔ جب چوتھی مرتبہ دیکھا تو مستی غالب نہ آ سکی۔ یعنی نعمت نے دل میں قرار پکڑ لیا جیسا کہ کتاب آثار میں لکھا ہے۔

عین العلم میں امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ قرآن شریف کی تلاوت کے باب میں فرماتے ہیں کہ ایک بدو مسجد نبوی میں آ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا اور زار زار روتا تھا۔ جناب امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے ہماری بھی یہی حالت ہوا کرتی تھی۔ اب ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ یعنی شروع حال میں ہماری بھی یہی کیفیت تھی۔ یعنی نور اسلام۔ ایمان۔ وجد اور حلاوت قرآن کی نعمت ہمارے دلوں میں قرار کر گئی۔

پس صاحبزادوں علیہ الرحمۃ والرضوان نے دیکھا کہ نعمت واقعی اس کے دل میں قرار کر گئی ہے تو فرمایا کہ انہیں الفاظ کے نقش کی خاک پاک کو صاف کر کے پانی میں گھول کر نہایت کوشش سے سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کو حسب الامر پلاؤ۔ چنانچہ خادموں نے ایسا ہی کیا۔ پس حضرت سید موسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد اور تلقین کا فیض حاصل کر کے رخصت ہوئے اور اپنے گاؤں گھونکی میں آ کر رہنے سہنے لگے اور اہل جہان کو فیض پہنچانے لگے۔ گھونکی کا نام لو صاحباں اور لو موسن شاہ پڑ گیا۔

marfat.com

کہتے ہیں کہ سید موسن شاہ نے ملک سندھ میں ایک لاکھ آدمیوں کو ارشاد اور تلقین فرمایا۔

میں نے اپنے مرشد قدس سرہٗ کی زبانی سنا ہے کہ حضرت سید موسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے امر معروف کے خوف ولحاظ کے سبب ملک سندھ میں سو ۱۰۰ سو ۱۰۰ کوس تک کسی قسم کی بدعت بھنگ خوری۔ چلم کشی۔ نشہ کا استعمال، طوائف، سرود، راگ اور بانسری وغیرہ کچھ بھی مستعمل نہ ہوتا۔

حضرت سید موسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر خانہ اور سرائے میں ایک مکان علیحدہ بنا ہوا تھا جس میں صاحب راز خلفاء۔ چلم۔ بنج۔ بھنگ۔ کوکنار وغیرہ بدعت کے اسباب مخفی طور پر موجود رکھتے تھے اور اس مکان کا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا تھا۔ جب شام ہوتی تو راز دار خلفاء مسجد اور سرائے کے مسافروں سے ایک ایک کر کے پوچھتے کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور کون ہے؟

حضرت موسن شاہ کا حکم تھا کہ جو شخص یہ کہے کہ میں چناب کا رہنے والا ہوں۔ اس کی اطلاع مجھے فوراً دو۔ جب آپ کو اس قسم کی اطلاع پہنچتی تو اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوتے اور خدمت کے تمام کام خود دست مبارک سے سرانجام فرماتے۔ یعنی پاؤں دبانا بستر کرنا۔ کھانا کھلانا۔ وضو اور غسل وغیرہ۔ پھر چپکے سے اُسے پوچھتے کہ اگر تمہیں کسی نشی یا بدعتی چیز کی ضرورت ہے تو بلا دھڑک کہہ دو۔ اگر وہ کسی چیز کا عادی ہوتا، تو آپ پوشیدہ طور پر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس مقفل مکان کے اندر لے جاتے اور جس چیز کی عادت ہوتی خود دست مبارک سے وہ چیز تیار کر کے اُسے دیتے۔ یعنی چلم۔ بنج۔ بھنگ اور پوست وغیرہ۔ پھر اُسے عزت سے اچھے بچھونے پر سلاتے اور اس کی تعظیم وتکریم میں مشغول ہوتے۔ اس کے پاؤں خود دست مبارک سے دھوتے۔ اس کے برابر نہ بیٹھتے نہ اس کی طرف پیٹھ کر کے چلتے۔

حضرت سید موسن شاہ اپنے شیخ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ کی وفات کے بعد تین مرتبہ خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آئے اور آپ کے ساتھ

marfat.com

ہزاروں کی تعداد میں لوگ آئے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت پیر صالح شاہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے آتے رہے۔ ان کے بعد حضرت پیر شاہ جمال ولد حضرت پیر سید صالح شاہ بن حضرت سید موسن شاہ علیہم الرحمۃ مزار مقدس کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے۔

میں نے اپنے والد بزرگوار کی زبانی سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب کبھی حضرت سید جمال شاہ ولد حضرت پیر سید صالح شاہ بن حضرت سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ مزار مقدس کی زیارت کے لیے آتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کے خلفاء ہر وقت آپ کے گرد حفاظت کے لیے کھڑے رہتے تھے کیونکہ جب کوئی شخص اسم اللہ ذات بلند آواز سے کہتا تو پیر سید جمال شاہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت جذبہ میں آ کر وہاں سے گم ہو جاتے۔ یعنی دو تین کوس پر بیابان میں مست پڑے رہتے۔ آپ کے خلیفہ تلاش کو نکلتے تو آپ کو مستی کی حالت میں پڑا ہوا پاتے اور اُٹھا کر آبادی میں لاتے۔

آپ نے ہزار ہا طالب اللہ کو مرید کیا اور فیض پہنچایا۔ لوگ آپ کے جمال کے مشتاق اور طالب دیدار غزلیں گاتے۔ مدح پڑھتے، حلقہ در حلقہ آپ کی خدمت میں آتے۔ جسے ازلی شراب سے لم یزلی نوشدار و موہبت کے ساغر میں ڈال کر بخشتے۔ واقعی اس ساقی کے شراب خانہ سے بادہ نوش اور قدح خوار اپنی قسمت کے موافق اپنا حصہ باری باری پیتے اور مست الست اور بے سر و سامان ہو جاتے ہیں اور سر و سامان کو اس بادہ فروش پر خروش نشہ بخش کی مستی پر قربان اور فدا ہوتے ہیں۔

ازاں افیوں کہ ساقی درمے افگند
حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

ساقی نے جو شراب میں افیون ملائی۔ اس کے سب حریفوں کو نہ سر کا ہوش رہا نہ پگڑی کا۔

لیکن میری اپنی یہ حالت ہے۔

marfat.com

چو رفت از دست خم و جام ساقی
بما جز غم نماندہ ہیچ باقی

جب ہاتھ سے ساقی کا جام اور مٹکا جاتا رہا تو ہمارے لیے غم کے سوائے اور کچھ باقی نہ رہا۔

کہتے ہیں کہ حضرت پیر صالح شاہ ولد ابوصالح حضرت پیر سید موسن شاہ شریف گیلانی ملک سندھ میں امر معروف فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شیعہ سیدوں سے تابوت اور تعزیہ کے منع کے بارے میں مقدمہ پڑ گیا۔ دونوں طرف سے جھگڑا اور مقدمہ بازی شروع ہوئی۔ آخر وہ مقدمہ حیدرآباد وسندھ کے حاکم میاں صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ جس میں میاں صاحب میاں غلام شاہ بن میاں نور محمد صاحب بن میاں شاہ محمد صاحب علیہ الرحمۃ والئ سندھ نے پیر سید صالح شاہ ممدوح کو گرفتار کر کے حیدرآباد میں قید کر دیا۔ حضرت پیر سید صالح شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد کامل مکمل حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی جناب میں فریاد کی اور مدد کے لیے التجا کی۔ اسی رات حضرت سلطان العارفین نے میاں غلام شاہ کو اس کے تخت پر پکڑ لیا اور نیچے پھینک کر ایک دھپڑ ایسا رسید کیا کہ میاں غلام شاہ منہ کے بل جا پڑا اور اس کی دونوں آنکھیں تاریک ہو گئیں۔ وہ پکار اٹھا کہ تو کون ہے جو مجھے اس طرح بُری حالت میں گرا چلا ہے۔ حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ ''کہ میں صالح شاہ کا مرشد ہوں۔''

اُسی وقت میاں صاحب ممدوح نے پیر صالح شاہ کو بلا کر نوازش کی اور رخصت کیا۔ مگر میاں صاحب ممدوح اس واقعہ کے بعد جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بعدازاں میاں صاحب کے خاندان میں خلل آ گیا پھر مسند نصیب نہ ہوئی کیونکہ میاں غلام شاہ صاحب کے بعد اس کا بھائی میاں سرفراز خاں صاحب بن میاں نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ جو مسند پر بیٹھا تو اسے میر بجر خاں ولد میر شاہزاد خاں بلوچ تالپور والہ نے خدا آباد اور چالاک واہ کی لڑائی کے دن ہزار بے عزتی سے قید کر لیا اور اُسے اور اُس کے بھائی میاں محمد خان صاحب اور اس کے بیٹے صاحبزادہ میر محمد خانصاحب کو مع یار و غلام اپنے روبرو اپنے

marfat.com

حقیقی بھائی میر صوبہ دار خاں ولد میر شہزاد خاں کے خون کے بدلے قتل کروا ڈالا۔

مختصر یہ کہ اس کے بعد میاں صاحبان کے خاندان میں سے کوئی بھی مسند نشین نہ ہوا۔ اگرچہ میاں محمد سرافراز خاں کے قتل ہونے کے بعد میاں عبدالنبی صاحب۔ ولد میاں نور محمد صاحب کو جو کہ مسکین۔ خدایاد۔ مسافر۔ تارک اور فارغ دیکھ کر حاجی میر بحر خاں نے شہر گمجہ سے جو نکر ٹھٹھہ والا کے مضافات سے ہے۔ اس واسطے بلوایا کہ اس کا تعلق پیر خانہ سے ہے اور حود مریدانہ اعتقاد کا خوف دل میں لا کر اس کے سامنے سر خاک پر رکھا اور گذشتہ لڑائی اور قتل کی بابت معافی مانگی اور اُسے مسند نشین کر کے خود بدستور سابق اس کی وزارت کا عہدہ اختیار کیا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہی میں ان کے خاندان کی مسند نشینی نامنظور تھی۔ اس لیے میاں عبدالنبی نے راجہ بیجا سنگھ والئ جودھ پور سے دو ساؤں راجپوت مسمی مان سنگھ و بر ناتھ سنگھ بظاہر بطور وکیل وسفیر بلوائے اور انہیں حاجی میر بحر خاں کی خدمت میں لایا۔ وقت مقررہ حسب وعدہ ان دونوں راجپوتوں نے میر صاحب کے دونوں پہلوؤں میں دو ۲ زہر میں بجھے ہوئے خنجر گھونپ دیئے۔ جن سے میر صاحب شہید ہوئے لیکن میاں عبدالنبی صاحب کا منصوبہ اور فریب طشت از بام ہو گیا کیونکہ میاں عبدالنبی صاحب نے راجہ صاحب موصوف کو اقرار لکھ دیا تھا کہ اگر تمہاری مدد سے یہ کام سرانجام ہو گیا تو دو قلعے ایک عمر کوٹ اور دوسرا.......... آپ کے حوالے کئے جائیں گے۔

شتر سواروں نے فی الفور یہ خبر راجہ بیجا سنگھ کو پہنچائی کہ میر صاحب شہید ہوئے اور دونوں راجپوت مذکور قتل ہو گئے ہیں۔ راجہ نے اسی وقت وہ عہد نامہ جس پر میاں عبدالنبی صاحب کی مہر اور دستخط تھے اپنی فوج کے افسروں کو دیا کہ ان دو قلعوں پر قبضہ کرلو۔ چنانچہ وہ جا کر دونوں قلعوں پر قابض ہو گئے۔

جب یہ بات تحقیق ہو گئی تو حاجی میر بحر خاں صاحب نے زخمی ہونے کی حالت میں اپنے فرزندوں میر عبداللہ خاں۔ میر بہرام خاں اور میر غلام حسین خان اور اپنے بھتیجوں میر سہراب خاں ولد میر چاکر خاں وغیرہ کو بلا کر دعائے خیر کی اور یہ وصیت کی کہ تم ہاتھ میں تلوار لے کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کمر ہمت باندھو اور عبدالنبی سے میرا بدلہ لو کیونکہ

marfat.com

تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے پہلے میرے والد یعنی تمہارے دادا شہزاد خاں بے گناہ کے ساتھ کیا سلوک کیا اور تمہارے چچا میرے حقیقی بھائی میر صوبہ دار خاں کو بے گناہ کیسی رسوائی سے قتل کیا اور پھر جب حق تعالیٰ نے جناب سرورِ کائنات ﷺ کی مدد امداد سے ہمیں کلہوڑا پر فتح نصیب کی اور ہم نے ملک بزور شمشیر فتح کیا تو پیر غنہ کے بزرگوں کا لحاظ کر کے میاں عبدالنبی مسافر اور بے نوا کو شہر کوبہ سے منگا کر بادشاہ بنایا اور مدت تک تہ دل سے اس کی خدمت اور فرمانبرداری کی۔ پھر دوبارہ میاں صاحب نے بغیر کسی گناہ و قصور کے جو کچھ میرے ساتھ کیا وہ تم خود اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہو۔ اب بفضلِ خدا ملک کی فتح و نصرت تمہارے ہی نصیب ہے۔ خبردار کلہوڑا کی دغابازی اور مکاری میں نہ آنا کیونکہ انشاءاللہ تعالیٰ کلہوڑا کبھی قیامت تک بھی بادشاہی نہیں کرے گا۔

مختصر یہ کہ بلوچ کا لشکر جمع ہوا اور انہوں نے خدا آباد میں لڑائی شروع کی۔ میاں صاحب کی طرف سے لشکر بیشمار آیا اور افسر اور سپہ سالار محمد حسین خان اور اس کے بھائی محمد قاسم خاں کھوہاڑو تھے۔ یہ دونوں ہی بلوچوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور فتح و نصرت ٹالپور کے نصیب ہوئی اور میاں عبدالنبی صاحب وہاں سے بھاگ کر لیہ کمال خاں میں پہنچا۔ وہاں بادشاہ تیمور سدوزئی کی طرف سے ڈل بطور جاگیر ملا لیکن پھر نواب محمد خاں بہادر سدوزئی سے شکست کھا کر کابل چلا گیا کیونکہ اس کا بیٹا صاحبزادہ محمد عارف صاحب قصبہ لیہ مذکور میں جنگ کے روز نواب محمد خاں بہادر کے لشکریوں کے گولہ سے شہید ہوا۔ چنانچہ اس کا مزار شہر لیہ ہی میں ہے۔ اس جنگ کی ساری کیفیت اور اس خاندان کا سارا حال تاریخ سندھ میں مفصل درج ہے۔ وہاں سے دیکھ لیں۔

مختصر یہ کہ پیر سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کے خاندان میں اللہ تعالیٰ کا یمن اور اس کی برکات اور اپنے پیر مکمل حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی جناب فیض مآب میں رسوخ اور ارادت بہت پشتوں تک بحال رہا۔ ان کا شجرہ اور سلسلہ جو ان کے سجادہ نشینوں کے ملفوظات میں مندرج ہے۔ بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

یہ شجرۂ مبارکہ حضرات سادات لوصاحباں اس ترتیب سے ہے

سید مبارک معروف امام الدین بن سید محمد صالح عرف مولیٰ رکھیا بن سید مبارک ثانی بن سید محمد صالح ثانی بن سید مبارک بن سید شیخ جمال محمد محقق بن سید الشیخ محمد صالح اولیٰ ولی اللہ مادرزاد بن سید الشیخ ابوصالح موسیٰ شریف عارف باللہ بن سید محمد عابد بن سید عبدالجلیل بن سید کمال الدین بن سید محمد مبارک عادل پوری بن سید حسین دہلوی بن سید محمد مکی العربی سید یونس بن سید احمد بن سید جعفر بن سید عبدالقادر بن سید حسین بن ابونعمان بن سید حمید الدین بن سید عبدالجلیل بن سید عبدالجبار بن سید شیخ محی الدین ابومحمد عبدالقادر حسنی جیلانی قدس سرہٗ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

یہ سلسلہ حضرات موصوف کا اس طرح پر ہے

سید مبارک عرف امام الدین۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید محمد صالح عرف اللہ رکھیا۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید محمد مبارک ثانی۔ آپ کے شیخ آپ کے والد محمد صالح ثانی۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید مبارک۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید شیخ جمال محمد محقق۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید شیخ محمد صالح اولیٰ۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید شیخ ابوصالح موسیٰ شریف عارف۔ آپ کے شیخ سلطان نور محمد۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سلطان العارفین سلطان باہو۔ آپ کے شیخ سید عبدالرحمان جیلانی دہلوی۔ آپ کے شیخ سید عبدالجلیل۔ آپ کے شیخ سید عبدالقادر۔ آپ کے شیخ سید عبدالستار۔ آپ کے شیخ سید عبدالفتاح۔ آپ کے شیخ شیخ نجم الدین صاحب برہانپوری۔ آپ کے شیخ محمد صادق یحییٰ۔ آپ کے شیخ عبدالجبار۔ آپ کے شیخ آپ کے بھائی سید عبدالرزاق۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید السادات

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز تھے۔

marfat.com

فصل ۵

حضرت سلطان العارفین شیخ المشائخ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے ان حالات میں جو شیخ جنید قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے قصبہ سردار پور میں گزرے

کہتے ہیں کہ جب حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ صوبہ ملتان سے متعلق دریائے راوی کے مشرقی کنارہ پر جلال خاں قوم ڈیڈھ کے بسائے ہوئے قصبہ سردار پور میں سیر کرتے ہوئے آ نکلے اور شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ضیافت میں درخت جنڈ کا پھل جسے سنگری کہتے ہیں اور شکل وصورت میں لمبا اور باریک ہوتا ہے، پکانے کا حکم دیا۔ جب درویشوں اور خادموں نے پکا کر دیگ سے باہر نکالا تو حضرت جنید قدس سرہٗ کے تصرف سے وہ پھل سویوں (پنجابی سیویاں) میں تبدیل ہو گیا جو ملک ہند میں اکثر اہل اسلام عید الفطر کے دن پکاتے ہیں۔ پہلے انہیں جوش دیتے ہیں۔ پھر نکال کر ان پر گھی اور شکر ڈال کر کھاتے ہیں۔ وہ سنگری پھل سویوں میں تبدیل ہو گیا اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے حکم دیا کہ چوہے کے بل سے چوہے کیر (چوہے کے بل کی مٹی) لاؤ اور ان سویوں پر ڈال دو۔ وہ مٹی خدا کے حکم سے شکر بن گئی۔

نیز حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ زمین پر جو بارش کا پاک پانی کھڑا ہے اس میں سے پانی لاؤ۔ جب لائے تو وہ پانی حکم خدا سے گھی بن گیا اُسے گھی کی بجائے ان سویوں پر ڈال کر ساری مجلس کو کھانا کھلایا۔ اس کرامت اور تصرف کا ماجرا شیخ جنید علیہ الرحمۃ کے خاندان میں مفصل مشہور ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

شیخ جنید علیہ الرحمۃ کے فرزند شیخ کالو شاہ جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے

marfat.com

معتقد اور مرید تھے۔ شورکوٹ میں آئے۔ جب سلطان العارفین کے مکان میں آئے تو حجرہ کے اندر سے ہُو کے ذکر کی آواز سنی۔ شیخ کالوشاہ زیارت کے لیے حجرہ کے اندر آئے۔ نگاہ کی تو کچھ بھی نہ پایا۔ سوچ میں پڑ گئے۔ اتنے میں باہر سے ہُو کی آواز آنے لگی۔ آپ باہر گئے تو کسی کو نہ دیکھا۔ پھر اندر سے ہُو کی آواز آنے لگی۔ جب اندر جا کر دیکھا تو کچھ بھی دکھائی نہ دیا اور باہر سے ہُو کی آواز آنے لگی۔ جب باہر جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا پھر حجرے کے اندر سے ہُو کی آواز آنے لگی۔ شیخ کالو کئی مرتبہ اندر باہر جانے آنے کے بعد خاموش کھڑے ہو گئے اور سوچ میں پڑ گئے۔ زیارت کے ازبس شوق کے سبب آہ بھر کر یہ شعر کہا

؎ اندر ہُو باہر ہُو کتھ لبھیندا
ہُو دا داغ محبت والا دم دم نال سڑیندا

اندر بھی ہُو ہے اور باہر بھی ہُو ہے۔ ہُو کہاں سے ملتا ہے۔ ہُو کا محبت والا داغ ہر دم جلتا رہتا ہے۔

جب جدائی اور مفارقت اور نا اُمیدی کے یہ کلمات شیخ کالوشاہ سے ظاہر ہوئے اور ان کلمات سے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو ترحم کا باعث ہوئے تو حضرت سلطان العارفین کے حضور سے یہ شعر ارشاد ہوا

جتھے ہُو کرے روشنائی چھوڑ اندھارا ویہندا
دو ہیں جہان غلام تھیندے باہُو جہڑا ہُو نوں صحیح کریندا

جہاں پر ہُو روشنی کرتا ہے وہاں سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اے باہُو! جو شخص ہُو کو صحیح کر لیتا ہے دونوں جہان اُس کے غلام ہو جاتے ہیں۔

اسی اثنا میں سلطان العارفین قدس سرہٗ نے شیخ کالو کو دیدار دیا اور درمیان میں جو حجاب تھا وہ از راہ ترحم اُٹھا دیا اور اپنی ذات بابرکات سے مشرف فرمایا۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ کالوشاہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے مزار قصبہ سردار پور مذکور میں ہیں۔

marfat.com

فصل ٦

سلوک، شغل، ذکر اور فکر کے مختلف طریقوں کے بیان میں

پہلے اشارتاً ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کا طریقہ قادری سروری ہے۔ چنانچہ آپ خود ہی اپنی کتاب عین الفقر میں فرماتے ہیں کہ قادری دو قسم کے ہیں:

ایک قادری زاہدی دوسرے قادری سروری۔

قادری زاہدی وہ ہے کہ مرشد طالب سے زہد و ریاضت میں چلہ کشی کرائے اور دس بارہ یا چالیس سال بعد اُسے غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے حضور میں لے جائے اور حضرت پیر قدس اللہ سرہٗ العزیز اُسے مجلس محمدی ﷺ سے مشرف فرمائیں۔

لیکن قادری سروری وہ ہے کہ محض ازلی فیض و فضل سے ظاہری وسیلے کے بغیر نور محمدی ﷺ کی پرورش سے مشرف کر کے تلقین وارشاد فرما کر اس کا ہاتھ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے دست مبارک کے سپرد کرے اُسے قادری سروری کہتے ہیں۔ سروری سرمدی ہوتا ہے۔ اسی کو اویسی بھی کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ طریقہ قادریہ عالیہ میں شروع میں نفی اثبات کا ذکر جہر کرایا جاتا ہے اور طالب اللہ کے لیے واجب ہوتا ہے کہ ضروری ضروری مسائل فقہ سے واقف ہو۔ بعد ازاں قرآن شریف کو صحیح طور پر پڑھنا سیکھے۔ بعد ازاں نماز۔ روزہ۔ فرض۔ سنت اور مستحب پر قائم ہو اور پانچ سپارے یا پانچ پاؤ یا کم از کم سو ۱۰۰ آیات کی تلاوت روزانہ ضرور کرے۔ مطلب یہ کہ ان تینوں میں سے جو بسہولت کر سکے، اپنے لیے واجب کرے اور اس میں ناغہ ہرگز نہ کرے کیونکہ سورۃ مزمل شریف اور بہت سی آیات کریمہ میں حکم آیا ہے کہ قرآن شریف رات کے وسطی حصہ اور صبح شام ضرور پڑھنا چاہیے اور باترتیل یعنی اونچی آواز سے صحیح صحیح پڑھنا چاہیے۔

چنانچہ تفسیر چرخی اور فتح العزیز میں سورۃ مزمل کی تفسیر میں ورتل القران ترتیلاً

marfat.com

کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ لفظ لفظ جدا جدا کر کے پڑھے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ جلدی اور تیزی بالکل نہ کرے کیونکہ ایسا کرنا سخت منع ہے۔ دل کی توجہ سے زانو کے بل باادب بیٹھے۔

اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شوق ہوتا ہے تو ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور جب ہم کو اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کا ذوق ہوتا ہے تو ہم قرآن مجید سنتے ہیں۔

نیز حدیث میں ہے کہ تم میں سے افضل وہ ہے جو دوسروں کو قرآن شریف پڑھائے یا پڑھ کر سُنائے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو مومن قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ اُس کی خوشبو اور اس کا ذائقہ ہر دو اچھے ہیں۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور اُسے حفظ کرتا ہے اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے بہشت میں داخل کرتا ہے اور اُس کے طفیل اس کے گھر کے آدمیوں کو جو دوزخ کے لائق ہوں بخش دیتا ہے۔

قرآن شریف پڑھنا خاص انسانی کرامت ہے جو فرشتوں کو حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتے انسانوں سے قرآن شریف سنتے ہیں۔

نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کے ماں باپ کے سر پر فضل کا تاج رکھا جائے گا جس کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہوگی۔

نیز حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ جس چمڑے میں قرآن شریف ہوگا اُسے آگ نہیں جلائے گی۔ یعنی جس شخص کو قرآن شریف یاد ہوگا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہشت میں داخل ہوگا۔ قرآن شریف سیکھنے کے بعد فراموش کر دینا گناہ کبیرہ ہے۔

سنن ابوداؤد میں لکھا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو پڑھ کر بھول جاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے خیر و برکت سے خالی رکھتا ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک۔**

marfat.com

فصل ۷

تلاوت قرآن شریف کے آداب میں

مسواک اور وضو کرنے کے بعد پاک مکان میں خلوص دلی سے روبقبلہ بیٹھے۔ اگر مسجد ہو بہتر ہے اور قرآن شریف کو کسی پاک اور بلند چیز مثلاً رحل وغیرہ پر نہایت ادب سے اپنے سامنے رکھے۔ پہلے اعوذ باللہ اور بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھے اور نہایت خشوع وخصوع اور حضور دل سے باترتیل تلاوت کرے اور سورۃ توبہ کے سوا باقی تمام سورتوں کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھے۔ اگر اتفاقاً کسی سے گفتگو کرے تو پھر تلاوت کرتے وقت از سرنو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھے اور دل میں یقیناً یہ تصور کرلے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہوں اور اس کی ذات مقدس کے سامنے حاضر ہوں اور میں اُسے دیکھ رہا ہوں۔ اگر اتنا نہ ہو سکے تو اتنا یقیناً جان لے کہ اللہ تعالیٰ ضرور مجھے دیکھتا ہے اور حاضر وناظر ہے اور مجھے اوامر ونواہی فرمارہا ہے۔ جہاں ڈر اور خوف والی آئتیں ہوں۔ وہاں تلاوت اس طرح کرے جیسے کوئی تعریف کرنے والا زانو کے بل بیٹھ کر شہنشاہ کے حضور میں مدح کرتا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

کلام اللہ کی منزل ختم کرنے کے بعد ماثورہ دعائیں بہت ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت کے بعد یہی دعا پڑھا کرتے تھے اور صرف اسی کے عادی تھے اور اسی کو پسند کر رکھا تھا جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عین العلم میں لکھی ہے۔

نیز صحابہ رضی اللہ عنہم اس درود شریف کو تلاوت کے بعد بکثرت پڑھا کرتے تھے۔

"اللھم صل علی محمد وعلی اٰلہٖ و صحبہٖ بعدد ما فی جمیع القراٰن حرفًا حرفًا وبعدد کل حرف الفًا الفًا"۔

اس بارے میں ماثورہ دعائیں بہت ہیں لیکن ان میں سے حسب ذیل دعائیں انتخاب کر کے میں نے اپنا معمول بنایا کیونکہ یہ دعا جامع اور قل ودل ہیں۔

marfat.com

"ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا.......... الخ "تفسیروں میں لکھا ہے کہ یہی مذکورہ دعا ربنا لاتواخذنا .... جناب سرور کائنات ﷺ نے معراج کی رات فرمان الٰہی سے عرش منور پر پڑھی اور عرش کے فرشتے آمین آمین کہتے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب قرآن شریف کی تلاوت کرتے کرتے سورہ بقر کے اخیر پر لفظ فانصرنا علی القوم الکافرین پر پہنچتے، تو آمین کہتے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۃ بقر کے آخر میں فانصرنا علی القوم الکافرین پر پہنچتے تو آمین کہتے کیونکہ رسول خدا ﷺ اس مقام پر ہمیشہ آمین کہا کرتے تھے۔ قادری کو حسب طبیعت پڑھنے کی اجازت ہے۔

اب دعائیں لکھی جاتی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

اَللّٰهُمَّ صلّ علی محمد و عَلیٰ اٰل محمد و صحبہٖ وسلم ۔ اللّٰهمَّ ارحمنی بالقراٰن واجعله اماماً ونورًا وهدی ورحمة ۔ اللّٰهمَّ ذکرنی منه ما نسیت وعلمنی منه ما جهلت وارزقنی تلاوته اناء الیل والنهار واجعله حجة لی یوم القیمه یا رب العلمین ۔ اللهم صلی علیٰ محمد وعلیٰ اٰلهٖ وصحبه بعدد ما فی جمیع القران حرفا حرفا وبعدد کل حرفٍ الفا الفاً ۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا اواخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتهٗ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا وا غفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین ۔ آمین ۔ اللهم اٰمین یارب العالمین ۔ اللهم صدق الله صدق الله العلی العظیم وصدق رسول رسوله النبی الکریم ونحن علیٰ ذالك من الشهدین والحمد لله رب العلمین ۔ ربنا تقبلّ مناّ انك انت السمیع العلیم ۔ اللهم انفعنا وارفعنا بالقران العظیمؑ واهدنا

marfat.com

وبـارك لـنا بالآيات والذكر الحكيم ـ ربنا تقبل منّا ختم القراٰن دعـانـا يـارب الـعـالـمـيـن ـ مولانا انك انت السميع العليم ولا تـضـرب وجـوهـنا انك انت خير الناصرين ـ اللهمّ ارزقنا بكُلّ حـرفٍ من القراٰن حلاوة و بـكـل كـلـمات من القران كرامته وَبِكُلّ ايات من القراٰن امانا وبكل سورة من القراٰن جزاء وبكل نـصف مـن الـقراٰن نعمة وبكل ثلث من القراٰن ثباتا وبكل ربع مـن القراٰن رحمة وبكل ركوع من القراٰن رافة وبكل منزل من القراٰن محبة ـ

اللهم ارزقنا بالاف ايمانا وامنا وبالباء بهاء وبركته وبالتاء توبته وتوفيقاً وبالثاء ثروتاً وثوابا وبالجيم جا ها وجلاه وبالحاء حياء وحـلـما وبالخاء خشوعا وخشية وبالدال دولة ودليلا وبالذال ذهـنا وذكاء وبالراء راحة ورجاء وبالزاء زهدا وزكاء وبالسين سـعـادـة وسـلامتـه وبـالشيـن شكراو شرافته وبالصاد صبراو صـداقة وبـالضاد ضوء وضياء ة وبالطاء طوعاً وطهارة وبالظاء ظـفراو ظرافة وبالعين عفوا وعافية وبالغين غنا وغننمية وبالفاء فـوزاً وفـلاحـاً وبـالـقـاف قـربا وقناعة وبالكاف كماةً وكرامة وبـالام لـطـفـاو لقاء وبالميم مغفرة ومتاعاً وبالنون نوراً ونجاتاً وبـالـواو وسـعة وولايةوبـالهـاء همة وهدايت وبـاليـاء يسرًا ويقيناً ـ

الـلهم طهر قلوبنا وقرعيوننا واسترعيوبنا واشف مرضنا واقض ديـونـنـا وبـيـض وجـو هـنا وارفع درجاتنا وارحم اباء نا وا غفر امهـاتـنـا وامح سيناتنا واصلح ديننا ودنيانا ورطب لساننا وقوا اجسـادنـا وشـطت شمول اعدانا واحفظ اهلنا واموالنا وانصر

marfat.com

اولادنـا وبـلادنـا وثبت اقدامنا علٰى دين الاسلام وانصرنا على القوم الكافرين ـ بحرمة هذا القران العظيم ـ

اللهمّ تقبل منا قراننا وتجاوز عنا ما كان منا فى تلاوة القران من خـطاء اونسيان اوتحريف كلمة عن مواضعنا اوتقديم او تاخير او زيادة او نـقـصـان اوتـاويـل عـلىٰ غير ما انزلة عليه او ريب اوشك اوسهوا وسؤالحان اوتعجيل عند تلا وة القراٰن اوكسل اوسـرعة اوزيـغ لسان او وقف بغير وقوف او ادغام بغير مدغم اواظهـار بـغيـر بيان او مد اوتشديد او همزه او جزم او اعراب بـغيـر مـا كتبة اوقـلة رغبة ورهبة عـند ايـات الرحمة اوايـات العذاب فاغفرلنا ذنوبنا واكتبنامع الشٰهدين ـ

الـلهـم نـور قـلـوبـنـا بتـلاوة القران وزين اخلاقنا بجاه القران وحسـن ابـدانـنـا بـنـور الـقـران ونـجنامن النار بكرامة القران وادخلنا الجنة بشفاعة القران ـ

الـلهـم اجـعـل الـقـران لنا فى الدنيا قرينا وفى القبر مؤنسا وفى الـقيٰـمـه شـافعا وعلى الصراط نوراً وفى الجنة رفيقا ومن النار ستراوحجاباً ـ

الـلهم ارحمنى بالقراٰن واجعله لى اماما ونورا وهدى ورحمة ـ

الـلهـم ذكـرنـى مـنه ما نسيت وعلمنى منه ما جهلت وارزقنى تـلاوتـه اناء الليل والنهار واجعله لى حجة لى يوم القيٰمة يارب العالمين ـ

الـلهـم اهـدنا بهدايت القران ونجنا من التكرار بكرامة القران ويسـرلـنا امورنا ـ امور الدنيا والا خرة بالقران الكريم وحصل مقاصدنا ـ مقاصد الدنيا والاخرة واقض حاجاتنا حاجات الدنيا

marfat.com

والاخرة بالقران العظيم ۔

اللھم اشف اسقامنا واعلالنا بحرمة کلامك الکریم ۔ وھون علینا سکرات الموت برحمتك یا ارحم الراحمین ۔ وصلی اللہ علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی الہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین یا رب العالمین ۔ وصل علٰی محمد وعلٰی ال محمدٍ بعدد ما فی جمیع القران حرفا حرفا وبعدد کل حر ف الفا الفا ۔

ہر روز تلاوت کے بعد مذکورہ دعاؤں میں سے جس قدر ہو سکے پڑھے، اُسے اختیار ہے لیکن کلام اللہ شریف کو ختم کرنے کے بعد بالضرور تمام مذکورہ بالا دعائیں خشوع وخضوع سے پڑھے کیونکہ صحیح حدیث سے حصن حصین مبارک میں قبولیت کے وقت کے بارے میں لکھا ہے کہ کلام مجید ختم کرنے کے بعد قاری جو دعا مانگتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

فجر کی نماز اگر تہجد اور وظائف کے وضو سے پڑھے تو بہت اچھا ہے کیونکہ صبح سے پہلے جو وضو کیا جاتا ہے وہ تحیۃ الوضو کے ادا کرنے سے ہے۔ یعنی وہ وضو پاک ہوتا ہے۔ وضو کا تزکیہ شکرانہ کے نفلوں کا ادا کرنا ہے اس کا فائدہ یہ ہے کیونکہ وہ وضو باشرائط۔ حضور دل۔ خشوع وخضوع۔ ادعیہ ماثورہ اور نوافل تحیۃ سے کیا جاتا ہے اور نہایت اہتمام سے درست طور پر کیا جاتا ہے۔ اس لیے جو نماز اور وظیفہ مذکورہ بالا وضو سے ادا کیا جاتا ہے وہ اس وضو کی برکت سے تمام نقصوں اور وسوسوں سے پاک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے بالکل درست ہوتا ہے۔ وہی توفیق دینے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اگر صبح کے وقت دوبارہ کرے، تو اصلاح کی اور دعائیں تو ممکن ہیں لیکن تحیۃ ممکن نہیں۔ اس واسطے تزکیہ کی تکمیل حاصل نہیں۔ بہتر ہے کہ صبح ہونے سے پہلے وضو کرے اور اگر ناچار دوسرے وضو کی ضرورت پڑھے تو اور تازہ وضو کر کے بدستور وظائف و درود میں مشغول ہو جائے اور اس میں سونا۔ لذت نفسانی اور دنیائے دوں فانی کے کام دھندے میں مشغول نہ ہووے اور دنیاوی کام نہ کرے تاکہ نماز میں حضور قلب میسر ہو۔

marfat.com

پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرے اور فجر کی نماز کے بعد جہاں پر فرض باجماعت ادا کرے۔ اسی جگہ لا الہ الا اللہ کے ذکر۔ وظیفہ اور سورہ یٰسین کے پڑھنے میں مشغول رہے کیونکہ فجر کی نماز کے بعد سورہ یٰسین کا ایک مرتبہ پڑھنا ضروری ہے اور بیٹھا رہے لیکن اس اثنا میں دنیاوی کلام نہ کرے۔ جب سورج ایک یا دو نیزہ بھر آ جائے تو اُٹھ کر اس جگہ دوگانہ نفل اشراق اس طرح ادا کرے۔ نیت یوں کرے۔ نویت ان اؤدی اللہ تعالیٰ رکعتیں صلوٰۃ الاشراق خالصاً للہ تعالیٰ متوجھا الیٰ جھت عرصۃ الکعبۃ الشریفۃ۔ اللہ اکبر۔ پھر ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور دعا مانگ کر اُٹھ کھڑا ہوئے اور پھر جس کام میں چاہے مشغول ہو جائے۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز اشراق اس طرح ادا کرتا ہے جناب رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اُسے حج مبرور اور عمرہ تام کا ثواب ملتا ہے۔ جناب رسول خدا ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے اور اُمت مرحومہ کو خوشخبری دی۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے حصن حصین شریف میں اور نبی کریم کے بیان میں دیکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم اور تھوڑا قبول کر کے زیادہ بخشنے والا ہے۔

اس بشیر و نذیر کو ہم گنہ گاروں کا ذریعہ معافی بنایا اور ہمارے گناہوں کے بخشوانے والے کو وسیلہ جزیلہ بنایا۔

مشائخ کرام بھی ان نفلوں کو ہمیشہ ادا کرتے آئے ہیں کیونکہ یہ نعمت عظمیٰ ہے۔ اگر ہو سکے تو دو رکعت کی بجائے چار ادا کرے۔ یعنی دو رکعت اس کے ساتھ ہی اور ادا کرے کیونکہ صالحین ایسا کرتے آئے ہیں۔ شاید اس کے بعد توفیق پائے یا نہ پائے۔

اصل میں اشراق کی نماز بارہ رکعت ہے اور زوال کی نماز یعنی دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے یہ بھی بارہ رکعت ہے۔ بارہ رکعت نماز اوابین اور بارہ رکعت نماز تہجد یہ پانچوں نمازیں زاید یعنی مستحب ہیں۔ مگر نماز تہجد جناب رسول کریم ﷺ پر فرض تھی۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر نبوت کی خصلتوں کے دس حصے کیے جائیں تو دسواں حصہ

marfat.com

تہجد کی نماز ہے۔

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے نورالٰہی کی طلب کی تو اُسے رات کی نماز یعنی نماز تہجد میں پایا۔

تفسیروں میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا پانچوں زاید نمازیں آیت کریمہ سے ثابت ہیں مگر فرض نہیں۔

پہلے پانچ مفروضہ نمازوں کا ذکر کر کے بعد میں پانچ نفل نمازوں کا اشارہ کیا ہے۔ یعنی تہجد۔ اشراق۔ چاشت۔ زوال اور اوابین۔ پس ان دسوں نمازوں کا ذکر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ مذکورہ بالا پانچ نفلی نمازوں کو بھی ادا فرمایا کرتے تھے اور مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے اپنے اُوپر واجب کر لیں اور فرضی نمازوں کی طرح ادا کیں۔

قولہ تعالیٰ۔ ان الانسان خلق هلوعا اذا مسه الشر جزوعا واذا مسه الخير منوعا الا المصلين الذين هم علىٰ صلوٰتهم دائمون و الذين فى اموالهم حق معلوم للسائل و المحروم والذين يصدقون بيوم الدين والذين هم من عذاب ربهم مشفقون ان عذاب ربهم غير مامون ۔ والذين هم لفروجهم حافظون ۔ الا علىٰ ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين فمن ابتغىٰ ورا ذٰلك فاو لئك هم العادون والذين هم بشهاداتهم قائمون ۔ والذين هم على صلاتهم يحافظون اولئك فى جنت مكرمون۔ (۷۰-۱۹، ۳۵)

اس آیت کے شروع میں الا المصلين الذين هم علىٰ صلوٰتهم يحافظون کا اشارہ فریضہ نماز کی طرف ہے اور والذين فى اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم والذين هم علىٰ صلوٰتهم يحافظون اولئك فى جنت مكرمون ۔ کا اشارہ پانچوں نفلی نمازوں کی طرف ہے۔ کل دس نمازیں ہوئیں۔

marfat.com

گذشتہ مشائخ کرام نے دسوں نمازوں کو اپنے لیے واجب کر لیا تھا تا کہ قرب نوافل حاصل ہو اور حدیث قدسی لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنت سمعہ وبصرہ دیدہ ورجلہ بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی۔ میرا بندہ جب نفلوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے تو میں اس کا کان۔ آنکھ۔ ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ مجھ سے ہی سنتا۔ دیکھتا۔ پکڑتا اور چلتا ہے۔ کے شرف سے مشرف اور مقبول بارگاہ الٰہی ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان دسوں نمازوں کے ادا کرنے والوں کے لیے دائمی جنت نعیم کا وعدہ یوں فرمایا ہے کہ اولئك فی جنات مکرمون۔ انشاءاللہ پانچوں زاید نمازوں کا ذکر کیا جائے گا۔

جس شخص کو ان دس سے زیادہ کا شوق ہو اور توفیق رفیق ہو۔ وہ حضرت سید السادات سید جلال الدین بخاری قدس سرہٗ کی کتاب خزانہ جلالی کو دیکھے اور حضرت غوث الملک حضرت شیخ ابا بکر محمد بہاؤ الدین زکریا قدس سرہٗ کی تالیف ''اوراد کبیر'' کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ اس مختصر میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ والسلام۔

اب میں نماز کی ترتیب ضروری بیان کرتا ہوں۔ اس سے پہلے وضو کا بیان کروں گا۔

واضح رہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ نمازوں کے بیان سے پہلے اسلامی بھائیوں کی طبیعت کے موافق نماز کی ترتیب بیان کرتا ہوں تا کہ لمبے چوڑے مسائل کے مطالعہ سے گھبرا نہ جائیں اور مختصر سے فوائد حاصل کر کے عمل کریں۔ وباللّٰہِ التوفیق و ما توفیقی الا باللہ بہ نستمسك وبہ نستعین وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

فصل ۸

وضو کی ترتیب کے بیان میں

نمازی کو چاہیے کہ وضو کامل کرے۔ یعنی پاک چشمہ سے پاک برتن میں اپنے ہاتھ سے پانی بھرے اور پاک اور بلند مکان پر قبلہ رخ بیٹھے اور اپنی پگڑی سر سے اتار کر بائیں

marfat.com

زانو پر رکھے اور پہلے دونوں ہاتھ دھوئے اور ہاتھ دھوتے وقت۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بسم اللہ العلی العظیم و الحمد للہ علیٰ دین الاسلام الاسلام حق و الکفر باطل ۔یعنی میں نے دین اسلام کو قبول کیا اور جو کچھ اس میں ہے قبول کرتا ہوں اور کفر و کافری اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بیزار ہوں۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشھدان محمّد اعبدہٗ و رسُولہٗ پڑھے اور تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور آخری مرتبہ لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ط پڑھے۔ بعدازاں مسواک کرے اور کہے۔ اللھم اجعل تمیسلی تحمیصاً للذنوب اور مسواک کو اس طرح دائیں ہاتھ میں پکڑے کہ سبابہ اور وسطی انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا اور خنصر اور بنصر مسواک کے نیچے رکھے۔ پہلے مضمضہ کے لیے پانی مُنہ میں ڈالے اور مسواک کو بھی پانی سے دھوکر اوپر کے دانتوں پر پہلے دائیں طرف سے بائیں طرف کو تین مرتبہ باہر کی طرف کرے۔ پھر تین مرتبہ نیچے کے دانتوں پر اندر اور باہر ملے۔ پھر تین مرتبہ زبان پر طول کے بل یعنی سرے سے لے کر حلق تک کرے اور ہر مرتبہ مضمضہ کر کے لعاب دہن باہر پھینکے تا کہ منہ غلاظت سے صاف ہو جائے اور ہر دفعہ مسواک کو بھی غلاظت سے پاک کرے اور اس کے سر اور صوف کو دھوئے اور مسائل فقہ میں آیا ہے کہ غنی کے لیے واجب ہے کہ مسواک کی صوف کو تیسرے روز نیا کرے اور فقیر ساتویں روز۔

پھر تین مرتبہ غرغرہ اور مضمضہ کرے۔

علمائے دین فرماتے ہیں کہ ہاتھ دھونے سے پہلے مسواک کرنی چاہیے اور اس کے بعد دونوں ہاتھ دھوکر مضمضہ (کلی) اور ناک میں پانی ڈالنا وغیرہ ارکان وضو بجالانے چاہئیں۔

میرے رائے بھی اسی روایت کے مطابق ہے کیونکہ مسواک پہلے کرنے میں کئی فائدے ہیں۔ مثلاً اگر دانتوں یا حلق سے خون نکلے تو پھر ہاتھ دھونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے افضل اور انسب یہی ہے کہ پہلے مسواک کرے اور منہ کو نہایت احتیاط کے

marfat.com

ساتھ تمام آلائشوں سے صاف کرے اور اسماء مقدس کے ذکر کے لیے پاک اور صاف کرے کیونکہ جناب رسول مقبول ﷺ ہر وقت مسواک کرنے کو اچھا سمجھتے تھے اور وضو سے پہلے اور پیچھے بھی بسا اوقات وضو کیا کرتے تھے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ میری اُمت میں سے جو شخص کھانا کھانے کے بعد مسواک کرتا ہے اُسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

جناب سرورِ کائنات ﷺ نے آخری وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گوش مبارک پر سبز شاخ کی مسواک دیکھی تو فرمایا کہ یہ مسواک اپنے دانتوں میں چبا کر اور نرم کر کے مجھے دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ نے مسواک کو دانتوں سے دبا کر نرم کر کے باہر نکالا تو آنحضرت ﷺ کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسواک کو دھو کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک میں دینا چاہا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یا عائشہ (رضی اللہ عنہا)! مسواک بن دھوئے مجھے دے دو۔ پھر اسی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسواک کی۔

علمائے دین فرماتے ہیں کہ کنگھی اور مسواک میں شرکت جائز نہیں اور آنحضرت ﷺ نے مسواک مذکور میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شراکت کی۔ یہ محبت کا معاملہ ہے شرعی شراکت نہیں۔

مسواک ہر وقت لازمی طور پر اپنے پاس رکھنی چاہیے۔ یہ بڑی سنت ہے کیونکہ ایسا کرنے میں ذکر الٰہی کا پاس ادب کیا جاتا ہے اور منہ کی بُو دور ہوتی ہے

؎ ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن ہزار بے ادبی است

اگر میں ہزار دفعہ بھی کستوری اور گلاب سے منہ کو دھوؤں تو بھی تیرا نام لینا ہزار بے ادبی ہے۔

مسواک کرنے اور ہاتھ دھونے سے فارغ ہو کر دائیں ہاتھ سے تین مرتبہ منہ میں پانی ڈال کر مضمضہ کرے اور غرغرہ کرے۔ روزے کی حالت میں صرف منہ بھر کر مضمضہ

marfat.com

کرنا ہی کافی ہے۔ جب مضمضہ کرے تو ہر مرتبہ کلمہ طیب لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یا اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد و بارك وسلم پڑھے۔

بعدازاں دائیں ہاتھ سے تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے اور یہ پڑھے۔ اللھم رحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بعدازاں بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ناک کا خلال کرے۔

بعد ازاں اپنی دونوں ہتھلیوں پر پانی ڈال کر چہرے پر ڈالے۔ چہرے پر پانی ڈالتے ہی دل میں وضو کی نیت درست کرے اور اونچی آواز سے یہ کہے نویت ان اتوضا لرفع الحدث ولا ستباحته الصلوٰة لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ بعض وضو کرنے والے یا نور یا نور بھی پڑھتے ہیں اور یہ کلمہ بھی کہے۔ اللھم بیض وجھی یوم تبیض وجوہ احبائك ولا تسود وجھی یوم تسود وجوہ اعدائك وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

یہ مسکین کہتا ہے کہ تمام دعائیں پڑھنی چاہئیں تاکہ ساری فضیلتیں حاصل ہوں۔ ڈاڑھی کا خلال بڑی کوشش سے کرنا چاہیے۔ بھوؤں اور مونچھوں کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا چاہیے تاکہ ہر ایک بال کی جڑ تک وضو کا پانی پہنچ جائے اور خشک نہ رہے۔ تمام وضو آہستہ آہستہ اور کوشش سے کرنا چاہیے۔ ہر عضو میں تین مرتبہ پانی رواں کرنا سنت ہے لیکن پہلے ہر عضو کو تر کر لینا اور پھر تین مرتبہ دھونا مستحب ہے۔ اگر پہلے تر نہ کیا جائے تو ہر ایک بال اور مسام کی جڑ تک پانی نہیں پہنچتا۔ اغلب ہے کہ اکثر مسام خشک رہ جائیں۔ خصوصاً سردی کے دنوں میں سرد پانی سے وضو کرتے وقت۔

بعد ازاں تین مرتبہ دائیں ہاتھ کو کہنی تک دھوئے اور ہتھیلی پر پانی ڈال کر کہنی پر ڈالے اور کہنی کو نیچے کرے اور ہر دفعہ جب پانی ڈالے تو پہلے مستعمل پانی کو دوسرے ہاتھ سے صاف کرے تاکہ مستعمل پانی استعمال نہ کیا جائے اور وضو صرف غیر مستعمل پانی سے ہو اور تین دفعات میں بھی فرق اور تمیز ہو جائے۔ ہر بازو کو ہر دفعہ دھوتے وقت کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ و اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ ال سیدنا محمد

marfat.com

وبارك وسلم وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہے۔ بازوؤں کے آہستہ دھونے میں تمام فضائل حاصل ہو جاتے ہیں۔

بعد ازاں سر کا مسح کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے دونوں ہاتھوں کی خنصر (چھنگلیا) بنصر (چھنگلیا کے ساتھ والی انگلی) اور وسطی انگلیوں کو ملائے اور دونوں ہاتھ کے انگوٹھے اور سبابہ انگلیاں تکلف سے جدا کرے۔ ان ملی ہوئی انگلیوں کو مع ہتھیلیوں کے پیشانی سے گدی تک ملتا ہوا لے جائے تا کہ سر اور بالوں کو پانی کی تری پہنچے اور وامسحوا برؤوسکم کی فضیلت ادا ہو جائے اور وہ دو انگھوٹھے اور دو سبابہ انگلیاں تر و تازہ جداگانہ غیر مستعمل رکھی تھی۔ ان سے دونوں کانوں کا بدستور خلال کرے اور ذکر الٰہی بدستور شروع کرے اور سر کے مسح کے وقت یہ دعا دوبارہ پڑھے۔ اللھم استرعیوبنا وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اس کے بعد تازہ پانی سے پھر دونوں ہاتھ تر کرے اور انگلیوں کی پشت کو گردن کی طرفوں پر رکھے لیکن انہیں کھینچے نہیں۔ بعد ازاں دائیں پاؤں کو پہلے پانی سے چھو کر اور تر کر کے تین مرتبہ پاؤں کو دھوئے اور ہر طرف سے بڑی کوشش کے ساتھ دھوئے۔ ٹخنے کے اوپر بہت ملے اور دھوئے تا کہ آگے پیچھے اور اندر باہر کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اور فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ کے فضائل حاصل ہوں۔

چاروں مذہب اور بارہ اماموں کا پاک مذہب سچا ہے۔ تمام مجتہد بارہ اماموں کے اقوال اور افعال ہی کی پیروی کرتے ہیں اور انہیں پر سہارا لیتے ہیں۔

پاؤں کو پاک اور صاف کپڑے سے خشک کر کے جوتی پہنے کیونکہ ایسا کرنا مستحب ہے۔ علمائے دین فرماتے ہیں کہ اگر گیلے پاؤں کو جوتی میں ڈال لیں تو ایسا ہے گویا کتے کے منہ میں ڈالے ہیں اور جتنی مرتبہ پاؤں کو دھوئے دعائیں اور ذکر بدستور پڑھے اور یہ دعا بھی دایاں پاؤں دھونے کے ساتھ ہی پڑھے: اللھم ثبت قدمی یوم ثبت اقدام المتقین اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھے: اللھم ولا تزل قدمی یوم تذل

marfat.com

اقدام المنافقین ۔ اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھدان محمداً عبدہٗ ورسولہ لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰـہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ۔ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال نہایت احتیاط سے کرے کیونکہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ دوزخ کی آگ سے پہلے اپنی انگلیوں کا خلال کرو۔

وضو کرتے وقت جب تک وضو سے فارغ نہ ہولے دنیاوی کلام نہ کرے اور نہایت خشوع خضوع اور حضور دل سے رہے کیونکہ بزرگان اسلام اور مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ وضو عبادت کی عمارت کی بنیاد ہے۔ اگر بنیاد پاکیزہ اور مضبوط ہوگی، تو اس کی عمارت بھی پاکیزہ مضبوط اور عمدہ ہوگی۔ یعنی اگر وضو کے وقت اذکار الٰہی کے یمن و تاثیر اور حضور دل کے سبب دل نفسانفسی اور شیطانی خطرات اور وسوسوں سے امن میں رہے گا تو اس تمام عبادت کے وقت بھی جو اس وضو سے ادا کی جائے گی، امن اور اخلاص نصیب ہوگا کیونکہ عمارت بنیاد کی صحت و درستی پر ختم ہوتی ہے۔

وضو سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یا ایک مرتبہ سورۃ انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر پڑھے۔ بعد ازاں دو رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ اس نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ دعا کے لیے اُٹھا کر یہ دعا تین مرتبہ پڑھے۔

اللھم اغفر للمومنین و المومنات و المسلمین والمسلمات حیھم و میتھم وشاھدھم وغائبھم انک تعلم متقلبھم و مثواھم ۔ یہ دعائے ابدال ہے اور اس کی فضیلت بڑی ہے۔

یہ روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خطاب ہوتا ہے کہ اے میرے بندے! تو نے وضو اچھی طرح کیا ہے اور وضو کے شکرانہ کی نماز ادا کی ہے۔ اگر ہم سے اس وقت سوال نہ کرے تو تو ذمہ دار ہے اور اگر میں قبول نہ کروں تو میں ذمہ دار ہوں۔ اسی واسطے بزرگان دین نے اس مقام اجابت میں یہ دعائے ابدال تجویز فرمائی ہے جو افضل ہے۔ بعد ازاں اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

marfat.com

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ اس وقت یہی دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ جان کی صحت۔ ایمان کی سلامتی، اور تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں۔

صحت بدنی پہلے اس واسطے مانگی ہے کہ جسم سے ہی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔ اگر یہ ٹھیک رہے تو منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔ وہی توفیق دینے والا اور تواب الرحیم ہے۔

قل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

فصل ۹

ترتیب نماز کے بیان میں

چونکہ یہ ظاہر ہے کہ نماز فرض۔ واجب۔ سنت اور مستحب ہے اس لیے مسلمانوں کے لیے واجب الادا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا موجب ہے۔ نماز مومن کی معراج ہے۔

جناب رسول خدا ﷺ نے کسی وقت نماز میں ناغہ نہیں فرمایا بلکہ اپنی عمر شریف میں پانچوں وقت نماز با جماعت ادا فرمائی ہے۔ صرف سوموار کی ایک نماز عشا جو جناب ﷺ کے وصال کی رات تھی۔ وہ بھی اس واسطے کہ خود بدولت سرورِ کائنات وخلاصہ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام دردِ سر کی شدت کے سبب مسجد میں نماز ادا نہ کر سکے اور عشاء مذکور کی جماعت اور امامت کا حکم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

جب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے جناب سرورِ کائنات وخلاصہ موجودات ﷺ کو اپنے معتاد مصلّے پر نہ دیکھا اور آنحضرت ﷺ کے مقام امامت کو خالی پایا' تو مسجد نبوی میں اس قدر آہ وزاری اور داویلا کیا کہ گویا درو دیوار۔ درخت۔ پتھر۔ اہل زمین۔ فرشتے اور آسمان فریاد کر اُٹھے ہیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے تھے اور گھر میں آرام کیے ہوئے تھے کہ اس جانگداز آہ وزاری سے آپ ﷺ کی آنکھ مبارک کھلی اور پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سارا ماجرا عرض کیا۔ تب آنحضرت ﷺ عصا مبارک ہاتھ میں لیے مسجد

marfat.com

شریف تک قدم بہ قدم تشریف لے گئے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وعظ اور کلام اللہ شریف اور مہربانی کی توجہ سے تسلی اور تشفی دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس پُر ملال حالت سے نکالا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلّے پر کھڑا کر کے امام بنایا اور صحابہ اور امت مرحومہ کے حق میں بہت بہت دعائیں کیں۔ پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

اے اللہ کے بندو! اور اے امت مرحومہ محمد ﷺ اس بارے میں ذرا غور و انصاف کی نگاہ سے دیکھو کہ جناب سرورِ کائنات ﷺ نے باوجود شدت دردِ سر نماز ادا کی۔ گویا آنحضرت ﷺ کے لیے خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے۔ ادائے عبادت۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو بجا لانے اور نماز ادا کرنے کے سوا اور کوئی کام نہ تھا بلکہ انہیں کاموں کے لیے مخصوص اور مبعوث تھے۔

نہایت غور کا مقام ہے کہ جنگ احد میں عتبہؓ وقاص۔ ابن قمیہ اور ان کے ساتھی کافروں کے ہاتھ سے پتھروں کی بوچھاڑ کے ستر زخم آنحضرت ﷺ کے سر اور چہرہ مبارک پر ہوئے اور جناب ﷺ کا دانت مبارک بھی شہید ہو گیا تھا اور آنحضرت کے چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسی ۸۰ زخم کھائے اور ابی سفیان کے غلام وحشی کے نیزہ سے شہادت اور قرب حق کا در پایا اور میدان جنگ میں شکم اور سینہ چاک ہو گیا اور منہ کے بل زمین پر گرے۔

امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی المرتضیٰ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ زخموں کی کثرت کے سبب میدان جنگ میں تین مرتبہ بے ہوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نظر رحمت سے دیکھتا تھا۔ اس وقت آپ کو روح الامین کے تکلم و مکالمہ سے سرفراز فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السلام بار بار حیدر کرار کو بے ہوشی سے آگاہ کرتے اور قادر بے نیاز کی بارگاہ کی طرف سے آپ کی تحسین و آفرین کرتے اور آنحضرت ﷺ کی سلامتی سنا کر تسکین دیتے اور کفار کے مقابلہ میں حضرت امیر المومنین کو دلیری دیتے اور فرماتے کہ اے نوجوان! ہوشیار اور خبردار ہو اور جہاد میں دلیری اور سختی سے کام لے کیونکہ تیرے بھائی یعنی حضرت

marfat.com

سید الانبیاء ﷺ صحیح وسلامت زندہ ہیں۔

اسی جنگ میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بدن مبارک پر تیر کا زخم لگا کہ تیر کا پھل بدن مبارک میں رہ گیا۔

جب کافروں کو شکست ہوئی اور آپ پہاڑ کی کھوہ میں جناب رسول خدا ﷺ اور مجاہدین سمیت لڑ بھڑ کر بیٹھے اور آرام کیا تو دانت مبارک کے شہید ہونے کے سبب جو لہو منہ سے بہا۔ اس کے دھونے اور چہرہ مبارک کے زخموں کے صاف کرنے کے لیے پانی طلب فرمایا۔ اس وقت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اس پہاڑ کے ایک چشمہ سے اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے اور جناب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پانی سے اپنا منہ اور چہرہ مبارک اور زخموں کا خون دھویا اور صاف کیا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت زخموں سے خون بہتا تھا۔ اس وقت وہ خون جناب سرورِ کائنات وخلاصہ موجودات ﷺ آستین اور دامن سے صاف کرتے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہ دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس ظلم کے سبب زمین اور اہل زمین پر غضب الٰہی نازل ہو۔

اور جناب رسول خدا ﷺ مقام صبر میں ہو کر فرماتے تھے۔ یا اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ اصل معاملہ سے واقف نہیں۔

مطلب یہ کہ ایسے سخت واقعات اور مصیبت کے وقت بھی جناب رسول کریم ﷺ نے نماز باجماعت ادا کی۔

اور روایت ہے کہ جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بدن مبارک میں جو تیر کا پھل رہ گیا اور نکل نہ سکا۔ جب یہ ماجرا جناب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو حضرت سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ جب علی مرتضٰی نماز میں مشغول ہوں تو جراحی آلات سے ان کے جسم سے تیر کا پھل نکالنا۔ جب علی کرم اللہ وجہہ نماز میں مشغول ہوئے تو یاروں نے تیز آلات سے جناب کے جسم مبارک کے گوشت کے ٹکڑے میں سے تیر کا پھل نکالا اور پھر زخموں کو باندھ دیا۔

marfat.com

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز سے فارغ ہوئے تو یاروں سے پوچھا کہ مصلّے پر خون کیسا ہے؟ انہوں نے پوچھا۔ یا علی المرتضیٰ۔ کیا آپ کو خبر نہیں۔ ہم نے تو آپ کے جسم مبارک کا گوشت تیز خنجروں سے کاٹ کر بیچ میں سے تیر کا پھل نکالا ہے۔ ہم یہ کام کر رہے تھے اور آپ نماز میں مشغول تھے۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا مجھے مطلق خبر نہیں۔ اسی قصہ کو مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں یوں منظوم کیا ہے

؎ شیر خدا شاہ ولایت علی
صیقلے شرک خفی و جلی

شیر خدا۔ شاہ ولایت۔ شرک خفی وجلی کو صیقل کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

روز احد چوں صف ہیجا گرفت
تیر مخالف بہ تنش جا گرفت

جنگ احد کے دن جب آپ لڑ رہے تھے تو مخالف کا تیر آپ کے بدن میں رہ گیا۔

غنچہ پیکان بگل اور نہفت
صد گل محنت زگل او شگفت

تیر کا پھل آپ کے پھول جیسے بدن میں رہ گیا۔ آپ کے پھول سے محنت کے سو پھول کھل گئے۔

روئے عبادت سوئے محراب کرد
پشت بدرد سر اصحاب کرد

جب عبادت کے لیے محراب کی طرف رخ کیا اور درد والی پیٹھ اصحاب کی طرف کی۔

خنجر الماس بیند اختند
چاک بہ تن چوں گلشن اند اختند

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے خنجر الماس سے آپ کا پھول جیسا جسم مبارک چاک کر ڈالا۔

غرقہ بخوں غنچۂ زنگار گوں
آمد ازاں گلبن احساں بروں

marfat.com

اور زنگار کے رنگ والا تیر کا پھل۔ اس احسان کے گلبن کے بدن سے نکالا۔

گل گل خونش مصلّےٰ چکید
گشت چوں فارغ ز نماز آں بدید

مصلّے پر خون ٹپکا اور جب آنحضرت کرم اللہ وجہہ نماز سے فارغ ہوئے اور دیکھا۔

کیں ہمہ گل چیست تہ پائے من
ساختہ گلزار مصلائے من

تو پوچھا کہ یہ میرے پاؤں تلے کیچڑ کیسا ہے جس نے میرے مصلے کو گلزار بنا دیا ہے۔

صورت حالش چونمودند باز
گفت کہ سوگند بدانائے راز

جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اصل معاملہ عرض کیا تو فرمایا مجھے بھیدوں کے جاننے والے کی قسم۔

کز الم تیغ ندارم خبر
گرچہ زمن نیست خبر دار تر

کہ مجھے تلوار کے درد کی مطلق خبر نہیں۔ حالانکہ مجھ سے زیادہ خبر دار کوئی نہیں۔

طائر من سدرہ نشیں شد چہ باک
گر شودم تن چو قفس چاک چاک

خواہ میرا جسم پنجرے کی طرح چاک چاک ہے کچھ پروا نہیں میری روح سدرہ نشین تھی۔

جامی از آلائش تن پاک شو
در قدم پاک روان خاک شو

اے جامی! بدن کی آلائشوں سے پاک ہو جا اور پاکیزہ جان والے مردانِ خدا کے قدم میں خاک ہو جا۔

marfat.com

دینی بھائیو! اور یقینی دوستو!! اس کام کا بہت اندیشہ کرنا چاہیے کیونکہ اہل اسلام میں نماز بہت بڑا کام اور سیدھی راہ ہے اور یہ کام واجب الاطاعت والتعظیم ہے۔ اسے ہر حالت اور ہر وقت دل و جان سے ادا کرنا چاہیے اور اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ وہی توفیق دینے والا ہے۔ اسی سے توفیق ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی توفیق دینے والا نہیں۔ یا اللہ! اپنی توفیق سے موفق کرنا اور اپنی سرمدی ہدایت سے سیدھی راہ دکھانا۔

جب نمازی وضو کی ترتیب سے فارغ ہو چکے تو اُسے چاہیے کہ مصلّے کو پاک جگہ پر اپنے ہاتھ سے محراب میں قبلہ رخ کرے اور خود ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔ جب مصلّے پر قبلہ رخ کھڑا ہووے تو اپنے اللہ تعالیٰ کو جس کی ذات پاک اور بے پروا ہے۔ حضورِ دِلی سے حاضر و ناظر دیکھے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں سیدھی قبلہ رخ کرے اور دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل جگہ خالی چھوڑے اور نہایت خشوع و خضوع سے قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں پر اس طرح رکھے کہ دونوں ہتھیلیاں برابر اور قبلہ کے مقابل ہوں اور ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کان کی لو کے نیچے ہوں۔ تب تکبیر تحریمہ ''اللہ اکبر'' کہے اور دل میں یہ فکر کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام چیزوں سے بیزار ہوں۔ کانوں پر ہاتھ رکھنے کا سبب بھی یہی ہے کہ ظاہر میں اعضاء شہادت دیں اور باطن میں دلی اخلاص نیت ہو کہ واقعی میں ذات حق کے سوا باقی تمام چیزوں سے بیزار ہوں اور اس کے غیر کی پرستش کے فکر سے بالکل بیزار ہوں۔ زبانی اقرار اور دلی اخلاص دونوں جمع کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر بہت بہت تسبیح تحمید اور تکبیر کہتے ہیں اور بعد ازاں ''اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ۔ (۶-۷۹)'' پڑھتے ہیں جو اس بنا کا رکن اعظم اور صیقل قلب کا سب سے موثر مصقلہ ہے۔ اس سے شرک خفی وجلی۔ وسوسوں، خطرات، نفسانی اور شیطانی وہم کی کدورتیں اور زنگار دور ہوتے ہیں کیونکہ اس بارے میں کامل برہان حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس وقت سے لے کر اب تک اس کا اثر بدرجہ کمال ہوتا آیا ہے۔ دل کو کعبہ کے رب کی طرف متوجہ رکھے اور نظر کو ظاہر و باطن میں قبلہ کے برابر کرے اور نیت قائم کرے کہ فلاں نماز فلاں وقت میں قبلہ

marfat.com

رخ ہو کر قبلہ کے سامنے ادا کر رہا ہوں اور زبان سے بھی یہ الفاظ بطور نیت کہے۔

"نویت ان اصلی للہ تعالیٰ رکعات فلاں صلوٰۃ خالصۃ عبادۃ للہ تعالیٰ متوجھا الی الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر ۔"

تا کہ زبانی اقرار اور دلی تصدیق صادق آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک دلی نیت زبانی اقرار اور اعضاء کا عمل تینوں متفق نہ ہوں اعمال سچے نہیں ہوتے۔

مثلاً اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کا زبانی اقرار کرے لیکن نیت نہ کرے تو سمجھو کہ وہ سارہ دن بے فائدہ بھوکا پیاسا رہا اور اُسے روزے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اگر وہ دل میں نیت بھی کرے اور زبان سے بھی کہے اور سحری سے افطار تک روزہ نہ رکھے تو بھی روزے کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

پس یاد رکھو کہ دلی نیت۔ زبانی اقرار اور اعضاء کا عمل تینوں کو متفق کرنا چاہیے تا کہ اعمال مکمل ہوں۔

علمائے دین متین فرماتے ہیں کہ قبلہ رخ ہونے کی نیت کعبہ شریفہ کے احاطہ کی کرنی چاہیے نہ کہ کعبہ معظّمہ کی عمارت کی۔ یعنی جس زمین میں کعبہ معظّمہ ہے۔ اس کی طرف نیت درست کرنی چاہیے کیونکہ کعبہ شریف کی عمارت کبھی کبھی اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جاتی ہے لیکن کعبہ معظّمہ جس زمین پر واقع ہے وہ ہر وقت وہی رہتی ہے۔ اس مسئلہ پر صوفیائے کرام اور فقہا متفق ہیں۔ چنانچہ "شرح منیۃ المصلی" میں بھی یہی وجہ لکھی ہے۔ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

بعد ازاں دونوں ہاتھوں کو کان کی لو سے نیچے لا کر سیدھے نیچے لٹکائے اور پھر ناف تلے اس طرح باندھے کہ دایاں ہاتھ بائیں کے اُوپر ہو اور بائیں ہاتھ کی کلائی دائیں ہاتھ سے اس طرح پکڑے کہ تین درمیانی انگلیاں اُوپر کی طرف ہوں اور انگوٹھا اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو مضبوط پکڑے اور دل میں ایسا خیال کرے کہ گویا غلام اپنا سر جھکائے دست بستہ اپنے آقا کے روبرو کھڑا ہے۔ نگاہ سجدہ گاہ پر رکھے۔ یعنی دائیں بائیں اِدھر اُدھر اور اُوپر نیچے نہ دیکھے۔

marfat.com

بعد ازاں ثناء اس کے بعد تعوذ اس کے بعد بسم اللہ اس کے بعد فاتحہ مع لفظ۔ آمین کہہ کر جو سورۃ چاہے نفلوں میں وظائف کے معمول کے موافق اور فرائض میں مسائل کے مطابق پڑھے۔ یعنی فجر کی نماز میں سورۃ بقر سے لے کر والسماء ذات البروج طوال مفصل۔ ظہر کی نماز میں بھی اسی طرح عصر کی نماز یعنی صلوٰۃ وسطیٰ میں اوساط مفصل یعنی والسماء و الطارق سے لے کر لم یکن الذین۔ مغرب کی نماز میں قصار مفصل یعنی سورہ لم یکن الذین سے لے کر والناس تک اور عشا کی نماز میں عصر کی طرح اوساط مفصل یعنی والسماء والطارق سے لم یکن تک جو چاہے سورۃ فاتحہ سے ملائے۔

حاشیہ کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ طوال مفصل سورۃ محمد ﷺ سے لے کر اور بعض کہتے ہیں سورہ قاف سے لے کر سورہ بروج تک فجر اور ظہر کے فرضوں میں۔ اوساط مفصل البروج سے لے کر لم یکن الذین عصر اور عشا کی نماز فریضہ میں اور اقصار مفصل یعنی لم یکن الذین سے لے کر والناس تک مغرب کی نماز فریضہ میں پڑھنا چاہیے۔

قیام میں سرو قد سیدھا کھڑا ہو اور اپنے دونوں پاؤں پر زور برابر رکھے۔ اپنے سر کو نہایت خشوع و خضوع اور تسلیم و تواضع سے جھکائے رکھے۔ جب ملائی ہوئی سورۃ پڑھ چکے، تو رکوع کرے۔

رکوع اور سجود کی تسبیحیں تین قسم کی ہیں۔ اعلیٰ۔ اوسط اور ادنیٰ۔ اعلیٰ گیارہ اوسط سات یا پانچ دفعہ اور ادنےٰ تین مرتبہ کہنا۔

اگر اکیلے نماز ادا کرتا ہو تو اُسے اختیار ہے کہ اپنی توفیق اور طاقت کے مطابق اعلیٰ یا اوسط کا اجر حاصل کرے۔

اور اگر امام ہے تو چاہیے کہ مقتدی کی قوت اور طاقت کے موافق تسبیحیں کہے کہ اس بارے میں جناب رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے کمزور سے کمزور مقتدی کی توفیق کے مطابق نماز ادا کرو۔

جلسہ اور قومہ اس طرح کرو کہ بدن کو رکوع کے بعد سیدھا کر کے ایک تسبیح کے برابر ٹھہرو۔ رکوع کے وقت اپنی نگاہ دونوں پاؤں پر جمائے رکھو اور سجدہ کے وقت نگاہ ناک پر

marfat.com

رکھنی چاہیے۔ دونوں قعدوں میں سینے پر بائیں طرف جہاں دل ہے نظر جمائے رکھو۔
مطلب یہ ہے کہ اگر نظر سینہ میں دل کے مقام پر رکھی جائے۔ یا دل میں سوچ بچار کی جائے تو دل وسوسوں اور خطروں سے صاف ہو جاتا ہے۔ جب دائیں طرف سلام کہے تو امام کی صورت میں دائیں کندھے کے موکل پر سلام کی نیت کرے اور مقتدیوں کے سلام کی نیت بھی ویسی ہی کرے اور جب بائیں طرف سلام کہے تو اولیاء اور انبیاء کی ارواح مقدسہ کے سلام کی نیت کرے اور مقتدیوں کے لیے بھی ایسی ہی نیت کرے۔ اگر مقتدی ہے اور امام سے دائیں طرف ہے تو دائیں طرف کے سلام کی نیت دائیں کندھے کے موکل کے سلام کی کرے اور اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کے سلام کی نیت کرے اور بائیں طرف امام کے سلام اور بائیں کندھے کے مؤکل کے سلام کی نیت کرے اور بائیں طرف کے مقتدی اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کے سلام کی نیت کریں۔ دائیں بائیں سلام کے وقت مذکورہ بالا نیات سے کام لے۔

اگر نماز ادا کرتے وقت اپنی آنکھیں محض اس واسطے بند کرے کہ حضور دلی حاصل ہو اور وسوسے اور خیالات دور ہوں تو جائز ہے۔ نماز میں دائیں بائیں نہ دیکھے اور فعل کثیر نہ کرے۔ یعنی ایک رکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود یا قومہ یا جلسہ ان جملہ میں سے کسی ایک میں کھجلانے۔ مکھی۔ مچھر اور پسو وغیرہ موذی چیزوں کو دور کرنے کے لیے یا بدن پر کپڑا درست کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت نہ دے تا کہ فعل کثیر واقع نہ ہو۔

تہ بند ٹخنوں کے نیچے نہ رکھے اور کندھوں پر چادر کو بھی بہت نہ لٹکائے۔ جبہ کے بند بھی مضبوط رکھے تا کہ سدل لازم نہ آئے۔

دوسری رکعت میں پہلی کی نسبت قرأت زیادہ نہ کرے۔ ایک سورہ بیچ میں چھوڑ دوسری نہ شروع کرے بلکہ بیچ میں دو سورتیں چھوڑ تیسری شروع کرے۔ ورنہ بالترتیب اور متصل پڑھے۔

جس نماز میں قرأت خفی کا حکم ہے جہر نہ پڑھے اور خفی اس طرح پڑھے کہ اپنی آواز اپنے ہی کانوں تک پہنچے۔ قریب ترین مقتدی کو بھی سنائی نہ دے۔ اگر وہ سن لے گا تو وہ

marfat.com

قرأت جہر شمار ہوگی اور واجب کی ترک ہو کر سجدہ سہولازم ہوگا۔

رکوع کے وقت پیٹھ کو ہموار رکھے اور سر اور چوتڑ سیدھے رکھے اور سجود کے وقت دونوں ہاتھوں کے درمیان سر اس طرح رکھے کہ پہلے پیشانی زمین پر نہایت ادب سے رکھے۔ بعد ازاں ناک اور اٹھاتے وقت پہلے ناک اُٹھائے۔ پھر پیشانی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں لمبی اور سیدھی قبلہ کے مقابل رکھے اور پاؤں کی انگلیاں بھی سیدھی قبلہ کی طرف رکھے۔ اگر سجدہ کے وقت یا بیٹھتے وقت پاؤں زمین سے اٹھ جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نیز سجدہ کے وقت اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اوپر اور جدار کھے۔ رانوں اور پیٹ کو نہ ملائے۔ دونوں کہنیاں گھٹنوں تک ہوں لیکن اُن سے جدا۔

نماز کے تمام ارکان آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر ترتیب وار ادا کرے۔ بیٹھنے اُٹھنے میں چستی اور جلدی نہ کرے۔ عاجزی اور تواضع سے کام لے اور ان کو مسجود حقیقی کے حضور میں حاضر رکھے اور نرم کرے تا کہ رقت اور رونا حاصل ہو۔

نماز میں آیات قرآنی کو بہت آہستگی سے لفظ لفظ جدا جدا عظمت وحشمت سے پڑھے۔ قرأت کے متعلق چوتھے باب کی فصل طرائق سلوک واشغال میں مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

جب اکیلے نماز ادا کرے تو جس قدر قرأت لمبی ہو گی اور کلام الٰہی سے لذت اور لطف حاصل ہوں گے۔ اسی قدر بہتر ہو گا کیونکہ یہی مقصود کلی ہے اور یہی عبادت کا پھل ہے۔

جناب رسول کریم ﷺ فجر کی نماز کی قرأت میں بعض اوقات سورہ بقر جو اڑھائی سیپارے کے قریب ہے پڑھا کرتے تھے۔ سبحان اللہ! آنحضرت ﷺ کا ذوق وشوق اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت، استقامت اور عالی ہمتی کس پایہ کی تھی۔

اکیلا ہونے کی صورت میں جس قدر زیادہ تسبیحیں کہے گا اور لذت حاصل کرے گا۔ اسی قدر بارگاہ الٰہی کا زیاہ مقرب ہوگا اور "لبیک عبدی" میرے بندے میں حاضر ہوں' کے

marfat.com

شرف سے مشرف ہوگا۔

چنانچہ روایت ہے کہ جب نمازی سجدہ میں دلی حضور خشوع وخضوع۔ عجز وزاری اور عشق الٰہی سے ایک مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہے تو مجیب الدعوات حقیقی کی بارگاہ سے دس مرتبہ ''لبیک عبدی'' کا خطاب سنتا ہے۔ خواہ نمازی کو اس خطاب الٰہی کے سننے کی استعداد اور کشف ہو یا نہ ہو لیکن بارگاہ الٰہی سے ''لبیک عبدی'' کا خطاب ضرور ہوتا ہے۔

نمازی کے لیے لازم ہے کہ حضور دلی اور اعتقاد خالص اور کامل سے بہت مرتبہ تسبیح کہے اور یقین جانے کہ ہر مرتبہ مجھے ''لبیک عبدی'' کا خطاب ہوتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سر کے کانوں سے ''لبیک عبدی'' کا خطاب سنتا ہوں۔

اب میں اپنی بیتی سناتا ہوں۔ ایک مرتبہ مجھے ماہ رمضان المبارک میں ریاست بہاولپور کے شہر خیر پور میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میرے جانے سے پہلے ایک شخص عالم واعظ صوفی منش عین نمود یا علم سے محض خالی اور بے بہرہ طباع فیلسوف' (دانشمند' عالم' فاضل' مکار' فریبی وغیرہ) سیف زبان اس شہر اور گرد و نواح میں وعظ اور امر معروف بکثرت کرتا تھا چونکہ ملک مسلمانوں کا تھا۔ اس لیے علماء صلحاء اور خاص و عام اس کے مطیع اور معتقد بنے ہوئے تھے اور اس کی خدمت میں امر معروف سننے کے لیے جایا کرتے تھے۔ اس شہر اور گردونواح میں حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے مرید بہت تھے۔ اس لیے اُس نے وہاں مشہور کر رکھا تھا کہ میرا نام سلطان محمود ہے اور یہ کہ میں حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہ العزیز کا بھانجا ہوں۔ یعنی میرے (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) والد بزرگوار کا بھانجا ہے۔

جب میں اپنے حضرتوں کے مریدوں داوٗد پوترہ خانوں کے مکان پر اترا اور جب اُس نے میرے آنے کی خبر سنی تو مصری کا ایک تھال بھر کر بطور تحفہ اور نذر میرے پاس لے آیا اور خود بخود وعظ و نصیحت میں مشغول ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی لسانی سے حاضرین کو ذوق پیدا ہوا اور مجھے بھی اس کے کلام سے لذت حاصل ہوئی۔ اُس وقت وہ نماز کی ترتیب کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ آخر اُس نے یہ کہا کہ جب نمازی نماز میں تسبیحیں پڑھتا

marfat.com

ہے تو بارگاہ الٰہی سے ''لبیک عبدی'' کی آواز آتی ہے۔

پس نمازی کو چاہیے کہ اوّل تو گیارہ گیارہ مرتبہ تسبیحیں کہے اور اگر اتنا نہ ہو سکے تو سات سات مرتبہ پڑھے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پانچ پانچ مرتبہ تو ضرور کہے تاکہ عبادت اولیٰ سے ادنیٰ (تین مرتبہ تسبیح کہنا) میں نہ آ پڑے۔ اس کی اس بات نے مجھ پر بڑا گہرا اثر کیا۔ اس روز سے میں نے اپنا معمول مقرر کیا کہ میں گیارہ یا سات مرتبہ تسبیح پڑھتا اور جب میرا نفس سستی۔ تھکاوٹ یا بیماری کے سبب کوتاہی کرنے لگتا اور تین مرتبہ پڑھنے پر مائل ہوتا۔ بخدا! اس وسوسہ کے آتے ہی مجھے اس نمود یا آدمی کی نصیحت یاد آ جاتی اور پھر منجانب اللہ ادنیٰ اور افضل قسم کی تسبیحیں کہنے کی توفیق حاصل ہو جاتی اور ادنیٰ قسم کی تسبیحوں کو اختیار کرنے سے میں باز رہ جاتا۔

اگرچہ وہ شخص مذکور جاہل نمود یا جھوٹا اور ملامع تھا۔

''اللھم اغفرلی ولہ ولجمیع المؤمنین و المومنات والمسلمین والمسلمات حیھم و متیھم و شاھد ھم و غائبھم متقلبھم و مثویھم''۔

پس اے دینی بھائیو! خواہ نصیحت کرنے والا گنہگار اور عالم بے عمل ہو۔ اگر سننے والے میں استعداد قبولیت ہے اور اُسے توفیق الٰہی کا فیضان حاصل ہے تو ہر ایک بات اور مجلس سے فائدہ اٹھاتا ہے کیونکہ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ عالم کے قول کو دیکھنا چاہیے نہ کہ اس کے فعل و عمل کو۔

اگر کوئی گھر میں ہے تو اُسے ایک ہی بات کافی ہے۔ چنانچہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ مصرعہ

نہ مطرب کہ آواز سم شور

وہ مطرب کی آواز نہ تھی بلکہ گھوڑے کے سموں کی آواز تھی۔

نماز اشراق

اشراق کی نماز کی چار رکعتیں دو۲ دو۲ کر کے اس طرح ادا کرنی چاہئیں۔ اوّل نیت

marfat.com

یوں کرنی چاہیے۔نویت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتیں صلوٰۃ الاشراق خالصۃ عبادۃ للہ متوجھا الی جھتہ عرصۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر۔پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ آیت الکرسی اور سات مرتبہ سورہ اخلاص اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ والشمس وضحٰہا پڑھ کر دونوں رکعتیں ختم کرے۔

پھر دوسری دو رکعتوں میں سے پہلی میں فاتحہ کے بعد صرف سورۃ والسماء والطارق اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک دفعہ آیۃ الکرسی وھو العلی العظیم تک اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر ختم کرے۔

نماز سے فارغ ہو کر دعا کے واسطے سر بسجود ہو لیکن دونوں ہاتھ بجائے اُلٹے رکھنے کے سیدھے رکھے جیسا کہ دعا مانگتے وقت رکھتے ہیں۔

اسی سجدہ میں ایک سو مرتبہ ''یاوہاب'' پڑھے اور ہر مرتبہ اپنی دلی مراد کا خیال کرے۔ خواہ وہ مراد دینی ہو خواہ دنیوی۔ مجیب الدعوات حقیقی اور قاضی الحاجات کی بارگاہ سے الگ الگ مانگے۔

جب سجدہ دعا سے فارغ ہو تو سجدہ سے سر اُٹھا کر قعدہ میں آئے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر کندھوں کے برابر رکھ کر یہ دعا سات مرتبہ پڑھے۔من کان یرید العزۃ فاللہ العزۃ جمیعاً اور ساتویں ہی مرتبہ اپنی مراد اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص چار رکعت نماز اشراق نہار کے شروع میں پڑھتا ہے سارا دن دینی اور دنیاوی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

بعد ازاں قرآن شریف کی تلاوت کرے کیونکہ اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کرنا افضل ہے۔ چنانچہ ان قراٰن الفجر کان مشھودا آیا ہے۔اگر نہ کر سکے تو کوئی اور وقت مقرر کرے۔

ضحٰی کے وقت بارہ رکعت چاشت گزارے۔ حضرت سید السادات پیر مخدوم جہانیاں بخاری قدس سرہٗ آٹھ رکعت ضحٰی ادا کیا کرتے تھے لیکن نماز اشراق کے ساتھ ہی۔ اس خیال سے کہ کہیں وقت نہ گزر جائے۔ اہل حدیث بھی آٹھ رکعت نماز ضحٰی ادا کرتے

marfat.com

آئے ہیں۔ بعض نیک لوگ محض چار رکعت نماز ضحٰی ادا کیا کرتے تھے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد چاروں قل میں سے بالترتیب ایک ایک قل پڑھتے۔ مثلاً پہلی رکعت میں کافرون۔ دوسری میں سورۃ اخلاص۔ تیسری اور چوتھی میں معوذتین۔

حدثیوں۔ خزانہ جلالی اور شیخ کبیر حضرت ابوبکر محمد زکریا بہاؤ الدین ملتانی قدس سرہٗ کے اوراد میں لکھا ہے کہ نماز ضحٰی کی بارہ رکعت ادا کرنی چاہئیں۔

حدیث میں ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز ضحٰی بارہ رکعت ادا کرتا ہے۔ ہر روز اس نماز کے بدلے اس کے لیے بہشت میں ایک سنہری محل تیار ہوتا ہے۔

نماز ضحٰی کے بعد کسی دنیاوی دھندے، کام یا جس عبادت میں چاہے مشغول ہو جائے۔ پھر بارہ رکعت نماز زوال سورج کے سر پر آنے سے ذرا پہلے ادا کر۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنا کافی ہے۔

عصر کی نماز فریضہ سے پہلے چار زاید سنتیں ضرور ادا کیا کرے اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مغرب کی نماز کی اذان اور تکبیر تک اسماء الٰہی ''یاحی و یاقیوم'' کی دعوت جاری رکھے۔ اگر ہو سکے تو عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مغرب تک دنیاوی کلام نہ کرے کیونکہ گذشتہ مشائخ کرام ایسا کرتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

سورج غروب ہونے کے وقت چند مرتبہ ''یارزاق۔ یارزاق'' پڑھے۔

حضرت سید السادات پیر سید جلال الدین بخاری اور حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں قدس سرہما سے جواہر خمسہ اور خزانہ جلالی میں منقول ہے کہ سورج نکلتے اور غروب ہوتے وقت جس قدر ہو سکے ''یارزاق یارزاق'' پڑھا کرے۔ نماز مغرب کے بعد دو رکعت نفل اس طرح پر ضرور ادا کرے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ والشمس والضحٰی واللیل اذا سجٰی اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح پڑھے اور سلام کے بعد ان دونوں رکعتوں کا ثواب حضرت سید المرسلین ﷺ کی روح پاک کو بخشے اور پھر دو رکعت اور نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ قل ہو اللہ احد پڑھے اور ان

marfat.com

دونوں رکعتوں کا ثواب حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روح کو بخشے اور دو اور رکعتیں اسی طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اور سلام کے بعد اس کا ثواب قطب ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی غوث الاعظم حضرت پیر سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی روح پر فتوح کو بخشے۔

بعد ازاں چھ رکعت نماز اوابین دو دو رکعت کر کے اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ مشائخ عظام نے اس نماز کی تاکید بہت کچھ کی ہے۔ یہ نماز مذکورہ بالا پانچ زائد نمازوں یعنی اشراق۔ ضُحیٰ۔ زوال۔ اوابین اور تہجد میں سے ہے اور آیت کریمہ میں اس نماز کی فضیلت کا ذکر خاص طور پر ہے۔ انہ کان للاوابین غفورًا ۔ اگرچہ اس نماز کی بھی بارہ رکعتیں ہیں لیکن متاخرین کی سہولت کے لیے مشائخ کرام نے چھ رکعت مقرر کی ہیں۔

جن دو رکعتوں کا ثواب حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہٗ کی روح پر فتوح کو بخشا جاتا ہے اس کے ادا کرنے کے بعد بغداد شریف کی طرف جو ملک ہند سے شمال مغربی گوشہ میں ہے۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر سات چھوٹے چھوٹے قدم چل کر کھڑا ہو جائے۔ پہلے دایاں قدم اُٹھائے اور آخر میں بھی دایاں۔ پھر بائیں پاؤں پر انگوٹھے کے ساتھ دائیں پاؤں کی ایڑی ملا کر دست بستہ کھڑے ہو کر پہلے ایک دفعہ یہ درود پڑھے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و علیٰ اٰل سیدنا محمد و بارك و سلم ۔ پھر تین مرتبہ قصیدہ غوثیہ پڑھے۔ پھر ایک مرتبہ درود شریف۔ پھر سو مرتبہ ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی المددفی سبیل اللہ ۔ پڑھے اور جب اسم مبارک پڑھے ہر مرتبہ اپنی مراد اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

جناب فیض مآب غوث الثقلین حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے۔ شاہ عبدالمعالی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اسم مبارک ”شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ“ کی خاصیتوں اور تاثیروں کے بارے میں ایک علیحدہ رسالہ لکھا ہے جو نہایت متبرک اور مجرب ہے۔ اسے ضرور مطالعہ کرنا

marfat.com

چاہیے اور یاد کرنا چاہیے اور محفوظ رکھنا چاہیے۔

اسم شریف پڑھنے کے بعد بدستور ہاتھ باندھے اُلٹے پاؤں پھرے لیکن پیٹھ بغداد شریف کی طرف نہ کرے کیونکہ اس وقت اسم شریف پڑھنے کے سبب جناب غوث الثقلین کی روحانیت کی توجہ پڑھنے والے کے حال پر ہوتی ہے۔

بغداد شریف کی طرف اس طرح چلنے پر وہابی لوگ یعنی ابنِ عبدالوہاب نجدی کے پیرو بہت کچھ اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نیت سے نماز کی سی ہئیت معلوم ہوتی ہے لیکن انہیں یاد رہے کہ نماز کے وقت ہاتھ ناف تلے باندھے جاتے ہیں اور اس میں سینہ پر نماز میں دایاں ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور اس میں بایاں اوپر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے ہئیت صلوٰتیہ لازم نہیں آتی۔

وہابیوں کی بداعتقادی کے بارے میں علمائے دین نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ فرقہ بہت ہی بداعتقاد ہے۔ یہاں تک کہ خود سرور کائنات ﷺ کے حق میں بداعتقاد ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کا نام لیا جائے تو یہ لوگ جلتے ہیں اور چمگادڑ کی طرح کورچشمی کے سبب آنحضرت ﷺ کے روضۂ مبارک کا نور نہیں دیکھ سکتے۔ حالانکہ آفتاب کے نور سے جہان روشن ہوتا ہے لیکن بے نصیب چمگادڑ اپنی بدقسمتی کے سبب کونے میں چھپا رہتا ہے۔ پس اگر یہ لوگ کوئی سوال کریں تو ان کا جواب نہیں دینا چاہیے۔

؎ کور چشمے کے بہ بیند آفتاب
کور را از آفتاب است صد حجاب

"اندھا سورج کو کب دیکھ سکتا ہے۔ اندھے کے لیے آفتاب سے ۱۰۰ سو پردے ہیں"۔

مسلمان بادشاہ ان لوگوں کو عرب حجاز اور مقامات متبرکہ سے نکال دیتے ہیں اور اہل بخارا تو قتل کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہابی کافروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ کافروں کا کفر انہیں تک محدود رہتا ہے لیکن ان کی بدبختی متعدی ہے جو ہزاروں کو بداعتقاد بناتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اگر یہ لوگ کوئی سوال کریں تو اس کا جواب نہیں دینا چاہیے بلکہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر

marfat.com

وظیفہ میں مشغول رہنا چاہیے۔ ان کے سوال کا جواب دینا گویا وقت کو ضائع کرنا اور عمل کو بگاڑنا ہے جو شخص مخالف وقت ہو۔ اس سے پرہیز لازم ہے۔ فقط۔

تفصیل ذکر جہر و خفی

بعدازاں مقام نماز پر روبقبلہ مربعہ بیٹھ کر دوسو مرتبہ یہ درود پڑھے۔ "اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد وبارك وسلم"۔ پھر دوسو مرتبہ استغفار کرنا چاہیے۔ ایک دفعہ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ کہے۔ پھر صرف استغفر اللہ استغفر اللہ کہے۔ بعدازاں سر جھکا کر یعنی اپنی ٹھوڑی سینے پر رکھ کر دوسو ۲۰۰ مرتبہ ذکر جہر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ بلند آواز سے لمبا کرے ذکر جہرا لا اللّٰہ کی ضرب اثبات اپنے سینے پر دل کے مقام پر جو بائیں پستان تلے ہے لگائے۔ جب سو ۱۰۰ دفعہ ہو جائے تو ایک دفعہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ کہے۔ پھر اسی طرح دوسرا سو بھی ختم کرے۔

مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ آواز کو اس قدر بلند اور دراز کرے کہ سننے والے یہ خیال کریں کہ دیوانہ ہے یا نمودی تاکہ سنت نبوی بجا آئے۔ یعنی جب وہ ذکر سنتے ہیں تو کہتے ہیں۔ وہ تو دیوانہ ہے۔

جس قدر ضرب سخت اور بلند ہوگی۔ اُسی قدر دل زیادہ صاف ہوگا۔ جب دوسو مرتبہ ذکر کر چکے تو پھر لب اور منہ بند کر کے دل میں لا الٰہ دائیں طرف اور الا اللہ بائیں حسب دستور کہے۔ جب لا الٰہ کہے تو ماسویٰ اللہ کی نفی کرے جیسا کہ دوسرے باب میں ذکر ہو چکا ہے یعنی لا الٰہ کے ذکر کے وقت معبود باطلہ کی نفی کرے۔ یعنی کوئی معبود برحق نہیں اور الا اللہ کہے تو یہ خیال کرے کہ صرف ذات حق ہی معبود حقیقی ہے۔

کثرت اذکار کے وقت صرف یہی ذکر حصر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جہر اور خفی دونوں حالتوں میں انہیں معنوں کا خیال رکھے۔

خفی میں صرف معنوں کا خیال ہی خیال ہو۔ زبان سے لفظ ادا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ فکر کے بغیر ذکر کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر معنوں کا خیال نہ کیا

marfat.com

جائے تو دل شرک کی آلائشوں اور گناہوں کی گندگی سے صاف نہیں ہوتا۔ اس بارے میں پہلے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس فصل کے آخر میں بھی مفصل طور پر ذکر کیا جائے گا۔

جب تک ذکر فکر سے نہ کیا جائے روح صاف نہیں ہوتی اور الا اللہ کے معنی کے استغراق وحدانیت میں مستغرق نہ ہو تصفیہ و روح نہیں ہو سکتا۔ ذکر بلا فکر لا حاصل ہے۔ جب یہی ذکر با فکر وقوف قلبی کا درجہ جہر و خفی میں پختہ ہو جاتا ہے تو حالت جہر میں ذکر زبان پر ہوتا ہے اور معنی دل میں زبان فکر سے کہے جاتے ہیں اور دل کے کانوں سے سن کر سمجھے جاتے ہیں اور ذکر خفی کے وقت زبان اور منہ بند رہتے ہیں اور دل کے فکر سے کلمہ نفی لا الٰہ کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے معنوں کا خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں بعد ازاں الا اللہ فکر دل سے کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے معنوں کا خیال کیا جاتا ہے کہ اللہ ہی معبود حقیقی ہے۔ اسی طرح دوسرے لطیفہ میں لا الٰہ اور الا اللہ کا ذکر کرے۔ جب یہ بھی پختہ ہو جائے تو پھر تیسرے لطیفہ میں یہی ذکر کرے۔ جب یہ بھی پختہ ہو جائے تو چوتھے لطیفہ میں مشغول ہو جائے۔ یہ وظیفہ شام کے نفلوں کے بعد مصلّے پر بیٹھے ہوئے ادا کرنا چاہیے تاکہ احیاء العشائین ادا ہو۔ یعنی نماز مغرب اور نماز عشاء کا مابین وقت زندہ رہے۔ مطلب یہ کہ اس میں ذکر و فکر کیا جائے۔

جو شخص نماز مغرب اور نماز عشاء کے مابین وقت میں یاد الٰہی نہیں کرتا اُسے تہجد کی توفیق میسر نہیں ہوتی۔ احیاء العشائین سے مراد یہ ہے کہ نماز شام اور نماز عشاء کے درمیانی وقت میں ذکر الٰہی کیا جائے۔

جو سانس یاد الٰہی کے بغیر لیا جائے وہ مردہ ہے۔ اس بارے میں سانس اور وقت کا ایک ہی حال ہے۔ جس طرح پاس انفاس ضروری ہے اسی طرح پاس اوقات بھی لازمی ہے جو وقت غفلت میں گزرے اس وقت کو مردہ سمجھو۔ رات کو زندہ رکھنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ رات یاد الٰہی میں بسر کی جائے

marfat.com

انیسِ خلوتِ شب زندہ داراں
رفیقِ روز در محنت گذاراں

رات کو یادالٰہی کرنے والوں کی خلوت کا غم خوار ہے اور دن کو محنت میں بسر کرنے والوں کا رفیق ہے۔

پس لطائف مذکورہ کے مقامات کی شرح اس مقام پر ضروری ہے۔ لا الٰہ سے یہ مراد ہے کہ واحد حقیقی کے بغیر کوئی معبود نہیں اور فکر یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مثلاً الٰہ باطلہ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ پانی۔ آگ اور بت وغیرہ قابل پرستش نہیں۔ یعنی بت پرستی سے مبتدی طالب اللہ نکلے۔ اس مقام پر بہت سے باطل معبود عابد کے سدراہ ہوتے ہیں کیونکہ بیشمار باطل معبود ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ لفظ لا الٰہ کو جتنا دراز کر سکے کرے۔

خزانہ جلالی میں لکھا ہے کہ حضرت ابا بکر شیخ محمد بہاؤ الدین زکریا قدس سرہٗ ذکر جہر کے وقت کلمہ لا الٰہ کو اس قدر لمبا کرتے کہ کوئی شخص دم کو روک کر بھی اتنا لمبا نہ کر سکتا۔

مطلب یہ کہ لا الٰہ کو جس قدر زیادہ لمبا کیا جائے۔ اسی قدر نفسانی مرادیں اور شیطانی خطرات جو ذاکر کے دل پر غالب ہوتے ہیں ''کوئی معبود نہیں'' کے خیال کے سبب دل سے دور ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ بھی باطل معبود ہیں۔ جن کی قید میں دل ہوتا ہے اور جن کی پرستش کا پابند ہوتا ہے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس چیز کی طرف دل مائل ہو وہی کعبہ مقصود ہے۔

پس تمام خطرات توہمات۔ وسوسے اور مرادیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام کی دوستی دشمنی اور تعلق مثلاً رشتہ داروں۔ متعلقین۔ دوستوں۔ فرزندوں۔ عورت۔ مال و دولت۔ جاہ و حشمت کی محبت۔ بہشت۔ نیکی۔ عزت۔ مشیخیت۔ اقتدار اور اُخروی درجات کی آرزو اور تمام دینی اور دنیاوی مرادیں دل سے نکال دینی چاہئیں اور کلمہ نفی کی درازی سے مذکورہ بالا چیزوں کو دل سے دور کر دینا چاہیے اور ان سے قطع تعلق کرنا چاہیے۔

marfat.com

ابیات دیوان حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ

یقین و انم دریں عالم کہ لا معبود الّا ہو
ولاموجود فی الکونین لا مقصود الّا ہو

یہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ اس جہان میں اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور دونوں جہان میں اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

چو تیغ لا بدست آری بیا تنہا چہ غم داری
مجواز غیر حق یاری کہ لافتاح اِلّا ہو

جب تجھے لا کی تلوار مل جائے تو اکیلا چلا آ۔ تجھے کوئی غم نہیں تو غیر حق سے مدد نہ ڈھونڈھ کیونکہ اس کے سوا کوئی کھولنے والا نہیں۔

بلا لا الٰہ ہمہ لاکن بگو اللہ واللہ چوں
نظر خود سوئے وحدت کن کہ لامطلوب الّاہُو

لا الٰہ کے لا سے سب کی نفی کر اور الا اللہ کہو کیونکہ بخدا جب تو اپنی نگاہ وحدت کی طرف کرے گا تو اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

ہُو الاوّل ہو الآخر ظہور آمد تجلّی او
بذات خود ہویدا حق کہ لافی الکون الّا ہُو

وہی اول ہے وہی آخر۔ اسی کی تجلی کا ظہور ہے۔ وہ بذات خود ظاہر ہوا ہے جہان میں اس کے سوا کوئی نہیں۔

الا اے یار شو فانی مگو ثالث مگو ثانی
ہو الواحد ہو المقصود لا موجود الّا ہو

اے یار فانی ہو جا اور دوسرا تیسرا نہ کہو کیونکہ وہی ایک ہے وہی مقصود ہے اس کے سوا کوئی موجود نہیں۔

جب تعلقات سے نکلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا باقی سب سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو گویا باطل معبودوں کی پرستش چھوڑ کر مومن ہو جاتا ہے۔

marfat.com

پھر دوسرے لطیفہ کا فکر یوں کرنا چاہیے کہ لا الٰہ یعنی اس کے سوا کوئی مطلوب نہیں کیونکہ طلب کرنا دل کے متعلق بھی ہے اور زبان کے بھی۔

جب کسی چیز کی طلب ہوتی ہے تو پہلے اس طلب کا ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے پھر حرفِ طلب زبان پر آتا ہے۔ اس موقعہ پر دل اور زبان دونوں کو ماسوی اللہ کی طلب سے باز رکھنا چاہیے اور ساری ہمت ماسویٰ اللہ سے قطع تعلق پر لگانی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلوب نہیں۔

پھر تیسرے لطیفہ میں یوں توجہ کرنا چاہیے کہ لا الٰہ کوئی مقصود نہیں، یعنی ماسویٰ اللہ کے قصد کو بھی دل میں جگہ نہ دے اور بالکل اس میں مشغول ہو جائے۔ اِلَّا اللّٰہ، یعنی ایک خدا کے بغیر اور وہی ہر وقت اور ہر گھڑی میرا مقصود ہے۔

اسی طرح چوتھے لطیفہ میں کہ "لا الٰہ" کوئی موجود نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوائے تمام موجودات موہومہ جو نظر اور خیال میں آرہی ہے، فانی ہے۔ یعنی کوئی موجود نہیں۔

اس مقام پر جب حسب دستور کلمہ نفی لا الٰہ لمبا کرے تو ممکن الوجود موجودات یعنی ماسویٰ اللہ کو جس کے بارے میں 'كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ' آیا ہے۔ مضبوط اور پختہ خیال سے فانی خیال کرے اور دنیا اور اُس میں کی چیزوں فلک الافلاک اور ان پر کی چیزوں۔ یعنی برجوں۔ ستاروں۔ سیاروں۔ اجسام جواہر۔ دوزخ بہشت سب کو فانی تصور کرے اور یہ بھی خیال کرے کہ میں خود بھی فانی ہوں۔ اپنی آواز کو بھی فانی کرے اور لا موجود الا اللہ یعنی خدائے واحد کے سوا اور کوئی موجود نہیں کیونکہ وہ موجود بالذات ہے جو کچھ ہے اسی سے ہے یا وہی ہے۔ اس مقام پر ذاکر۔ ذکر اور مذکور ایک ہو جاتے ہیں۔ یعنی خود ہی ذکر بنتا ہے۔ خود ہی ذاکر ہوتا ہے اور خود ہی مذکور ہو جاتا ہے۔ اگر انسان نظر انصاف سے دیکھے تو اس کی ذات کے سوا کون اور کیا موجود ہے۔ اوّل انسان کی پیدائش کو ہی دیکھے کہ کس چیز سے ہوئی۔ پھر کیا بنا اور اس کی ذات کا سِر جو روح کہلاتا ہے۔ انسان۔ تمام حیوانات۔ نباتات اور جمادات۔ زمینوں آسمانوں اور ان میں کی چیزوں اور فرشتوں وغیرہ میں ظاہر ہوا اور جب وہ سِر ہی ''اِنَّـــا لِلّٰهِ

marfat.com

وَاِنَّـا اِلَیۡـهِ رَاجِعُوۡنَ ‘‘ ہو گیا تو پھر موجودات کی ہستی موہوم کا نقش کیونکر باقی رہ سکتا ہے۔
کتابوں میں دیکھنا چاہیے کہ پہاڑ۔ درخت اور زمین میں بھی ارواح ہیں۔
چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے روز زفاف کے دن سید المرسلین رسول خدا ﷺ نے جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا چہرہ مبارک خوف کے مارے زرد دیکھ کر پوچھا کہ فاطمہ کیا حال ہے؟ تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی تعالیٰ علیک وسلم تمام رات زمینیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آتی رہیں اور ان سے باتیں کرتی رہیں اور میں تمام رات ڈرتی رہی۔

پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور جو نور ستاروں کے اجرام کا مدبر ہے اور جس کی تاثیر سے یہ قائم ہیں اس نور کی علیحدگی سے اجرام بھی جدا ہو جائیں گے جیسا کہ مرتے وقت نور نظر جدا ہو جاتا ہے۔ اسی حالت کے بارے میں ایک مقام پر اس طرح فرمایا ہے۔ ’’وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ (تکویر)...... وَاِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ (انفطار)‘‘ اس کے لیے تفسیر فتح العزیز دیکھنی چاہیے۔

کیست در ارض و سماجز تو بحق معبودی
کے بود در دلِ من غیر تو مقصودی

زمین اور آسمان میں تیرے سوا کون سچا معبود ہے اور تیرے سوا میرے دل میں اور کون مقصود ہو سکتا ہے۔

ہم ز تو عفو خطا خواہم وہم فیض ہدی
نیست چونت بتیو در کون و مکاں موجودی

تجھ سے ہی خطا کی معافی‘ فیض اور ہدایت چاہتا ہوں۔ تیرے بغیر دونوں جہان میں تیرے جیسا اور کوئی موجود نہیں۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ اور جب ہر سو ۱۰۰ کے بعد کلمہ ’محمد رسول اللہ‘ پر پہنچے تو یوں فکر کرے کہ رسول یعنی وکیل موکل کی طرف سے آتا ہے اور رسالت‘ وکالت اور پیغمبری ادا کرے پھر اپنے موکل کی طرف جاتا ہے۔

جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ذات کبریا قدوس کی طرف سے رسول اور وکیل ہو کر آئے تھے پھر عالم قدس میں موکل تک جا پہنچے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس مقام پر فنا کے ملاحظہ کے بعد بقا کے مطالعہ اور مکاشفہ میں وحدانیت ذات کے استغراق میں مستغرق ہو جاتا ہے اور انشاء اللہ بیخودی حاصل ہو جاتی ہے۔

پس ذکر جلی اور خفی میں حضور۔ سُرور لذت۔ فکر اور استغراق حاصل ہوتے ہیں۔ اس ذکر کو ان گنت یعنی بے شمار لازمی طور پر کرنا چاہیے۔

نیز جاننا چاہیے کہ اس عبارت اور تقریر کے لکھتے وقت یہ بھی لکھا گیا تھا کہ کتاب کی صفائی کے وقت ایک خاص سبب سے ایک نقل لکھنے سے رہ گئی۔ جب نظر ثانی کا موقع آیا تو چونکہ ذکر و فکر کے حالات مجملاً لکھے گئے تھے۔ اس لیے دل نے نہ چاہا کہ اس عبارت کو نہ لکھا جائے۔ اس لیے میں دوبارہ داخل کتاب کرتا ہوں۔ اس کے بیان سے طالب کو بہت کچھ فوائد حاصل ہوں گے۔ وہ عبارت یہ ہے کہ:۔

لا الٰہ الا اللہ لطیفہ شریعت ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ۔ زبانی کہنے اور دلی تصدیق کے سبب باطل معبودوں کے وسوسہ سے نکلتا ہے۔

دوسرا لطیفہ طریقت کہ کوئی مطلوب نہیں مگر اللہ تعالیٰ کیونکہ طلب لفظ عام ہے جو زبان سے بھی تعلق رکھتا ہے اور دل سے بھی جو چیز زبان سے طلب کی جاتی ہے۔ پہلے اس کی طلب دل سے اُٹھتی ہے۔ بعد ازاں زبان سے نکلتی ہے۔ جب زبان اور دل دونوں کا مطلوب اللہ ہو جاتا ہے۔ گویا ماسویٰ اللہ کی طلب سے بھی فارغ ہو کر اہل طریقت ہو گیا۔

تیسرا لطیفہ حقیقت کہ نہیں ہے کوئی مقصود مگر اللہ تعالیٰ چونکہ مقصود خاص کر دلی ارادہ اور قصد سے تعلق رکھتا ہے۔ یوں سمجھو کہ اس بات کا خیال کرنے سے ماسویٰ اللہ کے قصد اور ارادہ سے فارغ اور بے تعلق ہو گیا۔ قولہ تعالیٰ

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ
اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ مَا عَلَيْكَ

marfat.com

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○
وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ
اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا

یہ آیت سورۂ کہف میں اصحابِ صفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں آئی ہے جو تعداد میں یقینی ایک سو ساٹھ ہیں اور جو صحابہ میں سب سے زیادہ زاہد ہیں۔ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ بھی انہیں میں سے ہیں بلکہ ان سے بھی کامل ہیں۔ اصحاب صفہ کے اسمائے گرامی میں یہاں لکھنا چاہتا تھا کیونکہ شوق کا جذبہ دل کا دامن کھینچتا ہے لیکن مختصر میں اتنی گنجائش نہیں اور ان کے اسمائے گرامی ان کے مناقب بغیر کیونکر لکھوں۔ اس لیے میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو ایک الگ کتاب میں ان کے اسمائے گرامی اور ان کے مناقب مع حالات بالترتیب لکھوں۔

چوتھا لطیفہ معرفت ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اس مقام پر ذکر۔ ذاکر اور مذکور وہی ہے۔ سب کچھ وہی ہے اور اس کی ذات مقدس کے بغیر کوئی وجود نہیں۔ اس کی ذات بے تعلق اور بے چون ہے۔ باقی جو کچھ ہے فانی ہے اور ایک موہوم اور معدوم ہستی۔

مرا زپیر طریقت نصیحتے یاداست
کہ غیر یاد خدا ہرچہ ہست برباداست

مجھے پیر طریقت کی ایک نصیحت یاد ہے کہ یادِ الٰہی کے بغیر جو کچھ ہے برباد ہے۔

یہاں برباد کا اشارہ ممکن الوجود کی بربادی کا ہے۔ اس مقام پر ''لا الٰہ'' کہنے سے سب کچھ فنا ہو جاتا ہے اور کلمہ الا اللہ سے بقا دکھائی دیتی ہے جو پہچان گیا۔ پہچان گیا۔ ذکر زبانی دلی روحی اور سری خفی الاخفی ایک بھید ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہے۔ اس مقام پر ذکر۔ ذاکر اور مذکور تینوں ایک ہو جاتے ہیں اور قرب فرائض اور قرب نوافل کو پہنچ جاتا ہے۔ حدیث

''لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنت سمعه وبصره ویده' و رجله بی یسمع ویبصرو بی یبطش وبی یمشی۔''

بندہ میرا قرب جب تک نفلوں کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے تو میں اس کا کان۔ اس کی آنکھ۔ اس کا ہاتھ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں۔ وہ مجھ سے ہی سنتا اور دیکھتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے اور مجھ سے ہی چلتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق یوں ہے:

''لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنت سمه الذی بہٖ یسمع وبصره الذی بہٖ یبصرو یده الذی بہٖ یبطش ورجله الذی بہٖ یمشی۔''

جب بندہ نفلوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے تو میں اس کا کان بنتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ بنتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بنتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں اس طرح مندرج ہے۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ۔

''من عاد الی ولیا فقد اذیته بالحرب و ما تقرب الیٰ بمشئی احب الیٰ مما افترصنت علیه وما یزال عبدی یتقرب مما افترصنت علیه یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببة فکنت سمعه الذی یسمع بہٖ وبصره الذی یبصربہٖ ویده الذی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سئلنی لا عطیته' ولئن استعاذنی لا عیذة وما ترددت عن شیء انا فا عله و ترددی عن نفس المومن یکره الموت وانا اکره ۔ ۔ مسائةولا بدله منه ۔''

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔ یعنی اس کی شنوائی۔ بینائی۔ ہاتھ اور پاؤں میں ہو جاتا ہوں۔ یعنی کمال قرب کے سبب اس بندے میں میں سرایت کر جاتا ہوں اور اس

marfat.com

کے جسم مَیں عین میں ہی آ جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ محض پوست ہی پوست رہ جاتا ہے اور اُس کے اندر میں پُر ہو جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ پوست اور میں مغز ہو جاتا ہوں اور وہ محض پیراہن کی طرح ہو جاتا ہے۔ یہ حال ہے نہ قال۔ اللہ بس باقی ہوس۔

اس کے بعد سلسلہ قادریہ عالیہ کے مشائخ قدس اللہ سرہم ذکر خفی کا بھی شغل فرماتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ زبان اور منہ کو بند کر قبلہ رخ بیٹھے اور دل کے خیال اور دل کی زبان سے لا الہ الا اللہ کہے اور اس کلمہ کے معنی بھی دل کے فکر سے سوچے اور ذکر جہر کی طرح لطائف کو ملحوظ رکھے۔ ایسا کرنے کو وقوف القلوب بھی کہتے ہیں۔

بعد ازاں پاس انفاس کا ذکر بھی سکھاتے ہیں اور وہ یہ کہ جب سانس اندر جائے تو اللہ کہہ کر دل پر ضرب لگائے اور دل کو اللہ کہنے سے متحرک کرے۔ یعنی خود دل کی معتادی حرکت سے اسم اللہ کہے اور یہی سوچے اور جب سانس باہر نکالے یعنی سینہ بدن منہ اور ناک کے سوراخوں کی راہ نکلے تو ''ہُو'' کہے لیکن فکر سے اور روح کی زبان سے کیونکہ دونوں سانس یا روح ہیں۔ یا روح کے مقام ہیں اور اسم ''ہُو'' کو منہ بند کر کے سر کے اوپر کی طرف یعنی سر کی کھوپڑی کی اندرونی سطح پر دماغ میں کہ وہ بھی روح کا مقام ہے کھینچ کر لے جائے اور سانس کو ناک کی راہ باہر نکالے نہ کہ منہ کی راہ۔

جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ذکر پختہ ہو جائے تو پھر دل کے لوتھڑے پر جس کی حرکت سے اسم اللہ کا تلفظ ملحوظ اور مضبوط کیا ہے۔ وہ دل کا لوتھڑا نیلوفر کے غنچہ کی شکل کا ہے

اور اس کا رنگ سوسنی ہے اور اس میں سرخ رگیں ہیں اور سینہ کے بائیں طرف یعنی بائیں پستان تلے اس کا مکان ہے جو معتادی حرکت سے وہاں پر محسوس ہوتا ہے اور خوف اور ناگہانی صدمہ کے سبب دفعۃً اس کی حرکت زیادہ ہو جاتی ہے اور بہت تڑپنے لگتا ہے اور خفقان اور ضعف کے وقت اس کی دھڑکن صاف طور پر محسوس ہونے لگتی ہے بلکہ دکھائی دیتی ہے اور اس مقام پر دل کا تصور اس طرح کرے کہ وہ الٹا ہو یعنی

marfat.com

اس طرح سر اوپر کی طرف اور پاؤں نیچے کی طرف۔ پھر اُسے صاحب شغل فکر کے ہاتھ سے اٹھا کر سیدھا کرے۔ یعنی اس کے سر کی نوک اوپر کی طرف اور اس کی جڑ جو مذکورہ بالا رگوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ فکر سے اپنے جسم کے نیچے کی طرف کرے اور یہ اس کے معتاد کے خلاف ہے کہ وہ اس حالت میں خواب غفلت میں سویا ہوا ہے۔ اُس جگا کر ذکر الٰہی سے قائم اس طرح کرنا چاہیے۔

اور لفظ اسم اللہ فکر کی انگلی کے قلم سے پہلے سُرخ رنگ سے خوشخط لکھنا چاہیے۔ بعد ازاں سفید رنگ کا تصور کرنا چاہیے۔ اسے اسم اللہ کا لفظ تصور کہتے ہیں اور یہ مشق دن رات بلکہ حسب توفیق ہر وقت کرنی چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ اور وسیلہ کی روحانیت رہبری کرے اور اسم اللہ ذات کا تصور قرار کرے، تو اس کا رنگ نور جلالی آفتاب کا رنگ یعنی خالص سونے کی طرح چمکتا ہوا تصور کرے اور سورج نکلتے وقت جو رنگ آفتاب کی ٹکیا کا سوراخوں اور درختوں کے رخنوں میں سے نظر آتا ہے اور اُس کے نور کے رنگ کا تصور کرنا چاہیے اور نور جلال کے تصور کا اقتباس اس سے کرنا چاہیے کیونکہ اس وقت رات کی سردی کے سبب اس کے جلال کے نور کی حرارت بصارت کو جلاتی ہے اور جب سورج بہت چڑھ آتا ہے اور رات کی سردی کم ہوتا جاتی ہے۔ تب اس کے جلال کے نور کی بجلی بصارت کو روکتی ہے بلکہ اُسے جلاتی ہے۔ اس راہ کے طالب اور نور الٰہی کے مشتاق اسم اللہ کو اسم محمدی ﷺ کے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔

بعض اسم محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسم اللہ کے نیچے اس طرح تصو، کرتے ہیں۔ خواہ کسی طرح کریں ٹھیک ہے لیکن اسم محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ....دل کے گرد

اسم اللہ کے نیچے دیکھنا اور تصور کرنا زیادہ آسان اور اثر کرنے والا ہے۔ مذکورہ بالا آئینہ سے بہت فوائد ہوتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے بھی کتابوں میں تصور کے نقوش میں اسی طرح لکھا ہے کہ اسم محمد ﷺ کو اسم اللہ کے نیچے تصور کرنا چاہیے۔ 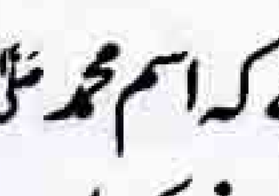

اور جب لفظ ہُو دماغ کی طرف کھینچے تو دماغ کی چھت پر لفظ

فکر کے قلم کے واضح قلم سے لکھے اور پکا تصور کرے۔ جب طالب اللہ یہاں پر پہنچے تو فی الفور فکر قائم کرے۔ ایک ذکر

marfat.com

قلبی یعنی اسم اللہ کے تلفظ کے فکر سے دل کو حرکت دینا۔ دوسرے تصور یعنی دل کے گرد اسم اللہ اور محمد ﷺ کو لکھا ہوا دیکھنا اور سر کی کھوپڑی میں دماغ کی تختی پر اسم ہُو کا لکھا ہوا دیکھنا۔ تیسرے فنائے ماسویٰ اللہ یعنی تمام موجودات کو فکر سے فنا کرنا اور اپنے آپ کو اور اپنے کام کو خیال میں نہ لانا بلکہ اس کام اور شغل کو روحی شغل تصور اور یقین کرنا اور روح کو ایک سِرِّ الٰہی یقین اور تصور کرنا چاہیئے۔ یہاں پر جسم کو فنا کے سپرد کرنا اور روح کو بقا کے سپرد کرنا چاہئے۔ گویا روح ذات ہُو کا سِرّ ہے جو اس کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی خود ہی ذکر خود ہی ذاکر اور خود ہی مذکور ہے بلکہ تمام حواس روح کے جواہر ہیں۔ پھر فنا کے خیال سے بھی گزر جانا چاہیے تاکہ فنا الفنا حاصل ہو اور اس کی ذات کی بقا کو حاوی خیال کرنا چاہیے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (۲۴-۳۵)

اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال فانوس کی سی ہے۔ جس میں چراغ ہو اور وہ چراغ قندیل میں رکھا ہو جو چمکتے ہوئے ستارے کی طرح ہو اور جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو جو نہ مشرق میں پایا جائے نہ مغرب میں اور جس کا تیل بغیر آگ دکھائے جلنے کے قریب ہو۔ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

تاکہ سِرِّ روحی کا یہ قطرہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدسی کے آفتاب کی حرارت کے شعلہ سے اعلیٰ العلیٰ اور اعلیٰ کمال تک فکر کے بازوؤں سے اُوپر کی طرف اُڑ کر وحدت اور نور احدیت کے گہرے دریا میں مستغرق اور محو ہو جائے۔ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ۔ اس کا عرش پانی پر ہے۔ اس وقت فنافی الذات و بقافی الذات اور سیر فی اللہ حاصل ہوتے ہیں۔ احیاء

العشائین کے ذکر اور وظیفہ کے نماز عشاء سے فارغ ہو کر وتر پڑھنے سے پہلے پانچ اسماء الٰہی کی دعوت کسی سے بات کئے بغیر مصلّے پر رُو بقبلہ ہو کر پانسو مرتبہ۔ یَا اللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھ کر وتر ادا کرے اور ہمیشہ بلا ناغہ وظیفہ کرنا چاہیے اور اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ دعوت مذکور پڑھتے وقت ذات الٰہی کے نور کے حصول بغیر کوئی مراد یا وہم دل میں نہ آئے۔ یہ دعوت بہت ہی مؤثر ہے اور میرے مرشد و والد بزرگوار قدس سرہ ونور اللہ مرقدہ‘ اس دعوت شریف کا وظیفہ نہایت کوشش سے کیا کرتے تھے اور جو اسرار متجلی ہوتی تھے، ان کے بیان کی حاجت نہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا جو اسرار مکاشفہ اسرار ہوتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ جو احکام آسمان سے نازل ہوتے تھے۔ ان کا اشارہ ہو جایا کرتا تھا۔ موکل فرشتوں کی آواز ان احکام کے جاری کرتے وقت آپ کے کانوں میں پہنچا کرتی تھی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

اور اس دعوت کے وظیفہ کی اس قدر کوشش کیا کرتے تھے کہ جب ماہ رمضان المبارک میں تراویح کے وقت کلام اللہ شریف سنتے سنتے دیر ہو جاتی اور وتر تراویح کے ساتھ ہی ادا کئے جاتے اور دعوت مذکور کے پڑھنے کا وقت نہ رہتا تو تہجد ادا کرنے سے پہلے عشاء کی نماز فریضہ کے بعد دوبارہ باجماعت پڑھ کر وتر باقی رکھ لیتے اور دعوت کو بدستور پڑھتے تھے۔

گویا دوبارہ وتر ادا کیا کرتے تھے۔

فصل ۱۰

نماز تہجد ادا کرنے کے بیان میں

اگر ہو سکے تو عشاء کی نماز کے بعد دنیاوی کلام نہ کرے اور باوضو قبلہ رخ ہو کر نفی اثبات اور پاس انفاس کا ذکر کرتا ہوا سو جائے اور تہجد کے لیے اُٹھنے کا منتظر رہے اور اپنے ہاتھ سے کوزہ پانی سے پُر کر کے اپنے سرہانے کی طرف رکھے اور اللہ تعالیٰ سے تہجد کے لیے جاگنے کے واسطے توفیق دل میں مانگے۔ انشاء اللہ جس وقت کا ارادہ کرے گا۔ اسی

marfat.com

وقت بیدار ہوگا۔ جب بیدار ہوتو اُٹھنے سے پہلے لیٹے ہوئے یہ دعا پڑھے:

"لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ الملک ولہ الحمدُ و ھو یحیی و یمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علی کل شیء قدیر ط"

اس کے پڑھنے سے غفلت بدن سے نکل جاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے چیونٹیاں بدن کے اُوپر کے حصے سے نیچے کی طرف آ رہی ہیں۔ یہ دراصل سستی ہے جو اس صورت میں نکلتی ہے۔ جب اُٹھے تو اُسی پانی سے کوشش کے ساتھ وضو کرے اور وہ دعائیں ماثورہ پڑھے جن کا ذکر وضو کے بیان میں ہو چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ درود شریف کلمہ تشہد اور کلمہ تمجید کی مشق کی جائے۔ تفسیروں میں بھی اسی کو ترجیح اور فضیلت دی گئی ہے۔

بعد ازاں دو رکعت نماز تحیۃ الوضو اس طرح پڑھے کہ ہر ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔

حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اور اُس کے بعد دعا ابدان اور دعائے حاجات جیسا کہ وضو کی فصل کے اخیر میں ذکر ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگ کر نماز تہجد اس طرح ادا کرے۔ اوّل نیت یوں کرے۔

"نویت ان اصلی للّٰہ تعالیٰ رکعتین صلوٰۃ التھجد متوجھا الیٰ جھۃ عرضۃ الکعبۃ الشریفۃ اللّٰہ اکبر۔"

پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد بارہ مرتبہ دوسری میں گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے۔ پھر دوسرے دوگانے کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد دس مرتبہ اور دوسری میں نو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اسی طرح فی رکعت ایک مرتبہ سورۃ اخلاص کم کرتے کرتے آخری دوگانے کی دوسری یعنی بارہویں رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے۔

جب نماز ختم کر چکے تو جو دعا چاہے مانگے چونکہ وہ وقت قبولیت اور فیضان الٰہی کے نزول کا ہوتا ہے۔ اس واسطے اس وقت اللہ تعالیٰ کے دیدار اور خداشناسی کے سوا اور کسی چیز کی طلب نہیں کرنی چاہیے۔

marfat.com

''اورادِ کبیر'' اور ''خزانۃ الجلالی'' میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابو بکر محمد زکریا اور حضرت سید السادات سید جلال الدین بخاری اور حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں قدس اسرارہم ہاتھ اٹھا کر دس ۱۰ مرتبہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

''اللھم انی اعوذبك من ضیق الدنیا و ضیق الاخرۃ''

بعض مشائخ ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ سورۃ اخلاص زیادہ کرتے ہیں۔ یعنی پہلی رکعت میں ایک دفعہ دوسری میں دو دفعہ تیسری میں تین دفعہ علیٰ ہذا القیاس.......... بارہویں میں بارہ دفعہ پڑھتے ہیں لیکن فقہیہ اس ترتیب کو جائز قرار نہیں دیتے کیونکہ ایسا کرنے میں پہلی کی نسبت دوسری میں قرأت زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ بات فقہ میں مکروہ ہے۔ تفسیر فتح العزیز کے مصنف اس بارے میں فقہیوں کے قول کی تائید کرتے ہیں۔

قرأت کے بارے میں مختلف روائتیں ہیں۔ مشائخ کرام علیہم الرحمۃ نے کئی طرح نماز تہجد ادا کی ہے۔ بعض تو ہر ایک رکعت میں سورۃ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ یعنی بارہ دفعہ سورۃ یٰسین ختم کیا کرتے تھے جو کچھ مجھ مسکین کو علم ہے اس کے بموجب تہجد کی اصلی قرأۃ سورۃ مزمل شریف ہے جو محض تہجد کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ بزرگان دین ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ سورۃ مزمل پڑھا کرتے تھے۔ ایسے مجاہدات کی کوئی انتہا نہیں۔

چنانچہ جناب رسول خدا ﷺ نے عبداللہ بن عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو استعداد کے موافق نماز تہجد میں قرآن شریف کے پانچ سیپارے پڑھنے کا حکم دیا۔ نیز بزرگان دین ہر رکعت میں ایک بار مزمل شریف اور ایک بار قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے تاکہ دونوں فضیلتیں حاصل ہوں۔ نیز ہر رکعت میں تین مرتبہ قل ہُو اللہ احد پڑھنا بھی آیا ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک روز جناب سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ تم میں سے کوئی قرآن شریف کو تیسرا حصہ ہر رات پڑھ سکتا ہے؟ عرض کیا مشکل ہے۔ فرمایا: کچھ مشکل نہیں۔ سورۃ قل ہو اللہ احد، قرآن شریف کے تیسرے حصے کے برابر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر مشائخ نے نماز تہجد میں سورۃ اخلاص کا پڑھنا اپنا معمول قرار دیا

marfat.com

ہے۔ یہ تفسیر فتح العزیز میں سورۂ مزمل کی تفسیر میں لکھا ہے۔

بعض صالحین ہر رکعت میں تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ مسافروں کی سہولت کے لیے ہے۔

ہمارے حضرت یعنی میرے والد و مرشد فرماتے تھے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد بارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھنی چاہیے۔ پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ کم کرتے کرتے بارھویں رکعت میں ایک مرتبہ پڑھنی چاہیے تا کہ پہلی رکعت کی نسبت دوسری میں قرأت زیادہ نہ ہو جائے۔

آپ کے ہر عمل میں اولیت اور فضیلت تھی۔ ان کے تہجد کی فضیلت دسویں باب کی اس فصل میں ذکر کی جائے گی۔ جس میں اس شیخ قدس سرہٗ و برد اللہ مضجعہ و برد عفوہٗ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ و نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے حالت لکھے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے۔ اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

نیز حدیث میں آیا ہے کہ نبوت کے دس حصے یعنی دس خصلتیں ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ تہجد کی نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ دونوں سچے ہیں۔

نیز حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ذات کبریا رات کے آخری حصے میں دنیا کے آسمان پر تجلی فرماتا ہے کہ میرے بندے تو کیوں خواب غفلت میں سو رہا ہے۔ اُٹھ اور مجھ سے کچھ مانگ تا کہ میں قبول کروں۔

تہجد کی نماز جناب رسول مقبول ﷺ پر فرض تھی اور یہ بات پایہ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ تمام انبیاء سحر کے وقت یاد خدا میں مشغول ہوا کرتے تھے۔

حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے چہرے کے نور کی طلب کی تو اُسے رات کی نماز یعنی نماز تہجد میں پایا۔

تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد دو ۲ رکعت نماز شکرانہ توفیق ادا کرے اور ہر رکعت میں تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔

نیز تہجد کی نماز کے بعد چار رکعت نماز تسبیح ادا کرے کیونکہ مشائخ کرام ایسا کیا

marfat.com

کرتے تھے۔

فصل ۱۱

صلوٰۃ التسبیح کے بیان میں

واضح رہے کہ صلوٰۃ التسبیح ماثورہ ہے جو رسول خدا ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی آرزو کے مطابق حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جناب کبریا سے لائے تھے۔

یہ اس طرح ہوا کہ ایک روز حضرت امیر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی گذشتہ عمر کا افسوس کیا کہ جہالت میں گزر گئی ہے۔ اس کا کیا تدارک ہونا چاہیے۔

جب یہ بات آنحضرت ﷺ کے حضور پرنور میں عرض کی کہ میری عمر جہالت میں گزر گئی اور مجھ سے بہت سے گناہ ہوئے کیا تدارک کیا جائے کہ معاف ہو جائیں۔ آنحضرت نے سکوت فرمایا کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نے ذات کبریا سے آ کر نماز تسبیح کی ترتیب عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ کی امت مرحومہ میں جو کوئی یہ نماز پڑھے گا، اس کے گذشتہ سارے گناہ بخشے جائیں گے۔

اس کی نیت یوں کرے:

نویت ان اصلی اللہ رکعتین او اربع رکعات صلوٰۃ التسبیح خالصۃ للہ متوجھا الی جھۃ عرصۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر ط

اس نماز کی چار رکعتیں ہوتی ہیں۔ اگر دن کے وقت پڑھے تو ایک سلام سے یعنی چاروں اکٹھی پڑھے۔ اگر رات کے وقت پڑھے تو دو۲ دو۲ رکعت کر کے۔

تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ اس کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ پندرہ مرتبہ مگر پہلی مرتبہ العظیم تک اور باقی چودہ مرتبہ واللہ اکبر تک۔ بعد ازاں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

marfat.com

الرَّجِیْمِ اس کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بعدازاں فاتحہ آمین تک۔ اس کے بعد دس مرتبہ قل ھواللہ احد آخر تک اس کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ بعدازاں رکوع میں سات مرتبہ تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ۔ دس مرتبہ تکبیر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ بعدازاں قومہ میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد کھڑے ہوکر دس مرتبہ تکبیر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ بعدازاں سجدہ میں دس مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور دس مرتبہ تکبیر مذکورہ اکبر تک۔ بعدازاں جلسہ میں بیٹھ کر دس مرتبہ تکبیر اکبر تک۔ بعدازاں دوسرے سجدہ میں سات مرتبہ تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور دس مرتبہ تکبیر مذکور یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر کھڑے ہوکر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کے بعد پندرہ مرتبہ تکبیر اکبر تک اور بعدازاں دس مرتبہ سورۃ اخلاص۔ پھر پہلی رکعت کی طرح رکوع میں تسبیحوں کے بعد دس مرتبہ تکبیر۔ قومہ میں دس مرتبہ تکبیر۔ اسی طرح دونوں سجدوں اور جلسہ میں بھی دس مرتبہ تکبیر واللہ اکبر تک پڑھ کر تشہد میں بیٹھے اور سلام کرے بعدازاں باقی دو رکعتیں بھی اسی طرح ادا کرے۔

اگر چاروں رکعتیں اکٹھی ادا کرے تو بھی مذکورہ بالا ترتیب کے موافق، مگر تکبیر اولیٰ ایک ہوگی اور سلام بھی ایک ہوگا۔

چاروں رکعتوں سے فارغ ہوکر سربسجود ہوکر یہ دعا پڑھے۔

اللھم رب انی ظلمت نفسی ظلمًا کثیرًا واعترفت بذنوبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندك وارحمنی فانك انت الغفور الرحیم ۔ سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین۔

لیکن سجدے کے وقت خلاف معمول ہاتھ سیدھے رکھے جیسا کہ عام حالتوں میں دعا

marfat.com

مانگتے وقت کیا کرتے ہیں۔ سجدہ میں تین مرتبہ یہ دعا پڑھ کر سجدہ سے سر اُٹھائے۔

حضرت بتول فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول مقبول علیہما الصلوٰۃ والسلام نماز تسبیح کی چاروں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد پچیس مرتبہ قل ہو اللہ پڑھا کرتی تھیں جو کل ایک سو ۱۰۰ مرتبہ ہوتی ہے۔ باقی ترتیب مذکور بدستور تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

جناب رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ نماز تسبیح ادا کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک دفعہ۔ اگر اتنا بھی نہ ہو سکے، تو مہینے میں ایک دفعہ۔ اگر اس قدر بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک دفعہ اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو ساری عمر میں ایک دفعہ ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ غفور الرحیم ہے۔

اور مشائخ کرام رحمہم اللہ تہجد کے بعد ایک دفعہ اور اشراق کے بعد ایک مرتبہ یہ نماز ضرور ادا کیا کرتے تھے۔

میرے گھر میں ایک مسکینہ خادمہ تھی جو ایک دن رات میں چار مرتبہ مدت تک نماز تسبیح ادا کرتی رہی اور گھر کا کاروبار بھی بیشمار کرتی تھی۔ اسی سے بچاؤ اور مدد ہے۔

اس نماز کی ترتیب حدیث صحیح اور حصن حصین میں جناب رسول خدا ﷺ کے وظائف کے باب میں مفصل مندرج ہے۔ اگر ہو سکے تو ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ نماز تسبیح اور دعائے مذکور کے بعد ضرور کہے کیونکہ سرکار دو عالم سرورِ کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک سو ۱۰۰ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتا ہے۔ اس کے تمام گذشتہ اور آئندہ گناہ بخشے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے بلبلوں کے برابر ہوں۔

نیز حِصنِ حصین شریف میں ہے اور حضرت سلطان العارفین شیخ الشیوخ مولانا حضرت شیخ سلطان باہو صاحب قدس اللہ سرہٗ اپنی تصانیف میں فرماتے ہیں کہ درویش کے لیے واجب ہے کہ ہر رات صلوٰۃ التسبیح کی طرح صلوٰۃ الذاکرین بھی پڑھا کرے کیونکہ حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے یہ نماز صلوٰۃ الذاکرین، اپنی عمر میں فوت نہیں کی۔ آپ ایک مرتبہ رات کو ضرور پڑھا کرتے تھے۔ یہ چار رکعت نماز ہوا کرتی ہے۔ ہر ایک رکعت میں فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورۃ اخلاص اور بعد ازاں تیس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ

marfat.com

کھڑے ہو کر پڑھے۔ رکوع، سجود۔ قومہ اور جلسہ میں مقررہ تسبیحوں کے بعد چالیس چالیس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔ نماز سے فارغ ہو کر مقام تشہد میں بیٹھ کر تین سو ساٹھ مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔ پھر نور الٰہی کے لقا کی دعا پڑھ کر دوسرے شغلوں اور ذکروں میں مشغول ہو جائے۔

نیز سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ تسبیحوں کے پڑھنے کے بارے میں جناب رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں لیکن ترازو میں وزنی ہیں۔ یعنی یہ دو مذکورہ کلمے زبان سے کہنے بہت آسان ہیں اور قیامت کے دن بہت وزنی عمل ہیں۔ اسی واسطے مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان ان کلمات کا وظیفہ کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ''اورادِ کبیر'' میں ہے کہ حضرت غوث الملک شیخ ابوبکر محمد زکریا بہاؤ الدین قدس سرہٗ ایک سو مرتبہ ان کلمات کو فجر کی نماز سے قبل پڑھا کرتے تھے۔

میں ''مصنف کتاب'' عرض کرتا ہوں کہ نماز تسبیح کے بعد ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بھی ضرور پڑھنا چاہیے توفیق اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ نہیں ہے توفیق مگر اللہ تعالیٰ سے۔

دلائل الخیرات، مسبعاتِ عشر، السبوع شریف اور اوراد فتحیہ کا وظیفہ بھی مشائخ کرام سے آیا ہے۔ ان میں سے بعض کا مشائخ کی اجازت سے وظیفہ کیا کرتا تھا لیکن جو کچھ ضروری ہے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے بزرگوں سے مجھے پہنچا ہے۔ انہیں بیان کرتا ہوں انہیں ضرور اپنے لیے لازم کر لینا چاہیے۔

اشغال۔ ذکر اور مراقبہ کے سوا اپنے وقت کو کسی اور شغل میں بالکل صرف نہیں کرنا چاہیے۔ مشائخ کرام کے اقوال میں مندرج ہے بلکہ حدیث شریف کے موافق ہے کہ جو کچھ تورات۔ زبور اور انجیل میں ہے وہ قرآن مجید میں ہے۔ قرآن شریف سورۃ فاتحہ میں مندرج ہے۔ سورۃ فاتحہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں مندرج ہے اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اسم اللہ ذات میں مندرج ہے۔ پس جب ذاکر اسم اللہ ذات میں

marfat.com

مشغول ہوتا ہے تو گویا تمام وظائف میں مشغول ہوتا ہے۔

جناب سرورِ کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کی تلاوت کے بعد سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ ہے۔

اور حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ زبانی ذاکر اگر ہزار مرتبہ اسم اللہ کہے تو اس سے یہ افضل ہے کہ قلبی ذاکر ایک دفعہ اسم اللہ ذات کہے اور ذاکر قلبی اگر ہزار مرتبہ اسم اللہ ذات کہے تو اس سے یہ افضل ہے کہ روحی ذاکر ایک مرتبہ اسم اللہ ذات کہے۔ پس ذکر و فکر کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ حق تعالیٰ اعلیٰ مرتبوں پر پہنچائے۔

حضرت فقیر شیر شاہ جنہوں نے میرے مرشد والد قدس سرہٗ حضرت جدی سلطان العارفین نور اللہ مرقدہ سے شرف تلقین حاصل کیا تھا اور جن کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ دسویں باب میں کیا جائے گا۔ میرے پاس کئی سال رہے۔ صرف خاص خاص وقتوں میں ایک دو دفعہ نہایت ذوق سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے تھے۔ پھر مراقبہ کے لیے خاموش بیٹھے رہتے اور مستغرق رہتے۔ مدت تک استغراق کی حالت میں رہتے۔ جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب میں ذکر الٰہی کے شغل میں مشغول ہوتا ہوں تو ایک دو دفعہ نہایت شوق سے ذکر جہر کرتا ہوں۔ بعد ازاں جسم کے تمام پٹھے۔ تمام مسام اور بدن کا بال بال ذکر سے زندہ ہو جاتے ہیں تو میں چپ ہو کر بیٹھ رہتا ہوں اور اس ذکر کو سُن سُن کر لذت حاصل کرتا ہوں۔ اللہ بس باقی ہوس۔

قلبی ذکر میں ذاکر کے لیے خوف بہت ہے۔ مثلاً خلقت کا رجوع ہونا۔ عورتوں کا مائل ہونا کیونکہ یہ کمزور دل اور نرم دل ہوتی ہیں۔ ان کے دل ذاکر قلبی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ذاکر عورتوں کی صحبت ۔ تکبر۔ خود پسندی۔ مرتبے اور مشائخی۔ اقتدار۔ ریاکاری اور حشمت و جاہ کی محبت اور پیری مرشدی اور دنیا داروں کو مسخر کرنے سے پڑکر رجعت میں پڑ جاتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

نیز اس کے دل کے حالات ذکر قلبی کے جذبات سے رقت حاصل کرنے کے

marfat.com

سبب مستقل نہیں رہتے۔ کبھی کسی طرح کے ہوتے ہیں کبھی کسی طرح کے۔ روحی ذاکر کے احوال مستقل ہوتے ہیں اور مذکورہ بالا خطروں سے گزر کر دل بچ جاتا ہے اور اس کے دل کو اسرار الٰہی سے قرار حاصل ہوتا ہے اور وہ ذات حق کے انوار حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ اونچا مقام خوف وخطر سے خالی اور قرب حق کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ درویش باوضو رہے۔ یا کم از کم تیمم کر لیا کرے۔ پھر پہلے ''لا الٰہ'' پاس انفاس اور نفی اثبات کرے۔ یعنی یہ خیال کر کے کرے کہ ماسویٰ اللہ فانی ہے اور خدائے واحد باقی ہے۔ جب سانس کو اپنے بدن کے تنور کے اندر لائے تو لا الٰہ کے فکر سے ضرب پہنچائے اور جب سانس باہر کو لائے تو الا اللہ کے معنوں کا خیال کرے اور جب فیض وہدایت کا بدرقہ زیادہ رہبری عنایت کرتا ہے تو پھر اندر کی طرف سانس لے جاتے وقت دل پر اسم اللہ کی ضرب لگاتا ہے اور سانس باہر نکالتے وقت ہُو کہتا ہے۔ سانس کو اندر کھینچنا۔ جس کا رستہ اور جس کے خارج ہونے کا رستہ ناک ہے۔ سو دماغ کی رگوں کی راہ پھر سینے میں ہوتا ہوا دل پر پہنچتا ہے۔ جس طرح اندر پہنچتا ہے۔ اُسی طرح اُسے خارج کرے۔ ''اللہ'' کی ضرب دل پر لگائے اور ''ہُو'' کی دماغ میں۔ اس مقام پر نہایت لطیف شغل ہے۔ یہاں بلند ہمت، اور پوری کوشش درکار ہے کہ فکر اور استغراق کے لحاظ کے وقت ہر دم بقا ہے اور بعد ازاں جب اسم ''اللہ'' کی ضرب دل پر مارے تو وہاں صفحہ دل پر تصور اور فکر سے اسم اللہ کو لکھا ہوئے دیکھے۔ اگر فکر سے تصور زائل ہو جائے تو پھر فکر کی انگلی سے دل پر لکھ لے۔ جب 'ہُو' کا ذکر دماغ کی طرف لے جائے تو سر کی کھوپری میں دماغ کی چھت کی اوپر کی جانب اسم 'ہُو' لکھے اور اس کو تصور سے قائم کرے اور فکر کی آنکھ سے دیکھے۔ یہ نازک راستہ اپنی اپنی ہمت کے موافق طے کیا جاتا ہے نہ کہ قدموں اور پاؤں سے طے ہوتا ہے۔ تصور کی مشق بکثرت کرنی چاہیے اور تصفیہ اور تزکیہ کے فکر وشغل کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ مبتدی کے لیے چار اصول ہیں۔ کم کھانا کم بولنا۔ کم سونا اور خلقت سے کم میل جول کرنا

نفس نتواں کشت الا باسہ چیز
باتو گویم یاد گیرش اے عزیز

نفس صرف تین چیزوں ہی سے ہلاک ہوتا ہے۔ عزیز من! ان تینوں کو یاد رکھنا۔

خنجر خاموشی و شمشیر جُوع
نیزۂ تنہائی و ترک جمُوع،

اول خاموشی کا خنجر۔ دوسرے بھوک کی تلوار۔ تیسرے لوگوں کے مجمع سے الگ تھلگ اور تنہا رہنا۔

چوتھا کم سونا ہے اور وہ کم کھانے اور بھوک سے خود بخود حاصل ہو سکتا ہے اس راہ کے لیے سچ بولنا اور حلال کھانا از بس ضروری ہے۔

چنانچہ میرے والد بزگوار قدس سرہٗ نے آخری وصیت کے وقت بھی انہیں دونوں باتوں کی تلقین فرمائی کہ حلال کھانا۔ سچ بولنا اور عورتوں کو نماز کی تاکید کرنا۔

خواب و خورش زمرتبہ عشق دور کرد
آں گاہ رسی بعشق بیخواب و خورشوی

کھانا اور سونا عشق کے مرتبہ سے دور کر دیتے ہیں۔ عشق کو تو اسی وقت پہنچے گا جب نہ کھائے گا نہ سوئے گا۔

در دفتر حقائق پیش ادیب عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

بیٹا! عشق کے ادیب کے پاس حقائق کے دفتر ہیں، اس بات کی کوشش کر کہ تو باپ بن جائے۔

نماز مغرب کے بعد اکتالیس مرتبہ سورۂ مزمل ہر روز پڑھا کرے۔ اگر نہ ہو سکے، تو گیارہ مرتبہ پڑھے لیکن زیادہ پڑھنے سے اسرار باطنی اور عشق الٰہی کے فیضان زیادہ حاصل ہوتے ہیں اور یہ پاس انفاس کا شغل ایسا شغل ہے کہ اس کو خلوت در انجمن کہتے ہیں۔ درویشوں نے ایسے ایسے کام اختیار کر رکھے ہیں۔ قلندر اہل مشرب اور زاہد نما بن تو بہتر

marfat.com

فرقوں سے واقف ہو جائے گا۔

نے گویم کہ از عالم جدا باش
بہر رنگے کہ باشی با خدا باش

میں یہ نہیں کہتا کہ تم جہان سے الگ تھلگ رہو۔ خواہ کسی رنگ میں ہو، خدا کے ساتھ رہو۔

زاہدی درپلاس پوشی نیست
درعمل کوش ہر چہ خواہی پوش

ٹاٹ پہننے پر زاہد ہونا موقوف نہیں تو عمل کی کوشش کر اور جو چاہتا ہے پہن یعنی اطلس پوش پاک زاہد بن

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند وزن

دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا۔ نہ کہ اسباب۔ چاندی اور فرزند اور عورت۔

ایک روز مدت بعد میری آرزو پوری ہوئی۔ یعنی مجھے میرے مرشد والد بزرگوار کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کا موقعہ ملا۔ اس وقت میں نے اس راہ کی طلب کے لیے التماس کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہی عرضی میں نے ایک روز اپنے والد و مرشد کی خدمت میں کی تھی جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا۔

از دروں شو آشنا واز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم دیدہ ام اندر جہان

اندر سے آشنا اور باہر سے بیگانہ کی طرح بنا رہ۔ ایسی عمدہ روش میں نے جہان میں بہت کم دیکھی ہے۔

پھر آ خاموش ہو گئے۔ ہمارے حضرت صاحب کی عادت تھی کہ ہمارے سوالوں کے جواب میں آپ وہ حالت بیان فرماتے، جو آپ کے اور آپ کے والد بزرگوار کے مابین گزرے تھے اور جب آپ اپنے والد بزرگوار کو یاد فرماتے تو آپ کو ایک بڑا روحانی

marfat.com

جذبہ ہو جاتا۔ چنانچہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور پھر گفتگو کی ضرورت نہ رہتی۔ وجد اور جذبہ عشق کی حالت میں ہر ایک قسم کی گفتگو سے خاموشی اختیار فرماتے سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

یا اللہ! ہمیں بھی یہ جذبہ نصیب کرنا۔ ویسے ہی سینے عطا فرمانا۔ ہمارے دلوں کو ان کے دلوں کے انوار سے منور کرنا اور ان کے احوال کی توفیق عطا کرنا۔ ان کے اعمال کا سا اخلاص عطا کرنا............ آمین۔

ہمارے حضرت صاحب کا طریقہ ایسا عجیب وغریب تھا کہ اس میں ریا کاری۔ شہرت۔ تکبر اور خود پسندی بالکل نہ تھے۔ اپنے بھید مبارک اس طرح چھپاتے گویا اپنے احوال کو بوتک نہ دیتے۔ یہاں تک کہ آپ کی مجلس میں کوئی شخص فقر اور فقراء کے بارے میں گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کی مجلس میں بظاہر قیل وقال اور امیری سامان ہوتا۔ یعنی اس مجلس میں گھوڑوں۔ مال۔ مہمان نوازی وغیرہ کی بابت بات چیت ہوا کرتی۔ آپ بھید کو ظاہر کرنا کفر کے برابر سمجھتے تھے اور نور الٰہی ہر وقت ان کے دل میں نزول کرتا۔ بلا اختیار آپ سے ہزاروں خوارق عادات اور تاثیرات ظاہر ہوتے تھے۔ مگر کسی کو جرأت نہ تھی کہ سامنے یا پیٹھ پیچھے ان خوارق کا ذکر کرے۔ اگر اتفاقاً کوئی اپنی کم ظرفی کے سبب کر بیٹھتا تو آپ اس پر ناراض ہو کر مدت تک اس پر توجہ نہ کرتے اور وہ مدت تک حاضر مجلس نہ ہونے پاتا۔ جب تک توبہ نہ کرتا اُسے حاضر خدمت ہونے کی اجازت نہ ہوتی۔

میں نے اس بات کا تجربہ کیا اور اُسے آزمایا ہے کہ آنحضرت کے لیے برابر تھا خود آپ کسی بات کو سنیں یا نہ سنیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو آگاہی ہو جاتی تھی بلکہ غائب لوگوں کے حالات اور اُن کی بات چیت دور دراز فاصلہ سے سُن لیتے تھے جو قرب نوافل کا درجہ ہے۔ انشاء اللہ نویں باب میں آنحضرت کے بعض حالات بیان کیے جائیں گے۔

پس صوفیائے کرام نے 'خلوت در انجمن' اور 'سفر در وطن' کو اچھا طریقہ قرار دیا ہے۔ 'خلوت در انجمن' کا مفصل حال چوتھے باب کی اُس فصل میں لکھا گیا ہے، جو سلوک کے

marfat.com

مختلف طریقوں کے ذکر واذکار میں لکھی گئی ہے۔

شرح سفر در حضر

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ درویش کو چاہیے کہ جب رات آئے تو اپنے دوستوں اور گھر والوں سے جدا ہو کر تنہائی میں ہر رات کو "لیلۃ القبر" قبر کی رات، بنا کر اللہ تعالیٰ سے خلوت بنائے کیونکہ قبر میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی رفیق نہ ہو گا۔ اس وقت اس سے راز و نیاز کی باتیں کہے اور جب دن ہو تو اس دن کو روز محشر خیال کرے اور دیکھے کہ تمام خلقت اپنی اپنی خوابگاہ سے اُٹھی ہے اور یہ خیال کرے کہ قیامت کا دن ہے اور ہر شخص اپنے محاسبہ کے لیے اُٹھا ہے اور یہی وہ دن حساب کا دن اور روز جزا ہے۔ پس اپنے آپ کو اس دن کے لیے تیار کرے۔ پس سمجھ لو کہ جب یہ حالت ہو تو رات کے عیش۔ خوش وقتی۔ نیند اور آرام کہاں اور شیخی مشائخی۔ حشمت جاہ۔ تکبر۔ ریاکاری۔ خودی۔ خود پسندی۔ روزی کے اسباب غفلت۔ دوستوں کی صحبت اور مجلس۔ عیال کی محبت اور مال و منال کا تدارک وغیرہ کہاں۔ پس اس طرح سے حضر میں آخرت کا سفر حاصل ہو جاتا ہے۔ یا اللہ! ہماری قسمت کرنا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں

؎ جائے کہ من رسیدم امکان نہ ہیچکس را
شہباز لا مکانم آنجا نہ جا مگس را

آپ کو آپ کے مرشد پیر مکمل اور ازلی ہادی اور رہبر نے کمالات کے مقامات پر پہنچا دیا تھا۔ قصیدہ غوثیہ کا شعر

انا البازی اشہب کل شیخ
ومن ذا فی الرجال اعطی مثالی

میں ہر شیخ کا سبزہ گھوڑا ہوں
لوگوں میں سے کون ہے جو ایسا ہو

marfat.com

کسانی خلعۃ بطراز عزم
وتوجنی بتیجان الکمال

مجھے عزم اور ارادے کا لباس پہنایا گیا ہے
اور مجھے کمال کے تاج سے تاج پوش کیا گیا ہے

سفر در حضر اسی کو کہتے ہیں کہ درویش ظاہر میں اپنے عیال و اطفال میں اس طرح مصروف رہے کہ لوگ اُسے بڑا دنیا دار خیال کریں لیکن باطن میں اللہ تعالیٰ کی طرف خیال رکھے۔ انسان کو چاہیے کہ جس طرح سفر کے لیے حضر میں تیاری کی جاتی ہے اسی طرح سفر در حضر کرے۔ اگر کوئی عاقل ہے تو اُسے ایک ہی بات کافی ہے۔ اس سے زیادہ حدیث کی کتابوں میں روایت کی گئی ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے اپنے بیٹے عبداللہ کا نکاح کیا ہے۔ وہ رات کو گھر نہیں جاتا بلکہ قیام اور مجاہدہ میں بسر کر دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ کو فرمایا کہ عبداللہ! اپنے باپ کی رضا مندی اختیار کرو۔

حکایت موافق حال

ایک رات کا ذکر ہے کہ شہر بہاولپور میں تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر میرے والد و مرشد قدس سرہٗ جب وظائف سے فراغت پا چکے اور آپ کے دل پر نور الٰہی کا دروازہ کھلا۔ اس وقت میں حاضر خدمت تھا۔ جب یہ حالت دیکھی تو اپنی ایک نہایت ضروری دنیاوی مہم کے لیے عرض کیا۔ دنیاوی باتوں کا ذکر آتے ہی نہایت حوصلہ سے براہ رحم اور نوازش اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس وقت چراغ روشن تھا کہ بیٹا! ستر ۷۰ سال کی عمر ہونے کو آئی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں مانگا۔ اب میرا ستر سالہ روزہ تڑوانا چاہتے ہو۔ یہ سن کر میں خاموش ہو گیا اور شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا۔ سبحان اللہ! دیکھنا چاہیے کہ آپ نے اپنی عمر میں محض فقر محمدی ﷺ اختیار کیے رکھا۔ آپ نے بہت بہت مصیبتیں اور سختیاں جھیلیں لیکن اللہ تعالیٰ

marfat.com

سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ مانگا۔ خاصوں اور مطلق مخلصوں کا طریقہ یہی ہوتا ہے۔

ایضاً۔ ایک روز حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ کے باہر آنجناب کی خدمت فیض درجت میں اس واسطے حاضر ہوا کہ ایک کام کے بارے میں عرض کروں جسے بڑے بھائی مکروہ فرماتے تھے۔ حالانکہ وہ نیک اور مباح تھا۔ جہاں عارفوں کے لیے ''حسنات الابرار سیات المقربین'' نیک لوگوں کی نیکیاں مقربوں کے لیے بُرائیاں ہیں، ہو۔ وہاں عوام کے اعمال اور مباحات کا کیا ذکر۔ وہ کام مجھ سے بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند! ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے چاہئیں۔ ہم نے اس قدر عمر گذاری ہے لیکن کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سوا نہیں کیا۔

اس سے جناب کا مطلب اس مسکین کی تعلیم اور ارشاد کا تھا۔ اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ بھائیو! بنظر غور دیکھنا چاہیے کہ یہ مقام کیسا ہی اعلیٰ ہے کہ خیال کی نگاہ وہاں تک نہیں پہنچتی اور گمراہوں کے استدلال کا پاؤں ڈگمگا جاتا ہے۔ آپ کو فقر۔ مصیبتیں اور طرح طرح کے حادثوں کی برداشت اور آپ کا خداداد حوصلہ کیا ہی وسیع تھا۔ کہ آپ کے نور منزل دل پر اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے سوا اور کوئی بات غالب نہ تھی اور آپ کے دل میں کوئی مراد باقی نہ رہ گئی تھی بلکہ رضا اور تسلیم کے مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔

یا اللہ! اپنے کمال فضل و کرم سے ہمیں بھی ان میں سے بنانا۔

یا اللہُ یا رحمٰن یا رحیم یا حی یا قیوم یا ذوالجلال و الاکرام ۔ لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین یا تواب الرحیم بحرمة سید الابرار و سید المرسلین والہٖ واھل بیتہٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمدٍ ومحبوبہٖ واٰلہٖ اجمعین۔

نیز آنجناب کی زبان فیض بیان سے میں نے سنا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اے فرزند درویش اصل میں درویش ''موتی کی طرح'' ہے۔ سیپی آپ کا جسم ہے جو صدمہ آپ کے دل پر پہنچتا ہے۔ اسی کا اثر سیپی کے ظاہر جسم پر ہوتا ہے نہ کہ باطن پر۔ یعنی ان کا دل ہر

marfat.com

آفت سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدے!۔

فصل ۱۲

سلسلہ قادریہ کے ضروری وِردوں کے بیان میں

ایک ہزار بار درود جناب رسول خدا ﷺ پر "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ"۔ دن رات میں جس وقت ہو سکے بھیجے کیونکہ یہ بزرگوں کا وظیفہ ہے۔

جناب سرورِ کائنات ﷺ فرماتے ہیں جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ سو ۱۰۰ مرتبہ اس پر درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو ۱۰۰ مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر آگ حرام کر دیتا ہے اور زندگی اور موت کے بعد قول ثابت پر قائم رکھتا ہے۔

اُمید ہے کہ اس دنیا میں جناب رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوگا اور دونوں جہان کی کوئی مصیبت یا تنگی اُسے پیش نہ آئے گی اور ہمیشہ معزز اور متبرک ہوگا۔

ہر نماز فریضہ کے بعد دو ۲۰۰ سو مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ اور ایک ۱۰۰ سو مرتبہ سورۃ فاتحہ مع تسمیہ و آمین۔ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع کرے اور آمین پر ختم کرے۔ ایک سو مرتبہ سورۃ لایلاف قریش۔ پہلی دفعہ بسم اللہ پڑھے۔ پھر ننانوے مرتبہ بغیر بسم اللہ پڑھے لیکن سورہ لایلاف قریش شروع کرنے سے پہلے حسب ذیل دعا سات مرتبہ پڑھ کر اپنے گرد حصار کھینچے اور دم کرے۔ دعا یہ ہے۔

بسم اللّٰہ علیٰ نفسی و دینی بسم اللہ علیٰ اھلی و ما لی بسم اللّٰہ ما اعطانی ربی اللّٰہ عزوجل مما اخاف و احذر اعوذ باللّٰہ من شرشیطان الرجیم و من کل جبار عنید فان تولوا فقل حسـ

marfat.com

اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم۔

ان مذکورہ بالا دونوں وظیفوں کو بلا ناغہ سورج نکلنے سے پہلے پڑھ کر اپنی حاجات کے لیے دعا کرے اُسے اختیار ہے کہ جس وظیفہ کو چاہے پہلے پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کو پہلے پڑھے اور بعد ازاں سورۃ لایلاف قریش۔ ان دونوں وظیفوں میں دنیاوی کلام ہر گز نہ کرے۔ **والسلام ھو الموفق و علیہ التکلان۔**

فصل ۱۳

مراقبہ کے ذکر و بیان میں

مراقبہ کے لیے کوئی کامل اُستاد چاہیے جو سکھائے لیکن اس زمانے میں اس قدر بھی کافی ہے کہ اس کے طریقہ سے واقف ہو کر دوسرے کو سکھائے کہ اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کے لغوی معنی گردن کو سینے کی طرف خدا کی خاطر جھکانا ہے۔ یعنی حضور الٰہی میں مشغول ہونا اور ماسوئ اللہ کا خیال ترک کرنا۔ یعنی ماسوئ اللہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور آنکھ، کان اور لب بند کرنا۔

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند
گر نہ یابی سرّ حق بر من بخند

آنکھیں۔ لب اور کان بند کر۔ پھر اللہ تعالیٰ کا بھید نہ پائے تو مجھ پر ہنس۔

وسوسوں اور دلی خیالات کا بند کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ ظاہری حواس بند کرنا آسان کام ہے لیکن دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف لانا بہت مشکل ہے۔ چاہیے کہ مراقبہ کا شغل شام کی نماز کے وظائف سے فارغ ہو کر یا تہجد کی نماز کے بعد یا زوال کی نماز کے بعد کرے۔ مطلب یہ کہ وظائف کے ادا کرنے کے بعد جب کہ دل کو نماز و وظائف سے لطافت حاصل ہو چکی ہو اور حضور مراقبہ کے لائق ہو چکا ہو۔ مراقبہ کرنا چاہیے۔

اول مکان اس قسم کا ہو کہ اس میں کسی قسم کا خلل نہ ہو اور وقت بھی نہایت صاف اور فارغ ہو۔ اصلی غرض یہ ہے کہ دل کسی کام کی طرف مائل نہ ہو بلکہ بالکل فارغ ہو۔ پھر

marfat.com

نہایت دل جمعی سے مصلّے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے مربع بیٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی زانو پر ناف تلے باندھے اور سر کو اس طرح جھکائے کہ گویا گردن ٹوٹی ہوئی ہے اور ٹھوڑی سینے پر لٹکی ہوئی ہے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ جب ٹھوڑی سینے پر آتی ہے اور فکر دل کی طرف مائل ہوتا ہے تو دل کی سختی خود بخود زائل ہونے لگتی ہے اور صفائی قبول کرنے لگتا ہے، خواہ ذکر فکر کرے یا نہ کرے۔ یعنی محض مراقبہ کی صورت اختیار کرنے اور سر جھکانے سے اپنے مولائے حقیقی کے حضور کا خیال آ جاتا ہے۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اپنے کامل مرشد کی صورت یا اس کے مزار مبارک کو برزخ بنائے۔ یعنی شکل حاضر کر کے آئینہ کی طرح سامنے رکھ۔ جس طرح سورج کو پانی کے وسیلے بغیر نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح وسیلے بغیر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا مشکل ہے۔

برزخ وسیلے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے مطلوب تک پہنچتے ہیں کیونکہ وسیلہ کے بغیر پہنچنا ممکن نہیں۔

قولہ تعالیٰ ۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (۵-۳۵)

اس کی طرف وسیلہ کی تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرو۔ شاید تمہاری بہتری ہو جائے۔

برزخ یعنی وسیلہ طالب و مطلوب کے مابین ذریعہ ہوتا ہے۔ مولانا شیخ المشائخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ اپنی کتاب عین الفقر میں مبتدی کی ہدایت کے لیے شغل کے وقت مراقبہ کرنا فرماتے ہیں۔

شرح مراقبہ

باطن میں شیطانی باطل خطرات اور نفسانی وہمات یا دنیاوی حادثات میں کوئی ایک بھی نہیں ہونا چاہیے۔ صحیح ذکر فکر اور کلمات تسبیح سے مراقبہ کا طریق یہ ہے کہ جب طالب اللہ باطن کی طرف شغل الٰہی میں مشغول ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے تین مرتبہ بسم

marfat.com

اللہ پڑھے اور تین مرتبہ درود شریف پڑھے۔ تین مرتبہ آیۃ الکرسی اور تین مرتبہ سَلٰمٌ قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ط پڑھے۔ تین مرتبہ چاروں قل اور تین مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھے۔ تین مرتبہ کلمہ تمجید اور تین مرتبہ کلمہ طیب پڑھے اور اسم اللہ اور اسم محمد رسول اللہ ﷺ پر نگاہ رکے اور بعد ازاں آنکھ بند کرے اور مجلس انبیاء مجلس اولیاء اور معرفت الٰہی کی نیت کرے۔ مرشد کامل اپنی رفاقت سے بے شک خدا رسیدہ بنا دیتا ہے۔

صاحب مراقبہ کو مراقبے کے لیے مربع بیٹھنا چاہیے اور اپنے سر کو زانوؤں میں لے جائے گویا مرا ہوا ہے اور ماتم زدوں کی مجلس میں ہے۔ مراقبہ کے شروع میں اپنے تمام اعضاء کو قید کرے اور ذکر و فکر سے اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اس طرح کرنے سے مراقبہ اعلیٰ مرتبے پر پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ اس سے انبیاء اور اولیاء اللہ کی ملاقات ہوتی ہے۔ اس مراقبہ سے کوئی مرتبہ بڑھ کر نہیں۔ مراقبہ مردان خدا کا مرتبہ ہے۔ مراقبہ بجلی کی طرح تیز ہے۔ صاحب مراقبہ کو براق پر سوار کرتا ہے۔ صاحب مراقبہ کے لیے زندگی اور موت برابر ہے

پردہ را بر دار عین از عین بین
راہ عرفاں ایں بود حق الیقین

پردہ کو اٹھا اور عین کو عین سے دیکھ۔ خداشناسی کی یہ راہ ہے اور یہی حق الیقین ہے۔

حدیث۔ من عرف اللہ فقد کل لسانہ ۔جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔

خاموشی ایمان کا سر ہے۔ خاموشی مومنوں اور ایمان کا تاج ہے اور رضائے الٰہی کا تاج ہے۔

''قول مصنف رحمۃ اللہ علیہ۔ خاموشی عبادت کی کنجی ہے۔ خاموشی جنت کا مکان ہے۔ خاموشی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ خاموشی شیطان سے بچنے کے لیے قلعہ ہے۔ خاموشی خیر البشر کی سنت ہے۔ خاموشی دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ خاموشی قرب رب ہے۔ خاموشی توحید میں غرق ہونا ہے''۔ یہاں تک عبارت محک الفقر کی تھی ....

marfat.com

بعدازاں صاحب مراقبہ اس سانس کو جو اندر باہر جاتا آتا ہے۔ اُس کو پکڑے اور اسم الٰہی کے ذکر و فکر ملحوظ رکھے۔ یعنی جب سانس اندر کی طرف لے جائے تو اسم اللہ کا فکر کرے اور جب باہر نکالے تو دماغ اور ناک کی راہ خارج کرے اور اسم ہُو کا تصور کرے اور اسم اللہ کو دل کے صفحہ پر جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ تصور کرے۔ یعنی خیال کی انگلی کے قلم سے دل پر موٹے لفظوں میں خوشخط لکھے اور دل کو جو گوشت کا لوتھڑا نیلوفر کے غنچہ کا سا ہے اور پھیپھڑے اور حنجرہ کی چھ عروق سے بدن کی نچلی طرف سرنگوں لٹکا ہوا ہے۔ فکر کے ہاتھ سے اٹھا کر سیدھا کرے۔ یعنی اُس کی نوک اوپر کی طرف کرے اور اپنے سینے میں صفحہ کی طرح اپنے سامنے رکھے۔ اسطرح اسم اللہ کی مشق کرے۔ اگر ''اللہ'' کے حروف کے نقش برقرار نہ رہیں تو ہمت نہ ہار بیٹھے کیونکہ مشکل کام ہے اور ایک نیا۔ غیر معتاد اور غیر مرغوب ہے۔ انسانی دل پر بہت بہت پردے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل اور دین کے پیشواؤں کی پاک روحوں کی مدد سے ذکر و فکر کی تاثیر ہوتی ہے تو دل اور روح دونوں پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے تصورات کے نقوش ثابت اور مستحکم ہو جائیں گے

؎ ثباتے بدست آور اے بے ثبات
کہ بر سنگ گرداں نردید نبات

اے بے ثبات ثبات حاصل کر کیونکہ متحرک پتھر پر سبزہ نہیں اگتا۔

جب اسم ''اللہ'' کے تصور کا نقش دل پر جم جائے تو پھر اُسے آئینہ اسم محمدی ﷺ کے آئینے میں اس طرح دیکھنا چاہیے۔ اللہ مگراس نقش آئینہ کا تصور صاحب مراقبہ کے لیے سخت اور مشکل ہوتا ہے۔

قادری مشائخ کرام خصوصاً مولانا حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ تصورات کے بارے میں اکثریوں فرماتے ہیں کہ اسم محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسم اللہ ذات کے نیچے موٹا اور خوش خط لکھا ہوا اس طرح تصور کرنا چاہیے۔ پس یہی طریقہ آسان اور افضل ہے اور سلسلہ قادریہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس شغل میں تینوں لحاظ ملحوظ رکھے۔

اوّل۔ پاس انفاس

marfat.com

دوم۔ ماسویٰ اللہ کے فنا کا فکر اور اللہ تعالیٰ کی بقا کا فکر یعنی ذات میں محو ہونا۔

سوم۔ اسم اللہ اور اسم محمد ﷺ کے نقش کا تصور دل کے صفحہ پر اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس راہ میں ثابت قدم ہو جاتا ہے تو تجلیات کے انوار متجلی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف کے جذبات طاری ہوتے ہیں اور واجب الوجود کی وحدانیت کے دریا کا استغراق یکتا ہو جاتا ہے اور سیر فی الذات میں محو ہو جاتا ہے۔

نیز ہمارے جدّ بزرگوار حضرت سلطان العارفین کی کتاب فیض انتساب جامع الاسرار میں یوں لکھا ہے کہ فنا فی اللہ بقا باللہ شخص اپنے وجود سے حیرت و تحیر میں کہتا ہے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ کہاں جا رہا ہوں؟ یہ سفر خواب میں ہے یا خیال میں۔ہم بلبلے کی طرح نظارہ کے لیے آئے ہیں کہ سر اٹھا کر آہ ماریں اور پانی بن جائیں۔ پھر اسی وجود نا موجود کی دقائق شناسی کی توفیق چاہتا ہے اور پیدا کرتا ہے کہ وجود دو ۲ عدموں کے درمیان اس طرح ہے جیسے دو خونوں کے درمیان پاکیزگی۔اسی کا نام وجود رکھا گیا ہے۔مگر بھینگا پن کے سبب وجود دکھائی دیتا ہے۔ورنہ اصل میں وجود نہیں۔وجود اُسے کہتے ہیں جو قائم اور موجود ہو۔یہ وجود سایہ کی طرح ہے جو بذات خود مستقل نہیں۔سایہ کی طرح اس کا قیام اصلی وجود پر منحصر ہے بلکہ اسے ہستی موہوم کہتے ہیں۔

طالب کو چاہیے کہ فنا فی اللہ کا مقام پائے اور اس ہستی موہوم اور وجود کالعدوم کو واجب الوجود میں فنا کر دے۔یعنی یہ وجود نا موجود اس واجب الوجود کا خیالی سایہ ہے اور آفتاب کی توجہ کم ہونے کے سبب سایہ لمبا ہوتا جاتا ہے۔یعنی جب سورج مشرق اور مغرب کے زیادہ قریب ہوتا ہے تو سایہ بہت لمبا ہوتا ہے اور جب سر پر ہوتا ہے تو سایہ اس کی روشنی میں گم ہو جاتا ہے اور اصلی وجود میں حلول کر جاتا ہے۔اس کے بعد بقا باللہ اور واصل باللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

جب نور کا سایہ محو اور مستغرق ہو جاتا ہے تو قطرہ کو مقام فنا میں استغراق حاصل ہوتا ہے اور سمندر کا مقام قطرہ میں ختم ہو جاتا ہے۔

لا یسعنی وفی الارض ولا فی سمائی ان اللہ یحول بین المرء و

marfat.com

قلبه وانه الیه تحشرون وفی انفسکم افلا تبصرون۔

نہ میری زمین میں میری گنجائش ہے نہ آسمان میں بے شک اللہ تعالیٰ انسان اوراس کے دل کے درمیان حائل ہےاوراس کا حشر اسی کی طرف ہے اور وہ تمہاری جانوں میں ہے کیاتم نہیں دیکھتے۔

اس مقام میں عین ذات کی محویت حاوی ہوتی ہے۔اس وقت خود ہی نظر خود ہی ناظر خود ہی منظور۔خود ہی عشق۔خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق ہو جاتا ہےاور خود ہی طالب خود ہی مطلوب۔خود ہی واجد خود ہی موجود۔خود ہی ناطق خود ہی نطق اور خود ہی منطوق ہو جاتا ہے۔خود ہی دلالت کرنے والا اور خود ہی دلالت کیا گیا بن جاتا ہے۔ یہ دوئی محض بھینگا پن کے سبب سے ہے۔

اگر پردہ اُٹھا دو گے تو سب کچھ ایک ذات ہو جائے گا۔ واصل عارف جہاں کہیں دیکھتا ہے اُسے اُس کے دیدار کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا اور اپنے غیر کا نقش اپنے آپ سے دور پھینک دیتا ہے۔ مطلق سے مل کر مطلق ہو جاتا ہے صاحب انصاف منصف ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کو پاتا ہے۔

حدیث۔ **خذما صفاودع ماکدر** جو صاف ہے اُسے لے لے اور جو میلا ہے اُسے چھوڑ دے۔

جو صاف ہے اُسے لے لے یعنی محویت ذات کا تصور اور تفکر اور جو میلا ہے اُسے چھوڑ دے۔یعنی دونوں جہان کی اُمیدیں اور ہستی موہوم کو چھوڑ دے۔تمام افعال کا اصلی مقصد دل کو صاف کرنا۔روح کو جلا دینا اور نفس کو پاک کرنا ہے۔ جب دل کو ماسویٰ اللہ سے پاک اور صاف کرتا ہے تو روح کو جلا حاصل ہوتی ہے۔یعنی روحانی پاک جلوہ ظاہر ہوتا ہےاوراس مقام پر نفس بھی پاک ہو جاتا ہے۔

جب نفس پاک ہو جاتا ہے تو یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۔اے نفس مطمئنہ !اپنے پروردگار کی طرف راضی خوشی لوٹ جا کا مرتبہ پا لیتا ہے۔

marfat.com

نفس ناری عاقبت چوں نُور شد
قلب قالب ہر اعضاء مغفور شد

جب ناری نفس آخر کار نور ہو جاتا ہے تو دل۔ جسم بلکہ ہر عضو بخشا جاتا ہے۔

انبیاء را نفس صورت انبیاء
اولیاء را نفس صورت اولیاء

انبیاء کے لیے نفس ہی انبیاء کی صورت ہے اور اولیاء کے لیے نفس ہی اولیاء کی صورت ہے۔

دع نفسك وتعال۔ نفس کو چھوڑ یعنی بشریت اور بشر کو فنا کر اور ہماری طرف آ یعنی درجہ بقا حاصل کر۔

حدیث۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا، مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ جب جسمانیت فنا ہو جاتی ہے تو روحانیت اور بقا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

اے جان عزیز! تو بے عقلی اور بے وقوفی کے سبب اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ تیرا یہ جسم اور وجود موہوم بمنزلہ کٹھالی ہے۔ جس میں خالص سونا گلایا جاتا ہے اور تیرا یہ وجود طلسمی بنایا گیا ہے۔ جب اس تصویر کو کٹھالی سے نکال کر پھر فنا کی آگ میں ڈالتے ہیں تو پھر سونا خالص ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے تھا طلسماتی تعلق اور جسمانی واہمہ سے نکل کر عین العیانی ہو جاتا ہے۔ الان کما کان ۔ تیری جان کانی لعل ہے چونکہ تو اس بات سے ناواقف ہے۔ اس لیے سرگردان ہے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ تو ہی آفتاب ہے اور تو ہی مہتاب اور تو اسرار سے واقف ہے اور ہر ایک منزل اور مقام تو ہی ہے بلکہ دونوں جہان بھی تو ہی ہے تو کس بات کی طلب کرتا ہے اور کس کی تلاش کرتا ہے۔ وہ حاضر و ناظر ہے۔

من عرف نفسه بالفناء فقد عرف ربه بالبقاء ۔ جس نے اپنے آپ کو فنا سے پہچانا اُس نے اپنے پروردگار کو بقا سے پہچانا۔

زمین و آسمان و عرش و کرسی
ہمہ در تست پیدا از کہ پرسی

marfat.com

زمین وآسمان۔ عرش اور کرسی سب کچھ تجھ میں ظاہر ہے۔ پھر تو کسے پوچھتا ہے۔
اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ خطرات خطرات کے ساتھ ہیں اور ذات ذات کے ساتھ ہے۔

از دل بدر کن پیشہ خطرات را
تابیابی وحدت حق ذات را

دل سے خطرات کے پیشہ کو نکال ڈال تا کہ تجھے ذات حق کی وحدت حاصل ہو۔
وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اِنَّا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِىْ ۔ وہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں کہیں تم ہو۔ میں اپنے بندے کے ظن کے پاس ہوں۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ میں دیکھے تو بہتر ورنہ یُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ کے وسوسوں اور توہمات میں محجوب رہے گا۔
اس واسطے یہ اسم ذات اور اسم اعظم اہل خطرات کے سینے میں قرار نہیں پکڑتا ہے۔

اسم اعظم نام باہُو متصل
میکند تاثیر صاحب ذکر دل

باہُو! اسم اعظم ایسا نام ہے جو صاحب ذکر کے دل میں تاثیر کرتا ہے۔
جس شخص کے دل میں اس اعظم اور اسم ذات قرار کرتا ہے۔ اس پر اول علم لدنی روشن اور واضح ہو جاتا ہے۔
دوم۔ علوی اور سفلی تمام مقامات اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔
تیسرے اُسے رسمی اور کسبی علم کی ضرورت نہیں رہتی۔
چوتھے۔ ہر گھڑی اس کے دل کو خاص فیض اور عطا نصیب ہوتے ہیں۔
وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے اُسے اپنے پاس سے علم سکھایا۔

باہُو نماز دائمی تسبیح میخواند دلم
جان و دل تسبیح گشتہ در حقیت واصلم

باہُو! دائمی نماز کے طور پر میرا دل تسبیح پڑھتا ہے۔ میرے جان و دل تسبیح ہو گئے ہیں۔ حقیقت میں میں واصل ہوں۔

marfat.com

حدیث۔من لم ادیت فرض الدائم لم یتقبل اللّٰہ منه فرض الوقت ۔
جناب پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص دائمی فرض ادا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کا وقتی فرض قبول نہیں کرتا۔

قولہ تعالیٰ: وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ (۱۸-۲۸) ''اُس شخص کی پیروی نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کیا ہے اور جس نے اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے اور جس کا کام حد سے بڑھا ہوا

؎ نماز و روزہ و بسیار طاعت
ازاں بہتر بود دل ذکر ساعت

نماز، روزے اور بہت طاعت کی نسبت ایک گھڑی کا قلبی ذکر بہتر ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ (۷۳-۲۰)
نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کو فرض حسنہ دو۔

جو شخص وقتی نماز ادا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی دائمی نماز قبول نہیں کرتا۔ ظاہری آنکھوں سے دیکھنا اور ظاہری کانوں سے سننا چاہیے کہ دائمی فرض ذکر الٰہی ہے کیونکہ جو دم ذکر الٰہی سے غافل ہوتا ہے وہ مردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ زبانی۔ دلی۔ روحی اور سری۔ ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ ذاکر کو چاہیے کہ کوئی دم بھی ذکر سے غافل نہ ہوتا کہ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ کے زمرہ میں نہ آئے۔ نیز کسی وقت بھی فرض وقتی یعنی نماز پنجگانہ سے غافل۔ قاصر اور کاہل نہ ہو کیونکہ مسلم اور کافر میں صرف نماز کا فرق ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جناب پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی اور سنت پر کی استقامت بغیر کوئی ذکر فکر اور مراقبہ فائدہ نہیں دے سکتا۔ شریعت کی مطابقت اور سنت پر کی استقامت سے سلوک کے طریقہ۔ ذکر و فکر کے شغل اور لطائف کے ملاحظہ میں مشغول رہے تا کہ مراد کو پہنچے

؎ خلاف پیمبر ﷺ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل بخواہد رسید

پس جس شخص نے پیغمبر ﷺ کے برخلاف راہ اختیار کی۔ وہ ہرگز منزل مقصود پر نہیں پہنچا۔

باطن میں ہر دم باطنی اشغال میں اور ظاہر میں ہر وقت فرض۔ سنت اور مستحب کے ادا کرنے میں مشغول رہے تا کہ قربِ فرائض اور قرب نوافل حاصل کرے۔ "لایزال العبد یتقرب الیٰ بالنوافل"۔ کے مرتبہ پر پہنچے۔ مباح چیزوں کے ارتکاب سے پرہیز کرے کیونکہ مباحات کا ارتکاب قرب الٰہی کے لیے رکاوٹ ہے۔ والسلام۔

اس مسکین نے اپنے مرشد مکمل یعنی اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ سے مراقبہ کے طریقہ کی تعلیم کے لیے التماس کیا تو پہلے آپ نے فرمایا کہ اے فرزند! اگر زندگی ہے تو اس کا وقت آئے گا۔ ابھی تم نوجوان ہو اور یہ کام بہت مشکل ہے۔ اس میں گردن ٹوٹ جاتی ہے اور حواس بند ہو جاتے ہیں۔ جب پھر میں نے التماس کیا تو مراقبہ کے ابتدائی اصول مجھے سمجھائے لیکن اس بارے میں دلی توجہ نہ فرمائی کیونکہ مجھ گنہگار پر از حد شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ میں پہلی عمر میں مجاہدات میں نہ پڑ جاؤں تا کہ جوانی کے پھل اور مراد سے بہرہ مند ہو جاؤں۔

جب عرصہ دراز کے بعد پھر میں نے التجا کی تو آپ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا۔ ایک میاں محمد صدیق علیہ الرحمۃ حجرہ شاہ مقیم والے۔ دوسرے حضرت تاج محمد شکار پور والہ کے خلیفہ میاں صاحب پٹ والہ۔ میاں تاج محمد کی خدمت میں نہ پہنچ سکا کیونکہ میں حضرت قدس سرہٗ کے حضور اور خانقاہ کی خدمات میں مشغول تھا اور فاصلہ زیادہ تھا۔

اور محمد صدیق علیہ الرحمۃ خانقاہ مقدس میں اکثر زیارت کے لیے نہیں آتے تھے اس لیے وہ بھی یہ کام نہ سکھا سکے۔

میرے مرشد یعنی میرے والد بزرگوار قدس سرہٗ کی وفات کے بعد میں حضرت خلیفہ سلطان نورنگ کھتران رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ کے مزار شریف پر گیا تو انہوں نے اپنی روحانیت کے فیض سے ماہ رمضان المبارک میں پہلی مرتبہ عشائین کے وقت یعنی شام کی نماز کے بعد اور دوسری مرتبہ اشراق کے وقت جبکہ میں نے آپ کے مزار مبارک پر

marfat.com

اس بارے میں التماس کیا۔ مجھ پر پوری توجہ دی اور مراقبہ کا فیض عطا فرمایا جیسا کہ آپ کی لیاقت تھی۔ اس بھید کو میں بیان نہیں کر سکتا جس کے دو سبب ہیں۔

ایک یہ کہ میں ایک غافل گنہگار طرح طرح کی غفلتوں اور گناہوں میں مستغرق ہوں۔ نعوذ باللہ منہا کہ ایسے شخص پر فضل نہیں کرتے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔

اگر باشد دو صد عصیاں کتابم
تواند شستن از چشم پُر آبم

اگر گناہوں کے دو سو دفتر بھی ہوں تو بھی میری آنسوؤں بھری آنکھ اُسے دھو سکتی ہے۔

اگر باشد دو صد خرمن گناہم
توانم سوختن از برق آہم

اگر میرے گناہوں کے دو سو کھلیان ہوں تو میں انہیں اپنی آہ کی بجلی سے جلا سکتا ہوں۔

قولہ تعالیٰ۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

اپنی جانوں پر اسراف کرنے والو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ۔ واقعی اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ واقعی وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا یہ کہ میرے مسلمان دینی بھائی میرے اس بیان کو سن کر انکار نہ کر دیں اور مجھ پر اعتراض نہ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ دینی بھائیوں میں سے کسی کو حصہ دے اور اس جام میں سے گھونٹ پیئے تو خود بخود ذائقہ چکھ لے گا۔

تو بادہ نخوردی وچہ دانی قدرش
سر یست دریں بادہ کہ مستاں دانند

تو نے شراب نہیں پی۔ تجھے اس کی قدر کیا معلوم۔ اس شراب میں ایسا بھید ہے جسے صرف مست ہی جانتے ہیں۔

marfat.com

جذبہ حال کا معاملہ اس وقت معلوم ہوتا ہے جو خود حال میں آئے۔ صرف باتیں محض علم اور سلوک کے لیے ہیں۔ اگر اس سے زیادہ کسی درویش کو شوق ہو تو حضرت شاہ حبیب بغداد والہ جن کا مزار شریف دریائے راوی کے کنارے قصبہ ملمیہ اور سرائے سدھو کے مابین قصبہ بغداد میں واقع ہے اور جن کا ذکر مبارک پہلے بھی سیر کے باب میں ہو چکا ہے، کی تصنیف کردہ کتاب دیکھئے۔ شاہ حبیب اللہ صاحب نے اس کتاب میں اپنے حالات، شغل۔ احضار اور مراقبہ کے مقامات مفصل بیان فرمائے ہیں۔

احضار کے حالات مراقب کے شروع میں بھی حاصل ہوتے ہیں کیونکہ اس میں اپنے پیر مکمل حضرت غوث الاعظم کی روحانیت اور خلفائے راشدین کے ارواح مقدسہ اور جناب سرورِ کائنات ﷺ کی روح مبارک اور اہل بیت مطہر علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارواح مقدسہ درجہ بدرجہ مراقبہ میں استحضار کے وقت فیضان فرماتے ہیں۔ یہ معاملہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا جب اس پر حاوی نہ ہو اور یہ حاصل نہ ہو جائے۔ والسلام۔

marfat.com

باب پنجم

وفات، تاریخ وفات، پہلے مقبرہ
اور
والدین شریفین کی وفات کے بیان میں

marfat.com

فصل اوّل

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بیان میں

واضح رہے کہ حضرت سلطان العارفین۔ طالبوں کے مرشد۔ سالکوں کے رہنما۔ فنا فی اللہ۔ بقافی ہوعین ذات سِرّ ہُو۔ شیخ المشائخ مولانا شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ ونور اللہ مرقدہ جمعہ کی رات تین پہر گزرے جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو اس جہان فانی سے کوچ کر کے دار جاودانی میں جوار حق میں پہنچے۔

اول جمادی الثانی شب جمعہ بدسہ پاس
شد وصل شیخ وصل باہُو فرخندہ نام را
شہباز اوج وحدت بالا پرید قحط
این است سال وصلش عالی مقام را
ابدی غلام باہوایں نیز وصل دوست
یارب کند توجہ سلطان غلام را

قولہ تعالیٰ۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا اور انہیں ان کے پروردگار نے پاک شراب پلائی۔

مطمئنہ نفس باہُو را خدا
ارجعی آمد چو از ربُ العلیٰ

باہُو کے نفس مطمئنہ کو جب پروردگار کی طرف سے ارجعی ''لوٹ آ'' کی آواز آئی۔

کہ بیا در گہِ ما اے ولی
راضیۃً مرضیۃ باخوش دلی

کہ اے ولی! ہماری بارگاہ میں راضی خوشی آ جا۔

چوں شدی در بندگانِ ما دخیل
فادخلی فی جنتی باش اے خلیل

marfat.com

جب تو ہمارے بندوں میں داخل ہوا تو اے دوست! اب میری جنت میں داخل ہو۔

چوں شنید ایں مژدہ مکشوف العطاء
باقضا بسپرد جاں باصد رضا

جب اس مکشوف العطاء نے یہ خوشخبری سنی تو نہایت ہی رضامندی سے جان قضا کے سپرد کردی۔

کاشف الاسرار الحق اہل دیں
گشت تاریخ وصالش بالیقین

اس کی تاریخ وصال ''کاشف الاسرار الحق اہل دیں'' سے نکلتی ہے۔

غرۂ ماہ جمادی الثانی
بُد شبے جمعہ وقت نورانی

ماہ جمادی الثانی کی پہلی تاریخ۔ جمعہ کی رات نورانی وقت تھا۔

قرب حق شد نصیب باھُو را
قدس اللہ سرہٗ ابدا

اس وقت باھُو کو قرب حق نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کے بھید کو پاک کرے۔

از سر ہر سہ مصرعہ حرف گزیں
تاز تاریخ او شود بیقیں

تینوں مصرعوں کا پہلا حرف لینے سے یقینی طور پر تاریخ نکلتی ہے۔

ع۔ ب۔ ق = ۱۰۰۰+۲+۱۰۰=۱۱۰۲۔ مترجم۔

آپ کا جنازہ ملتان کے پرگنوں میں سے پرگنہ شورکوٹ کے متعلق موضع قہرگاں کے ایک قلعہ میں جو پکی اینٹوں کا بنا ہوا تھا دفن کیا گیا۔ یہ گاؤں خلیفہ ہند شاہ جہان بادشاہ وقت نے آپ کے والد بزرگوار یعنی حضرت شیخ سلطان بازید محمد علیہ الرحمۃ و الغفران کو کئی ہزار بیگھہ زمین اور کنوؤں سمیت بطور وجہ معاش اور لنگر انعام دیا تھا۔ جس

marfat.com

پر کسی قسم کا محصول یا خراج نہ تھا۔ یہ گاؤں خاص بادشاہ کی ملکیت تھا۔ اس قلعہ کے اندر پہلی مرتبہ مزار مقدس بنایا گیا۔ آپ ستتر ۷۷ سال اس مقبرہ میں سوئے۔ بعدازاں ۱۱۸۰ھ ہجری میں جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ لاہوری کے قبضے میں آیا جو کہ ملتان کے منتظم تھے۔ مجھ مسکینوں 'یعنی مخدوم حافظ صالح محمد صاحب اور فقیر سلطان حامد قادری جن میں سے حضرت شیخ حافظ محمد قدس سرہٗ ممدوح تین واسطوں سے حضرت سلطان العارفین کے پوتے ہیں' کے جد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد حسین صاحب اپنے متقی پن کے سبب سے مذکورہ بالا سنگھوں کے عمل سے واقف ہو کر اپنے وطن سے ہجرت کر کے اپنے دادا کی پاک خانقاہ کے قرب وجوار میں آئے۔ کچھی داؤد کے مسلمان امیروں کے بُلانے کے سبب خیر پور ٹانویں والہ یعنی خیر پور کھرانی میں رہنا سہنا اختیار کیا۔ داؤد پوترہ کے خان شکار پور ملک سندھ کے رہنے والے تھے۔ داؤد پوترہ کی قوم کے اکثر آدمی حضرت خلیفہ مومن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے اور اس ولایت میں آ کر ملک کے امیر اور حاکم بن گئے۔ یہ لوگ جہاں کہیں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کو پاتے اپنے گھر بلا کر نہایت تعظیم وتکریم کرتے۔

پس میرے جد بزرگوار حضرت سلطان حافظ محمد صاحب بہت سے خادموں اور ہمسایوں یعنی قوم جعفر قوم کچھی۔ قوم مرجانہ کھیڑا اور قوم بٹ سمیٹ خیر پور کے گرد ونواح میں رہنے سہنے لگے۔

دریائے نیلی یعنی دریائے ستلج گھارا کے مشرقی کنارے پر زمین کونڈ میں جو قصبہ خیر پور سے دو تین کوس کے فاصلے پر ہے داؤد پوترہ امیر یعنی محمد جان خاں کھرانی اور محمد معروف خاں وڈیرا (بڑا) بہت ہی عزت کیا کرتے تھے اور محمد جام خاں کھرانی نے جو خاص مرید تھا۔ خاص طور پر امیرانہ مہمانی اور ضیافت کا انتظام کیا۔ میرے جد بزرگوار ممدوح قدس سرہٗ نے صرف دو وقت مہمانی قبول کی۔ بعدازاں انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہم زراعت پیشہ ہیں۔ آپ صرف مزروعہ زمین دے کر ہماری مدد کریں۔ پس کئی ہزار بیگھہ سیلابہ زمین جس کا نام کونڈ تھا۔ محمد جام خاں کھرانی علیہ المغفرۃ والرضوان نے

marfat.com

حضرت قدس سرہٗ کی نذر کی۔ آپ نے وہاں گاؤں آباد کیا اور کھیتی باڑی کرنے لگے اور مدت تک وہاں ٹھہرے رہے۔

چنانچہ میرے مرشد یعنی میرے والد بزرگوار اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ میرے جد بزرگوار کی عادت تھی کہ جمعہ اور دونوں عیدوں کے لیے شہر خیر پور میں سوار ہو کر جایا کرتے تھے۔ ان دنوں کے سوا کبھی شہر میں نہ جاتے تھے۔ داؤد پوترہ امیر اور خاں جو زیارت کے لیے آتے۔ جب اُن کے آنے کی اطلاع میرے جد بزرگوار کو ہوتی، تو زراعت کے جس کام میں ہوتے اسی میں مشغول رہتے۔ مثلاً ہل چلانا۔ کنواں چلانا۔ پانی کھینچنا۔ نلائی گھاس کھودنا۔ جب تک وہ امیر وہاں رہتے آپ ہرگز تمکنت سے گھر پر نہ بیٹھتے بلکہ امیر ہاتھ باندھے آنحضرت کے پیچھے پیچھے پھرا کرتے اور اسی حالت میں رخصت ہو جاتے۔

نیز حضرت ممدوح قدس سرہٗ کی عادت تھی کہ مقررہ وقتوں کے سوا دنیاوی کلام نہ کرتے تھے۔ ہر وقت شغل میں رہتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ موقع پر ان کا مفصل ذکر کیا جائے گا۔

آپ صاحب کمالات درویش تھے۔ پہلے پہل آپ نے حضرت خضر۔ حضرت علی اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیضان پایا تھا۔ یہ بات مشہور بھی ہے اور اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے کہ جب میرے جد بزرگوار ممدوح قدس سرہٗ کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی مقدس خانقاہ کی زیارت کا شوق ہوتا تو اکیلے پا پیادہ خیر پور سے روانہ ہو جاتے اور اسی روز وہاں جا پہنچتے۔ حالانکہ ان دونوں مقاموں کے درمیان سو کوس کا فاصلہ ہے۔ خادموں نے کئی مرتبہ تاریخ اور وقت کا تجربہ کیا تھا۔ حضرت ممدوح قدس سرہٗ کے پاس ظاہری مال اسباب بھی بہت تھے۔ چنانچہ کاشت کے لیے چالیس جوڑی بیل۔ بہت سی بھینسیں۔ گائیں۔ عمدہ گھوڑوں کا اصطبل اور کتب خانہ تھا۔ علم صرف حضرت خضر علیہ السلام کے باطنی فیضان سے ہوا۔ جس کا بیان انشاء اللہ حسب موقعہ کیا جائیگا۔

marfat.com

فصل ۲

حضرت سلطان العارفین کے والدین شریفین کی وفات کے بیان میں

آپ کے والدین شریفین کی وفات کے بارے میں ہم نے صرف اتنا سنا ہے کہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت سلطان بازید محمد خاص شہر شورکوٹ میں فوت ہوئے۔ اس وقت حضرت سلطان العارفین ابھی بچہ ہی تھے۔ حضرت شیخ سلطان بازید محمد قدس سرہٗ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قرآن شریف شورکوٹ میں حضرت شیخ طلحہ علیہ الرحمۃ کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ مجھ مسکین نے اس قرآن شریف کی زیارت کی ہے۔ حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہٗ حافظ قرآن تھے کیونکہ جو وقوف غفران۔ وقوف کفران اور مقامات سکتہ کے جو قوانین اور فوائد آپ نے ملحوظ رکھے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے قاری اور حافظ کے سوا کوئی نہیں رکھ سکتا۔

حضرت سلطان العارفین عین ذات سر ہُو حضرت شیخ سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ کے والد ماجد حضرت سلطان بازید محمد کا مزار شریف خاص قصبہ شورکوٹ میں حضرت شیخ طلحہ علیہ الرحمۃ کے مزار کے پاس شیخ طلحہ کی مسجد معظم میں ہے۔

حضرت سلطان العارفین کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حضرت بی بی راستی ہے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مختلف کتابوں میں فرماتے ہیں

؎ رحمت حق بر رواں راستی
راستی از راستی آراستی

راستی کی جان پر حق تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اے راستی تو راستی سے سنواری ہوئی ہے۔
اس کی ماں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جس نے اس کا نام باہُو رکھا

؎ باہُو بہ یک نقطہ یا ہُو شود
ورد باہُو روز و شب با ہُو بُود

marfat.com

ایک نقطے کی زیادتی سے باہُو یاہُو ہو جاتا ہے۔ جس سے باہُو کا ورد دن رات یاہُو ہے۔

نیز عین الفقر میں آپ ذکر سری یعنی اخفی الاخفی کے باب میں فرماتے ہیں کہ ذکر سرّی ایسا ذکر ہے جو بندے اور پروردگار کے درمیان ہے۔ وہاں پر ذکر و ذاکر اور مذکور تینوں ایک ہوتے ہیں۔

چنانچہ اس مسکین کے والد بزرگوار کی بھی یہی حالت تھی کہ پہلے آپ کے منہ سے آگ کا شعلہ نکلتا۔ پھر ناک سے دھواں نکلتا۔ پھر دونوں آنکھوں سے خون جاری ہوتا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ اپنے خاوند کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہیں۔ چنانچہ جب سلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت بھی آپ کی والدہ ماجدہ زندہ تھیں۔ ان دنوں حضرت سلطان العارفین کی عمر چالیس سال کی تھی۔ چنانچہ خود ہی اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں کہ میں تیس سال مرشد کامل کی تلاش میں اور ساری عمر طالب صادق کی طلب میں رہا لیکن دونوں نہ پائے۔

تیس سال مدت جو آپ نے مقرر فرمائی۔ اس سے مراد ساری عمر ہے۔ پس تحقیق ہوا کہ حضرت سلطان العارفین کی والدہ ماجدہ اپنے خاوند کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہیں۔

کہتے ہیں کہ آپ کا مزار شریف ملتان کے گردونواح میں شہر بوستان اور لطف آباد کے نزدیک سید صاحبوں کے بی بی پور کے قبرستان میں ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس زمانے میں موضع بوسن مذکور دہلی کی سلطنت کی طرف سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے لنگر و مدد معاش کے لیے بطور جاگیر ملا ہوا تھا اور متعلقین کا گزارہ بھی اسی پر تھا۔

بعض کی یہ رائے ہے کہ جو مزار حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہٗ کے قریب ہے یہی حضرت سلطان العارفین کی والدہ ماجدہ کا مزار ہے۔ وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَابِ۔

marfat.com

باب ششم

آپ کا ایک مقبرے سے دوسرے مقبرے میں بدلنا مع تاریخ تدفین

حسب ذیل نقل بالکل صحیح ہے۔ وہ یہ کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا پہلا مقبرہ جو دریائے چناب کے مغربی کنارہ پر قلعہ قہرگان کے وسط میں چوکھنڈی یعنی چار دیواری کی طرف تھا۔ جھنڈا سنگھ و گنڈا سنگھ لاہوری کے غلبہ کے سبب حضرت سلطان العارفین کی اولاد مختلف اطراف میں ہجرت کر گئی۔ جس کا ذکر انشاء اللہ آگے کیا جائے گا۔ صرف چند ایک فقیر اور خلفاء خانقاہ مقدس میں رہتے تھے۔ اتفاقاً دریا قلعے تک آ پہنچا اور اُسے گرا دیا۔ پھر قبروں تک جا پہنچا۔ فقیروں اور خلفاء نے باقی مزاروں کو نکال کر صندوقوں میں رکھ لیا اور حضرت سلطان العارفین کا مقبرہ بدستور رہا۔ آپ کا صندوق نہ مل سکا۔ فقیر اور خلفاء نا اُمید ہو کر رونے لگے کہ یا شیخ حضور کے جسم مبارک کا صندوق نہیں ملتا اور دریا قریب آ رہا ہے۔ اس صورت میں حضور کی اولاد دیہاتی ہو جائے گی اور فقیر پراگندہ اور پریشان ہو جائیں گے۔

پس فقیروں اور خلفاء کو حضور سے ارشاد ہوا کہ ہم ضرور باہر نکلیں گے۔ مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھونے کے لائق اور قابل ہوگا۔ وہ کل صبح سویرے سورج نکلنے کے قریب یہاں آئے گا۔ وہ ہمارا صندوق نکالے گا اور دریا غلبہ نہیں کرے گا۔ درویشوں کو اس

marfat.com

اشارے سے تسلی ہوئی اور حکمت غیبی کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقررہ وقت آیا تو ایک سبز پوش برقع دار شخص ظاہر ہوا۔ اس نے چہرہ پر سے نقاب نہ اُٹھائی اور آتے ہی بلا تامل اسی مٹی میں سے جو فقیروں اور خلفاء نے کھود رکھی تھی۔ حضرت سلطان العارفین کا صندوق نکالا۔ ہزارہا لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے زیارت کی' دیکھا تو حضرت قدس سرہٗ بدستور سوئے ہوئے تھے اور ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جب صندوق کھولا گیا تو میلوں تک خوشبو پھیل گئی۔ اکثر حاضرین کو جذبہ اور وجد ہو گیا۔

اس حالت سے پہلے پیپل والے کنوئیں پر ایک بڑی حویلی کی چار دیواری بنی ہوئی تھی جو شخص اس حویلی میں قدم رکھتا بے ہوش ہو جاتا۔ یہاں تک کہ مال مویشی بھی اس میں داخل نہ ہو سکتے تھے اور کوئی بھی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ لوگ خوفزدہ ہو کر اس کنوئیں کو ویران کر کے چلے گئے تھے۔ وہ مکان اور حویلی پاک اور منزہ تھی۔ حکم ہوا کہ ہمارا مزار پیپل والے کنویں کی حویلی میں جو ہمارے مقام سے نزدیک ہے۔ بنایا جائے کیونکہ یہی جگہ ہمارے لیے مقرر اور معین ہے۔ پس درویشوں نے حویلی کے وسط میں جو مذکورہ بالا کنوئیں کے مغرب کی طرف تھی۔ مزار مبارک مقرر کیا۔ چنانچہ صندوق مبارک سطح زمین پر رکھ کر اس کے گرد مزار شریف بنایا۔ یعنی صندوق مبارک زمین کے اندر دفن نہ کیا گیا محض زمین کے اوپر رکھ کر مزار مبارک بنایا گیا۔ گویا زمین کے منہ اور اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔ جس نے حکم الٰہی سے اس صندوق پر نور کو بوسہ دیا اور سلام کیا اور سر آنکھوں پر رکھ لیا اور اپنے رخسارے پر رکھ لیا اور اس شرف سے مشرف ہوا۔

یہ مزار اور مقبرہ ۱۹۱۲ء میں سہ مکرر تعمیر ہوا۔ اس مزار شریف سے جہان بھر کو فیض پہنچتا ہے۔ خاص و عام مسلمانوں کی شفاعت کرتا ہے۔ گویا پنجاب اور ہند میں حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہٗ کے مزار شریف کی طرح اس کی مثال اور نظیر نہیں۔

عجیب وغریب کرشموں کا مظہر ہے۔ ہزارہا زیارت کرنے والے اور سائل اپنی اپنی مرادیں پاتے ہیں اور ہزاروں عاشقان الٰہی فائدہ پہنچانے اور فائدہ اُٹھانے کیلئے آتے

marfat.com

ہیں اور فیضیاب ہوتے ہیں اور سینکڑوں صاحب نصیب اہل اور زندہ دل حضرت قدس سرہٗ کی روحانی توجہ سے آپ کے مزار شریف سے صاحب احوال اور صاحب ارشاد اور تلقین ہو جاتے ہیں اور مختلف ملکوں میں جاتے ہیں اور خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ارشاد اور تلقین کرتے ہیں۔ اس مزار مبارک کے ہزارہا خوارق عادات اور کرامات ہیں جو تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ مجملاً یہ کہ گردونواح کے رئیسوں، مجاوروں، خلفاء اور اولاد۔ زیارت کرنے والوں میں۔ عیاشوں، تماش بینوں، حاکموں اور عام و خاص میں سے کسی کو یہ حوصلہ نہیں، کہ بدعت کا کوئی کام کرے۔

اس مکان شریف میں یا خانقاہ کے احاطہ میں کسی اور قسم کی عبادت اختراع کرنے کا مقدور نہیں۔ اگر کوئی شیطان یا نفس کے بہانے سے سرکشی کرے۔ اس کی کھوپری ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ یہ بات تجربہ کی ہے کہ آپ کی اولاد میں سے بھی وہی شخص اس پاک مقام میں مسند نشین ہوتا ہے اور مساکین کی خدمت گزاری کرتا ہے اور مسجدوں اور مزاروں کی جاروب کشی کرتا ہے۔ جس کا ظاہر و باطن فضل الٰہی اور آنجناب کی توجہ باطنی سے شریعت کے موافق اور مطابق ہوتا ہے۔ اس کے باطن کو اسلاف کی طرح صاف کر دیتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ سینکڑوں صاحب حال فقیر اس مقام میں اللہ تعالیٰ کے طالب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مشاہدات کے دیدار کے لیے معتکف رہتے ہیں اور خدمت گذاری اور جاں سپاری میں عمر بسر کرتے ہیں۔ دل و جان سے تسلیم بجا لاتے ہیں جو ان کی قسمت ہوتی ہے۔ حضور پر نور کے فیض اثر لنگر کے وظیفہ سے ہر ایک کو ملتا ہے۔

نیز حضور انور کے تصرف سے غیبی رزق اور تسخیر مسخرات ہر شخص کے لیے ملحوظ رکھا جاتا ہے لیکن ہر ایک معتکف تارک دنیا ہے اور دین میں پکا ہے۔

نیز اس مزار منور کا ایک کرشمہ ہے کہ کئی درویش اور فقیر خانقاہ کی مختلف خدمات کے لیے مقرر ہیں لیکن کوئی انہیں مقرر یا معزول نہیں کرتا۔ سب کے سب خود بخود حضرت قدس سرہٗ سے باطنی فیضان کے سبب نہایت ذوق و شوق سے دن رات اپنے اپنے کام میں

marfat.com

مشغول ہیں۔کوئی دوسرے کے کام کی طرف دیکھتا بھی نہیں کیونکہ وہ اپنے اپنے کام کے سرانجام کرنے میں۔ان کے مقصد اوران کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

از دوست یک اشارہ داز من بہ سرو دیدن

دوست کی طرف سے ایک اشارہ ہونا کافی ہے۔پھر میں سر کے بل دوڑنا شروع کر دیتا ہوں۔

بعض لنگر کے لیے ایندھن اکٹھا کرنے میں مشغول ہیں اور بعض مکانوں۔حجروں۔ مسجدوں اور حویلیوں کی مرمت میں۔بعض باغیچوں اور سایہ دار درختوں کی پرورش میں۔ بعض کا کام مسجدوں میں اذان دینا ہے۔بعض امام مسجد ہیں۔بعض قرآن شریف پڑھنے اور پڑھانے میں مصروف ہیں۔بعض کھیتی باڑی کے لیے مامور ہیں۔بعض لنگر میں گھانس بہم پہنچاتے ہیں۔بعض کنواں چلاتے ہیں۔بعض مسکینوں کے حجروں میں پانی دیتے ہیں۔ بعض مسافروں کو پانی پلاتے ہیں۔بعض مسجدوں میں پانی بھرتے ہیں۔بعض گرمی کے موسم میں حویلیوں کے احاطوں میں چھڑکاؤ کرتے ہیں۔بعض خانقاہوں کے اندر خلیفہ ہیں۔بعض ولی اللہ صاحب احوال عالی ہیں کہ دن رات محض اس حضوری کام میں مشغول اور محظوظ رہتے ہیں۔بعض کے سپرد چراغ روشن کرنے کا کام ہے۔بعض کے متعلق اسباب کی حفاظت ہے۔پاکباز شخص علیحدہ ہیں۔مزار شریف کے لیے پھول لانے کی خدمت کسی اور کے سپرد ہے۔بعض پھلواڑیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔خاص خاص موسموں میں خاص خاص قسم کے پھول اگاتے ہیں اوران کی ساخت پرداخت میں رہتے ہیں۔علیحدہ علیحدہ صاحب حال اور مست دیدار درویش اور فقیر ہیں۔آپ کی اولاد میں سے بعض مسند نشین ہیں اور سجادہ نشینوں کے خاندان میں سے جسے چاہتے ہیں اُسے منظور اور مقبول فرماتے ہیں۔

نہایت عجیب بات یہ ہے کہ اعلیٰ سے ادنیٰ تک ہر ایک شخص کا مقرر یا معزول کرنا خود حضرت سلطان العارفین کے دست مبارک میں ہے۔اصلی اختیار سجادہ نشینوں کو بھی نہیں اور نہ کبھی ہوا ہے۔البتہ جسے وہ خود اختیار دیں۔

marfat.com

اوراس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ مزار شریف پر جو ہزار ہا روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے اس میں بھی سجادہ نشین کا اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے کسی کو مقرر کرے بلکہ یہ خدمت بھی کسی خلیفہ کے سپرد کی جاتی ہے جو سجادہ نشین کی مدد کرتا ہے اور نہایت صاحب حال۔ آزاد۔ فارغ البال اور صاحب استقلال ہوتا ہے۔ اس کا دل نور الٰہی سے پر ہوتا ہے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا طالب رہتا ہے۔ ہر دم شغل میں شاغل رہتا ہے۔

بظاہر صبح سے شام تک سجادہ نشینی کی خدمت میں ہاتھ باندھے حاضر کھڑا رہتا ہے اور مسافروں۔ زائروں اور مہمانوں کو مکان دینے۔ گھانس دانہ۔ فرش فروش ایندھن۔ برتن۔ خانقاہ پر کے پیشکش اُٹھانے مختلف لوگوں کو مختلف کاموں کے لیے منتخب کرنے اور فقیروں۔ مریدوں اور زائروں کے سپرد مختلف خدمات کرنے کا کام اسی کے سپرد ہوتا ہے۔ تمام اندرونی اور بیرونی خدمات کی بجا آوری اسی کے ذمہ ہوتی ہے۔ ہر قسم کی آمدنی سجادہ نشین صاحب اسی خلیفہ کے سپرد کرتے ہیں اور بیت المال کا مال مستحقوں کو دینا اسی کا کام ہے۔ یہاں تک کہ سجادہ نشین صاحب کے گھر روزانہ خَرچ کی چیزیں بھی اور لنگر میں بھی جو چیز جاتی ہے، سب اسی خلیفہ صاحب کے ہاتھ سے جاتی ہیں۔

سجادہ نشین صاحب ادام اللہ برکاتہٗ وفیوضاتہٗ تارک الدنیا۔ راسخ الدین۔ خادم الفقراء والمساکین والمسافرین خود بھی نہایت شوق سے خشک روٹی لنگر شریف سے کھاتے ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں۔ ضروری پہننے کا لباس رکھتے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں ذوق شوق سے مشغول رہتے ہیں۔

مستحقوں اور عاجزوں کی غم خواری کرتے ہیں۔ اگر اُن کے اوصاف لکھوں تو علیحدہ کتاب تیار ہوتی ہے۔

بخدا! مسند نشین کے پاس صرف ایک چاندی کی انگوٹھی ہے وہ بھی جس پر خانقاہ کی مہر کندہ ہے۔

آپ کے دل میں کبھی بھی اس کمینی دنیا کا شوق یا اس کے مال کا خیال نہیں آیا۔ وہ لنگر شریف۔ فقیروں۔ مسکینوں۔ مستحقوں کی خدمات اپنے پر فرض سمجھتے ہیں۔

marfat.com

یا اللہ! اُن کے اعمال صالحہ میں برکت دے۔ ان کی اولاد کو اعمال صالح عطا کر۔ اُن کے دلوں کو درست کر اور انہیں ہدایت کی توفیق عنایت کر اور ان کے عیال میں برکت دے اور انہیں اپنی حفاظت میں لے اور اپنی پردہ پوشی سے ان کا پردہ ڈھانپ۔ یا کریم یا جلیل۔ اے ذوالجلال! ان کے رزقوں میں برکت دے اور دونوں جہان کی آفتوں، بلاؤں اور مکروہات سے انہیں بچا اور اپنے عرفان کے نور سے ان کے دلوں کو منور کر۔ امن وامان سے ان کی زندگی میں برکت دے اور ان سے اپنے بندوں کو فائدہ پہنچا۔ یا ارحم الراحمین لحظہ بھر بھی ان کی حاجتوں میں دیر نہ لگا اور اپنے فضل سے میری تمام حاجتیں پوری کر۔

اے محسن! سید الابرار سید المرسلین محمد وآلہٖ واہل بیتہٖ اجمعین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محبوبہٖ اجمعین کی حرمت سے ان پر احسان کر اور ان کی اولاد سے نیکی کر۔

مطلب یہ کہ اگر مذکورہ بالا درویشوں میں سے کوئی بیمار ہو جائے۔ یا رخصت پر جائے یا اس کا انتقال ہو جائے تو اس سے پہلے ہی دوسرے کو لا کر اس کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے اور یہ تقرر بھی محض باطنی تصرف اور ارشاد سے ہوتا ہے۔ کئی ایسے شخص ہیں جو مدت العمر خانقاہ اور کنویں کے احاطے سے باہر نہیں گئے۔ بعض کو اینٹ یا ایندھن خاص حدود کے اندر جمع کرنے کی اجازت ہے۔ وہ اس حد سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔ بعض و آس پاس کے گاؤں میں چراغوں کے لیے روغن اور غلاف لانے کی اجازت ہے یا لنگر کے مصارف کی چیزیں لانے کے مجاز ہیں۔ انہوں نے عورت۔ بال بچوں۔ رشتہ داروں۔ وطن۔ مال۔ اسباب اور جاہ وحشمت کو ترک کر دیا ہے۔ اپنی دنوں جہان کی مرادوں کو انہیں خدمات پر منحصر سمجھا ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ! اس مزار شریف کے کیا کیا عجائبات بیان کئے جائیں کہ جو شخص ایک دفعہ مقبرے کے اندر داخل ہوتا ہے اور زیارت سے مشرف ہوتا ہے اس کا دل وہاں سے نکلنے کو نہیں چاہتا۔ مزار مبارک پر نظر پڑتے ہی اکثر اسم اللہ اور 'لا الہ الا اللہ' اور 'سبحان اللہ سبحان اللہ' برابر زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور جو صاحب نصیب ہوتا ہے وہ زندہ دل ہو

marfat.com

جاتا ہے۔ اکثروں کو اس وقت رقت طاری ہو جاتی ہے۔ ہزارہا طالب اللہ پاپیادہ باوضو تسبیح پڑھتے ہوئے دوڑتے ہوئے ہر طرف سے آتے ہیں

فطوبیٰ لباب کبیت العتیق

حوالیہ من کلِ فجٍ عمیق

اور یہ ترک ادب نہیں کہ مصنف نے یہ شعر مقابلہ میں مثال کے طور پر ایک دنیاوی بارگاہ کے لیے لیا ہے یہ وہ درگاہ ہے کہ صاحب مثنوی نے فرمایا ہے۔

ابلہاں تعظیم مسجد مے کنند

درجفائے اہل دل جدے کنند

بے وقوف لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں اور اہل دل کو ستانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایں حقیقت آں مجاز است اے خراں

نیست مسجد جز درون سروراں

او گدھو! یہ حقیقت' وہ مجاز ہے۔ سرداروں کا باطن ہی مسجد ہے۔

مسجدے کاں اندرونِ اولیاء است

سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست

جو مسجد اولیاء کے اندر ہے وہ سب کی سجدہ گاہ ہے اور وہاں خدا ہے۔

مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لفظ غیر شرع اور ترک ادب کے طور پر نہیں کہے کیونکہ ''منیۃ المصلی'' کی شرح میں لکھا ہے کہ نیت فرض ہے۔ کعبہ شریف کی طرف رخ کرنا اور اپنے قبلہ کے حضور کی نیت کعبہ کی سرزمین کی نیت کرنا ہے۔ یعنی اس پاک زمین کا جو کہ کعبہ مقدسہ کے احاطہ میں ہے۔ دل میں اس کا رخ کرنا چاہیے کیونکہ اگر صرف کعبہ کی چار دیواری کے حضور کی نیت کی جائے تو درست نہیں۔ اس واسطے کہ کعبہ معظّمہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے جاتا ہے اور اس کی چار دیواری ہر وقت وہاں موجود نہیں ہوتی لیکن وہ سرزمین ہر وقت وہاں موجود رہتی ہے۔ پس یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کعبہ کب موجود ہے اور کب اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے گیا ہوا ہے۔

marfat.com

اسی بارے میں حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہٗ کا قصہ ہے کہ آپ ہر ایک قدم پر کعبہ کے احرام کی نیت کرتے اور دو قدم پر مصلّیٰ بچھا کر دوگانہ ادا کرتے۔

اور حضرت رابعہ بصری قدس سرہا۔ اسی اثنا میں کروٹ بدلنے کے لیے احرام باندھے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ حضرت ابراہیم قدس سرہٗ رات کے وقت حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے سات سال بعد جب خانہ کعبہ پہنچے، تو کعبہ معظّمہ کو وہاں نہ دیکھ کر زار زار روئے اور بارگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ یا الٰہی! میری آنکھوں سے کعبہ معظّمہ کو کیوں پوشیدہ کیا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیم! تیری بدقسمتی نہیں بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ ایک عاجزہ میری راہ میں آ رہی ہے۔ ہم نے کعبہ کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا ہوا ہے۔ اتنے میں حضرت رابعہ قدس سرہا حرم میں داخل ہوئیں۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے رابعہ (رحمۃ اللہ علیہا)! جہاں میں تو نے یہ کیسا شور مچا رکھا ہے کہ کعبہ کو تیرے استقبال کے لیے بھیجتے ہیں۔ سات سال سے تو نے کعبہ کا احرام باندھا ہے اور راہ کعبہ میں پہلو پر لوٹتی ہوئی آتی ہے۔

حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا۔ اے ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ)! یہ کیا غل ہے کہ تو نے قدم قدم پر دوگانہ ادا کیا اور حج پورا کیا۔

رابعہ (رضی اللہ عنہا) در راہِ کعبہ ہفت سال
گشت بر پہلو زہے تاج الرجال

رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کعبہ کی راہ میں سات سال لڑھکتی ہوئیں آئیں۔ واہ! آپ مردوں کے لیے تاج ہیں۔

marfat.com

باب ہفتم

خانقاہ مقدس کے خلفاء اور مجاورین کے طبقہ اوّل، دوم اور سوم کے حالات میں

marfat.com

فصل ا

مجاورین کے حالات میں

میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم ابھی کم عمر تھے اور میاں قائم نام ایک بوڑھا سفید ریش بڑھئی نابینا کسی طرف سے آ کر خانقاہ پر معتکف ہوا۔ چند روز بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ وہ شخص محض ناخواندہ تھا۔ اُس نے قرآن شریف منگایا۔ صبح طالب علموں کی طرح قرآن شریف کو کھول کر حرف بحرف اور سطر بہ سطر دیکھتا اور دوپہر کے بعد بند کر کے رکھ دیتا۔ پھر ظہر کے وقت اسی طرح کرتا۔ طلب علموں کی طرح مشغول رہتا۔ مدت بعد اس نے منزل خوانوں کی طرح ورق اُلٹنے شروع کئے لیکن زبان سے ایک حرف تک نہ نکالتا۔ خلقت اس کے کام سے بڑی حیران تھی۔

ہم یعنی حضرت قدس سرہٗ کی اولاد اس کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ہم نے اُسے پوچھا کہ میاں قائم! تو تو اندھا تھا تو نے کسی استاد سے بھی نہیں پڑھا۔ نہ قاعدہ سیکھا۔ تجھے قرآن پڑھنا کیونکر آ گیا۔ اس نے آہستہ سے میرے کان میں کہا کہ اے حضرت مجھے آپ کے جد بزرگوار یعنی سلطان العارفین قدس سرہٗ خود پڑھاتے ہیں۔

پس ہم نے اس کے اس کہنے کو مشہور کر دیا کہ قائم فقیر اس طرح کہتا ہے۔ لوگ اُس کے پیچھے پڑھ گئے کہ قائم ہمیں قرآن شریف کی تلاوت سناؤ۔ جب اُسے بہت دق کیا گیا تو آخر مجبور ہو کر اُس نے بلند آواز سے قرآن شریف پڑھا۔ خلقت دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

نیز اس بارے میں اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا سے سنا تھا۔ آپ فرماتی تھیں کہ مجھے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی تصانیف کے پڑھنے کا شوق از حد تھا۔ ابھی میں ماں باپ کے گھر میں تھی۔ حیاء کے مارے کسی کو پڑھانے کے لیے نہ کہہ سکتی تھی۔ ابھی چھوٹی عمر تھی۔ ایک دفعہ مجھے میرے والدین حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں زیارت کے لیے لائے۔ جذبہ اور کشش کے وقت مجھے حضور میں لائے۔ خانقاہ مقدس

marfat.com

میں مَیں نے رُؤیا میں دیکھا کہ حضرت قدس سرہٗ نے مجھے کتاب عقل بیدار کبیر دی اور مجھے اُس کا سبق دیا۔ صبح جب میں اُٹھی تو سویرے ہی ایک درویش صوفی عمر رسیدہ میاں محمد دائم بلوچ نے جو حضرت سلطان العارفین کے خلیفہ اور نہایت بزرگ۔ متبرک اور صاحب حال شخص تھے، کتاب مذکور بعینہٖ جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میرے سامنے رکھی۔ میں نے پوچھا۔ تم کیوں مجھے دیتے ہو؟ کہا حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔

پس میں نے قبول کی اور اس سے لے لی اور اپنے پاس رکھی۔ کبھی کبھی شوق شوق سے اُسے کھولتی اور اُس کے ورقوں اور سطروں کو ایک ایک کر کے محبت سے دیکھتی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی حکمت و قدرت کاملہ سے اس کے پڑھنے کی قابلیت دی۔ تھوڑے عرصہ میں میں نے آنحضرت قدس سرہٗ کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر لیا اور ان کے معنی اور باریکیاں بھی مجھ پر ظاہر ہو گئیں۔ مجھے کبھی کسی ظاہری اُستاد کی ضرورت نہ ہوئی۔

پس ہم مسکین دیکھتے تھے کہ حضرت والدہ ماجدہ کتابوں کو عالموں کی طرح پڑھتی تھیں اور ضرورت کے مطابق لکھ بھی سکتی تھیں۔ آپ کا ذکر بھی کچھ کچھ کیا جائے گا۔

فصل ۲

ذکر خلیفہ سلطان ابراہیم انب والہ

آپ حضرت خلیفہ سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آپ کی زندگی میں مشرف ہو کر اُن کی خدمت میں مدّت تک رہے۔ بعد ازاں آپ تیس ۳۰ سال تک حرمین شریفین میں معتکف رہے۔ بعد ازاں ''حب الوطن من الایمان'' وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ کے مطابق وطن لوٹ آئے اور مدت تک ملک کچھی اور شکار پور میں اور مدت تک ڈیرہ غازیخاں کے گردو نواح کے گاؤں جتوئی اور دریشک میں رہے۔ پھر مدت تک حضرت صلاح الدین شاہ دین پناہ بخاری کے دائرہ میں پھر مقام انب کوٹ میں جو کوہ سکیسر میں ہے۔ رہے۔ اس سخت پہاڑ میں آپؒ نے مقام کیا۔ آپ کا روضہ مبارک بھی وہیں ہے۔ آپ کی عمر تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ سال تھی۔ آپ کے فرزند میاں عبدالغنی اور

marfat.com

میاں صاحب ہیں۔

آپ کے خوارق عادات اور آپ کی کرامات اس قدر نہیں کہ لکھی جا سکیں جو اجنبی اور مسافر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ باطنی صفائی کے سبب ان میں سے اکثروں کے نام اور مقام بتا دیتے تھے اور ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اثر بے حد تھا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص ایک بیل پر بوجھ لاد کر لے جا رہا تھا۔ اچانک بیل کا پاؤں پھسلا۔ نیچے گہری غار تھی۔ اتنے میں وہ شخص چلایا کہ سلطان ابراہیم تو کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بیل گرتے گرتے بچ گیا۔

جب وہ شخص گھر آیا تو پھر حضرت سلطان ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُسے پاس بلا کر اپنی ہتھیلی دکھائی اور فرمایا کہ دیکھو تیرے بیل کے کُھر کی وجہ سے میری ہتھیلی پر یہ سیاہ داغ پڑا ہے۔ تم لوگ ہم سے ایسا ہی سلوک کرتے ہو۔ اگر کسی عورت کی روٹی توے پر جلنے لگتی ہے تو بھی پکار اٹھتی ہے کہ اے ابراہیم! تو کہاں ہے مجھے تم لوگ تکلیف دیتے ہو۔

جب تیرا بیل پہاڑ سے گر رہا تھا تو تُو نے مجھے ایسی تکلیف دی جس کا اثر تو نے دیکھا۔ فقط۔

میں نے اپنے والد و مرشد بزرگوار سے سنا ہے۔ آپ سلطان ابراہیم کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صاحب کمال مرد تھا۔

نیز انہوں نے فرمایا کہ جب فقیر سلطان ابراہیم حرمین شریفین کے اعتکاف سے واپس چلے تو بہت مدت تک کچھی شکار پور میں اور کچھ عرصہ سیت پور جتوئی اور کچھ عرصہ کوٹ سنرل اور ٹبی سروائی میں جہاں حضرت شیخ موسیٰ نواب علیہ الرحمۃ کی خانقاہ ہے مقیم ہوئے جہاں آپ ٹھہرتے۔ وہاں کی خلقت اور گرد و نواح کے لوگ آپ کے مطیع ہو جاتے۔ آپ کو فتوحات بکثرت ہوتیں۔

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آئند

جہاں کہیں میٹھا چشمہ ہوتا ہے۔لوگ، پرند اور چیونٹیاں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

جب آپ بٹی سروائی میں رہے تو وہاں کے لوگ آپ کو حضرت سلطان العارفین سلطان باہُو قدس سرہ کی اولاد میں سے بتاتے تھے۔

چنانچہ یہ بات جب حضرت سلطان العارفین کی اولاد نے سنی تو میرے دادا حضرت شیخ سلطان عظمت صاحب جن کا روضہ مبارک احمد پورہ داوُد پوترہ میں ہے اور میرے جد بزرگوار حضرت شیخ نور محمد صاحب جو میرے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ محمد صاحب سجادہ نشین قدس سرہٗ کے حقیقی بھائی تھے۔ یہ دونوں صاحب بٹی سرواہی فقیر سلطان ابراہیم علیہ الرحمۃ کے پاس پہنچے۔انہوں نے اس کا تمام مال ومتاع۔گھر کا اسباب لٹا دیا اور اُسے قید کرلیا اور اُس کا قصور یہ قرار دیا کہ اس نے کیوں اپنے آپ کو حضرت سلطان العارفین کی اولاد ظاہر کیا۔

فقیر ابراہیم نے ایک عورت کر لی تھی جس میں سے بال بچے بھی تھے۔ جب اس بات کی اطلاع میرے جد بزرگوار حضرت حافظ محمد صاحب قدس سرہٗ کو ہوئی تو سوار ہو کر منزل بمنزل بٹی سرواہی میں تشریف لے گئے اور فقیر موصوف کو اپنے بھائیوں کی قید سے چھڑایا اور اس کا مال واپس دلانے کی خاطر بہت کچھ چارہ کیا لیکن دونوں صاحبزادوں نے جو میرے جد بزرگوار کے بڑے بھائی تھے۔اس کا مال واپس کرنے سے انکار کیا۔

پس میرے جد بزرگوار نے فرمایا کہ اس مال میں تیسرا حصہ تو میرا ہے۔اگر سارا نہیں دیتے تو تیسرا حصہ بانٹ دو۔ چنانچہ ان سے تیسرا حصہ لے کر فقیر موصوف کو دیا اور اُسے بال بچوں سمیت اس ملک میں اپنے ساتھ لے آئے۔ ایسا نہ ہو کہ صاجزادے پھر اُسے نقصان پہنچائیں کیونکہ ان دنوں صاجزادے اس ملک داوُد پوترہ میں رہا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ جھنڈا سنگھ وگنڈا سنگھ ناظم ملتان نے انہیں تنگ کر رکھا تھا۔ جب ملتان کے قریب شجاع آباد میں تشریف لائے تو فقیر موصوف کو فرمایا کہ اے ابراہیم! تمہیں حکم ہوتا ہے کہ دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر قصبہ دائرہ حضرت شاہ دین پناہ میں جا کر رہو۔ فقیر موصوف نے عرض کیا کہ یا حضرت! مجھے اپنی خدمت میں لے چلیں۔ یا مجھے اپنے وطن

marfat.com

جانے کا حکم دیں۔ میں یہاں پردیس اور سخت ملک میں کیونکر گذارا کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ حکم یونہی ہے۔

پھر عرض کیا کہ یا حضرت! وہاں رہ کر کیا کام کروں۔ فرمایا: خدا کے نام روٹیاں پکا کر تقسیم کر۔ عرض کیا۔ حضرت! اگر سو ۱۰۰ آدمی آجائیں تو پھر میں کیسے دوں گا۔ فرمایا: سو کو ہی دو۔ پھر عرض کیا۔ اگر پانچ سو آجائیں تو ان کے لیے کیونکر روٹی پکاؤں گا۔ فرمایا: کہ پانسو کے لیے بھی روٹی پکاؤ۔ پھر عرض کیا کہ حضرت! مجھے روٹی پکانا نہیں آتا۔ اگر ہزار آدمی آجائیں تو انہیں کیونکر کھانا دوں۔ فرمایا: ہزار کے لیے بھی تیار کرو۔

فقیر موصوف صاحب راز تھا۔ اس نے سوالوں کو جو بار بار دہرایا۔ اس میں بھی کچھ حکمت تھی۔ ان سوالوں سے جو اس کی اصلی مراد تھی حاصل کر کے حضرت سید صلاح الدین شاہ دین پناہ کے دائرہ کی طرف چلے۔ وہاں مدت تک رہے۔ لنگر میں ہزاروں کے کھانا پکتا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک پائی (چار ٹوپے=تقریباً سات آٹھ سیر) گیہوں کا آٹا پکتا اور ایک بکری ذبح کر کے سالن تیار کیا جاتا۔ جسے ہزارہا آدمی کھاتے۔ یہ مشہور ہو گیا کہ فقیر ابراہیم کے پاس جناب رسول اللہ ﷺ کا خزانہ ہے۔

میں نے اپنے مرشد و والد بزرگوار قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ آپ فقیر سلطان ابراہیم کی اتنی تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس نے ناحق اپنے آپ کو حضرت سلطان العارفین کی اولاد میں سے ظاہر کیا؟ فرمایا۔ وہ اپنی زبان سے تو بات تک نہیں کہتا تھا۔ عوام الناس نے اُسے ایسا مشہور کر دیا تھا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ فقیر ابراہیم حضرت سلطان العارفین کی اولاد کا چنداں ادب نہیں کرتا تھا۔ فرمایا: دل میں تو بہت عزت کرتا تھا۔ مگر جس دن سے صاحبزادوں نے اُسے بے عزت کیا اور لُوٹا اس روز سے ظاہر میں وہ ان سے کتراتا تھا۔ پھر فقیر موصوف کے حق میں میرا یقین درست ہوا کیونکہ ان سوالوں سے میری مراد بھی یہی تھی۔

میرے مرشد و والد بزرگوار فقیر موصوف کی کرامتوں کے بارے میں فرماتے تھے کہ

marfat.com

اے فرزند! حضرت شاہ دین پناہ قدس سرہ کے دائرہ میں ایک روز کوئی محتاج رانجھا نام جس کے ہاتھ پاؤں نہیں تھے اپنے آپ کو لوگوں سے اُٹھوا کر فقیر ابراہیم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ یا شیخ! میں بول و براز کی محتاجی سے اس قدر تنگ آ گیا ہوں کہ ہر وقت اُن میں لتھڑا رہتا ہوں کیونکہ ہر وقت مجھے کوئی نہیں دھو سکتا۔ اس واسطے کہ میں مسکین اور بے نوا ہوں۔ آپ دعا کریں کہ میں مر جاؤں تا کہ اس عذاب سے بچ جاؤں کیونکہ رہنے سے میرا جانا ہی بہتر ہے۔

فقیر سلطان ابراہیم موصوف نے فرمایا کہ اے رانجھا! موت کے لیے دعا کرنا جائز نہیں۔ عرض کیا تو پھر آپ دعا کریں کہ روٹی پانی نہ کھاؤں پیوں۔ فرمایا: خوب پیٹ بھر کر کھا۔ عرض کیا کہ پھر اسی طرح بول و براز میں لتھڑا جاؤں گا۔ فرمایا: جو ملے کھاؤ پیو۔ بول و براز نہیں آئے گا۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب تک رانجھا زندہ رہا پھر اُسے بول و براز کی حاجت نہیں ہوئی۔ حالانکہ جو کچھ ملتا بیدریغ کھاتا پیتا تھا۔ آپ کی یہ کرامت جہان میں مشہور ہو گئی۔

اس وقت کے امراء آزمائش کے طور پر اس رانجھا کو اپنے خاص مکانوں میں بلوا کر اپنے سامنے طرح طرح کے کھانے کھلاتے پلاتے اور مکلّف فرشوں پر اور عمارتوں میں بٹھا کر دروازوں میں قفل لگا کر ان کی چابیاں اپنے پاس رکھتے۔ جب تجربہ کرتے تو اُسے ولی اللہ کی کرامت پاتے اور سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے۔

یہاں تک کہ ملتان کے صوبہ دار حاجی غازی شہید نواب محمد مظفر خاں سدوزئی علیہ الرحمۃ نے بھی اس رانجھا کو بلا کر کئی دن اپنے پاس رکھ کر امتحان کیا تو درست پایا۔ جس سے اولیاء اللہ کی کرامت کے بارے میں اس کا یقین بڑھ گیا۔ فقط۔

میں نے اپنے بھائی مولانا حضرت شیخ حافظ صالح محمد کے خلف الرشید مولوی شیخ نور محمد اطال اللہ عمرہٗ کی زبانی سنا کہ مجھے کسی شخص نے بتایا کہ میں نے سلطان ابراہیم سے عرض کیا کہ آپ میرے حق میں توجہ فرمائیں تا کہ میں ذاکر بن جاؤں۔

marfat.com

پس آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی میری زبان پر رکھی جس کے سبب کئی سال تک میری زبان پر ذکر جاری رہا۔ کبھی خاموش نہ ہوئی۔

آپ کی کرامت لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ اگر ایک ایک کا ذکر کیا جائے تو ایک الگ کتاب تیار ہوتی ہے۔ والسلام

سید امام شاہ سیالکوٹ والہ جن کی خانقاہ شام نظام کے قبرستان میں ہے آپ ہی کے مرید ہیں۔ انشاء اللہ ان کا ذکر بھی کیا جائے گا۔

اور سید بگھو شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس سے اجازت لے کر آپ ہی سے فیض حاصل کیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا ذکر بھی کیا جائے گا۔

فصل ۳

موسیٰ ڈبورا کے احوال میں جو حضرت حافظ عمر علیہ الرحمہ کی زبانی معلوم ہوئے

مجھے یاد ہے کہ ایک روز میں حضرت حافظ عمر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اپنے احوال کی شکایت کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ صاجزادے! آپ کے تو گھر میں نعمت ہے۔ آپ کے جدّ بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ عوام کو اس طرح فیض پہنچاتے ہیں جیسا موسیٰ ڈبورا کو پہنچایا۔

پھر آپ نے یوں بیان فرمایا کہ موسیٰ نامی ڈبوڑا کچھی رو جہان کے جنوب کا رہنے والا تھا۔ اس کی گھوڑی شمالی ملک کے چور چرا لے گئے۔ وہ تلاش کرتے کرتے حضرت قدس سرہٗ کے گرد ونواح کے گاؤں سیوا میں جو آنحضرت کے مقام سے مغرب کی طرف ہے تھکا ماندہ رات گذارنے کے لیے آیا۔ خواب میں آنحضرت قدس سرہٗ نے اُسے فرمایا کہ ہمارے پاس آ ؤ تو ہم تمہاری گھوڑی کا پتہ دیں گے۔ موسیٰ نے پوچھا۔ حضرت آپ کون ہیں؟ فرمایا میں باہو (رحمۃ اللہ علیہ) ہوں۔ پس میاں موسیٰ اُسی وقت جاگے اور بیقراری اور

marfat.com

انتظاری میں باقی رات بسر کی۔ وہاں کے باشندوں سے پوچھا کہ باہُو رحمۃ اللہ علیہ کون فقیر ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ دیکھ یہی مزار حضرت سلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ وہ دوڑ کر وہاں آیا۔ اس کے آتے ہی اس پر ایسی توجہ فرمائی کہ صاحب احوال عالی بن گیا اور فوراً رخصت کا شرف حاصل کیا۔ اس پر ہزار ہا اسرار الٰہی منکشف ہوئے اور اپنے وقت کا ایک ولی بن گیا اور جنوبی ملک میں چلا گیا۔

فصل ۴

گل محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں

آپ اس درجہ صاحب علم۔ صاحب فضل۔ صاحب کمال اور صاحب تجرید و تفرید تھے کہ علم ظاہری میں فاضل اجل تھے۔ آپ علم باطنی کی طلب کے لیے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ حاضر ہوتے ہی اس قسم کی توجہ اور فیضان الٰہی ہوا، کہ ابدالوں اور اوتادوں کی طرح مجرد الاکوان ہوئے اور خلفاء سے بھی ان کی صحبت اس مسکین کو اس طرح پہنچی کہ حضرت سندھی صاحب قدس سرہٗ اپنے شیخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ کے سوا کسی مقام پر آٹھ پہر سے زیادہ نہ رہتے تھے۔ یعنی دن کہیں اور رات کہیں۔

بے قرار عشق دریک جائے گیرد قرار
کوہ اگر لنگر شود دریائے گیرد قرار

عشق کے بیقرار کو ایک جگہ قرار نہیں ہوتا۔ اگر پہاڑ بھی لنگر ہو جائے تو بھی سمندر قرار نہیں پکڑ سکتا۔

اکثر سر پاؤں سے ننگے جنگلوں۔ پہاڑوں میں اور دریا کے کناروں پر پھرتے اور اکیلے سیاحت کرتے۔ آرام اور سیر کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ وقت بے وقت بلکہ اکثر اوقات اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ کرتے اور کسی شخص سے کوئی چیز بطور ہدیہ یا تحفہ نہ لیتے۔ ہاں افطار کے وقت اگر کوئی شخص روٹی کا ٹکڑا لاتا تو ضرور قبول فرما لیتے اور افطار کرتے اور نہ بند

marfat.com

صرف موٹی پنڈلی تک ہوتا تھا اور قریباً ایک گز کپڑا گلے میں سینے پر باندھے رکھتے۔ جب ان دونوں کپڑوں میں سے کوئی ایک بوسیدہ ہو جاتا تو معمولی اور طبیعت کے موافق اگر کوئی لے آتا تو اُسے قبول فرماتے اور پہن لیتے اور کسی سے اُنس یا الفت نہ کرتے۔

طالب اللہ گروہ کے گروہ آپ کے پیچھے پیچھے پھرتے۔ آخر انہیں جنگل میں پاتے۔ آپ طالب اللہ کو ایک ہی نگاہ میں بامراد کر دیتے لیکن اپنے روبرو توجہ نہ کرتے اور طالبوں کو فیض کے وقت فرماتے کہ اے فلاں! فلاں جنگل۔ دریا کا کنارہ۔ فلاں درخت یا مقام جانتے ہو۔ وہ کہتا ہاں صاحب جانتا ہوں۔ پس آپ فرماتے۔ دوڑو دوڑو۔ وہاں ایک ولی اللہ کی روح ہے۔ جلدی وہاں پہنچو۔ اُمید ہے کہ اس کی روح ضرور تم پر توجہ کرے گی۔ جب طالب وہاں پہنچتا تو اس کی پیٹھ پیچھے سے ایسی توجہ کرتے کہ ایک ہی توجہ سے تجلیات کے انوار میں اس درجہ مستغرق کر دیتے اور وہ اس درجہ صاحب مکاشفات ہو جاتا۔ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ بہتوں کو فیض پہنچایا۔ ان میں سے بعض مجھے بھی ملے ہیں۔ جن کا ذکر مفصل کیا جائے گا۔ باقیوں میں سے جن کے نام میں جانتا ہوں۔ انشاء اللہ لکھوں گا۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔

دایہ سلطان علیہ الرحمۃ۔ میاں دلبر مرالی رحمۃ اللہ علیہ۔ قاسم فقیر۔ ان تینوں سے تو میری ملاقات ہوئی۔

جن دنوں میں عقلمند تھا کیونکہ اہل اللہ درویشوں کی تلاش اور جستجو میں تھا۔ علاوہ ازیں میاں حاکم فقیر اور پیر مبارک شاہ فرزند حضرت پیر عبدالقادر رحمہما اللہ تعالیٰ ملک وچن والہ تھے اور اُن کے علاوہ اور بھی بہت تھے لیکن چونکہ ہمارے زمانے سے پہلے گزر چکے تھے۔ اس لیے نہ ان کے حالات معلوم ہیں نہ نام۔ ان سب میں سے حضرت دایہ سلطان علیہ الرحمۃ سے بہت کچھ مجلس کی ہے۔ وہ صاحب تجرید اور تفرید تھے آپ نے اپنی ساری عمر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کی خدمت میں بسر کی۔

آپ عشق خدا کی راہ میں شہباز کی طرح تھے اور آپ میں مجاہدات اس قدر تھے کہ میں نے آپ کو بڑھاپے کے وقت دیکھا ہے۔ آپ میں اس وقت بھی ایک پہلوان کی سی

marfat.com

طاقت تھی۔

آپ کے فضائل میں ایک یہ ہے کہ آپ نے عرصہ دراز تک گوشت نہیں کھایا دن کو روزہ رکھتے اور رات کو جاگتے اور اپنے ہاتھ کی پکی ہوئی سبزی سے روزہ افطار کرتے۔ چنانچہ جاڑے میں سرسوں کا ساگ۔ شلغم۔ موسم بہار میں پالک بیر اور جو سبزی انسان کھا سکتا ہے اور موسم گرما میں جو کھیتوں میں سبزی ہوتی ہے اور انسان کو ضرر نہیں دیتی اپنے ہاتھ سے پکا کر کھاتے۔ چنانچہ تندولا۔ باتھو۔ مریڑی۔ خرفہ اور دہی بھی افطار کے لیے رکھتے۔ اتفاقاً اگر آنخضرت قدس سرہٗ کے خاندان سے دودھ ہاتھ لگتا تو لے لیتے۔

آپ کے چہرے کی رونق۔ اعضا کی قوت اور بدن کی صحت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ جب تہجد سے فارغ ہوتے تو صاحبزادوں کی گائیں چرانے کے لیے لے جاتے۔ جب چاشت کے وقت گائیں سیر ہو چکیں، تو آپ تھوڑی دیر آرام کر کے پھر بیلوں کی جوڑی لے کر دوپہر تک ہل چلاتے۔ اس سے فارغ ہو کر اپنی کٹیا میں آ کر ظہر کی نماز ادا کرتے۔ پھر کلہاڑی لے کر حویلی اور پیر خانہ کے اہل پردہ کے لیے ایندھن کاٹ کر اپنے سر پر اُٹھا کر لاتے۔ پھر دوبارہ مہمان خانے کے دائرہ کے لیے ایک دو مرتبہ لاتے۔ تب کہیں روز کا گزارا چلتا تھا۔ پھر عصر کی نماز ادا کر کے افطار کے متعلق کچھ کر کے اپنے حجرے میں برسرکار ہو جاتے۔

مجھ مسکین کو راز بتایا کرتے تھے۔ اپنے مرشد سندھی کے حالات اکثر مجھ سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ مجملاً یہ کہ دایہ صاحب نے فرمایا کہ ایک روز میں اپنے مرشد سندھی صاحب کے پیچھے تمام دن دھوپ دوڑ کرتا رہا۔ آخر دریائے چناب کے کنارے مغرب کے وقت جلالپور کمالانہ میں پہنچا۔ جہاں پر گاؤں کے باہر ایک پرانی اور ویران مسجد سرکنڈوں اور گھانس پھونس کی بنی ہوئی تھی۔ میرے مرشد سندھی صاحب دوڑتے ہوئے اس مسجد میں جا داخل ہوئے۔ میں مارے شوق کے رات بھر اس مسجد کے دروازے پر لیٹا رہا۔ موسم بہار تھا۔

جب صبح ہوئی تو دو ۲ آدمی آپ کے ہم شکل آ پہنچے اور مجھے پوچھنے لگے کہ لڑکے کیا

marfat.com

حضرت مولوی صاحب سندھی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ ہیں، کہا اچھا مولوی صاحب اس وقت خلوت میں ہیں۔ ہم انہیں تکلیف دینا نہیں چاہتے۔ جب باہر نکلیں ہمارا اسلام عرض کر دینا۔

میں نے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ فرمایا۔ ہم بہاؤ الدین زکریا اور شاہ رکن عالم ملتانی ہیں۔

میں نے متعجب ہو کر بآواز بلند کہا کہ یا حضرت! آپ خود سنتے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ میں درمیان میں ہوں اور میرے مرشد اندر ہیں اور خود ساری بات چیت سنتے ہیں۔ جب اشراق کے وقت مسجد شریف سے نکلے تو پھر بدستور جنگل کی طرف دوڑے۔ میں بھی سایہ کی طرح آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ مگر مجھے یہ خیال کھٹکتا رہا کہ میرے مرشد صاحب نے اُن دونوں صاحبوں کا مکالمہ سن لیا ہے لیکن جب میں نے پیغام عرض کیا تو مجھے اس کے جواب سے سرفراز نہ فرمایا۔ پھر بھی وہی خیال دل میں رہا۔ آخر میں نے عرض کیا کہ یا حضرت! جو کچھ میں نے مسجد میں عرض کیا تھا وہ آپ نے سُن لیا۔ آپ نے فرمایا۔

کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ دو شخص یعنی غوث بہاؤ الدین اور شاہ رکن عالم قدس سرہما آئے تھے۔ پھر وہ دونوں باہر کے باہر چلے گئے۔ میں نے اسی وقت آپ سے عرض کر دیا تھا اور اب بھی وہی عرض کرتا ہوں۔ آپ یہ سن کر ٹھہر گئے اور اپنے دونوں ہاتھ میرے قدموں پر رکھ کر چومے اور فرمایا۔

میں تم پر قربان جاؤں۔ تم نے ایسے اولیاء اللہ اور غوث وقطب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں شرمندہ ہو گیا اور ڈر گیا۔ میں اُلٹے پاؤں چلتا اور میرے مرشد صاحب میری ندامت دور کرنے کے لیے بار بار میرے قدموں پر ہاتھ رکھ کر چومتے۔

پھر آپ چل پڑے اور بہت سے محب پیچھے سے آ ملے۔ جب درویشوں کی جماعت کو دیکھا تو فرمایا۔

اے درویشو! اور طالبو! تمام اس بچے کے پاؤں پڑو کیونکہ اس میں یہ فضیلت ہے کہ حضرت غوث بہاؤ الدین اور حضرت شاہ رکن عالم قدس سرہم اس کی زیارت کے لیے

marfat.com

آتے ہیں اور علانیہ ملاقات کرتے ہیں۔ کئی روز تک آپ اسی طرح کرتے رہے کہ جب نئے فقیروں کی کوئی جماعت آتی تو آپ اُسے یہی فرماتے اور مجھے شرمندہ اور نادم کرتے۔

ایک روز پھر اکیلا آپ کے ساتھ جنگل میں جا رہا تھا۔ میں اچانک روتا ہوا آپ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ یا حضرت! میں اس قدر شرمندہ ہوں کہ زمین اگر جگہ دے تو میں سما جاؤں۔ آئندہ ایسی خام باتوں سے میری توبہ جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے۔ آپ خدا کے واسطے معاف فرمائیں۔ پھر آپ نے مجھ سے ایسا سلوک کبھی نہ کیا۔

نیز ایک روز حضرت دایہ سلطان علیہ الرحمۃ نے تخلیہ مجلس میں مجھ مسکین کو فرمایا کہ میں اپنے مرشد حضرت سندھی صاحب کی خدمت میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کے حضور میں حاضر تھا کہ حضرت سندھی صاحب نے مجھے فرمایا کہ اے سلطان دایہ! تم حافظ صاحب گوجر کی خدمت میں جاؤ اور ہمارا سلام عرض کرنا اور ان کی اجازت سے جلدی واپس آؤ۔ جب میں رنگپورہ کھیڑا میں پہنچا تو اس سے آگے چولستان کی منزلیں تھیں اور موسم عین گرمی کا تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اے فلاں! تجھے مرشد نے جلدی واپس آنے کی سخت تاکید ہے۔ اب فرمانبرداری کی شرط یہ ہے کہ میں ملک چولستان کا پانی نہ پیوں۔ چنانچہ میں نے دل میں ٹھان لی کہ چولستان کا پانی نہیں پیوں گا۔ جب تک حافظ گوجر صاحب مجھے واپس آنے کی اجازت نہ دیں گے۔ تب میں ملک کچھی جناب میں آ کر پانی پیوں گا۔

جب میں دوڑ دھوپ کر کے محمود کوٹ کی حد میں حافظ والہ کنویں پر پہنچا۔ جہاں حافظ گوجر صاحب رہا کرتے تھے تو حاضر خدمت ہو کر میں نے سلام عرض کیا اور مولوی سندھی صاحب کا سلام پہنچایا تو آپ نے ازراہ لطف و کرم مجھے وہاں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ میں ٹھہر گیا۔

حافظ گوجر صاحب کا حکم حکم شاہی تھا۔ جب صبح ہوئی تو سینکڑوں درویشوں اور محبوں سمیت مجھے حکم دیا کہ تالاب کھود دو۔ آپ تالاب کھود کر اس کے کنارے پر ایک چبوترہ بیٹھنے اور کچہری کرنے کے لیے بنوا رہے تھے۔ دن بھر اسی محنت اور مشقت میں گزر جاتا۔

marfat.com

رات کے وقت یا دوپہر کے وقت کبھی بھنا ہوا گوشت لنگر سے فقیروں کو مل جاتا۔ میں بھی اپنا حصہ لے لیتا اور کھالیتا۔ مگر جو اقرار میں نے دل میں کیا تھا، کہ چولستان کا پانی نہیں پیئوں گا وہ میں نے پورا کیا۔

چنانچہ ایک دوروز تو میں بجائے پانی کے چھاچھ پیتا رہا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ اس میں بھی تو پانی ملا ہوا ہے اس لیے دودھ اور چھاچھ کو بھی ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ دو تین مہینے اسی طرح گزر گئے۔ جب موسم برسات کے وقت دریا میں طغیانی آئی اور نالے کا پانی لاکر تالاب کو پُر کیا تو مذکورہ بالا چبوترے پر اور صحن میں چھڑکاؤ کیا۔ اس وقت حافظ گوجر صاحب کی طبیعت بہت خوش ہوئی اور حاضرین میں دو۲ دو۲ کو جو ایک دوسرے کے جوڑ تھے کُشتی لڑوانے لگے۔ میں ابھی بچہ اور کمزور بدن کا تھا۔ مجھے بھی میرے ایک برابر کے لڑکے سے کُشتی لڑنے کا حکم دیا۔ میں نے اسے پکڑتے ہی چھاتی سے چھاتی لگا چاروں شانے چت گرایا۔ حافظ گوجر صاحب نے اس سے زیادہ طاقتور کے ساتھ مجھے لڑایا اُسے زمین پر دے پٹخا۔ اسی طرح زیادہ زیادہ طاقتوروں کو میرے ساتھ لڑواتے رہے اور میں بھی ایک ایک کو پچھاڑتا رہا۔

آخران میں سے ایک نہایت طاقتور پہلوان کو میرے مقابلہ میں کھڑا کیا۔ میں نے اُسے بھی گرایا۔ یہ دیکھتے ہی حافظ مجلس سے اُٹھے اور خلوت خاص میں لے جا کر مجھ سے پوچھنے لگے کہ بچہ! یہ کیا بات ہے کہ تو ایک نحیف البدن بچہ ہے اور تو نے اتنے بڑے بڑے جوانوں کو پچھاڑا ہے۔ کچھ عقل فکر میں نہیں آتا۔ اس میں ضرور کسی باطنی اور روحانی طاقت کی مدد ہے۔ تم جو یہاں رہے کس باطنی شغل میں مشغول رہے۔

میں نے از راہ ادب عرض کیا کہ مُجھے میرے مرشد مولوی سندھی نے آپ کی اجازت سے جلدی واپس آنے کی تاکید کی تھی چونکہ اجازت میں میرا اختیار نہ تھا جو کچھ میرے اختیار میں تھا۔ میں نے ٹھان لی کہ جب تک چولستان میں رہوں گا وہاں کا پانی نہ پیئوں گا۔ صاحب! جب تک میں یہاں رہا ہوں۔ میں نے پانی نہیں پیا۔ اسی وقت حافظ صاحب نے مجھے فرمایا کہ یہاں سے جلدی جاؤ۔ تم کس بلا کے آدمی ہو کوئی مصیبت نہ

marfat.com

ڈالنا۔

پس میں ملک چناب میں اتر آیا اور چناب کا پانی پیا اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی خانقاہ میں مولوی سندھی صاحب کی خدمت میں پہنچا۔

پس اس مسکین (سلطان حامد) نے دایہ سلطان علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ آپ موسم گرما میں چولستان میں کیونکر بغیر پانی بسر کرتے رہے۔ فرمایا: صاحبزادے! صرف دوپہر کے وقت ایک گھڑی بدن میں جلن اور گرمی بدرجہ غایت ہوتی تھی۔ اس کے بعد خود بخود قدرت الٰہی سے فرو ہو جاتی تھی۔ باقی وقتوں میں کسی وقت بھی پیاس یاد نہ آتی تھی۔

نیز میں نے ایک رات مجلس میں دایہ سلطان علیہ الرحمۃ سے مولوی گل محمد سندھی صاحب کے آخری وقت کی بابت سوال کیا تو فرمایا صاحبزادے سنو۔ ایک روز میرے مرشد حضرت مولوی سندھی صاحب نے اپنے تمام مریدوں کو یاد فرمایا اور انہیں ساتھ لے کر دریائے چناب کے مشرقی کنارے سے عبور کر کے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی خانقاہ میں پہنچے۔ اپنے تمام مریدوں کو جو صاحب حال تھے خانقاہ کے دروازے پر لے جا کر ایک ایک کو ارشاد فرمایا کہ اے عزیزو! ہمارا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ ہم تمہیں اس مقدس دروازے کے سپرد کرتے ہیں تا کہ ہمارے بعد بھی یہاں آ کر فیض یاب ہوا کرو۔

ان حاضرین میں سے ایک پیر مبارک شاہ بن حضرت پیر عبدالقادر سدنیانوالہ جن کا روضہ مبارک ملک وچن یعنی جہلم اور چناب کے مابین موضع سدہانہ مذکور میں ہے۔ دوسرے میاں حاکم فقیر سفید باف تیسرے دایہ سلطان چوتھے میاں قاسم ذاکر۔ پانچویں میاں گل محمد سیال وغیرہ تھے۔ پھر حضور مقدس سے رخصت ہو کر دریائے چناب کے مشرقی کنارہ پر جماعت مذکور سمیت لوٹ آئے۔ یعنی دوسرے روز دریائے راوی کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے مرید بھی آپ کے پیچھے دوڑے۔ جب میدان میں پہنچے تو درویشوں نے رو رو کر عرض کیا کہ اے حضرت! ہم آپ کے سامنے مقتول ہوں گے۔ پھر آپ خاموش رہ کر آگے منزل مقصود کی طرف چلے۔ درویش بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ ایک گھڑی بعد پھر کھڑے ہو کر درویشوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ دوستو! ٹھہر

marfat.com

جاؤ اور واپس چلے جاؤ۔ درویشوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم سب خدمت میں حاضر ہیں۔

پس حضرت مولوی صاحب علیہ الرحمۃ نے زمین پر ایک لکیر کھینچ کر فرمایا کہ جس شخص کو اپنی موت اور قتل منظور ہو۔ وہ اس خط سے گزر کر میرے پیچھے آئے۔

اس مقام پر دایہ سلطان نے نقل کیا کہ اللہ اللہ اس وقت میں نے ایک خاص حالت دیکھی کہ درویشوں پر ہیبت سی چھا گئی۔ چنانچہ سب کے سب صم بکم رہ گئے اور روتے ہوئے وہیں ٹھہر گئے۔ صرف ایک میں یعنی دایہ سلطان حکمت الٰہی سے مذکورہ بالا لکیر سے گزر کر اپنے مرشد مولوی سندھی صاحب کے پیچھے روانہ ہوا۔

ایک گھڑی بعد ٹھہر کر مجھے فرمایا۔ اچھا آ جاؤ لیکن جب ہم پر وہ وقت آئے گا تو تم بھی ہم سے بھاگ جاؤ گے اور اس وقت ہمارے پاس نہیں رہو گے۔

عزیزو! سنو! یہ جان پر کھیل جانے والے عاشقوں کا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس اپنے باکمال عاشقوں سے اپنے جلوۂ دیدار کے بدلے دل۔ جان۔ جگر۔ سر سے بدن کا جدا ہونا اور جسم کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا طلب کرتا ہے اور جانباز عاشق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جان ہتھیلی پر رکھتے ہیں اور اُسے بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ انجیل شریف کے چھبیسویں باب میں لکھا ہے کہ جب عید فتح کا دن آیا اور حضرت عیسیٰ صلوات اللہ علیہ اپنے بارہ حواریوں سمیت شہر یروشلم میں ایک شخص کے گھر میں عید فتح کا طعام یاروں سمیت کھا رہے تھے۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے موافق یاروں سے بات چیت کر رہے تھے اور فرماتے تھے کہ یارو! کل ایک پہر دن چڑھے یروشلم میں مجھے سولی چڑھایا جائے گا۔ یعنی جمعہ کی رات ایک پہر رات رہے پہاڑ سے گرفتار کیا جاؤں گا اور تم میں سے ایک مجھے ہیکل مقدس یعنی بیت المقدس کے یہودی کاہنوں کے حوالے کرے گا جو میری جان کے خواہاں ہیں۔ پھر ہم ایک جگہ اکٹھے نہیں ہوں گے۔

حواریوں نے عرض کیا کہ حضرت مسیح روح اللہ وہ شخص کون ہے جو آپ کو یہودیوں

marfat.com

کے حوالے کرے گا۔ اس وقت آپ دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یارو! تم میں سے مجھے یہودیوں کے حوالے کرنے والا وہ شخص ہے جس کا ہاتھ میرے طباق میں ہے۔ وہ یہودا تھا۔ پس یار زار زار رونے لگے اور یعقوب جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے صحابی ہیں۔ جسے یونانی لغت میں پطرس کہتے ہیں اور نہایت کامل اعتقاد آدمی تھا۔

اُس نے پوچھا کہ اے حضرت روح اللہ! ہم سب اُس وقت کہاں ہوں گے اور آپ سے کیونکر جُدا ہوں گے۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ تم سب مجھ سے بھاگ جاؤ گے اور جُدا ہو جاؤ گے۔ یعقوب نے عرض کیا کہ اے حضرت! میں ضرور آپ کی خدمت میں رہوں گا اور جدا نہیں ہوں گا۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا: اے یعقوب! جب جمعہ کی رات کے آخری حصے میں مجھے گرفتار کر کے بیت المقدس میں قید کریں گے مرغ کی بانگ سے پہلے یعنی صبح سے پہلے بیت المقدس میں تو تین مرتبہ مجھ سے انکار کرے گا۔ جب وقت مجھ پر آئے گا اور مجھے سولی چڑھایا جائے گا اور قتل کرنے کے درپے ہوں گے اس وقت تو مجھ سے بیزار ہوگا اور میرا ناآشنا بن جائے گا۔

واقعی اسی طرح وقوع میں آیا۔ یعنی جب بیت المقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لا کر قید کیا گیا تو یعقوب آپ کے ساتھ تھا۔ اس وقت شمع جلائی تو ایک لونڈی نے یعقوب کو پہچان لیا اور اُس نے یہودیوں کے سرداروں کو کہا کہ جب عیسیٰ (علیہ السلام) ہیکل یعنی مسجد قدس میں وعظ اور نصیحت کے لیے آتے تھے تو یہ شخص ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔ پس یہودیوں نے تین مرتبہ تحقیق کے طور پر پوچھا کہ کیا تو عیسیٰ الیسوع ناصری کا ساتھی ہے۔ یعقوب نے تینوں مرتبہ انکار کر دیا کہ میں اسے جانتا ہی نہیں۔ یہ کون ہے جب تیسری مرتبہ اس نے انکار کیا تو اتنے میں رات ایک پہر رہ گئی اور مرغ نے بانگ دی۔ تب یعقوب دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ افسوس میں نے مرغ کی بانگ سے پہلے پہلے تین مرتبہ انکار کیا۔

جب جناب سرورِ کائنات حضرت سید المرسلین محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش

marfat.com

بارگہ الٰہی سے ہوئی کہ آیا یہ باکمال عاشق ہیں یا نہیں، تو جنگ احد کے دن آپ کے چچا شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر انتیس زخم لگے اور عتبہ بن وقاص سمیت مکہ معظمہ کے پچیس مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر زخم پہنچایا اور عتبہ بن وقاص کے پتھر سے آپ کا دانت مبارک شہید ہوا اور ابن قمیہ کی تلوار کے صدمے سے آنحضرت ﷺ کی زرہ مبارک ایک گڑھے میں گر پڑی اور آپ شہیدوں کی لاشوں تلے چلے گئے۔ جن کی شان میں **لولاک لما خلقت الافلاک** اگر تو نہ ہوتا، تو میں آسمان پیدا نہ کرتا۔'' اور **لولاک لما اظہرت الربوبیۃ**۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا، آیا ہے۔ ان کی نسبت میدان جنگ میں مشرکوں کے لشکر کے سامنے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر میں یہ آواز دی **قد قتل محمد** ﷺ کہ واقعی محمد ﷺ قتل کیا گیا ہے۔ جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تتر بتر ہو گئے۔ اس وقت وہ شہنشاہ کونین اور والی ملک قاب قوسین بالکل تنہا رہ گئے اور حیدر کرار کرم اللہ وجہہ ''قطب'' پکارتے ہوئے اور میدان جنگ میں اِدھر اُدھر دوڑتے ہوئے رسول خدا ﷺ کو ڈھونڈھتے پھرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے زخموں کی کثرت سے تین مرتبہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ستر وفادار یاروں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے فراق میں میدان جنگ میں جان خدا کے حوالے کی۔

اور حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ میں جناب رسول خدا ﷺ کے گھر سے خود دست مبارک سے خاک کربلا کی شیشی پکڑ کر مع آل وعیال منزل بمنزل سر ہتھیلی پر رکھ کر کربلا کے میدان شہادت میں آئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کے عشق میں اپنی جان پاک دے دی اور آنجناب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہتر آدمی نہایت خوش دلی سے شہید ہوئے۔ آپ کا سر مبارک نیزے پر خشک لب ملک شام تک جنگل بہ جنگل کوہ بکوہ۔ شہر بہ شہر۔ مشہور کرتے ہوئے پہنچایا گیا۔ جس کا علم سب کو ہے اور آپ کی نعش مبارک شہیدوں سمیت محبوب بے نیاز کے کرشمہ میں پامال ہوئی اور وادیٔ کربلا میں ''بے سر' بے کفن اور بے وارث جدا رہی۔

marfat.com

یہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں اور باصفا مشتاقوں اور جان پر کھیلنے والے عشق بازوں کا مقام ہے۔ اس مقام پر حرص و ہوا والوں کا گزر نہیں۔ یہاں پر کوئی چون و چرا نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دم مار سکتا ہے کیونکہ وہ محبوب مطلق اپنے محبوں اور عاشقوں سے اپنے جلال باکمال کے دیدار کی قیمت چاہتا ہے۔ کسی اور کا اس مقام پر دخل نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

؎ بحدیث سرزلفش نکند عمر وفا
قصہ دور دراز است چہ مے باید کرد

اس کی زلف کے سر کی بات کے لیے عمر کافی نہیں۔ یہ قصہ بہت دور دراز ہے۔ یہاں کیا کرنا چاہیے۔

آشنا را نوازد بہ نگاہے گاہے
یار بیگانہ نواز است چہ مے باید کرد

اپنے آشنا کی تو کبھی ایک نگاہ سے بھی نوازش نہیں کرتا۔ ہمارا یار بیگانوں پر نوازش کرتا ہے کیا کرنا چاہیے۔

عالم علوم ربانی محرم اسرار جمالی و کمالی و جلالی حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ باکمال صوفیوں کی جماعت جہان کے میل جول سے دل برداشتہ ہو کر اور دنیاوی تعلقات سے بھاگ کر "فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ" کے مطابق گوشہ نشینی میں مشغول ہیں اور وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل گئے ہیں اور پہاڑوں اور میدانوں میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے اور مدت تک وہاں بود و باش رکھی ہے اور درختوں کے پتوں پر گزران کی ہے اور درختوں کی چھال سے اپنا پردہ ڈھانپا ہے اور عمر بسر کی ہے اور حج کے ارادہ سے حجاز کے سفر کا ارادہ کیا ہے۔ راستے میں ان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عمر بھر گوشہ نشینی میں رہ کر اب حج کے شرف سے بھی مشرف ہوتے ہیں۔

ابھی اسی خیال میں تھے کہ اتنے میں غیب سے فرشتہ غیبی نے آواز دی اور نہایت باعتاب خطاب کیا کہ اے صوفیو! جو عمل تم نے کیے ہیں وہ واپس تمہارے منہ پر مارے جاتے ہیں اور تمہارا حج بھی قبول نہیں۔ یہاں سے لوٹ جاؤ۔ بیچارے صوفیوں نے سر بسجود

marfat.com

ہو کر نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ یا اللہ! ہم انسانی نفسانیت کے سبب بھول گئے اور ثابت قدم راہرووں کی طرح ہم نے رستہ طے نہیں کیا اور ہم گمراہی کے جنگل میں بھٹک گئے تو گناہوں کے بخشنے والا اور پردوں کے ڈھانپنے والا اور توّاب اور رحیم ہے۔

پس رحمت کر اور ہمیں بخش اور ہمیں پھر اپنی طرف راہ دکھا تا کہ ہم اس گمراہی سے بچ جائیں اور تیری ذات کی طرف سیدھی راہ پر چلیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو گناہوں کا بخشنے والا اور توّاب الرّحیم ہے۔ اپنے تمام فضل سے ان کے حال پر رحم کر کے ان کی مناجات کو قبول کر لیا اور پھر عالم غیب سے فرشتہ غیبی نے آواز دی کہ اے طالبوں کے گروہ اور اے نور خدا کی تلاش کرنے والو! ہم تمہاری طرف لوٹ آتے ہیں۔ تم یہاں سے فلاں پہاڑ کی طرف لوٹ جاؤ۔ وہاں رہزان کافی چھپے ہوئے ہیں اور حاجیوں کے قافلوں سے جنگ کرتے ہیں۔ تم مستقل مزاج رہ کر ان رہزنوں سے مقابلہ کرو اور انہیں قتل کرو۔ وہاں پر اپنی جانوں کو شہید کر ڈالو۔ تب تمہارے قصوروں سے درگزر کی جائے گی اور تمہیں بخش دیا جائے گا اور تمہیں اپنے سچے عاشقوں میں داخل کر لیا جائے گا۔

تب وہ باصفا صوفیوں کا گروہ اور وہ خدا کے طالب اور عاشق اور وہ راہِ خدا میں دوڑ دھوپ کرنے والے اور راہ خدا کے متلاشی اور کبریا کی تلاش کرنے والے مست الست دل کو ہاتھ میں لیے ہوئے ذوق وشوق سے ناچتے ہوئے دوست کے دیدار کی وعدہ گاہ میں یعنی اس پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے اور بجلی کی طرح ایک لحہ میں منزل مراد پر پہنچ گئے اور کافر رہزن جو موقع کی تاک میں تھے انہیں دیکھتے ہی گھات سے نکلے اور ان مردانِ خدا کے ساتھ لڑنے لگے۔ اتنے میں صوفی بھی صف باندھ کر ان کے مقابل ہو گئے اور ایک لحظہ میں منزل مقصود پر پہنچ کر شہید ہو گئے۔

اسی اثنا میں حاجیوں کا قافلہ بھی آ پہنچا اور گودڑی پوش نحیف البدن صوفیوں کو شاہراہ پر مقتول دیکھ کر افسوس کرنے لگے۔ ایک ایک کی حالت دیکھتے تھے۔ سب کو شہید پایا۔

marfat.com

صرف ایک لاش میں کوئی دم باقی تھا۔ اس سے احوال پوچھے۔ اس راہ خدا کے مرد اور ذات کبریا کے واصل نے سارا ماجرا سنایا اور ایک آہ بھر کر کہا کہ وہ راہِ خدا میں پختہ کار تھے۔ ایک دم میں خدا تک پہنچ گئے۔ میں ان میں ناقص اور کچا تھا۔ میں نہ پہنچا اور راہ میں رہ گیا۔ یہ کہہ کر جان خدا کے حوالے کی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ اس واسطے تھا کہ جہان اور اہل جہان اور طالبان قدوس اور قدوسیوں میں اس مرد خدا کی زبانی شہادت باقی رہے اور طالبان خدا کو قیامت تک اس فیضان کی اطلاع ہوتی رہے

آب چشم ما کہ آرد در شمار
آنکہ کشتی راند برخون قتیل

جس نے مقتول کے خون پر کشتی چلائی ہو وہ ہمارے آنسوؤں کو کب شمار میں لاتا ہے۔

اے دوستو! اب ہم اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دایہ سلطان علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا کہ ہم اپنے مرشد حضرت مولوی گل محمد سندھی صاحب کے پیچھے شام تک دوڑتے رہے اور شہر چوترہ سرگانہ میں جو علاقہ راوی میں ہے جا پہنچے۔ اس شہر میں اس علاقہ کے رئیس مہر سلطان کی بیوی حضرت مولوی سندھی صاحب علیہ الرحمۃ کی محبہ خاص تھی۔ آپ کی تشریف آوری کا حال سن کر نوکر کے ہاتھ ایک چارپائی اور ایک بوریا اٹھوا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اُس چارپائی پر بغیر کچھ بچھوائے لیٹ گئے اور اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا اور کوئی بات چیت نہ کی۔ وہ عورت بوریئے پر آپ کے روبرو بیٹھ گئی اور میں دایہ سلطان علیہ الرحمۃ بھی ایک طرف زمین پر بیٹھ گیا کیونکہ وہ وقت اور مقام خاموشی کا تھا۔ ایک گھڑی اسی حالت میں گزر گئی کہ اتنے میں مہر سلطان مذکور کا لڑکا نامدار مع اپنے دو۲ نوکروں کے تلواریں سونتے ہوئے آ پہنچا اور آتے ہی انہوں نے مولوی صاحب سندھی کا سر جدا کر دیا۔ مولوی صاحب نے نہ کوئی آواز کی نہ جنبش۔ اسی طرح دائیں کروٹ پر قبلہ رخ لیٹے رہے اور ایک دم میں تلوار سے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ

marfat.com

رَاجِعُوْنَ وعلیہ الرحمۃ والغفران۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

تسلیم کے خنجر کے مقتولوں کو غیب سے ہر گھڑی اور ہی جان عطا ہوتی ہے۔

اور وہ عورت بھی بدستور اپنے مرشد مولوی صاحب سندھی علیہ الرحمۃ کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھی رہی اُسے بھی وہیں قتل کیا گیا اور شہید ہوئی۔ غفرہ اللہ۔

حضرت مولوی صاحب سندھی پر تلوار کے اتنے وار کئے گئے کہ آپ کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ پھر ان ٹکڑوں کو کمبل میں باندھ کر سر پر اُٹھا کر شاہ نظام کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جس کے مشرق اور جنوب میں حضرت علی حیدر صاحب علیہ الرحمۃ ہیں اور شمال کی طرف سنپالاں پنجوانہ گاؤں ہے۔ وہاں پر آپ کا مزار بہت منور اور متبرک ہے اور لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں اور اُسے اپنی حاجتوں کا وسیلہ بناتے ہیں۔ اور مصیبتوں کی سفارش کرواتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنی مرادیں پاتے ہیں۔

یہ مسکین (مصنف) ایک روز اپنے والد مرشد کی خدمت میں اپنے مقام میں تھا کہ ایک سفید پوش شخص ایک چھوٹے گھوڑے پر سوار پژمردہ چہرہ عمر رسیدہ علاقۂ راوی سے آیا۔ رات کو ہم نے اس کی خدمت کی۔ صبح جب میرے والد بزرگوار اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تو اس شخص نے دعائے خیر کے لیے التماس کی کہ میری عمر مصیبتوں اور فاقہ میں گزری ہے۔ کھانے کو روٹی میسر نہیں آتی اور پہننے کو کپڑا نہیں ملتا۔ میں مصیبت کا مارا در بدر پھرتا ہوں۔ آپ خانقاہ مقدس کے حضور میں میری تقصیروں کی معافی کے لیے مدد مانگیں۔ آپ سن کر خاموش رہے اور دولت خانہ میں تشریف لا کر فرمایا کہ اے فرزند سلطان حامد یہ وہی شخص سرگانہ کا رہنے والا نامدار ہے جس نے حضرت مولوی صاحب سندھی کو قتل کیا تھا۔ اس کی تقصیر کیونکر معاف کی جائے۔ پس وہ واپس چلا گیا اور اسی حالت میں مر گیا۔ الان کما کان۔ اس کے پس ماندے انہیں احوال میں گزرے۔

میں نے اپنے والد بزرگوار سے حضرت مولوی سندھی صاحب علیہ الرحمۃ کے

marfat.com

حالات پوچھے کہ یا حضرت! مولوی صاحب کے حالات کیونکر تھے۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند! ایک روز مولوی صاحب علیہ الرحمۃ حضوری حجرہ مبارک میں سوئے ہوئے تھے اُس وقت آپ کی یہ حالت تھی کہ ننگے سر تھے اور سر منڈا ہوا تھا۔ اپنا سر مٹی کے لوٹے پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ کا سر مبارک اور لوٹے کی پیٹھ دونوں گول اور صاف تھے۔ جب حضرت مولوی سندھی صاحب کو اونگھ آتی تو آپ کا سر مبارک لوٹے پر سے لڑھک جاتا اور زمین پر گر پڑتا۔ آپ بیدار ہو جاتے پھر لوٹے پر سر رکھ کر دراز ہو جاتے۔ جب اونگھ آتی تو پھر لڑھک جاتا۔ پھر آپ بیدار ہو جاتے۔ اسی طرح آپ خواب کی خواہش پورا کرتے۔ اے میرے فرزند غلامِ باہو (رحمۃ اللہ علیہ)۔ حضرت مولوی سندھی صاحب کو اس حالت میں میں نے دیکھا تو اپنی چادر کا سرہانہ بنا کر جب آپ کا سر گرنے کو تھا میں نے نیچے رکھ دیا۔ جب آپ کا سر نرم کپڑے پر جو میں نے سرہانے کی طرح بنایا ہوا تھا۔ پڑا تو کچھ قرار حاصل ہوا۔ آپ فوراً گھبرا کر اُٹھے اور دیکھا کہ میں آپ کے سرہانے کھڑا ہوں۔ مجھے فرمایا کہ اے حضرت! آپ ہمارے مرشد و مربی ہیں۔ آپ کے لیے واجب ہے کہ ہمیں خواب غفلت سے جگائیں نہ کہ الٹا سلائیں۔ پھر آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ پھر فرمایا کہ اے فرزند! حضرت مولوی صاحب کے حالات اس درجہ بلند تھے کہ ایک دفعہ میں آپ کی مجلس میں آ رہا تھا تو میں خانقاہ مقدس میں بیٹھ گیا۔ آپ کے نور منزل دل کے جذبہ نے مجھے اپنی طرف ایسا کھینچا کہ صبح سے شام تک پھر میں اپنے گھر نہ گیا۔ یہاں تک کہ اپنے والد بزرگوار یعنی تمہارے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ محمد صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی حاضر نہ ہوا۔ میرے والد بزرگوار نے مجلس منور میں موجود فقراء سے پوچھا کہ آج میرا فرزند غلام باہوؒ کہاں گیا ہے کہ آج اب تک یہاں نہیں آیا۔

ایک درویش نے عرض کیا کہ حضرت! صاحبزادہ صاحب صبح سے خانقاہ مقدس میں حضرت مولوی صاحب سندھی کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ اسی وقت میرے والد ماجد یعنی شیخ حافظ محمد صاحب دائرہ دولت سے اُٹھ کر خانقاہ مقدس میں آئے اور مجھے وہاں دیکھ کر فرمایا

marfat.com

چونکہ میرا اور کوئی فرزند نہیں اس لیے تم میرے ساتھ گھر میں آؤ اور ہماری خدمت کرو جو تمہارا نصیبہ ہے ہماری خدمت میں ہی تمہیں عطا ہو جائے گا۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ عبادك الصالحین و علیٰ ما ذکرناھم اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

فقیر صاحب جب میاں دلیر مرالی کی زبانی نقل ہے۔ میاں صاحب موصوف کا مزار مبارک ملتان میں ہے۔ ایک روز میں نے میاں صاحب موصوف کی زبانی سنا کہ میں (دلیر علیہ الرحمۃ) حضرت مولوی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں دریائے راوی کے کنارے اور درویشوں کے ساتھ جا رہا تھا کہ حضرت سندھی مولوی صاحب علیہ الرحمۃ نے نور مرالی سے گزر کر پوچھا کہ یہ شور و غوغا کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اے حضرت! فلاں زمیندار کا لڑکا فوت ہو گیا ہے اور اس کی میت گھر میں پڑی ہے۔ اس لڑکے پر گاؤں کا گاؤں رو رہا ہے۔

میرے مرشد حضرت مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لوٹ کر اس گھر کے دروازے پر پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت! وہ لڑکا آپ کا غلام قضائے الٰہی سے مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گھر کے اندر آ کر اپنا لڑکا مجھے دکھاؤ۔ وہ آپ کو لڑکے کی میت پر لے آئے۔ حضرت مولوی صاحب نے اپنے دائیں ہاتھ سے لڑکے کی انگلی اچھی طرح پکڑ کر زور سے پکارا۔ جیسے کوئی سوئے ہوئے کو جگاتا ہے۔ سندھی زبان میں آپ نے اُسے لفظ گاکا کہہ کر پکارا۔ اس لڑکے نے فوراً آنکھ کھول لی اور بولنے لگا۔ آپ نے اُس کی ماں کو فرمایا کہ اماں جان! یہ لڑکا دراصل مرا ہوا نہ تھا بلکہ چیچک کے سبب اس کو غش آ گیا تھا۔ جنڈی کے پتے اور مکھن ملا کر اسے کھلاؤ۔ اس کی حرارت بجھ جائے گی۔ اتنا فرما کر جلدی جلدی اس گاؤں سے باہر چلے گئے اور جنگل کی راہ لی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

marfat.com

فصل ۵

حافظ محمد گوجر صاحب غفر اللہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ کے احوال میں

آپ کے حالات مختصر طور پر لکھے جائیں گے۔آپ کے حالات اس علاقہ میں افسانہ روزگار ہیں جو حالات مشہور ہیں وہ اس کتاب میں مختصر طور پر درج کیے جاتے ہیں۔ اگر نہ لکھوں تو لوگ شکایت کریں گے۔ ورنہ آپ کے حالات لکھنے کی طرف میری دلی توجہ نہ تھی۔آپ کے خوارق عادات بہت مشہور ہیں۔

اوّل یہ کہ ہزار ہا آدمی آپ کے دیدار کے مشتاق تھے اور اس مطلب کے لیے محنت ومشقت اور فاقہ کشی کو بخوشی قبول کرتے تھے۔ کبھی کبھی بعض محبوں کو غلیل سے غلے بھی مارا کرتے لیکن وہ سر جھکائے کھڑے رہتے۔ دم نہ مارتے۔ کبھی کبھی آپ کی شکل مبارک اور حلیہ بھی بدل جاتا۔ یعنی کبھی سیاہ ڈاڑھی کی بجائے سفید ڈاڑھی ہو جاتی۔ کبھی معصوم بچے بن جاتے۔ حالانکہ دراصل آپ ایک خوبصورت جولن تھے۔

کبھی آپ کتاب اور قرآن کی شکل میں ہو جاتے۔ مرید اس حالت میں آپ کا طواف کرتے۔ ہزاروں محبّ دل و جان سے آپ پر فدا تھے۔ یہاں تک کہ آخرکار سینکڑوں آپ کی راہ میں قتل ہو گئے۔

ایک روز میں اپنے مرشد و والد بزرگوار کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ''غلام جہانیاں'' نام وہاں سے گزرا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! اس درویش کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا قبلہ دیکھتا ہوں۔ فرمایا: اس درویش کی شکل وصورت حافظ محمد صاحب گوجر سے ملتی جلتی ہے کیونکہ جس دن پہلے پہل حافظ محمد گوجر خانقاہ مقدس کے احاطہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت میں اپنے والد بزرگوار یعنی تمہارے جد امجد کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے دیکھتے ہی مجھے فرمایا کہ اے میرے فرزند غلام باہُو ! یہ شخص جو آ رہا ہے اس کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ دیکھتا ہوں۔ فرمایا: اس کی آنکھوں میں بڑا بھاری بگاڑ نظر آتا ہے۔ آخرکار اس کے سبب سے کئی فساد اُٹھیں گے۔

marfat.com

پس حافظ محمد گوجر خانقاہ مقدس کے درویشوں میں رہے۔ بعد ازاں ملک چولستان میں جا کر ملتان اور ڈیرہ غازیخاں کے مابین موضع محمود کوٹ کے گردونواح میں قرار کیا اور خلقت آپ کی خدمت میں اس قدر آنی شروع ہوئی کہ تحریر و تقریر میں نہیں آ سکتی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس قدر جاہ و حشمت ہو گیا۔ جتنا ملک کے ایک امیر کبیر کا ہوتا ہے۔لوگ بے اختیار آپ کی خدمت میں چلے آتے تھے۔ آپ کے محبوں کا اختیار خود آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کے محبّ اپنا گھر بار اور عورت بال بچے چھوڑ کر آپ کی خدمت میں رہتے۔

آپ نے عمدہ عمدہ گھوڑے خرید رکھے تھے۔ امیروں کا سا باورچی خانہ تھا۔ حاکموں جیسی سواری تھی اور بادشاہوں کا سا بیٹھنا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ میں بادشاہت کی خواہش ہے۔ ملک کے رئیس اور امیر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہی اجلاس کی طرح درجہ بدرجہ بیٹھتے تھے اور سلام اور عرضیاں شاہانہ طریق پر پیش ہوتیں اور اس شان و شوکت اور دبدبہ سے بار بار خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آتے اور سجادہ نشینوں یعنی میرے جد بزرگوار اور میرے والد بزرگوار کی طرف کم توجہ کرتے بلکہ سجادہ نشین صاحب اسے صرف سلام اور زیارت خانقاہ کی اجازت دیتے۔ اس سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ دیتے تھے کیونکہ اس کا مزاج مستغنی تھا چونکہ آپ کے ساتھ بھیڑ بھڑکا اور اژدحام ہوتا تھا۔ اس لیے سجادہ نشین صاحب نے جاہ و حشمت سمیت آنے سے منع کیا تھا۔ صرف اُسے اکیلے آنے کی اجازت تھی۔ اس لیے آپ خلقت کو بقدر ایک منزل پیچھے چھوڑ کر اکیلے زیارت کے لیے آتے۔ اس صورت میں بھی کئی مرتبہ خانقاہ مقدس میں آئے۔

جو محبّ آپ کے پاس رہتے، آپ اُن سے بدنی محنت و مشقت لیتے۔ یعنی دیواریں' مکان۔ چبوترے بنواتے اور تالاب کھدواتے۔ عمارتیں بنواتے اور خود بے نیاز بادشاہوں کی طرح بارگاہ آراستہ کر کے بیٹھتے۔ لنگر کے وظیفہ کے بارے میں بھی آپ کی طبیعت بے نیازوں کی سی تھی۔ چنانچہ کبھی تو جو کے بھنے ہوئے دانے ایک ایک مٹھی فی کس ملتے۔ کبھی آدھی آدھی خشک روٹی۔ کبھی بالکل فاقہ۔ کبھی گوشت روٹی وغیرہ۔ یعنی جو کچھ

marfat.com

موجود ہوتا دیتے۔

آپ کی طبیعت بہت نازک اور باجلال تھی۔ آخر کار ہزاروں آدمیوں کو جمع کیا اور ہر قسم کے ہتھیار اپنے مکانوں میں جمع کیے۔ ایک روز کوچ کر کے رات کے وقت ڈیرہ غازی خاں کے گھاٹ سے زبردستی گزر کر ڈیرہ غازیخاں پر شبخوں مارا۔ یہ ڈیرہ غازیخاں کابل کے بادشاہ تیمور کے بیٹے شاہ سدوزئی کی طرف سے نواب صاحب کو ملا ہوا تھا جو وہاں کا حاکم اور ناظم تھا۔

آپ نے اپنی فوج کا نام شاہی رکھا۔ چنانچہ ڈیرہ غازیخاں کے قلعہ اور دارالخلافہ پر قبضہ کر لیا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے بہت سے صاحب حال فقیر آپ کے ساتھ تھے۔ اسی روز ڈیرہ غازیخاں میں تخت پر بیٹھا اور شہر کو خوب لُوٹا۔ جب ڈیڑھ پہر رات باقی تھی تو مراقبہ کر کے فقیر محمد دائم علیہ الرحمۃ سے جن کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا پوچھا کہ آپ کو مراقبہ میں اس کام کے متعلق کیا نظر آتا ہے۔ میاں محمد دائم رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کر کے کہا کہ اس شہر کو چھوڑ جانے کا حکم ہوا ہے۔ آپ نے بھی کہا کہ واقعی حکم اسی طرح ہے۔

چنانچہ اسی وقت حکم دیا کہ جو شاہی شخص اس شہر میں ہے۔ فوراً شہر کے فلاں دروازے سے نکل کر فلاں مقام پر آ جائے۔ چنانچہ سب کے سب شہر سے نکل حافظ محمد صاحب کی خدمت میں جمع ہو گئے۔

شہر سے نکل کر کوئی ایک دو کوس گئے ہوں گے کہ صبح کے وقت شہر کا نواب آیا جو شبخوں کے وقت بھاگ گیا تھا۔ جب اُس نے واپس آ کر دیکھا اور سنا تو جتنے آدمی مل سکے انہیں سمیٹ کر ان کا پیچھا کیا اور حافظ صاحب کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ حافظ محمد صاحب پیدل ہو کر بیچ میں کھڑے ہو گئے اور آپ کے ہمراہی آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے باقاعدہ صف بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں فوج بھی آ گئی اور تیر بندوق کے وار ہونے لگے۔ حافظ محمد صاحب نے اپنے ہمراہیوں کو لڑنے کا حکم نہ دیا۔ ہر شخص ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ چنانچہ سب کے سب اسی حالت میں قتل کیے گئے لیکن عدول حکمی نہ کی۔

marfat.com

کوئی آدھ پہر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی۔ بعد ازاں حافظ محمد صاحب گوجران میں نہ پائے گئے اور نہ انہیں کسی طرف دوڑتے دیکھا نہ زخمی ہوئے نہ مرے۔ پس اس حالت میں حافظ صاحب کا سارا لشکر درہم برہم ہوا۔ کچھ بھاگ گئے بعض قیدی ہوئے باقی قتل ہوئے۔ ان میں سے ہزاروں چولستان میں آئے۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جب حافظ صاحب کے لشکر کا کوئی آدمی دشمن کی فوج کے ہاتھ آتا اور اُس سے پوچھا جاتا کہ تم کون ہو تو وہ بے دھڑک کہہ دیتا کہ میں شاہی ہوں۔ پھر اُسے قتل کیا جاتا۔ آخر کار حافظ صاحب کو کسی نے نہ پایا نہ دیکھا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

فصل ۶

خلیفہ حضرت محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے حالات میں

یہ ذکر نہایت عجیب ہے کہ ایک شخص صدیق نام ملک ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور لیہ کمال خاں کا رہنے والا قوم کا سپہر قوم سپہروال کی آبادانی سے جو دریائے سندھ کے مشرقی کنارے کے لیہ کمال خاں کے قریب تھا۔ اپنا گھر بار چھوڑ کر حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس میں آیا۔ جب خانقاہ مقدس سے فیضان حاصل کر چکا، تو اُسے اجازت ملی اور حکم ہوا کہ پہلے حضرت مائی صاحبہ غلام فاطمہ مستوئن کی زیارت کرنا۔ جن کا مزار شریف دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر شہر فتح خاں کے قریب ہے۔ پھر جنوبی سندھ میں لوہڑی شریف المعروف بہ روہڑی سکھر بھکر میں جا کر بود و باش اختیار کرنا۔

روہڑی شریف وہ مقام ہے۔ جہاں جناب رسول مقبول ﷺ کی ریش مبارک کے بالوں کا تبرک خلفاء کے پاس موجود ہے اور خاص و عام مسلمانون کی زیارت گاہ ہے پس جب اپنے مرشد مکمل یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت کے حکم سے حضرت خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ رخصت ہوئے تو پہلے مائی غلام فاطمہ علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے آئے۔ خانقاہ مبارک میں آتے ہی حضرت مائی غلام فاطمہ علیہ الرحمۃ کو

marfat.com

روز روشن میں سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ مزار شریف سے کمر تک نکل کر خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ پر توجہ کی اور فرمایا۔

کہ اے محمد صدیق! مرحبا ہم نے تجھے خدا کے حوالے کیا جیسا کہ تجھے مرشد کامل قدس سرہٗ سے حکم ہوا ہے۔ روہڑی میں جانا لیکن ڈیرہ غازیخاں کی راہ جانا۔ وہاں پر فلاں مسجد میں سلطان احمد مستوئی علم پڑھا کرتے ہیں۔ ان سے ملاقات کر کے جانا اور اُنہیں تاکید کرنا کہ علم حاصل کرے۔ پس خلیفہ محمد صدیق رخصت ہو کر ڈیرہ غازیخاں پہنچے اور میاں سلطان احمد مستوئی سے ملاقات کر کے ملک روہڑی کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے لوموسن شاہ کے جنوب میں تقریباً چھ کوس کے فاصلے پر محمود پور دہر یچہ میں بود و باش اختیار کی اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ پیلو کے درخت کے تلے اپنے پروردگار کا عبادت خانہ بنایا۔ اس درخت کے گرداگرد اپنے ہاتھ سے احاطہ بنایا اور اس کا ایک مضبوط دروازہ بنایا۔ اس احاطہ کے اندر کی زمین پاک صاف کر کے جھاڑو دیکر مسجد کی طرح پاک کی اور اپنی ساری عمر اسی درخت تلے اسی مکان میں عبادت الٰہی میں گزار دی۔ آپ کی گزران محض اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے اور فقر محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) پر تھی۔

جب آپ نے اس جگہ بیوی کی اور بال بچے ہوئے تو آپ کی یہ عادت تھی کہ موسم گرما میں تلاوت۔ اشراق۔ ضحٰی۔ مراقبہ اور ذکر اذکار سے فارغ ہو کر اپنی بڑی لڑکی مائی حوا کو ساتھ لے کر جنگل سے جنڈ کا میوہ جسے ہندی زبان میں سنگری کہتے ہیں، درخت پر سے جھاڑ کر لاتے اور اس سے گزران کرتے۔

ایک روز مائی حوا نے اپنے والد خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کو کہا کہ ابا جان! میوہ سنگری کی خشکی سے میرے سر کے بال جڑھ سے اکھڑ گئے ہیں۔ اگر میرے واسطے کچھ غلہ ہو جائے تو میں کھاؤں۔ خلیفہ صاحب یہ سن کر خاموش ہو رہے۔

ایک روز جب مائی حوا کو لے کر سنگری لینے جنگل میں گئے تو جنڈی کے درخت تلے گھاس میں اناج کا ایک برتن دیکھ کر مائی حوا نے اپنے والد کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی! چونکہ سنگری تمہارے لیے مضر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گیہوں بھیجے

marfat.com

ہیں۔اپنے کھانے کے لیے لے جا۔جب آپ گھر تشریف لائے تو اپنی بیوی کو حکم دیا کہ چونکہ حوا کے لیے سنگری مضر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانہ غیب سے یہ گیہوں اس لیے بھیجے ہیں۔ یہ خاص کر حوا کے لیے ہیں۔ہم تم حسبِ معمول سنگری کھائیں گے۔ مائی حوا کو فرمایا کہ تو اس غلے کو خاص اپنے لیے رکھ۔اسی میں سے کھایا کرو۔ پس مائی حوا نے ایسا ہی کیا۔ مدت دراز تک اس میں سے گیہوں صرف کرتے رہے۔ جتنے صرف کرتے اتنے ہی اور اس میں ہو جاتے وہ برتن ویسے کا ویسا ہی پُر رہا۔

حضرت خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ ہر سال حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آتے اور ایک دو گودڑیاں درویشوں کے پہننے کے لیے لاتے۔

ایک دفعہ جب آپ ملتان کے گرد و نواح سے گزرے اور ساری منزل ہمراہیوں سے پیچھے پیچھے رہے۔ یہاں تک کہ درویش آپ کے انتظار میں راہ میں کھڑے ہوتے۔ پھر جب آپ دکھائی دیتے تو پھر چل پڑتے۔اسی طرح سارا دن ختم کر دیتے۔اس روز جب مقام ہوا تو درویشوں نے عرض کیا کہ اے حضرت! آج منزل اچھی نہیں ہوئی۔آپ تمام دن ملتان کے قرب و جوار میں چلتے رہے۔آپ بالکل آہستہ آہستہ آتے تھے۔اس کا کیا سبب ہے۔

فرمایا۔تم میرے حال سے واقف ہو۔میری یہ عادت تھی کہ میں ہمیشہ ملتان کی راہ آیا کرتا تھا۔تو پہلے حضرت غوث الملک ابو بکر محمد بہاؤ الدین اور حضرت ابوالفتح شاہ رکن عالم قدس سرہما کی زیارت کر کے آگے روانہ ہوا کرتا تھا۔آج جب میں اس رستے سے گزرا تو اپنے ہادیٔ مکمل حضرت سلطان العارفین کی زیارت کی کشش و جذبہ نے ان دونوں صاحبوں کی زیارت کے لیے جانے نہ دیا۔ اس واسطے وہ دونوں صاحب میری ملاقات کو آئے اور ساری منزل اس فقیر کے ساتھ قدم بقدم چلتے رہے۔اُن کے ساتھ بات چیت کرنے کے سبب میں آہستہ آہستہ آیا۔

منقول ہے کہ خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے آئے۔ان دنوں چوروں کا بڑا ڈر تھا۔ پس خلیفہ صاحب نے گدھوں کو

marfat.com

لیکن انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کے قدم پکڑے ہیں۔ آپ ہمارے لیے کافی ہیں۔ پھر میری پائنتی کی طرف زمین پر بیٹھ کر میرے دونوں قدموں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ملتے رہے۔ مجھ مسکین کو آپ کے اس فعل سے شرم آتی تھی۔ عین شرم اور کم لیاقتی کے سبب میں شکستہ دل ہوا اور اپنی دلی آرزو اپنے جد بزرگوار قدس سرہٗ کے حضور پُرنور میں پیش کی کہ اے حضرت! یہ شخص خود متبرک اور اہل اللہ ہے ہم کو محض آپ کی اولاد سمجھ کر وسیلہ کے لیے التماس کرتا ہے۔ آپ اس معاملہ سے بخوبی واقف ہیں کہ مجھے اس بارے میں کسی قسم کا رشد حاصل نہیں۔

اس سے پیشتر خانقاہ مقدس میں مجلس میں ایک عالم شخص نے مجھ پر اعتراض کیا تھا کہ خانقاہ کے اندر جانا کمال درجہ کی بے ادبی ہے کیونکہ خانقاہ بناتے وقت گو معماروں نے صحن کے اندر مٹی کا بہت بلند چبوترہ بنایا تھا لیکن زیارت کرنے والے جب اندر جاتے ہیں تو حضور پُر نور کا جسم مبارک خاک کے اندر نیچے رہتا ہے اور زائرین اُوپر بلند سطح پر پھرتے ہیں۔ جس سے بے ادبی ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے اعتراض کے جواب میں میں نے مثال اور نظیر پیش کی کہ دیکھو حضرت غوث الملک اور شیخ الاسلام حضرت ابوبکر محمد زکریا اور حضرت ابوالفتح شاہ رکن عالم قدس سرہما کے مزار منور اور روضہ شریف بلند کرسی اور چبوترے پر ہیں معترض کے لیے تو کافی جواب تھا اور بہ ظاہر اس کا اعتراض رفع ہو گیا لیکن اسی وقت سے میرے دل میں وسوسہ سا پیدا ہو گیا۔ اس لیے کچھ عرصہ سے میں نے خانقاہ میں جانا ترک کر دیا۔ میں ادب کے واسطے باہر ہی باہر دروازہ مبارک کی دہلیز سے نیچے کھڑا ہو کر زیارت کر لیتا۔

مختصر یہ کہ خلیفہ نور محمد صاحب کی رخصت کی فکر میں سو گیا۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو بلا معتاد جوانی کی خواب گراں سے بیدار ہوا اور اپنے آباؤ اجداد کے مزارات کی زیارت کی کشش نے مجھے کھینچا۔ میرا دل بیقرار ہو گیا۔ اس کنویں سے میں نے وضو کیا اور دوڑتا ہوا خانقاہ کے اندر حضور پُرنور میں جا حاضر ہوا۔

اس وقت انوار کی تجلیات ہو رہی تھیں۔ حسبِ عادت جا بجا درویشوں کے حلقے تھے بعض بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بعض کھڑے ہوئے حلقہ باندھ کر ذکر خفی اور مراقبہ میں مشغول تھے۔ میں بھی مزار منور کے چہرے کے مقابل دست بستہ بیٹھ گیا اور زیارت شریف کو دیکھتا رہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب یعنی میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مزار شریف کے تخت پر پیٹھ کے بل سوئے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا چہرہ مبارک

marfat.com

آسمان کی طرف ہے۔ اور ریشم کا باریک غلاف ریشمی کاغذ کی طرح سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے ہیں۔ اور جب سانس لیتے ہیں تو وہ کپڑا نیچے اُوپر ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اسی اثنا میں خلیفہ نور محمد موصوف مزار شریف کی پشت کی طرف سے یعنی دروازہ مبارک کی طرف سے روبقبلہ مزار شریف کی طرف متوجہ ہو کر دست بستہ کھڑے ہیں۔ دروازہ شریف کی دائیں طرف یعنی شمال مشرق کے گوشہ میں اور ان کے باقی رفیق بھی صف باندھے پہلو بہ پہلو خلیفہ نور محمد صاحب کی متابعت میں سر جھکائے کھڑے ہیں۔

پس اس حالت میں مجھے مکاشفہ ہوا کہ میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ متوجہ ہو کر فرماتے ہیں کہ تمہیں کیا خیال آیا۔ تم دیکھتے ہو کہ ہمارے جسم پر کس قدر پردہ ہے۔ اس سے مجھ اور بھی رقت ہوئی اور وجد سا ہو گیا۔ بعدازاں اپنی مبارک آنکھوں سے خلیفہ نور محمد اور ان کے ہمراہیوں کی طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی خلیفہ موصوف پروانے کی طرح مزار شریف کے پائے مبارک پر گر پڑے اور قدمبوسی کر کے جلدی جلدی دوسرے مزاروں کی قدمبوسی کی اور وداع ہونے شروع ہوئے۔ آپ کے ہمراہی بھی آپ کی طرح کرنے لگے۔

مطلب یہ کہ فجر کی نماز سے پہلے رخصت حاصل کر کے روانہ ہو گئے اور کسی فقیر درویش یا معتکف یا مجھ کو وداع اور ملاقات کرنے کی فرصت نہ ملی۔

واہ! واہ! ہمارے حضرت صاحب کی توجہ اور فیضان کس درجہ کے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ کامل مرشد اپنے مرید کی آستین میں ہوتا ہے۔ یعنی گریبان میں حبل الورید والہ معاملہ ہوتا ہے۔

بنظر غور و تعمق دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ اس شرمسار اور گنہگار کے دل میں خلیفہ نور محمد صاحب کے التماس کے وقت ندامت اور شرم پیدا ہوئی اور اس وقت دل کے فکر سے خلیفہ صاحب کے التماس کو خانقاہ مقدس کے اندر حضور پُرنور میں عرض کیا تھا اور جب میں خانقاہ مقدس کے اندر گیا تو اس وقت جو خیال اور وسوسہ مجھے ہوا اور جس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ اس کے سبب میں عاجز رہ گیا تھا۔ اس فیضان کے کرشمات کیا ہی ظاہر اور عیاں ہیں کہ پہلے خلیفہ نور محمد کو مع ان کے ہمراہیوں کے رخصت کے ارادہ سے اپنے حضور میں حاضر کیا اور محفل آراستہ کی۔ بعدازاں مجھ عاجز اور درماندہ کو اپنے حضور انور میں اس خاص وقت میں اپنی ذات منبع فیوضات کی توجہ کے جذبہ سے حاضر کیا اور پھر کیسے صاف صاف کشف سے

marfat.com

میری مشکل کو حل کیا۔

بعد ازاں میرے روبرو کس طرح اپنی مبارک آنکھوں سے خلیفہ موصوف کو سر فراز فرمایا اور رخصت عنایت فرمائی اور اس وقت اپنی کوتاہی اور کمی کے سبب جو مجھے ندامت ہوئی۔ ان سب کی تلافی کی۔ گویا میرے وسیلے سے خلیفہ موصوف کو رخصت عنایت فرمائی اور سرفراز فرمایا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت سلطان العارفین اس وقت پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے مغرب کی طرف یعنی دائیں ہاتھ بیٹھنے کا شرف بخشا اور خلیفہ موصوف کو ان کے ہمراہیوں سمیت بائیں طرف صف بستہ ہاتھ باندھے کھڑا کیا۔ اللہ اللہ! کیا ہی شاہانہ انتظام ہے اور کیا ہی فیض رسانی کا مقام ہے۔ فقط۔

میں نے خلیفہ موصوف کے بھائی میاں نور احمد کو محمد پور میں دیکھا تھا۔ جب کہ میں اپنے مرشد و والد بزرگوار کے ساتھ ملک سندھ کے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کو گیا تھا۔ وہ اولیاء اللہ جا بجا سوئے ہوئے ہیں۔ ہم سہوان شریف تک پہنچے۔ وہاں حضرت سید عثمان مروندی یعنی حضرت لعل شہباز قدس سرہٗ کے مزار منور کی زیارت کی اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مکان بھی دیکھا جو پہاڑ کے دامن میں ہے۔ یہ ایک نہایت بلند مزار ہے جو امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے واقعات اور مکاشفہ کے بموجب بنوایا تھا اور حضرت شاہ مکی حیدر آبادی کی بھی زیارت کی اور لوٹتے وقت دریائے پنج ند کے مشرقی کنارہ پر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹ والہ کی زیارت کی اور شیخ نوح نوحانی کے مزار اور روضہ کی بھی زیارت کی جو نہایت کامل ولی اور قریشی صدیقی ہیں اور رانی پور۔ گمبٹ وغیرہ کے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کی۔

بعد ازاں خلیفہ محمد صدیق کی ماتم پرسی اور فاتحہ خوانی کی۔ اس جگہ میں نے میاں نور احمد کو بھی دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت میں بچہ تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک اس ملک کی سیر کا اتفاق نہ ہوا۔ میرے والد بزرگوار خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے مزار کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے جو لعل پیر کے مزار کے نزدیک ہے۔ ان دنوں وہ مزار ابھی تیار ہو رہا

marfat.com

تھا۔ اس وقت ٹالپور سرائے کا بلوچ حاکم تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سفر کا مفصل حال اپنے والد بزرگوار کے حالات میں لکھوں گا۔

فصل ۷

بیر حضوری کا اپنے پاؤں چلنا

یہ خرق عادت میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین کے مزار شریف سے روحانی اور حضوری تصرف سے ہوا اور یہ خلیفہ محمد صدیق کی سب سے بڑھ کر فضیلت ہے کہ آپ کو اس سے ممتاز اور مخاطب فرمایا گیا۔

یہ نہایت صحیح نقل ہے اور ہزاروں آدمیوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بیر کا ایک درخت حضوری شریف کی دہلیز کے وسط میں تھا جو لوگ زیارت کرنے جاتے۔ انہیں تکلیف ہوتی اور درمیان میں پردہ سا حائل ہو جاتا۔ خلفاء اور مجاور حضور کے ادب کے سبب درخت مذکور کا کاٹنا جائز خیال نہ کرتے۔

ایک روز ظہر یا عصر کی نماز کے وقت ایک نابینا خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے گیا کہ اس درخت کا تنہ اس کی پیشانی میں لگا۔ جس سے زخم ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ خلفائ اور مجاوروں نے یہ حال دیکھ کر اُسے تسلی دینے اور اس کا علاج کرنے کے بعد یہ ٹھان لی کہ کل صبح فجر کی نماز ادا کر کے اس درخت کو کاٹ ڈالنا چاہیے تاکہ زیارت کرنے والوں کو دقت نہ ہو۔ تمام فقیر اس بات پر متفق ہوئے اور یہ قرار داد کر کے اپنے اپنے حجروں میں چلے آئے۔ اسی رات مکاشفہ خاص میں خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کو جو اس مشورہ میں شامل تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اے محمد صدیق! ہمارے بیر کو کیوں کاٹتے ہو؟ وہ خود بخود یہاں سے دور جا کھڑا ہو گا۔ صبح دیکھا گیا کہ واقعی وہ درخت اپنے اصلی مقام سے دس قدم یعنی پندرہ ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہے۔ یہ مبارک درخت دہلیز کے وسط سے عین شمال کی طرف یعنی زیارت کرنے والوں کے دائیں ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور ولی اللہ یعنی حضرتِ سلطان العارفین قدس سرہٗ کے تصرف سے خود بخود جا کھڑا ہوا۔

marfat.com

اس خارق عادت کے ظہور سے پہلے خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ نے رات کو ہی خلفاء اور مجاوروں کو کہہ دیا تھا اور حضرت سلطان العارفین کا ارشاد فیض بنیاد سنا دیا تھا کہ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے بیر کا درخت کیوں کاٹتے ہو۔ وہ خود بخود اپنے پاؤں چل کر دور جا کھڑا ہوگا۔

اس روز سے اس درخت کا نام حضوری بیر ہے بلکہ اُسے کوئی بھی سدرہ۔ کنار یا بیر نہیں کہتا۔ اس کا میوہ ہزار ہا زیارت کرنے والے ہزاروں کوس تک ملک ملک میں بطور تبرک لے جاتے ہیں اُسے بیماروں کی شفاء حصول اولاد۔ یمن اور تبرک کے لیے کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ خلفاء اس درخت کا پھل دوسرے سال تک جمع رکھتے ہیں اور سائلوں کی کثرت کے سبب بہت تھوڑا ہاتھ آتا ہے۔ اگر اس کا پھل موجود نہ ہو اور خرچ ہو جائے تو اس کے پتے ہی تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں چونکہ اس خرق عادت کا شرف حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے حضور پُر نور سے مراقبہ میں خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کو حاصل ہوا تھا۔ اس لیے ملک سندھ اور کچھی شکار پور وغیرہ میں اس روز سے اکثر مرید اور محبّ خلیفہ موصوف کو ''بیر والہ صاحب'' اور ''مخدوم صاحب بیر والہ'' کے لقب سے پکارتے ہیں۔ والسلام۔

دوسرے طبقہ کے خلفاء کے حالات میں

فصل ا

مولوی صاحب سندھی گل محمد کے فرزند فقیر اللہ رکھیا کے حالات میں

فقیر اللہ رکھیا صاحب مجرد اور صاحب حضوری تھے۔ یعنی آپ نے نکاح نہیں کیا تھا آپ کا لباس صرف ایک سیاہ کمبل تھا۔ ایک روز مجھے میرے مرشد و والد بزرگوار نے فرمایا

marfat.com

کہ اے فرزند! اللہ رکھیا اوّل عمر میں اللہ تعالیٰ کے عشق وشوق میں اپنے وطن چاچڑاں جنوبی کوٹ مٹھن والہ سے جو آپ کا وطن اور چاچڑ کے نام سے مشہور ہے خانقاہ مقدس میں مشرف ہوئے۔تو ایک روز میرے والد بزرگوار یعنی تمہارے جد بزرگوار حضرت حافظ محمد قدس سرہٗ حسب معمول خانقاہ میں گئے۔ حضرت ممدوح کی یہ عظمت تھی کہ جب آپ خانقاہ مقدس میں آتے تو تمام درویش رعب کے مارے اپنے اپنے حجروں میں چلے جاتے اور حضرت ممدوح قدس سرہٗ زیارت شریف سے فارغ ہو کر باہر آ بیٹھتے اور ایک ایک درویش کو یاد فرما کر حاضر کرواتے۔ان پر رحم وشفقت کرتے۔ورنہ اصل میں حضرت قدس کی پوشاک اور خوراک درویشانہ تھی اور مسکینوں کی غمخواری کیا کرتے تھے۔جس مسکین کو بھوکا یا ننگا پاتے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور آپ اس کے پاس جا کر بیٹھتے اور اس کی دلجوئی کرتے۔آپ کا رعب داب الٰہی عظمت وحشمت کی وجہ سے تھا۔ مصرعہ

ہیبت حق است صاحب دلق نیست

یہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت ہے گودڑی والے کی نہیں۔

مطلب یہ کہ ایک روز خانقاہ مقدس میں وقت مقررہ پر زیارت شریف کے لیے آئے اور تمام فقیر حسب دستور اپنے اپنے حجروں میں چلے گئے اور حضرت فقیر اللہ رکھیا صاحب حجرے میں جانے کے ارادہ سے فوراً اُٹھے لیکن ریاضت کی کثرت سے آپ بہت دبلے پتلے ہو رہے تھے۔ کمزوری اور ناطاقتی کے سبب دماغ چکرا گیا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔اتنے میں حضرت ممدوح آ پہنچے اور اس کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ابھی فقیر موصوف بے ہوش پڑا تھا کہ آپ آ کر اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس کے سر کو زمین پر سے اُٹھا اپنے زانوں پر رکھ لیا اور زار زار رونے لگے۔دوبارہ اُسے اٹھا کر نہایت رحم سے اُسے ہوش میں لانے کے لیے بغل میں لیا اور فرمایا اے فرزند! مولوی صاحب! تم نے خدا کی راہ میں اس قدر تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور تمہاری یہ حالت ہوگئی ہے۔تب فقیر اللہ رکھیا صاحب ہوش میں آئے اور آپ کو حق تعالیٰ نے باطنی نعمت اور سینے کا نور عنایت فرمایا

marfat.com

اور حضرت ممدوح قدس سرہٗ نے دوسرے روز آپ کو رخصت فرمایا اور آپ داؤد پوترہ کے جنوبی ملک میں شدانی کے گردونواح میں دریا کے مشرقی کنارے پر ڈہران کے گھر میں رہنے سہنے لگے۔ یعنی اوچ متبرک والہ کے ساحل پر مقام کیا۔ سینکڑوں مرد وزن آپ کے مرید ہوئے۔ آپ نے ہر شخص کو صدری فیض اور نور عنایت فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کی سنت موکدہ کی پیروی کرتے ہوئے لنگر جاری کیا۔

حدیث "من زار حیا و لم یطعم فانما زار میتا ۔"

جس نے کسی زندہ کی زیارت کی اور کچھ نہ چکھا۔ گویا اس نے مردہ کی زیارت کی۔

آپ ایک برتن سے آٹا۔ دوسرے سے گھی مہینوں خرچ کرتے لیکن کم نہ ہوتا۔ گویا رسولی خزانہ ہو گیا۔

آپ کے مرید بھی آپ کی طرح صاحب تجرید و تفرید۔ تارک۔ فارغ۔ عاشق باللہ ہوتے تھے۔ میں نے (مصنف) بھی آپ کے بعض مرید دیکھے ہیں۔ سبحان اللہ! ان جان قربان کرنے والے عاشقوں اور پاکبازوں کے احوال کا کہنا۔

خود حضرت فقیر صاحب موصوف ہمیشہ مجنوں کی طرح عشق الٰہی میں جان جلاتے آپ کی ہڈیاں اور چمڑا خشک ہو گیا تھا۔ سردی گرمی میں صرف ایک سیاہ کمبل میں رہتے تھے۔ وفات کے وقت آپ کا مزار میرے جد بزرگوار حضور سلطان عظمت صاحب علیہ الرحمۃ کے روضہ مبارک میں بنایا گیا۔ اب تک بھی آپ کے مزار سے فیض حاصل ہوتا ہے اور آپ کا لنگر مسکینوں اور مسافروں کے لیے بدستور جاری ہے۔

آپ کے خلیفہ سب کے سب بااثر ہیں۔ ان خلفاء کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

میاں گودڑ رحمۃ اللہ۔ میاں محرم بوکرہ۔ میاں سلیمان۔ میاں خان محمد اور میاں روڈا قدس سرہم العزیز۔ آپ کے اکثر خلفاء مجرد۔ تارک الدنیا۔ زاہد۔ عابد۔ اللہ تعالیٰ کے مشتاق ہیں اور صرف ایک کمبل پہنتے ہیں۔ آپ کے مرید سینکڑوں کی تعداد میں مال مویشی آپ کی نذر کرتے ہیں۔ والسلام۔

marfat.com

فصل۲

مولوی تاج محمود صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ کے ابتدائی حالات یہ ہیں کہ آپ قوم کے مہر ہیں اور آپ کے بزرگوں کا وطن میاں صاحب پٹ والہ کے کھوٹہ کے قریب ہے جو شکار پور کے گردونواح میں ہے آپ کا مزار شریف بھی وہیں ہے۔ آپ پہلے کھوٹہ مذکور میں مولوی عبدالحکیم صاحب علیہ الرحمۃ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ مولوی عبدالحکیم صاحب حضرت سید موسن شاہ گیلانی گھوٹکی والہ کے مرید ہیں۔

بعد ازاں مولوی تاج محمود موصوف علم کی تلاش میں ملتان آئے۔ پھر آپ قاضی نور احمد صاحب بلکانی والہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بلکانی والہ حضرت حامد محمود مخدوم سید محمد راجن صاحب علیہ الرحمۃ کے روضہ منورہ کے قریب دریائے سندھ کی کچھی میں ہے۔ یہاں پر آپ کے سر میں درد شروع ہو گیا۔ بہت علاج معالجہ کیا لیکن بے سود۔ حالانکہ خود حضرت قاضی صاحب ممدوح ایک نہایت حاذق طبیب تھے لیکن کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ حکیموں اور طبیبوں کے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

اتفاقاً حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا ایک مرید سیر کرتے کرتے وہاں آ نکلا۔ اس نے مولوی تاج محمود کو کہا کہ اے درویش! اگر فلاں مقام پر ہمارے پاس آؤ تو انشاء اللہ ہم ضرور علاج کریں گے۔ جب مولوی صاحب حسب الحکم وہاں پہنچے تو اُس نے کہا کہ مولوی صاحب! آپ کا یہ درد کسی بیماری یا مادہ کے سبب نہیں کہ حکیموں کا علاج کارگر ہو۔ یہ ہمارے مرشد و آقا جناب سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کے جذبہ و کشش کے سبب ہے۔ طبیبوں کے علاج سے آپ کو ہرگز ہرگز فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ بے فائدہ تکلیف نہ اٹھائیں۔ آپ ہمارے حضرت صاحب کی خانقاہ مقدس کی زیارت کریں۔ انشاء اللہ مزار شریف کی زیارت کرتے ہی آپ کا سر درد جاتا رہے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولوی صاحب زیارت کرتے ہی شفایاب ہو گئے اور اڑھائی

marfat.com

سال تک معتکف رہے اور فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ ایک مقبول خدا اور ولی اللہ اور صاحب حضوری ہوگئے۔ یا اللہ! ہمیں بھی انہیں میں بنائیو۔

چونکہ مجھے حصول مطلب کے شوق نے بیقرار کر رکھا تھا اور میں اہل اللہ، اور صاحب فیض فقیروں کی جستجو میں تھا۔ میں نے مولوی صاحب کے حالات اوروں کی زبانی بہت کچھ سنے تھے، میں اپنے والد و مرشد بزرگوار کی زبانی ان کی تصدیق چاہتا تھا کیونکہ مولوی صاحب کے حالات سن کر آپ کی زیارت کا از حد شوق ہو گیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر میرے والد بزرگوار ان حالات کی تصدیق کریں اور واقعی وہی حالات بیان فرمائیں تو مولوی صاحب ضرور صاحب اثر ہیں۔

چنانچہ اس غرض کے لیے میں نے اپنے والد و مرشد بزرگوار سے مولوی صاحب موصوف کے حالات پوچھے تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند! مولوی تاج محمود کے حالات نہایت اعلیٰ پایہ کے تھے۔ جب میں نے زیادہ سلسلہ جنبانی کی تو یوں فرمایا کہ ایک روز مجھے میرے والد بزرگوار یعنی تمہارے جد امجد نے فرمایا کہ بیٹا! اتنے فقیر اور اونٹ لے کر واسو آستانہ گاؤں میں جاؤ۔ وہاں سے باگڑ کی لمبی لکڑیاں مانگ کر لاؤ کیونکہ فلاں کنویں میں پانی کم ہوگیا ہے۔ اس میں کوٹھی بنائی جائے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب باگڑ کی لکڑیاں دریافت کیں تو معلوم ہوا کہ فلاں کنویں میں بیکار پڑی ہیں۔ انہیں کھینچ کر نکال لو۔ جب ہم اس کنویں پر پہنچے، تو غوطہ لگا کر چاروں لکڑیوں کو چار رسوں سے باندھا۔ جب پانی کی سطح پر آئیں، تو ان رسوں کو باہر سے درختوں سے باندھ دیا تا کہ ایک ایک کر کے نکال لی جائیں۔ اسی کام میں شام ہوگئی چونکہ جلدی تھی' اس لیے میں نے مولوی تاج محمود کو کہا کہ جلدی آؤ اور اس چوتھی لکڑی کی رسی کو اچھی طرح کھینچے رہو۔ مجھے خیال تھا کہ جب باقی کے تین رسے باندھ لیے جائیں گے تو پھر اس چوتھے کو بھی باندھ لیا جائے گا اور رات اپنے اپنے مکانوں میں بسر کر کے صبح ان لکڑیوں کو نکال کر اونٹوں پر لاد لیا جائے گا اور اس طرح پھر دوسرے دن کنویں میں اترنا نہیں پڑے گا۔

القصہ ہم فارغ ہو کر سوار ہوئے اور ساتھیوں کو ساتھ لیا لیکن تاج محمود بدستور رسی

marfat.com

تھامے رہا۔ اس کو ساتھ لینا میں بھول گیا۔ جب ہم مکان پر پہنچے اور ایک ایک ساتھی کو دیکھا تو تاج محمود کو نہ دیکھا۔ میں نے ہمراہیوں سے پوچھا، کہ تاج محمود کہاں ہے۔ تم نے اسے کہیں دیکھا ہے۔ ایک نے کہا کہ صاحب! اب مجھے یاد آیا ہے۔ وہ چوتھی رسی کو تھامے کھڑا ہے۔ میں نے اُسی وقت گھوڑا لوٹایا اور کنویں پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تاج محمود دونوں ہاتھوں سے رسی کو اچھی طرح پکڑے ہوئے اور آنکھیں مراقبہ کے لیے بند کئے ہوئے اپنے خیال میں مست کھڑا ہے۔ میں نے گھوڑے سے اُتر کر اس کے ہاتھ سے رسی لی اور درخت سے باندھی اور اُسے ساتھ لیا۔

میں نے پوچھا کہ تاج محمود! جب ہم چلے تھے تو تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ رسی کسی درخت سے باندھ کر مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ اس نے کہا۔ صاحب! مجھے رسی تھام کر کھڑے رہنے کا حکم تھا۔ میں کیوں کر کوئی بات منہ سے نکال عدول حکمی کر سکتا تھا............

سبحان اللہ! مولوی صاحب کیا ہی صاحب وجد۔ صاحب استقامت اور سچے معتقد اور جان قربان کرنے والے تھے۔ مولوی صاحب کے فضائل اور مناقب بہت ہیں لیکن طوالت کے خوف سے میں مختصر طور پر لکھتا ہوں۔

منقول ہے کہ مولوی تاج محمود صاحب معاش کے لیے ریوڑ پالا کرتے تھے۔ تھوڑا سا دودھ بیچ کر روٹی کے واسطے غلہ خرید لیتے اور باقی راہ خدا میں لوگوں کو پلا دیتے۔ اس ریوڑ کو عموماً بذاتِ خود چراتے تھے اور جب بھیڑیں چرا کر واپس آتے تو ایندھن کا گٹھا سر پر اُٹھا کر لاتے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ بچے رستے میں کھڑے تھے۔ انہیں معلوم تھا اور انھوں نے سنا ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص مولوی صاحب کو یہ بات کہہ دے کہ تم اپنے مرشد کے نام پر یہ کام کرو، تو مولوی صاحب اسی وقت اس کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

پس بچوں نے کھیل کے طور پر مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی تاج محمود اپنے مرشد کے نام پر اس تالاب میں ایک غوطہ لگا۔ مولوی صاحب نے وجد میں آ کر ایندھن کا گٹھا سر سے پھینک دیا اور تالاب میں غوطہ لگایا۔ جب ایک دفعہ غوطہ لگا چکے تو پھر بچوں نے کہا

marfat.com

کہ اپنے مرشد کے نام پر ایک دفعہ اور غوطہ لگاؤ۔ آپ نے پھر غوطہ لگایا۔

بچوں نے کھیل سمجھ کر بار بار کہنا شروع کر دیا اور آپ نے بھی غوطے لگانے شروع کیئے۔ بچوں کو یہ بڑا عجیب کھیل ہاتھ آیا۔ دیر تک ایسا کرتے رہے۔ خدا معلوم کتنی مرتبہ غوطہ لگا۔ اتنے میں ایک شخص ادھر آ نکلا۔ کیا دیکھتا ہے کہ بچے اس کھیل میں مشغول ہیں اور مولوی صاحب غوطے لگا رہے ہیں۔ اس نے بچوں کو ڈانٹا کہ بچو! اس کام سے باز آؤ۔ اب مولوی صاحب کو تکلیف نہ دینا کیونکہ تمہاری بے ادبی کی انتہا ہو چکی ہے۔ اس نے لڑکوں کو بھگایا۔ مولوی صاحب کے کپڑے نچوڑے اور ان کا گٹھا اور ریوڑ اُن کے مکان پر پہنچائے۔ آپ کا یہ حال جہان میں بطور قصہ مشہور ہو گیا۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تسلیم کے خنجر کے مقتول کو ہر گھڑی غیب سے اور ہی جان حاصل ہوتی ہے۔

احمدا! تا گم نہ گردی ہوش دار
کیں جرس را کاروانِ دیگر است

اے احمد! خبر دار جب تک تو گم نہ ہو جائے منزل مقصود پر نہیں پہنچے گا کیونکہ اس جرس کا قافلہ اور ہی ہے۔

چونکہ مولوی صاحب مدت تک اپنے مرشد کامل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں زیادہ عرصہ معتکف رہے۔ اس لیے آپ کا بڑا بھائی میاں مبارک آپ کے پیچھے خانقاہ مقدس میں آیا۔ اس نے مولوی صاحب کو وطن واپس لے جانا چاہا۔ مولوی صاحب نی فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں بلکہ حضرت سلطان العارفین کی اجازت اور رخصت پر منحصر ہے۔ میاں مبارک موصوف نے پھر سلطان العارفین کے حضور میں عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ مبارک چلے جاؤ۔ تاج محمود موسم برسات گزرنے کے بعد ماہ اسوج کاتک میں یہاں سے رخصت ہو گا۔ پس مولوی تاج محمود نے موسم مذکور میں رخصت کا شرف حاصل کیا اور وہ مع الخیر اپنے وطن پہنچے۔

marfat.com

صحیح یہ ہے کہ یہ خطاب بھی مولوی تاج محمود کو ہوا تھا۔ نہ کہ میاں مبارک کو۔ مولوی تاج محمود پھر دو تین مرتبہ حضور فیض گنجور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آخری مرتبہ جب بڑھاپے میں آ کر زیارت کی تو پھر خانقاہ میں آنا آپ کو معاف کیا گیا۔ حکم ہوا کہ اب تم خلیفہ محمد صدیق کھڈری والہ کے مکان پر جایا کرو اور وہاں سے فیض حاصل کیا کرو۔ باقی جو کچھ تمہارے نصیب میں ہے وہیں تمہاری مدد کی جائے گی اور وہیں عنایت کیا جائے گا۔

مولوی صاحب ؒ وطن پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوئے۔ عموماً عمر بھر آپ کا گزارہ ریوڑ پر رہا۔ بعد ازاں بڑی مسجد میں معتکف ہو گئے اور وہیں ایک گوشہ میں مراقبہ کیے ہوئے سر سینے پر رکھ کر دم بخود رہے۔

جب مولوی صاحب کو رخصت عنایت ہوئی تو خانقاہ سے ارشاد ہوا کہ اے تاج محمود! تجھے یہاں پھر آنا معاف کیا گیا ہے۔ اگر ہماری زیارت کا شوق غلبہ کرے تو خلیفہ محمد صدیق محمد پوروالہ کی زیارت کر لینا۔

پس حضرت مولوی تاج محمود اس کے بعد محمد صدیق علیہ الرحمۃ کی زیارت کرتے رہے اور وہیں سے فیض حاصل کرتے رہے اور ان کو بھی اپنا ایک پیشوا قرار دیا۔ یہاں تک کہ مولوی صاحب کی اولاد اب تک خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کی زیارت کو لازم جانتے ہیں اور از حد اُن کے معتقد ہیں اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں اور طرح طرح کی خدمات بجا لاتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں سب کو قیامت تک ہدایت دے۔ آمین ثم آمین صلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد والہ واصحابہ واھل بیتہ الطاھرین۔

منقول ہے کہ مدت مدید کے بعد آخری عمر میں مولوی صاحب کو ان کے مرشد کامل حضرت سلطان العارفین کے حضور فیض گنجور سے تلقین اور ارشاد کی اجازت عطا ہوئی۔ اس وقت آپ بوڑھے تھے جو شخص معرفت الٰہی کے حصول کی خاطر آتا اسے ایک ہی توجہ سے مراد کو پہنچا دیتے۔

ایک روز آپ نے اپنے خلیفہ رحیم دتہ کو فرمایا کہ فلاں گاؤں میں جا کر نوح نام درجی

کو فی الفور لاؤ تا کہ میں اُسے تلقین کروں۔ خلیفہ مذکور نے اس گاؤں میں جا کر نوح بڑھئی کا پتہ پوچھا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اس سے تمہارا کیا کام ہے۔ خلیفہ نے کہا۔ میرے مرشد مولوی تاج محمود صاحب اُسے یاد فرماتے ہیں جو لوگ وہاں بیٹھتے تھے، سب نے متفق ہو کر کہا کہ درویش صاحب! لوٹ جایئے اور اپنے مرشد کی خدمت میں ۔۔ کیجیے کہ آپ اس دیوار کو کیونکر درست کر سکتے ہیں۔ جس کی بنیاد کلر کھا گیا ہو اور گرنے کے لیے تیار ہو۔ اس کے پاس نہ بھٹکو کیونکہ یہ شخص رات بھر لوگوں کو لڑواتا رہتا ہے۔ یہ سن کر فقیر رحیم دتہ لوٹ آیا اور اس نے سارا ماجرا مولوی صاحب کو خدمت میں عرض کیا۔

آپ نے فرمایا۔ اس کو جلدی لاؤ کیونکہ نعمت کے مالکوں نے اس کی دیوار نیچے سے لے کر نہایت پختہ طور پر اوپر تک بنا دی ہے۔ فقیر مذکور گوٹہ کٹہ مذکور میں جا کر نوح بڑھئی کو لے آیا۔ اُس کے آتے ہی ایک نگاہ سے بارگاہ الٰہی کا خاص بندہ اور صاحب حضوری بنا دیا۔ پھر تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ پورے چھ مہینے اس مسجد میں ایک ہی استغراق میں مراقبہ کئے بیٹھا رہا کہ اس کا سر سینے سے نہ اُٹھا۔

جو شخص آپ کی خدمت میں آتا اُسے ایک ہی نگاہ سے دریائے توحید میں مستغرق کر دیتے۔ مجھے (سلطان حامد مصنف) بھی ان کی زیارت کرنے اور اُن سے فیض حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ اس غرض کے لیے میں نے اپنے مرشد و والد بزرگوار سے اجازت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں بیٹا! اگر مولوی صاحب کے پاس جاؤ تو وہ تمہیں مراقبہ کا علم ضرور سکھائیں گے۔ میں دل میں خوش ہوا اور تیار ہو گیا کہ اتنے میں مولوی صاحب کی خدمت سے فقیروں کی ایک جماعت خانقاہ مقدس میں آئی۔ وہ لوگ فیض یاب ہو کر رخصت ہوئے۔ میرے بارے میں ان کے ساتھ ذکر ہوا۔ ابھی میں اس بارے میں تیار تھا کہ حضرت مولوی صاحب نے اپنے فرزند محمد ہاشم کو فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ خانقاہ کے حضور میں فیض حاصل کرنے کی خاطر بھیجا۔ جب ہاشم آئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے بدن کی ہڈیوں پر چمڑا بھی خشک ہو گیا تھا۔ حالانکہ ابھی شروع جوانی میں تھے اور سبزے کا آغاز تھا۔ آپ ہر وقت سینے پر سر رکھے رہتے اور مراقبہ میں مستغرق رہتے۔

marfat.com

میں عصر کی نماز کے وقت خانقاہ مقدس کی حضوری جامع مسجد میں ان سے ملا۔ وہ میرے پاؤں پر گر پڑے اور نہایت جذبہ اور شوق سے زار زار رونے لگے۔ جب میں نے خیریت پوچھی تو عشق الٰہی کے درد کی کثرت کے سبب ان کی آواز نہ نکلی۔ صرف نہات ہی نرم آواز میں الحمدللہ کہا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی رو جاری تھی۔ بعدازاں ایک دفعہ جب میں مسجد میں آیا تو اس وقت محمد ہاشم حجرۂ خلوت میں تھے۔ ان کے درویشوں سے حال پوچھا کہ کیا میں نے جو حضرت مولوی صاحب کی زیارت کا ارادہ کیا ہے۔ اس کی اطلاع مولوی صاحب کو کسی نے دی ہے۔ درویشوں نے کہا کہ یا حضرت! ہم سے پہلے جو درویش آئے اور زیارت کر کے پھر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اُنہوں نے آپ کا اشتیاق زیارت ظاہر کیا تھا تو مولوی صاحب نے سنتے ہی زار زار رو دیا اور نہایت شوق سے جذبہ میں آ کر اپنے مرشد مکمل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ صاجزادہ صاحب کو اپنے حضور پُر نور سے ہی مشرف رکھیں اور ان کی مراد کو وہیں پورا کریں تا کہ اُنہیں یہاں آنے کی تکلیف نہ ہو۔

اے دینی بھائیو! میں نے (فقیر سلطان حامد مصنف) اپنے حق میں امر الٰہی کو اس طرح پایا۔ حالانکہ بظاہر مجھے اپنے والد بزرگوار سے وہاں جانے کی اجازت حاصل ہو چکی تھی۔ امر الٰہی سے مجھے توفیق نہ ہوئی بلکہ کچھ عرصہ بعد وہ خیال ہی میرے دل سے جاتا رہا

؎ نصیبم چناں بود روز ازل
که داغے بدل مے برم در لحد

روز ازل ہی میں میرا یہ نصیبہ تھا کہ میں قبر میں دلی داغ لے جاؤں۔

مرا در دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

میرے دل میں ایسا درد ہے کہ اگر میں کہوں تو زبان جلتی ہے اور اگر خاموش رہوں تو ڈر ہے کہ کہیں ہڈیوں کا مغز نہ جل جائے۔

والسلام خیر الکلام علیٰ سیدنا الا نام وعلیٰ کافۃ الاسلام۔

marfat.com

آٹھواں باب

حضرت سلطان العارفین کی بعض اولاد کے بیان میں اور آنحضرت کے بھائی بہنوں کے اسماء میں

واضح رہے کہ حضرت سلطان العارفین کے آٹھ فرزند نرینہ تھے۔ چنانچہ ان کے اسماء گرامی تیسرے باب میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس باب میں ان کی اولاد کا مفصل ذکر بطور شجرہ کیا جاتا ہے۔

marfat.com

فصل ۱

حضرت شیخ سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض فضائل واحوال کے بیان میں !!!

واضح رہے کہ حضرت شیخ سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے بڑے فرزند ہیں۔ بعض کی رائے کہ آنحضرت کے سب سے بڑے فرزند شیخ سلطان ولی محمد ہیں۔ سجادہ نشین ہیں۔

بہر حال حضرت شیخ سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ ولی عہد اور سجادہ نشین ہیں کیونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی وفات حضرت شیخ سلطان نور محمد روضہ منورہ کے قرب وجوار کو چھوڑ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر علاقہ رگرانگ اور فتح خان میں چلے گئے تھے اور وہیں رہنا سہنا اختیار کیا اور بھائی سلطان ولی محمد کو سجادہ نشین بنایا اور خود مع عیال واطفال ملک سندھ مذکور میں بود و باش اختیار کی۔ چنانچہ اپنے والد بزرگوار یعنی حضرت سلطان العارفین کی وفات کے بعد مذکور علاقے میں مدت تک زندہ رہے۔ پورے بیس سال بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہایت شوق اور جذبہ سے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے آئے اور پھر یہیں مقبرہ اولیٰ میں دفن ہونے کا شرف حاصل کیا اور دریائے چناب کی طغیانی کے سبب دوسرے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کا روضہ اور مزار حضرت سلطان العارفین کے مزار کے کی طرف ہے۔

آپ کے تینوں فرزند حافظ شیخ سلطان غلام محمد اور حافظ شیخ سلطان محمود اور حافظ شیخ سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہم اور آپ کی بیوی غلام عائشہ مع تمام غیال واولاد دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر علاقہ فتح خاں میں حضرت فاطمہ مستوئن علیہا الرحمۃ کی خانقاہ کے قریب مدفون ہیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک کہ ۱۳۰۰ھ ہجری ہے۔ ان میں صرف ایک آدمی حضرت شیخ سلطان یار محمد بن حضرت شیخ محمد حسین بن حضرت شیخ سلطان محمود بن

marfat.com

حضرت شیخ سلطان نور محمد رحمہم اللہ ہمارے زمانے میں صحیح سلامت ملک سندھ مذکور سے اپنے جد امجد کی خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا اور حکم الٰہی سے دو تین روز بعد یہیں فوت ہو گیا اور خانقاہ مقدس کے قرب و جوار میں دفن ہوا۔ اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ۔

بہر حال شیخ سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ ولی عہد اور سجادہ نشین ہیں۔ آپ حکم الٰہی سے جب سیر و سیاحت کرتے ہوئے (جیسا کہ اولیاء کا قاعدہ ہے) ڈیرہ غازی خان کے گرد و نواح کے شہر مرٹہ میں پہنچے تو وہیں وفات پائی۔ انشاء اللہ ان کے حالات علیحدہ فصل میں مفصل لکھے جائیں گے۔

ایسا ہی حال پیر سید محمد راجن قدس سرہٗ کا ہوا کہ آپ سید السادات حضرت پیر مخدوم سید جلال مخدوم جہانیاں قدس سرہم کے پاک مزارات کے سجادہ نشین تھے لیکن آپ کی وفات دریائے سندھ مذکور کے مشرقی کنارے پر لیہ کمال خاں کے گرد و نواح میں ہوئی اور وہیں آپ کا مزار بنایا گیا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا اور کسی کو معلوم نہیں کہ کس سرزمین میں مرے گا۔ یہی حال انبیاء علیہم السلام اور جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے مزارات کا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا نہایت فضل و کرم ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک آپ کی اولاد دسلسلہ اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی ولی عہد اور سجادہ نشین ہوتی آتی ہے۔ فقط

مولانا حضرت شیخ سلطان نور محمد پر بھی فضل الٰہی بدرجہ کمال تھا۔ ایک یہ کہ پورے بیس سال بعد ۱۹ ماہ محرم کو سوموار کی رات جب تین پہر گزر چکے تو اپنے والد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار فیض آثار پر آئے اور فیضیاب ہوئے اور یہیں وفات پائی اور یہیں حضرت قدس سرہٗ کے پہلوئے مبارک میں شرف تدفین حاصل کیا۔

دوسرے یہ کہ ایک روز حضرت سلطان العارفین جا رہے تھے اور حضرت سلطان نور محمد علیہ الرحمۃ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ آنحضرت نے کھڑے ہو کر آپ کو اپنے دست مبارک سے پکڑ کر اپنے آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔ آپ نے پاس ادب کے لیے

marfat.com

بہت عذر کئے لیکن آنحضرت نے ایک بھی قبول نہ فرمایا اور آپ کو آگے آگے چلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ بیٹا! اُوپر کی طرف دیکھو۔ بفضل خدا تمہارا نور عالم بالا سے گزر گیا ہے۔..........فقط

اس سے زیادہ آپ کی فضیلت کے بارے میں کیا لکھوں۔ آپ کی اولاد بھی بفضل خدا علم وعمل میں اہل فضل تھی۔ والسلام

فصل ۲

حضرت سلطان ولی محمد قدس سرہٗ کے فضائل کے بیان میں علاوہ ازیں آپ کی اولاد کے نام بھی مفصل مندرج ہیں

ظاہر ہے کہ حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے والد ماجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے دینی علوم اور فن کتابت کی تحصیل کے لیے دہلی اور دیگر مقامات پر بھیجا اور آپ فارغ التحصیل ہو کر آئے۔ خوشخطی میں آپ زمانے میں یکتا تھے۔ چنانچہ آپ کے ہاتھوں کے قطعے خاندان میں سلسلہ بہ سلسلہ چلے آتے ہیں۔ علم باطنی میں اکمل مکمل تھے چونکہ کامل اولیاء اللہ کے حالات و مقامات کے بیان سے آخر عاجز ہوتا پڑتا ہے۔ اس لیے میں بھی مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔

حضرت ممدوح پر عموماً سکر غالب تھا۔ آپ کا وظیفہ اور معتادیہ تھا کہ آپ ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کے روبرو بیٹھا کرتے اور دن بھر آنحضرت کے جمال باکمال کا مشاہدہ کرتے اور سکر کے استغراق میں مستغرق رہتے۔ عشق کے کمال کی وجہ سے آپ آنحضرت کے جمال سے آنکھ بند نہ کر سکتے تھے۔

ایک روز حضرت سلطان نور محمد قدس سرہٗ نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ اپنے جسم منور کو چادر یا کُرتے سے ڈھانپ رکھا کریں کیونکہ ولی محمد ہر وقت آپ کے جسم منور کو دیکھتا رہتا ہے۔ بدنظری کا خوف ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ بیٹا! ہمارا اور ولی محمد کا وہ معاملہ ہے۔ جس کی کسی کو اطلاع نہیں۔ تم اس بحث کو جانے دو کیونکہ

marfat.com

اُسے بہت بلند مقام حاصل ہے۔ فقط۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے چار حرم تھے جیسا کہ تیسرے باب میں بیان ہو چکا ہے۔ حضرت سلطان ولی محمد صاحب اس حرم کے بطن سے تھے جو ہم کفو تھا۔ حضرت ولی محمد کے حالات نہایت اعلیٰ تھے۔ آپ سے ہر وقت کرامات اور خارق عادات ظہور میں آتے تھے۔ آپ کی ایک ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ آپ رنگپور کھیڑا کے گرد ونواح میں سیدھی راہ سیر کو جا رہے تھے اور زمیندار لوگ نیا کنواں کھود رہے تھے۔ آپ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم بے فائدہ یہاں کنواں کھودتے ہو۔ یہ درست نہیں ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضرت آپ ہی فرمائیں کہاں کھودا جائے۔ آپ نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ میرے پاؤں تلے ایک نہایت عمدہ کنواں ہے۔ اسی کو آباد کر لو۔ انہوں نے ویسا ہی کیا اور کنواں از سر نو آباد کر کے فائدہ اُٹھایا۔

حضرت ممدوح اکثر سکر کی حالت میں سیر و سیاحت کرتے۔ ملتان کے گرد ونواح میں کھائی کھپیاں کا ایک رئیس خاندان کا شریف صاحب حشمت و منصب اور اہل علم و عمل تھا۔ اس کے گھر میں ایک نوجوان معصومہ تھی۔ اپنے سرا پردہ میں لنگر پکایا کرتی۔ ایک روز تسبیح ہاتھ میں لیے ہوئے زبان سے ذکر الٰہی میں مشغول تھی اور روٹی توے پر ڈال رکھی تھی کہ اتنے میں ایک سیاہ کمبل پہنے فقیر مست الست ہاتھ میں لکڑی لیے آیا اور دستر خوان میں سے اسی لکڑی سے ایک روٹی اُٹھا غائب ہو گیا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی ماجرا ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ ڈر گئی اور اس کا ذکر اپنے باپ سے کیا۔ اس کا باپ روٹی پکاتے وقت پردہ کے پیچھے چھپ گیا۔ جب مقررہ وقت پر درویش نے اسی حالت میں آ کر روٹی اُٹھائی تو اس کے باپ نے درویش کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے درویش! نامحرم اور بیگانہ اور مستورات اہل پردہ کے گھر میں آنا اور مالکوں کی اجازت بغیر کھانا اُٹھا کر لے جانا اللہ والوں کا کام نہیں۔

حضرت شیخ سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صاحب! ہم اپنے گھر میں آتے ہیں۔ وہ مرد شریف اس لطیف جواب سے سوچ میں پڑ گیا اور پوچھا۔ کیونکر۔ فرمایا: کہ مراقبہ میں دیکھو۔ جب اس شریف مرد نے مراقبہ کیا تو اُسے عالم قدس سے اطلاع پہنچی کہ اے فلاں!

marfat.com

تیری یہ معصومہ نیک دامن روزِ ازل میں ہم اس مردِ ولی اللہ مسمّی سلطان ولی محمد جو سلطان باہو قدس سرہٗ کا فرزند ہے نامزد کر چکے ہیں۔ یہ مرد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہاری گھر آتا ہے۔ اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کردو۔

اس مردِ شریف نے مراقبہ سے سر اُٹھا کر زار زار رو کر آپ کے قدم پکڑ لیے اور عرض کیا کہ آپ از راہِ شفقت مردانہ مکان تک تشریف لے چلیں اور وہاں کچھ دیر ٹھہریں تا کہ شرعی احکام اور عام رسومات بجا لائی جائیں اور آپ کی امانت آپ کے حوالے کی جائے اور دونوں جہان کی سرافرازی حاصل کی جائے۔ حضرت ممدوح نے ویسا ہی کیا۔ اس مرد شریف نے یہ عجیب معاملہ اپنے ہمرازوں اور قبیلہ کے بڑے بڑے آدمیوں کو بتایا اور یہ بھید ان پر ظاہر کیا اور تھوڑے عرصہ میں شادی کا کام سرانجام کیا۔ دونوں حضرات کو مبارکباد دی اور نہایت عزت کے ساتھ جہیز۔ مال واسباب اور اس مستورہ کو اسباب دے کر ہودہ میں عزت و عظمت کے ساتھ بٹھایا اور دایہ اور خدمتگار خدمت کے لیے دیں۔ وہ منزل بمنزل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس تک مقبرہ اولیٰ کے مقام پر پہنچے۔ سجادہ نشینوں کا خاندان اور ہمارے جد امجد حضرت شیخ سلطان ولی محمد علیہ الرحمۃ کی تمام اولاد اسی نیک دامن بی بی کے بطن سے ہے۔

حضرت شیخ سلطان ولی محمد جو حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہیں اکثر الہام الٰہی سے بہ سبب غلبات شوق و عشق الٰہی سیاحت کے لیے بھی جایا کرتے تھے۔ آخری سفر میں ڈیرہ غازی خاں کے قریب شہر مرٹہ میں حضرت غیاث الدین تیغ براں عادل غازی شہید کی خانقاہ کے قریب ذوق الٰہی کی مستی میں پہنچے اور بڑی مسجد کے قریب ایک سیاہ کمبل اوڑھے ہوئے تین دن رات ایک بڑی لکڑی پر جام الست کے مست غلبہ سُکر میں بیٹھے رہے اور لوگ زیارت کے لیے آپ کے گرد اکٹھے ہوتے لیکن حضرت ممدوح عالم سُکر سے عالم ہوش میں نہ آتے۔ آخر تیسرے روز حکم الٰہی سے ہوش میں آئے اور زائرین میں سے ایک کا نام لے کر پکارا کہ اے محمود قصاب آگے آؤ جو ایک کالی گائے تمہارے پاس ہے اُسے ہمارے پاس لاؤ اور ذبح کر کے خدا کی راہ میں تقسیم کرو۔ ہم اس مسجد کے حجرہ خلوت میں

marfat.com

جاتے ہیں۔ تین دن رات بعد حجرہ میں آنا اور ہماری تجہیز و تکفین وغیرہ کرنا۔ تم اور تمہاری اولاد ہمارے مزار کی مجاور اور خادم ہوگی اور ہمیں بڑی مسجد کے قریب کے قبرستان میں دفن کرنا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وہ نیک مرد جو اپنے ہمسائیوں سے نیک تھا۔ مجاور بنا۔ بعد ازاں اس کی اولاد اب تک مزار منور کی مجاور اور خادم ہے اور حضرت ممدوح اب تک حکم الٰہی سے اس مقبرہ منورہ میں آرام کئے ہوئے ہیں۔ سجادہ نشینوں میں سے کسی کو ان کے منتقل کرنے کی مجال نہیں۔

فصل ۳

حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ کی بعض اولاد کے حالات میں

واضح رہے کہ ہمارے جد امجد حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ کے دو ۲ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ جس کا نام معلوم نہیں۔ ایک کا نام شیخ سلطان محمد حسین اور دوسرے کا نام شیخ سلطان محمد تھا۔ شیخ سلطان محمد کے دو فرزند تھے۔ ایک شیخ محمد شریف دوسرے محمد ظریف جو دونوں کے دونوں لاولد رہے اور بیت اللہ شریف کی زیارت کو گئے اور وہیں معتکف رہ کر اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ ان کے والد حضرت شیخ سلطان محمد علیہ الرحمۃ کا مزار حضرت سلطان العارفین کے روضہ منورہ میں مغرب کی طرف حضرت شیخ سلطان نور محمد اور شیخ سلطان فتح محمد کے قدموں کی طرف ہے اور دوسرے حضرت شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین قدس سرہٗ جن کے مفصل حالات انشاء اللہ علیحدہ فصل میں بیان کئے جائیں گے۔ شیخ سلطان محمد حسین ممدوح کے تین فرزند تھے۔ ایک شیخ سلطان عظمت۔ دوسرے شیخ سلطان نور محمد۔ تیسرے سلطان محمد سجادہ نشین علیہم الرحمۃ والغفران۔ شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین علیہ الرحمۃ کے حالات علیحدہ فصل میں بیان کئے جائیں گے۔

حضرت شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین قدس سرہٗ کے بڑے فرزند شیخ سلطان عظمت ہیں۔ دوسرے شیخ سلطان نور محمد ہیں اور تیسرے شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین ہیں۔ فقط۔

marfat.com

انشاء اللہ تعالیٰ اس باب کے اخیر میں حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کی اولاد کا ذکر بطرز نقشہ شجرہ انساب لکھا جائے گا۔

جب سلطنت دہلی میں زوال آیا اور نادر شاہ کے آنے سے کھلبلی مچ گئی تو ۱۱۷۸ ہجری میں ملتان کا شہر اور قلعہ جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ کے قبضے میں آیا۔ تب ان مسکینوں کے بزرگواروں کو اپنے جد بزرگوار یعنی حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہو کی خانقاہ مجبوراً چھوڑنی پڑی۔ انہوں نے یہاں سے ہجرت کر کے کچھی ملک داؤد پوترہ میں بودو باش اختیار کی کیونکہ داؤد پوترہ امیر اور خاں شکار پور سندھ سے مغلوب الحال ہو کر ملک کچھی میں آئے اور پھر انہوں نے تلوار کے زور سے جگہ بجگہ قلعے اور شہر لے لیے اور یہیں بود و باش اختیار کی۔ جب یہ لوگ ملک شکار پور میں تھے تو اس وقت یہ لوگ چونکہ حضرت سلطان العارفین کے خلیفہ سید موسن شاہ گیلانی گھوٹکی والہ کے مرید تھے۔ اس لیے جب ہم لوگ بھی ہجرت کر کے ملک کچھی میں پہنچے تو وہ حضرت شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین قدس سرہٗ کے تینوں فرزندوں کو جن کے اسمائے گرامی اوپر درج ہو چکے ہیں نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ مختلف علاقوں میں لے گئے۔ چنانچہ حضرت شیخ سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کو پرچانی خاں احمد پور کالترا کے دارالخلافہ میں لے گئے اور حضرت شیخ نور محمد علیہ الرحمۃ کو کوٹ سبزل میں لے گئے اور ہمارے دادا بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین علیہ الرحمہ کو کھرانی اور معروقانی خاں یعنی محمد جام خاں ولد ملا علی خاں کھرانی اور وڈیرا نور محمد خاں معروقانی خیر پور ٹانویں میں جو اب بھی اسی نام سے مشہور ہے لے گئے۔

آخر جب سلطنت دہلی پر احمد شاہ درانی کا قبضہ ہوا اور ملتان پر درانی پٹھان یعنی نواب محمد شجاع خاں ولد غازی نواب حاجی محمد مظفر خاں سدوزئی علیہا الرحمۃ اور نواب ولی محمد خاں خوکانی المعروف خاکوانی رحمۃ اللہ علیہ کا قبضہ ہوا تو ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد علیہ الرحمۃ نے جو سجادہ نشین تھے۔ پھر حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کی اور اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ سلطان نور محمد کو شیخ موسیٰ نواب کی بٹی سرداہی کے قریب کے گاؤں کوٹ سبزل سے اپنے پاس لے آئے اور

marfat.com

حضرت شیخ سلطان عظمت جو سب سے بڑے تھے۔ احمد پور ہی میں رہنے سہنے لگے چونکہ سجادہ نشینی کا منصب ہمارے جد بزرگوار شیخ حافظ سلطان محمد علیہ الرحمۃ کو عطا ہوا۔ اس واسطے حضرت شیخ سلطان علیہ الرحمۃ نے احمد پور کو نہ چھوڑا۔ وہیں وفات پائی اور وہیں آپ کا عالی شان مقبرہ بنایا گیا۔ آپ کے فرزند شیخ حاجی شریف بھی اسی ملک (علاقہ) میں فوت ہوئے اور ان کا مزار بھی اپنے والد بزرگوار حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کے روضہ میں بنایا گیا۔

شیخ حاجی شریف کے بڑے بیٹے شیخ غلام مرتضیٰ اپنے بیٹے شیخ سلطان بخش سمیت مذکورہ بالا روضہ میں مدفون ہوئے اور یہ ظاہر ہے کہ اس مسکین سلطان حامد نے اس باب کے آخر میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کا شجرہ نسب مع اسماء والدین شریفین اور آنحضرت کے بھائی بہنوں کے اسماء شریف اور آنحضرت کے والدین کے اسماء گرامی یعنی حضرت شیخ سلطان بازید محمد اور حضرت بی بی راستی قدس سرہما حضرت شیخ سلطان جان محمد قدس سرہٗ لا ولد گئے اور آپ کی بہن حضرت بی بی مہری قدس سرہا کے اسمائے گرامی لکھے گئے۔ ان اسماء کو عبارت میں لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کلام لمبا ہو جاتا ہے۔ اس واسطے جن جن کی ضرورت سمجھی ہے ان کا حال لکھ دیا ہے۔

شیخ سلطان محمد حسین کے دوسرے فرزند شیخ نور محمد کے دو فرزند تھے۔ شیخ ولی محمد اور شیخ خیر محمد۔ شیخ ولی محمد موصوف کے دو فرزند تھے۔ ایک شیخ نور محمد جو شادی سے پہلے ہی فوت ہو گئے اور جن کا مزار میاں قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے نزدیک ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے علاقے چودوان میں جو کوہ مغربی کی دامن میں واقع ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کی پائنتی کی طرف محمد عمر خاں لیس زئی کی قبر ہے جو ہمارے حضرات قدس سرہم کا معتقد اور محب تھا۔ شیخ ولی محمد موصوف کے دوسرے فرزند شیخ غلام میراں ہیں جو اب تک زندہ ہیں۔

شیخ خیر محمد موصوف کے دو فرزند تھے۔ ایک شیخ شاہ نواز دوسرے شیخ امام بخش۔ شیخ شاہ نواز کا ایک فرزند شیخ سردار بخش لا ولد فوت ہوا۔ اس کا مزار ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقہ شہر بھکر میں شمال کی طرف ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ آپ کی خانقاہ نہایت برکت والی ہے۔ شیخ امام

marfat.com

بخش مذکور بھی لاولد ہی اس دنیا سے سفر کر گئے۔

واضح رہے کہ ہمارے زمانے یعنی ۱۲۸۹ھ ہجری تک حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کی نسل سے پشت بہ پشت اور درجہ بدرجہ پانچ سجادہ نشین ہوئے۔ جن میں سے ہر ایک کا مجمل حال تبرک کے پر اس مختصر کتاب میں لکھا جاتا ہے کیونکہ نیک لوگوں کا ذکر کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

سلطان العارفین مرشد الطالبین ہمارے جد بزرگوار شیخ سلطان ولی محمد یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے جو پہلے سجادہ نشین تھے‘ کے حالات مجمل طور پر پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

فصل ۴

دوسرے سجادہ نشین یعنی سلطان ولی محمد کے فرزند رشید شیخ سلطان محمد حسین کے حالات میں

یہاں صرف وہ حالات لکھے جاتے ہیں۔ جو بزرگوں کی زبانی سنے ہیں۔ آپ ۱۱۶۱ھ ہجری میں سجادہ نشیں ہوئے اور اکتالیس سال سجادہ نشینی کی مسند پر مشرف و مستقیم رہے اور خلقت کو فیض پہنچاتے رہے۔ آپ کی مہر پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ ’’ولی عہد سلطان باہُو محمد حسین‘‘۔ آپ نہایت خوبصورت۔ لطیف طبع۔ کامل۔ زاہد۔ سخی اور پرہیز گار تھے۔ پالکی میں بیٹھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی نہایت قیمتی گھوڑی پر بھی سوار ہوتے۔

آپ کا لباس یہ تھا:-

گولہ دار نفیس پگڑی سر پر۔ فرخ جامہ بدن پر۔ کھلے پائنچے کا پاجامہ اور پاؤں میں قونس۔

قد بہت لمبا تھا۔ بہت نازک بدن تھے۔ سلطنت کی طرف سے پندرہ روپے نقد روزانہ خانقہ کے خرچ کے لیے ملتا تھا اور گاؤں کا مالیہ بھی خانقاہ ہی کو ملتا تھا۔ مرید اور زیارت کرنے والے جو تحفے تحائف اور نذریں لاتے وہ ان کے علاوہ تھیں۔ آپ اس قدر

marfat.com

سخی تھے کہ جو کچھ آج ملتا اس میں سے کل کیلئے کچھ بھی نہ رکھتے۔ بعینہٖ فقر محمدی اور اخلاق محمدی کی متابعت کرتے۔ آپ اس قدر سخی تھے کہ سائل کبھی خالی نہ جاتا بلکہ سوال کے موافق عنایت کرتے۔ آپ کی سواری کی گھوڑی ایک ہزار روپیہ کی ہوا کرتی تھی جو تکیہ میں بندھی رہتی۔ اگر کوئی سائل دلیری کر کے گھوڑی مانگتا۔ آپ اُسے فی الفور عنایت کرتے اور قحط کے دنوں میں جب خلق خدا کو روٹی کا ٹکڑا میسر نہ ہوتا۔ آپ لنگر فیض اثر سے ہزاروں بھوکوں کو آدھ سیر فی کس اناج دیتے۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ آپ اپنے مکان فیض آشیان سے نکل نماز تہجد کے وضو کے لیئے کنویں پر جا رہے تھے۔ آپ نے رات کی روشنی میں دیکھا کہ شارع عام پر کسانوں کے مزدور آپ کے اناج کے انبار کو لوٹ کر سر پر گٹھریاں رکھے آگے پیچھے قطار باندھے آ رہے ہیں چونکہ اس رستے سے بھاگ کر اور کہیں کو نہ جا سکتے تھے کیونکہ کنویں سے لے کر گاؤں تک دونوں طرف دیوار تھی۔ آپ نے یہ دیکھ کر فی الفور سر پر سے پگڑی اتار چادر اوڑھ لی اور ایک دیوار کے ساتھ قضائے حاجت کے بہانے سے بیٹھ گئے تا کہ وہ آدمی آپ کو عورت خیال کریں اور بے دھڑک چلے جائیں اور آپ کو پہچان نہ سکیں اور شرمندہ نہ ہوں۔ یہ سب کچھ اخلاق کی کمالیت کے سبب ہے کیونکہ جب مرد کمال کو پہنچ جاتا ہے تو صفات الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ہمچو صوفی در لباس صوف باش
باصفت ہائے خدا موصوف باش

صوفی کی طرح صوف کے لباس میں رہ اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہو۔

کرم بین و لطف خداوندگار
گنہ بندہ کرد است او شرمسار

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم دیکھ کہ گناہ بندہ کرتا ہے اور شرمندہ خدا ہوتا ہے۔

آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ اب صرف ایک اور بیان کر کے مختصر کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جب نادر شاہ ایرانی نے ہندوستان میں ہل چل مچائی اور تباہی کرنے لگا اور دہلی کے

marfat.com

تمام صوبوں میں بدنظمی پھیل گئی۔ اس وقت ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور ڈیرہ غازی خاں میں بالکل امن و چین تھا کیونکہ وہ خراسان کے ماتحت تھے۔ ان دنوں ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ نے کمال خاں کے لیے کی حد میں جو صوبہ ڈیرہ جات کے متعلق تھا۔ نوشہرہ سیداں میں مصلحت وقت کے مطابق بودو باش اختیار کی اور قضائے الٰہی سے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًاؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ (۳۱-۳۴)

کسی کو معلوم نہیں کہ کسی سرزمین میں مرے گا۔ کے مطابق وہیں آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر دفن کرنے لگے اور لحد پر اینٹیں رکھی گئیں تو سید پہلوان شاہ معشوق اللہ پوترہ نے جو نوشہرہ کے بڑے سیدوں میں سے تھے اور آپ کے خاص مرید تھے۔ معماروں کو کہا کہ برائے خدا لحد کی اینٹیں اٹھاؤ تاکہ ایک دفعہ اور اپنے حضرت صاحب کی زیارت کرلیں۔ جب اینٹیں اٹھائیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ اُٹھ کر اپنے ہاتھوں سے اپنے کفن کے بند کھول رہے ہیں۔

یہ دیکھ کر معمار ڈر گئے اور جلدی سے باہر نکل آئے اور سید پہلوان جو عاشق مرد تھے آنحضرت کے روئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہیں بے ہوش ہو گئے۔ حاضرین نے سید پہلوان شاہ کو قبر سے اُٹھا کر باہر نکالا۔ معماروں نے دوسری مرتبہ بغور دیکھا کہ حضرت ممدوح قدس سرہٗ پھر دراز ہو رہے ہیں۔ معشوق اللہ پوترہ کے مزارات میں مدفون ہوئے۔ اس وقت سید پہلوان شاہ کی یہ حالت ہوئی کہ مدت تک آپ مست رہے۔ عرصہ دراز کے بعد صحو میں آئے اور مدت تک زندہ رہے۔ جب سال کے بعد آنحضرت ﷺ کی وفات کا دن آتا اور وہ زیارت کا وقت آتا تو آپ بے ہوش ہو جاتے۔ اس روز سے آپ کی طبیعت میں مستی آ گئی تھی۔

مجھے (مصنف) کو اچھی طرح یاد ہے کہ میں اپنے والد و مرشد حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ کے ساتھ ملک سندھ بلوچستان میں سیر کے لیے گیا۔ ان دنوں وہاں

marfat.com

کے حاکم میر کرم علی اور میر مراد علی تھے۔ جن کا ذکر اپنے مرشد کے حالات کی فصل میں لکھ جائیگا۔ اس وقت میں نے سید پہلوان شاہ کے فرزند سید سلطان شاہ کو جو ہمارے حضرت صاحب کے مرید تھے دیکھا۔ جن کا کارخانہ بظاہر امیرانہ تھا۔ یعنی حیدرآباد کے حاکموں کے پیر و مرشد تھے۔ وہ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح مست رہتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔

جب ملک چناب میں درّانیوں کا عمل درآمد ہوا اور صوبہ ملتان میں امن چین ہو گیا تو میرے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین علیہ الرحمۃ نے اپنے والد ماجد یعنی حضرت شیخ سلطان محمد حسین علیہ الرحمۃ کو نوشہرہ مذکور کے قبرستان سے لاکر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مقبرے میں دفن کیا۔ چنانچہ (احاطے) سے گزر کر سب سے پہلا مزار انہیں شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ کا ہے۔

فصل ۵

عمدۃ العارفین، قدوۃ الکاملین فنا فی ذات الاحد ہمارے جدِ بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کے مناقب میں

آپ تیسرے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کو سجادگی ۱۲۰۰ ہجری میں ملی اور پورے بائیس سال سجادگی کی مسند پر خلق اللہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد ممدوح قدس سرہٗ اس حرم سے تھے جو حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ کی جد میں سے تھیں۔ آپ کے دو بڑے بھائی یعنی حضرت شیخ عظمت اور حضرت شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ جو دوسری ماں سے تھے ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد قدس سرہٗ یعنی اپنے چھوٹے بھائی سے دشمنی کیا کرتے تھے۔

بے حسد نبود برادر گر پیمبر زادہ است
یوسف از بے مہریٔ اخواں بہ چاہ افتادہ بود

بھائی خواہ پیغمبر زادہ ہی کیوں نہ ہو حسد سے خالی نہیں ہوتا۔ دیکھو یوسف علیہ السلام

marfat.com

بھائیوں کی بے مہری سے کنویں میں پڑے تھے۔

ایک روز بڑے بھائیوں کے حسد وکینہ کے بارے میں اپنے والد صاحب کو اطلاع دی تو انہوں نے بچشم خود یہ حالت دیکھ کر اور اس بات کی تصدیق کر کے شیخ سلطان محمد قدس سرہٗ کو ڈیرہ غازی خاں میں تقریباً ایک سو کوس کے فاصلے پر پرورش۔ حفاظت اور تعلیم کے لیے اپنی ایک محبہ کے پاس بھیج دیا اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اپنے آپ سے جدا کیا۔ چنانچہ آپ کئی سال تک وہاں رہے۔

مدت بعد آپ کے والد بزرگوار کو بیٹے کے دیکھنے کا شوق ہوا تو بذات خود منزل بمنزل اس سے تھوڑے فاصلے پر جا پہنچے۔ تب آپ نے آنے کی اطلاع دی۔ شیخ سلطان حافظ محمد قدس سرہٗ کے اُستاد نے آپ کو فرمایا کہ بیٹا۔ آؤ! اپنا سبق سناؤ کیونکہ آپ کے والد کل تمہارا سبق سننے آئیں گے۔ سبق صاف کرلو۔ جب آپ اُستاد کو سبق سنانے لگے تو ایک لفظ بھی درست نہ پڑھا گیا۔ اُستاد نے سخت ناراض ہو کر جھڑکا اور مار پیٹ کی اور کہا۔ او لڑکے! تو نے اپنا بھی منہ کالا کیا اور میرا بھی۔ ہٹ جا اور کوزہ دریا سے بھرلا۔

آپ اس درجہ غبی تھے کہ کئی سال میں کلام اللہ شریف کے چند ایک رکوع بھی حفظ نہ کر سکے۔ آپ اُستاد کا کوزہ لے کر شکستہ دل ست۔ روتے روتے دریا کی طرف چلے چونکہ بچپن میں ماں مر چکی تھی۔ باپ اور وطن سے جدا ہو آئے تھے۔ اس لیے نہایت ہی غمگین تھے۔ نہ دریا سے پانی بھر سکتے تھے اور نہ اُستاد کے ڈر سے خالی کوزہ واپس لے جا سکتے تھے۔ اس لیے خالی کوزہ ہاتھ میں لیے دریا کے کنارے کنارے رو رہے تھے کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نیک مرد نورانی صورت لہریں مارتے ہوئے دریا پر کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں۔ آپ متعجب ہو کر اس مردِ خدا اور اس کی کرامت کو دیکھ رہے تھے۔ وہ خدا کا پیارا نماز سے فارغ ہو کر قدم قدم پانی پر سے خشکی پر آیا اور اس نے شیخ سلطان محمد کے سر پر دست شفقت سے پیار دے کر نہایت لطف وکرم سے تسلی دی اور پوچھا۔ بیٹا! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا۔ ''مجھے سبق نہیں آتا اور اُستاد مارتا ہے''۔

فرمایا۔ جہاں تمہارا سبق ہے وہاں سے میرے سامنے پڑھو تا کہ میں تمہارا سبق

marfat.com

درست کردوں۔ اس سے آپ کو کچھ اُفاقہ ہوا اور استقامت ہوئی اور آپ نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا تو صرف ایک لفظ پر اٹکے۔ جہاں اس مرد خدا نے لقمہ دیا۔ آپ کا سبق پہلے سیپارے میں تھا۔ جب آپ پانچویں سیپارے تک پڑھ چکے تو استاد کامل اور ہادئ مکمل نے آپ کو دعا دی کہ جاؤ تم نیکوکار اور نیک بخت ہو گے۔ میں پھر بھی تم سے ملاقات کروں گا۔ نیز آپ کو کوزہ پُر کر کے بھی دیا۔

جب آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (کیونکہ وہ مرد خدا خود رسول اللہ ﷺ ہی تھے) کی توجہ سے فیض حاصل کر کے رخصت ہوئے تو نہایت خوشی خوشی انوار الٰہی سے سینہ پُر مکان پر آئے اور وہ کوزہ ظاہری استاد کی خدمت میں پیش کیا۔ اُستاد چونکہ غصے میں بھرا ہوا تھا۔ پھر جھڑک کر کہنے لگا۔ او منہ کالے! تجھے کچھ آتا بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے عرض کیا، کچھ آتا ہے کہا پڑھ۔ آپ نے باطنی استاد کی توجہ کے جذبات سے قرآن شریف شروع سے لے کر اخیر تک وہیں کھڑے سنا دیا۔

جب آپ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ آپ کا اُستاد بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا چونکہ آپ کو اس باطنی اُستاد سے کامل تاثیر ہو چکی تھی۔ پھر آپ اس کی تلاش میں دریا کے کنارے جا نکلے اور اسی مقام پر پہنچے۔ جہاں جناب سرور کائنات ﷺ سے فیض باطنی حاصل کیا تھا۔ چنانچہ سال بھر جنگلوں اور دریا کے کنارے پر پھرتے رہے۔ آبادی میں نہ آئے لیکن وہ اُستاد باطنی پھر نہ ملے۔

بعد ازاں آپ اپنے والد بزرگوار کی ملاقات اور اپنے جد امجد حضرت سلطان العارفین کے مقبرہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاں آپ رات کے وقت قیام کرتے۔ خلق خدا مسخر ہو جاتی اور مرید بن جاتی۔ آپ ساری رات کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآن شریف پڑھتے اور خلق خدا کو تاثیر ہو جاتی اور ان میں اللہ تعالیٰ کا ذوق وشوق پیدا ہوتا۔

ایک رات بسر کرنے کے لیے خاص ڈیرہ غازی خاں میں بلوچوں کی سرائے میں جو پہلے جد بزرگوار کے مرید تھے آئے اور حسب عادت تمام رات قرآن شریف بلند آواز

marfat.com

سے پڑھتے رہے۔ سرائے مذکور بلوچوں کے حاکم کے گھر کے پاس تھی چونکہ آپ رات بھر قرآن شریف پڑھتے رہے۔ اس لیے وہ ساری رات نہ سو سکا۔ رات بھر بے قرار رہا۔ صبح حاکم نے اس بلوچ کو جو آپ کا مرید اور میزبان تھا بلوا کر پوچھا او فلانے! یہ ملوانہ (ملانہ) کہاں سے لایا ہے۔ اس نے تو رات بھر مجھے سونے نہیں دیا۔ جا اُسے ہمارے پاس لا۔

اُس نے کہا۔ صاحب! کوئی عامی تو ہمارے ستر خانہ میں نہیں آ سکتا۔ یہ ہمارے مرشد زادے ہیں۔ پھر اُس حاکم نے کہا کہ اُسے ہمارے پاس لاؤ۔ اس بلوچ نے اپنے آنے سے پہلے ایک آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ حضرت صاحب کو فوراً رخصت کر دو کیونکہ حاکم سخت ہے اور سختی سے پیش آتا ہے۔ وہ اس وقت ناراض ہے۔ بہتر ہے کہ حضرت صاحب منہ چھپائے نکل جائیں۔

ابھی بلوچ رستے میں تھا کہ حضرت صاحب اس بھیجے ہوئے آدمی کے ساتھ خود ہی وہاں تشریف لے آئے۔ یہ دیکھ مرید حواس باختہ ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت! یہ آپ نے کیا کیا کیونکہ زبردست اور ظالم ہے اور اس وقت غصے میں بیٹھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اب بھی نکل جانے کا وقت ہے۔ آپ تشریف لے جائیں جو کچھ ہوگا ہم اپنے سر لے لیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ اندیشہ نہ کر جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ ظہور میں آ جائے گا۔

جب آپ حاکم کے پاس پہنچے تو اُس نے بنگاہ دیکھ کر آپ کا نام ونشان اور وطن دریافت کیا اور کہا۔ اے شخص! تو رات بھر کیا کرتا رہا تو نے محلّہ والوں کو بھی آرام نہیں لینے دیا؟

آپ نے فرمایا کہ میں کلام الٰہی پڑھ رہا تھا۔ تم چونکہ غافل اور حریص ہو۔ اس لیے تمہیں اس کے سننے سے خوشی نہیں ہوئی بلکہ شیطان تمہارے دلوں میں نفرت اور دشمنی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کا کلام سن کر اور آپ کا چہرہ منور دیکھ کر حاکم کا دل نرم ہو گیا اور خاموش رہ گیا۔

اسی اثنا میں اس حاکم کی ایک گھوڑی آئی جو مطیع نہ ہوتی تھی۔ حاکم نے کہا۔ گھوڑی

marfat.com

منہ زور ہے صاف نہیں چلتی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ سوار کو واقفیت نہیں۔ حاکم نے کہا۔ آپ سوار کر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں کہا۔ اچھا سوار ہو جاؤ۔ میں دیکھوں۔ آپ نے سوار ہو کر اسی مقام پر گھوڑی کو ایسا مطیع کیا کہ حاکم خوش ہو گیا۔ پھر اپنے نوکر کو حکم دیا کہ طویلے میں جو فلاں گھوڑی ہے فوراً تیار کر کے لاؤ۔

سائیس فی الفور لے آئے۔ حاکم نے آنحضرت کو کہا۔ آپ اس پر سواری کریں۔ حالانکہ اس پر کوئی بھی سوار نہیں ہوتا تھا اور نہ اس پر سوار ہو سکتا تھا کیونکہ وہ بہت منہ زور اور بدلگام تھی۔ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ اور باطنی تصرف سے اسے بھی مطیع کر لیا۔ جسے دیکھ کر حاضرین دنگ رہ گئے۔ پھر آپ گھوڑی سے اُتر کر مجلس میں آ بیٹھے۔

حاکم نے آپ سے پوچھا کہ ان دونوں گھوڑیوں میں سے کون سی اچھی ہے۔ آپ نے ایک کی طرف اشارہ کیا۔ حاکم نے کہا۔ اسے یہیں رہنے دیا جائے اور دوسری طویلہ میں بھیج دی۔ پھر اپنے خدمت گاروں کو اشارہ کیا اور وہ قیمتی پوشاک کے دو بقچے اور ایک جوڑی سونے کے کنگن لے آئے۔ حاکم نے آپ کا معتقد ہو کر وہ لباس اور کنگن آپ کے پیش کئے جو نہایت عاجزی اور الحاح کے بعد آپ نے منظور فرمائے۔ آپ اسی وقت شمال کی طرف روانہ ہو گئے۔ مذکورہ بالا مریدوں نے معتبر خدمت گزار آپ کے ساتھ روانہ کئے تا کہ آپ کو خانقاہ مقدس تک پہنچا دیں کیونکہ اس سے پہلے آپ اکیلے تن تنہا سیاحت فرما رہے تھے۔

آپ جہاں تشریف لے جاتے اور رات گزارتے، وہیں کے لوگ آپ کے معتقد اور مرید ہو جاتے اور چوپائے اور نقدی وغیرہ مختلف قسم کی نذریں پیش کرتے۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے منزل بمنزل آپ بہت سا مال و اسباب لے کر اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس سے فیض یاب ہوئے جو مال و اسباب آپ لائے تھے سب والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے آپ کے دونوں بڑے بھائیوں حضرت شیخ

marfat.com

سلطان عظمت اور شیخ نور محمد کو دیا چونکہ آپ کی والدہ محترمہ رحلت فرما چکی تھیں۔ اس لیے آپ مردانہ مکان میں رہا کرتے تھے اور فقیروں اور درویشوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔

پس حضرت شیخ حافظ محمد نے اپنے والد ماجد کی خدمات اپنے لیے جائز اور مقرر کر لیں۔ چنانچہ وضو کرانا۔ نہلانا۔ سر مونڈنا۔ سنوارنا۔ پوشاک پہنانا۔ ہانڈی روٹی۔ بستر بچھانا اور پاؤں دبانا خود اپنے دست مبارک سے کرتے اور زندگی بھر آپ یہ خدمت بجا لاتے رہے۔

آپ عاشق باللہ۔ آزاد طبع تھے۔ آپ کی طبیعت درویشانہ تھی۔ بے دین جاہل اور حریص لوگوں سے کتراتے تھے۔ ان سے ہرگز ہرگز ملاقات اور رغبت نہ کرتے تھے۔

ایک روز آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو فرمایا کہ مولوی حافظ سلطان حامد کھچی جو اکثر ہمارے پاس آتے ہیں اور صاحب فضل و ہنر ہیں اور کتابت میں اس درجہ لائق ہیں کہ اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف ایک سو ۱۰۰ روپے کو بکتا ہے۔ تم بھی اُن سے فن کتابت سیکھو۔ آپ کتابت کی مشق کا اسباب لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ایک دفعہ آپ لکھنے میں مشغول تھے اور سر جھکائے دیر ہوگئی تو افاقہ لینے کے لیے سر اوپر کر کے کمر اور سینہ کو سیدھا کیا۔ اس حالت میں آپ کے سر مبارک کے بال کندھوں پر گرے۔ یہ دیکھ کر اُستاد نے فرمایا۔ حضرت! صاحبزادگی اور گھنگریالے بال کندھوں پر لٹکانا اور جوانی کی مستی کام نہیں آئیں گے۔ ہنر حاصل کرنا چاہیے۔ تب آپ نے اپنے اُستاد کی طرف نگاہ کی جس سے مولوی صاحب پر یہ تاثیر ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور مست ہو گئے۔ آپ نے فوراً حجام کو بلا کر اسی وقت اپنے گیسو منڈا ڈالے اور بعد ازاں عمر بھر سر منڈاتے ہی رہے۔ آپ کے اُستاد صاحب جب ہوش میں آئے تو ان کی یہ حالت ہوگئی کہ کتابت کا تمام سامان توڑ کر کنوئیں یا دریا میں پھینک دیا اور صاحب کشف و اسرار الٰہی ہوئے۔ آپ نے بھی پھر کبھی کتابت کا قلم ہاتھ میں نہ لیا۔

آپ کا لباس ایک تہ بند۔ ایک چادر اور ایک قادری ٹوپی یعنی طاقیہ لاطیہ تھا جو سر کی کھوپری سے چسپاں ہوتی ہے اور جس کا ذکر صوفیائے کرام کی کتابوں میں مفصل مندرج

marfat.com

ہے جو بڑے بڑے مشائخ خرقہ کے ساتھ اپنے مریدوں کو دیا کرتے تھے اور اپنے خلفاء کو بخشا کرتے تھے۔ اس کی تشریح قطب الاقطاب حضرت شیخ حاجی فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ کی کتاب ”فوائد السالکین“ کی بارہویں فصل میں مندرج ہے۔ وہاں سے دیکھنی چاہیے۔

ان دونوں چادروں میں سے ایک کو کیکر کی چھال سے رنگا کرتے۔ جمعہ کی نماز اور دونوں عیدوں کی نمازوں کے وقت دس گز کھدر سفید کی پگڑی زیب سر فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز گھر والوں نے آپ سے عرض کیا۔ صاحب! کل آپ کے رشتہ دار آپ کی ملاقات اور خصوصاً خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آ رہے ہیں۔ آج دونوں چادریں سفید پہننی چاہئیں۔ آپ خاموش ہو رہے اور اپنے ڈیرے پر آ کر خدمتگار کو فرمایا کہ ہمارے گھر سے جتنے کپڑے ہمارے پہننے کے ہیں سب لے آؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے وہیں رنگریز اور دیگچہ منگوا کر تمام کپڑوں کو کیکر کے چھال سے رنگوایا۔ حتیٰ کہ لاطیہ ٹوپی بھی رنگوالی اور رشتہ داران موصوف کی ملاقات سے پہلے پہلے تمام رنگدار کپڑے پہن کر بیٹھ گئے۔ جب تک وہ رنگے ہوئے کپڑے بوسیدہ نہ ہو گئے، آپ نے کوئی اور سفید کپڑا نہ پہنا۔ جب وہ پھٹ گئے تو پھر بدستور ایک سفید چادر اور ایک رنگدار پہننی شروع کی۔

آپ کا اخلاق یہ تھا کہ مسکینوں۔ فقیروں۔ درویشوں۔ عاجزوں اور عالموں پر از حد شفقت و عنایت اور لطف و کرم فرمایا کرتے۔ آپ دنیا دار۔ بے دین۔ فاجر۔ کافر اور حریص سے متنفر تھے۔ گھوڑے رکھتے۔ مہمان نوازی کرتے تھے۔ کھیتی باڑی کے شائق تھے۔ مہمان نواز پرلے درجے کے تھے لیکن جو نیک نہ ہوتا اُسے اپنے ڈیرے میں گھسنے نہ دیتے۔

آپ نے آبادی سے باہر الگ ایک تکیہ مقرر کر رکھا تھا۔ جہاں مہمانوں کی تمام ضروریات مہیا رکھی جاتی تھیں۔ نیک۔ عالم اور شریف آدمیوں کو اپنے خاص ڈیرے پر ٹھہراتے چونکہ گھوڑوں سے خاص اُنس تھا۔ اس لیے سینکڑوں روپیوں کی مالیت کے گھوڑے گھوڑیاں آپ کے اصطبل میں موجود تھے۔ جہاں عمدہ گھوڑے گھوڑی کی خبر پاتے۔ جس طرح ہو سکتا اسے خرید لیتے۔ سوداگر لوگ خراسان اور پنجاب سے آپ کی

marfat.com

خدمت میں گھوڑے لاتے تو معتبر آدمیوں کو پہلے ہی رستے پر بھیج دیتے اور ملک کے امیروں سے پہلے ہی سوداگروں کی خدمت کرتے اور ان سے اچھے اچھے گھوڑے خرید لیتے۔

جس گھوڑے کی قیمت آپ کے اندازہ سے زیادہ خیال کر کے نہ بھیجتے۔ آپ رخصت کے وقت واجبی قیمت سے زیادہ اس طرح ادا فرماتے کہ تم ہم سے اقرار کرو کہ جو قیمت ہم نے بتائی ہے اگر اس سے زیادہ ملے تو بیچ دینا اور اگر اسی قیمت پر بکے تو واپس لا کر ہمیں دینا۔ مختصر یہ کہ سوداگر جہاں کہیں اسے لے جاتے لوگ آپ کی تجویز کردہ قیمت سے زیادہ نہ دیتے۔ اس لیے سوداگر پھر اس گھوڑے یا گھوڑی کو آپ کی خدمت میں لے آتے۔

مطلب یہ کہ ہم عصر امیر' سوداگروں سے پہلے پوچھتے کہ تم کس راہ سے آئے ہو۔ اگر سوداگر کہتے کہ ہم فلاں مکان سے فلاں صاحب سے ملاقات کر کے آئے ہیں تو اکثر امیر آپ کا اسم مبارک سنکر یہ کہتے کہ حضرت جیو نے تمام اچھے گھوڑے خرید لیے ہوں گے۔ اس لیے وہ گھوڑوں کو دیکھتے ہی نہ تھے کیونکہ آپ نے باقی گھوڑوں کی زیادہ سے زیادہ قیمت فرمادی ہوگی۔ اب یہ کسی کے لینے کے قابل نہیں۔

آپ کے اصطبل میں زین ساز اور شہسوار موجود رہتے تھے۔ آپ خود اتنی سواری نہ کیا کرتے۔ جب گھوڑے سواری کے لائق ہوتے تو انہیں آپ اپنے فرزند یعنی میرے (مصنف) والد بزرگوار شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ کو حکم دیتے لیکن انہیں بھی سواری کا چنداں شوق نہ تھا۔

آپ کا مزاج اس قدر درویشانہ اور آزاد تھا کہ خیر پور ٹانویں والہ ملک داؤد پوترہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، سے عاشورہ کے دنوں میں اپنے جد امجد حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آ رہے تھے کیونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سلطان العارفین کا روز وصال اگرچہ جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ ہجری کی پہلی تاریخ جمعہ کی رات تین پہر گزرے ہے لیکن اپنے وطن کے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت

marfat.com

سلطان العارفین کی روحانیت کا ارشاد ہے کہ عاشورہ کے دن تمام فقیر اور مرید اکٹھے ہوا کریں اور حضرت امامین شہیدین علیہما السلام اور شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم کی نیاز پکائی جائے اور ختم دلایا جائے۔ اس وقت حضرت سلطان العارفین کی روحانی توجہات سے فقیروں اور طالبوں پر زیادہ فیضان ہوتا ہے۔ اس کا تھوڑا سا ذکر جو میرے تجربے میں آیا ہے، انشاء اللہ آٹھویں باب میں اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے حالات میں لکھوں گا۔

مطلب یہ کہ ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد قدس سرہٗ خیر پور مذکور سے پاپیادہ تن تنہا زیارت کے لیے روانہ ہوا کرتے تھے اور جب خیر پور کے گردونواح سے درویش اور مرید زیارت سے مشرف ہوتے آپ کا احوال پوچھتے کہ کس طرح تم پہنچے؟ تم نے زیارت کی؟ اور خانقاہ مقدس کے مجاوروں اور معتکفوں کا کیا حال تھا؟ اسی روز اسی تاریخ کو آپ زیارت سے مشرف ہوئے۔ حالانکہ خیر پور اور خانقاہ مقدس کا فاصلہ جنگل اور بیابان کی راہ ستر اسّی کوس ہے اور آبادی کے راستے کچھ کم نوے کوس ہے۔

آپ کی طبیعت اس درجہ درویشانہ اور حلیم تھی کہ کبھی کبھی ہم مسکینوں کی جدہ محترمہ کے مزاج احوال کی مستی آ جاتی اور آپ کھانا کھانے گھر جاتے۔ اس وقت جدہ محترمہ خشک روٹی آپ کے سامنے رکھ دیتیں اور سالن دینا یاد نہ رہتا۔ آپ روکھی پھیکی ہی کھا لیتے۔ نہ اُن کو اور نہ خدمتگاروں سے پوچھتے کہ سالن کہاں ہے۔ کبھی جدہ امجدہ سالن رکھتیں تو روٹی نہ رکھتیں۔ اُس وقت آپ صرف سالن ہی کھا کر چلے آتے اور کسی کو کچھ نہ کہتے۔

آپ نیک لوگوں، درویشوں اور مستحقوں کے حق میں حلیم تھے۔ نہ کہ بدکار اور متکبر آدمیوں کے حق میں بلکہ ان کے بارے میں پرلے درجے کے بے پروا تھے۔ بعینہٖ آپ کا یہ وصف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا وصف تھا جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" (۴۸-۲۹) کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں اور آپ ہر وقت عشق الٰہی میں اس طرح رہتے کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے بھاری بادل کی طرح آنسوؤں کا تار بندھا رہتا۔ اگر کوئی شخص آپ کے روبرو اسم ذات (اللہ) زبان سے کہتا یا انبیاء اور اولیاء کا ذکر اذکار کرتا تو آپ کے جسم مبارک میں جذبہ اور لرزہ پیدا ہوتا اور پھر

marfat.com

آنکھوں سے زاروقطار آنسو جاری ہو جاتے۔

ایک روز ایک شخص امیر نامی قوم کا سیال دراج قرب و جوار کا باشندہ آپ کی مجلس میں حاضر تھا کہ آپ کے بدن سے مذکورہ بالا سبب سے لرزہ پڑا۔ اس شخص نے خیال کیا کہ آپ کا بدن جو کانپا ہے محض ریا کاری اور مکر کے سبب سے ہے۔ جب وہ شخص اپنے گھر گیا تو ٹھیک اسوقت جبکہ اس کے دل میں خیال آیا تھا اس کا بدن کانپنے لگا اور پھر عمر بھر اس کا بدن کانپتا رہا۔ اس بداعتقادی کے سبب کانپنے کا مرض ہو گیا۔ اس بات کا راوی بھی وہ شخص خود ہی ہے۔ اس حالت سے اُسے شفا نہ ہوئی۔ فقط۔

آپ دن رات میں صرف چند آدمیوں سے ہم کلام ہوتے بلکہ مقررہ وقت میں لوگوں کی عرضیوں اور سوالات کے جواب دیتے۔ آپ کے اصطبل میں مردانہ مکان کے ایک کونے میں ایک حجرہ تھا۔ اس حجرے کے پچھلی طرف سراپردہ کی دیوار میں ایک کھڑکی تھی۔ جس کا تالا ہر وقت لگا رہتا تھا۔ اس حجرے کا بڑا دروازہ اصطبل کی طرف تھا۔ آپ کی چارپائی۔ مصلّٰے اور کوزہ اسی حجرے میں رہتا۔ خاص خاص فقیر اور نیک ہمسائے عشاء کی نماز کے بعد وہاں حجرہ شریف میں آپ کی مجلس سے مشرف ہوتے۔ کھدر کا ایک دوہر اور صوف کا ایک کمبل تخت پوش کی پائنتی کی طرف تہہ شدہ پڑے رہتے۔ آپ عشاء کی نماز کے بعد نہ ملتے۔ اکیلے جنگل میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔

چنانچہ مولانا سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ درویش کے لیے لازم ہے کہ رات کو اکیلا رہ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہووے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُنس اور رفاقت کرے اور ہر رات کو قبر کی رات سمجھے کیونکہ قبر میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی انیس و رفیق نہ ہوگا۔ جب دن چڑھے اور لوگ جاگیں تو اسے قیامت کا دن سمجھے کہ قبروں سے اُٹھے ہیں اور ہر دن کو اپنے لیے قیامت کا دن سمجھے اور اپنے بُرے اعمال کے محاسبہ میں گزارے۔

روایت ہے کہ ایک روز امیر المومنین خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو ہاتھ میں کوڑا لے کر اپنے جسم مبارک پر

marfat.com

بے تحاشہ غضب میں آ کر مارنے لگے۔ حتیٰ کہ جسم کو زخمی کر لیا۔ آپ اس حالت سے باز نہیں آتے تھے۔ آپ کے فرزند امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ اور عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گھبرائے ہوئے آئے اور حال عرض کیا کہ تین دن رات سے جناب رسول خدا ﷺ کے خلیفہ نے حالتِ محاسبہ میں آ کر اپنے جسم مبارک کو زخمی کر لیا ہے اور اس حالت کو نہیں چھوڑتے۔ دونوں صاحبوں نے حضرت خلیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جا کر انہیں اسی حالت میں دیکھا تو ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تسلی دی اور وعظ و نصیحت کی کہ خلیفہ صاحب! اپنے آپ کو چھوڑ دو۔ یہ کام نہ کرو۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی خلافت پر قائم ہیں کیونکہ ایک گھڑی کا انصاف ہزار سالہ عبادت سے افضل ہے۔ یہ سن کر آپ اس حالت سے باز آئے۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک روز اپنا محاسبہ کیا تو اپنی زبان دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر باہر نکالی۔ جب اسی حالت میں بہت دیر تک رہے تو آپ کے فرزندوں نے باقی تین اصحاب رضی اللہ عنہم کی خدمت میں آ کر حال عرض کیا۔ تینوں نے آ کر تسلی دی اور اطمینان دلایا اور آپ کے ہاتھوں سے زبان کو چھڑایا جو زخمی اور سوجھی ہوئی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ یارو مجھے چھوڑ دو۔ مجھے تکلیف نہ دو کیونکہ مجھے اس زبان کے ذریعہ ایسا نقصان پہنچا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ مجھے زبان نے حشر کے حساب میں ڈالا ہے۔ جس کا میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ جاؤ مجھے کچھ نہ کہو۔ یاروں نے وعظ و نصیحت سے اطمینان دلایا اور زبان مبارک آپ کے ہاتھ سے چھڑائی۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما حجرۂ خلوت میں اکیلے یاد الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے اور دروازہ ہمیشہ بند رکھا کرتے تھے اور کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیتے تھے۔ ایک روز کسی ضرورت کے لیے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے چونکہ کئی سال آپ خلوت میں رہے۔ جب دیکھا کہ شہر کے باہر ایک نیا عمدہ محل تیار ہے۔ پوچھا کہ یہ کس کا ہے؟ اسی ایک لفظ کے کہنے سے آپ کو

marfat.com

تنبیہ ہوئی۔ وہاں سے لوٹ آئے اور پھر اسی طرح حجرے میں آ گئے۔ اس ایک کلام فضول کے محاسبہ میں نفس کو سال بھر گرم پانی پلا کر تکلیف دیتے رہے۔ آپ فرماتے تھے کہ ابھی تیرے دماغ سے ہوس نہیں نکلی۔ تجھے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

اسی بارے میں عالم ربانی مظہر انوار جلالی و جمالی حضرت امام غزالی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ ایک روز سراج الامۃ امام الملۃ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے پہاڑ میں چلے گئے اور پہاڑ سے بھاری بھاری پتھر اپنی عمر کے دنوں کی تعداد کے برابر اُٹھا اُٹھا کر ایک جگہ جمع کئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک ٹیلہ سا بن گیا۔ پھر فرمایا کہ دیکھ اے نفس! اگر تو نے دن میں ایک ایک گناہ بھی کیا ہو تو دیکھ گناہوں کا کتنا بوجھ تجھ پر ہو گیا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جناب اخ الرسول زوج البتول والد الشبر والشبیر الحسن والحسین امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر وقت ایک کنکر اپنے منہ میں رکھتے تا کہ فضول کلام کرنے سے بچے رہیں۔ ضرورت کے وقت وہ پتھر نکال کر ہاتھ میں لے لیتے۔ نہایت ضروری مختصر کلام کے بعد پھر وہ کنکر منہ میں رکھ لیتے۔

یا اللہ! ہمیں بخش! اور ائمہ دین کے صدقے ہمیں سیدھی راہ چلا۔ آمین۔

مطلب یہ کہ ہمارے جد بزرگوار ممدوح رات کے وقت جنگل میں اکیلے یاد الٰہی کیا کرتے اور صبح خانقاہ مقدس کی بڑی جامع مسجد حضوری میں آتے اور نماز با جماعت ادا کرتے۔ اشراق سے فارغ ہو کر خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ پھر خانقاہ کے باہر روضہ منورہ کی دیوار سے تکیہ لگا کر فیض رسانی کے سجادہ پر بیٹھتے جلالِ حق کی ہیبت کے سبب جو آپ کی پیشانی میں تھا۔ درویش اور فقیر اپنے حجروں میں چلے جاتے اور آپ ایک ایک کو اپنے حضور میں بلوا کر اُن پر نوازش فرماتے اور اُن کی ضروریات پر غور فرماتے۔

مسکینوں اور فقیروں پر اس قدر رحم کرتے کہ دعا کا دست مبارک ہر ایک کے سر پر پھیرتے اور نہایت رحم کی وجہ سے زار زار رو کر فرماتے کہ ان مسکینوں نے ہم سے کیا کھایا؟

marfat.com

اور یہ کہ ہم نے ان کی کونسی خدمت کی؟ یہ کس طرح گزارہ کرتے ہیں؟ پھر جو نئے زیارت کرنے والے آتے اسی جگہ مشرف ہوتے اور اپنی اپنی ضرورتیں اور حاجتیں عرض کرتے اور آپ سنتے۔ بعد ازاں سیر کے لیے کھیتی باڑی دیکھنے جاتے۔ پھر اصطبل میں آ کر گھوڑوں کو دیکھتے۔ ان سے فارغ ہو کر حجرہ شریف میں کھانا کھاتے۔ اس وقت آپ کا بڑا دروازہ بند کیا جاتا اور کھڑکی کھول کر بال بچے اور مستورات حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتیں۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد آپ تھوڑی دیر سو جاتے۔ بیدار ہو کر اسی جگہ وضو کر کے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں لے کر زبان سے اسم اللہ کا ذکر کرتے اور دل میں عشق خدا کا نور ہوتا۔ پھر خانقاہ مقدس کی جامع حضوری میں جا کر نماز با جماعت ادا کر کے دیر تک عبادت میں مشغول رہتے۔ پھر ڈیرے اور اصطبل میں تشریف لے جاتے۔ باقی نمازیں ڈیرے کے پاس کی مسجد میں ادا کرتے اور کھیتی باڑی کا تدارک اس قدر تھا کہ چالیس جوڑی بیل سے کاشت کی جاتی تھی۔ کھیتی باڑی کے علاوہ باقی گیہوں جو لنگر میں خرچ ہوتے وہ تقریباً پانسو اونٹ کے بوجھ کے برابر تھا۔

ایک روز میں نے آپ کے محب محمد نام سیال مرجانہ سے آنحضرت کے حالات دریافت کیے تو اُس نے کہا۔ آنحضرت کی عادت تھی کہ اپنی کھیتی باڑی کا جو غلہ آتا وہ کھلیان کے وقت سارے کا سارا ہندو ساہوکاروں کو دے دیتے اور جس قدر لنگر کے خرچ کے لیے ضروری ہوتا۔ انہیں ساہوکاروں سے لیا کرتے۔ میں (محمد سیال) موت تک یہ حال دیکھتا رہا اور دل میں کڑھتا رہا لیکن چونکہ آنحضرت کا رُعب تھا اس لیے میں پوچھ نہیں سکتا تھا۔ آخر جب وہ خیال بہت غالب آیا تو میں نے ایک روز آنحضرت سے پوچھا کہ یا حضرت اس کا کیا سبب ہے کہ آپ سارا غلہ ہندوؤں کو دے دیتے ہیں؟ اگر یہی لنگر شریف میں محفوظ رکھا جائے تو فائدہ ہو کیونکہ ہندو لوگ اپنے دینے میں ضرور نقصان پہنچاتے ہیں چونکہ اس وقت مجلس میں عام لوگ موجود تھے، اس لیے مجھے جواب سے سرفراز نہ فرمایا اور خاموش ہو رہے چونکہ یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی تھی۔ اس لیے ایک خاص وقت میں پھر یہی عرض کیا تو فرمایا! محمد! ہم نے جو بیل خریدے ہیں یا مجبوں نے

marfat.com

دیئے ہیں ان کی بابت ٹھیک معلوم نہیں کہ وہ حلال ہیں یا مشتبہ۔ اس لیے میں کل آمدنی ہندوؤں کو دیدیتا ہوں اور پھر اُن سے بطور قرضہ لیتا ہوں۔ اس مسئلہ شرعی سے یہ جائز اور درست ہو جاتا ہے۔

حکایت

ایک روز میں نے اپنے والد و مرشد بزرگوار یعنی حضرت شیخ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی جب کہ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان حافظ محمد قدس سرہٗ کے حالات بیان فرمارہے تھے۔ سنا کہ ایک شخص کیمیا کا مُہوِس حسین شاہ نامی نے بہت عرصہ کیمیا کے حاصل کرنے میں بسر کی لیکن بے بہرہ اور ناکام رہا۔ آخر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا شہرہ سن کر خانقاہ مقدس میں آیا اور مدت تک بیٹھا رہا۔ ایک روز آنحضرت کی روحانیت سے اسے ارشاد ہوا کہ جاؤ۔ شہر سے فلاں فلاں دوائی خرید لاؤ اور اس ترکیب سے انہیں تیار کرلو۔ رانگ چاندی ہو جائے گی۔ پس حسین شاہ خوشخبری پاکر رخصت ہوا اور شہر جھنگ سیال میں پہنچا اور آنحضرت کے حکم کے مطابق رانگ کو چاندی بنا لیا چونکہ اس نے بہت سی عمر ناکامی کیمیا کی ہوس اور مفلسی میں گزار دی تھی۔ اس لیے اس نے کئی کئی خیال کر رکھے تھے کہ جب کیمیا میرے ہاتھ آئے گی تو میں یہ یہ دلی خواہش پوری کرونگا۔

اسے جب چاندی بنانا آ گیا تو پھر کیا تھا؟ بس رات کو رنڈیوں کا ناچ دیکھنا اور عیاشی کے کام کرنا شروع کر دیئے۔ اسی رات حضرت قدس سرہٗ نے اس کے چہرے پر طمانچہ مار کر فرمایا کہ تجھے یہ حلال فن اسی لیے دیا گیا تھا کہ بدافعالی میں اسے استعمال کرے۔ اس حالت میں اس سے نعمت سلب کر لی گئی اور اس کا منہ کالا کیا گیا۔

صبح جب اُٹھا تو تمام چیزوں کو خرچ کر کے سر اور ڈاڑھی منڈوا ڈالی اور منہ پر سیاہی مل کر گدھے پر سوار ہو کر کوچہ بکوچہ منادی کرائی اور لڑکوں کا ایک گروہ اپنے پیچھے لیا۔ خوب زور سے ڈھول بجوا کر یہ منادی کروائی۔ ''کہ جو شخص اپنے مرشد کی نافرمانی کرتا ہے اس کی سزا یہی ہوتی ہے''۔ جب منادی والا آواز دے چکتا تو لڑکے خوب زور سے نعرہ لگاتے۔

marfat.com

صبح سے شام تک گدھے کو شہر میں پھرایا۔

رات کے وقت افسردہ پژمردہ اسی بدحالی میں سو گیا تو حضرت سلطان العارفین کی روحانیت نے ازراہ لطف و کرم پھر اُسے زیارت نصیب کی اور اُس کے منہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ حسین شاہ! غم نہ کر آئندہ تمہارے گناہوں کا نگہبان حافظ حقیقی ہے۔ ہم بھی تیری نگہداشت کریں گے۔ اُٹھ خوش ہو جا اور سونا چاندی بنا کر خدا کی راہ میں صرف کیا کر۔

جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سونا چاندی بنانے کا علم عطا فرمایا۔ چنانچہ اس علم کے عالم بھی ہوئے اور عامل بھی۔

آپ سونا چاندی بنا کر خانقاہ مقدس کے مسکینوں۔ فقیروں اور مستحقوں کو دیا کرتے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول بن گئے۔ مدت تک آپ خانقاہ کے معتکف رہے اور نیکیوں میں مشغول رہے۔

ایک روز میرے جد بزرگوار شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! آپ اگرچہ بے پروا ہیں لیکن چونکہ لنگر میں کئی قسم کے اخراجات ہیں۔ آپ اپنے صاحبزادے حضرت غلام باہو صاحب کو اجازت دیں تاکہ وہ سونا چاندی بنانے کا علم و عمل جو حضور پُرنور کا عطیہ ہے مجھ سے سیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھہرو صبر کرو! ہم خود تمہیں کہیں گے۔ اس کے بعد پورے ایک سال تک حسین شاہ اسی انتظار میں رہا۔ ایک روز آنحضرت اپنے فرزند غلام باہو کو ساتھ لے کر خانقاہ مقدس کی حویلی میں کھڑے ہوئے۔ مجھے فرمایا کہ خانقاہ سے حسین شاہ کو بلا لاؤ۔ جب میں بلا لایا تو اُسے بھی ساتھ لیا اور تُوت والے کنویں پر پہنچے۔ اس وقت زوال کا وقت تھا اور جوار کے پکنے کا موسم تھا جوار کے سایہ میں آپ بیٹھ گئے اور مجھے فرمایا کہ غلام باہو! جوار کا ایک پودا مع جڑ۔ شاخ۔ پتوں اور پھل کے لے آ۔ جب میں لے آیا تو فرمایا۔ اس کے خوشے الگ کرو۔ تنہ الگ۔ پتے الگ اور جڑ الگ کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا تو پھر حسین شاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

”کہ اے حسین شاہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ کیمیا عنایت فرمائی ہے۔ دیکھ ایک دانے سے کس قدر دانے اور چیزیں پیدا کی ہیں۔ میرے اکلوتے بیٹے غلام باہو کو

marfat.com

تم حکام کے معرض خوف اور مستحقوں اور بینواؤں کے حقوق کے ضامن بنانا چاہتے ہو۔ ہمیں یہی کیمیا کافی ہے جو حق تعالیٰ نے ہمیں عنایت فرمائی ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو یہی سکھائی ہے۔

کیمیا خواہی زراعت کن چہ خوش گفت آنکہ گفت

اگر تو کیمیا چاہتا ہے تو کھیتی باڑی کر کیونکہ جس نے کہا ہے بہت اچھا کہا ہے کہ

زرع را ثلثاں زراست و ثلث دیگر ہم زر است

زرع کے دو ثلث (زر) بھی سونا ہیں اور تیسرا ثلث (ع بمعنی سونا) بھی سونا ہے۔

خبردار! آئندہ میرے بیٹے کو اس کام کی ترغیب یا تکلیف نہ دینا۔ تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت ہے۔ جاؤ خوش رہو۔ حسین شاہ اسی وقت رخصت ہو کر چلا گیا۔

آپ کے طویلے میں تمام گھوڑے گھوڑیاں نہایت قیمتی تھیں۔ ایک بھی گھوڑا کم قیمت نہ تھا۔ کوئی ٹٹو اصطبل میں نہ تھا۔ دوست کہا کرتے تھے کہ حضرت! ایک دو ٹٹو ہونے ضروری ہیں تاکہ خدمتگار اُن پر سواری کر کے خدمات بجا لاسکیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے درویش ہمارا اسباب قیمتی گھوڑوں پر لاد کر ہمارے ساتھ ہوں تو ہماری عزت میں سے کچھ کم نہیں ہو جاتا۔ علاوہ ازیں جتنا کم قیمت گھوڑے کھاتے ہیں۔ اتنا ہی زیادہ قیمت کے۔

آپ کے فضائل اور مناقت بہت ہیں لیکن طوالت کے خوف سے مختصر لکھتا ہوں۔

آپ حاکموں اور دولتمندوں کے پاس خود نہیں جایا کرتے تھے۔ البتہ جب ضرورت ہوتی تو درویشوں کو بھیج دیتے۔ مسلمان حاکموں کے وقت میں ملتان کے حاکم جب عرض کر بھیجتے کہ ہم آپ کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوں تو آپ کہلا بھیجتے کہ اگر ہم ایسا کریں تو حاجتمند لوگ ہمیں بیٹھنے بھی نہیں دینگے۔ میرا فرزند غلام باہو ابھی بچہ ہے۔ جب یہ بڑا ہو گا اور سواری کے لائق ہو گا تو اسے تمہاری ملاقات کے لیے بھیج دیا جائے گا کیونکہ اس کی ملاقات خود میری ملاقات ہے اور جھنگ سیال کے صوبہ داروں کو بھی یہی جواب دیا۔

اگر کوئی حاکم یا دولتمند خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آتا تو اُسے ڈیرے میں آ کر

marfat.com

خاص ملاقات کا حکم نہ ہوتا لیکن ہاں اس صورت میں جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے اشراق کے بعد خانقاہ مقدس میں ان معروضات کے مقام پر آتا۔

ملتان کا صوبیدار نواب ولی محمد خاں خوکانی یعنی خاکوانی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آیا۔ لنگر شریف کے خرچ کے لیے نذر پیش کرنے کے بعد فیض اثر لنگر کا قرض ادا کر کے اور سال بھر کے گزارے کا خرچ دے کر چلا گیا۔ جب دوسرے سال اسی رسوخ سے پھر زیارت شریف کے لیے آیا اور حالات پوچھے اور لنگر فیض اثر کا قرض پوچھا۔ لنگر والے درویشوں اور خدمتگاروں سے دریافت کیا کہ پھر ابھی قرضہ کیوں باقی ہے کہا۔ کوئی فضول خرچی تو نہیں ہوتی۔ صرف لنگر شریف کے ضروری اخراجات زیادہ ہو گئے ہیں۔ نواب موصوف نے پھر قرض ادا کیا اور سال بھر کا تخمینہ کر کے خرچ دیا۔ جب تیسرے سال پھر زیارت سے مشرف ہوا تو پھر قرضہ بھی ادا کیا اور خرچ کے لیے بھی روپیہ دیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے نواب کو فرمایا کہ آئندہ تم اس معاملے میں روپیہ خرچ نہ کرنا کیونکہ ہمارا گزارا اسی طرح رہے گا۔ پھر اس کی کوئی چیز قبول نہ کی۔

میرے مرشد و والد بزرگوار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اے فرزند! میں ابھی بچہ تھا کہ تمہارے جد بزرگوار یعنی حضرت شیخ سلطان محمد قدس سرہٗ خانقاہ مقدس والے کنویں کو جو پرانا ہو گیا تھا۔ از سر نو کھدوا رہے تھے۔ میں (غلام باہو) کنویں میں سے نکلی ہوئی ریت پر کھیل رہا تھا۔ آپ نے تقریباً چالیس ۴۰ آدمی کا نجن (وہ لکڑی جس میں کنویں کے ڈھول کا تیر ہوتا ہے) اُٹھانے کے لیے اکٹھے کیے۔ انہوں نے بہت زور مارا لیکن اسے اُٹھا نہ سکے۔ آپ نے فرمایا جوانو! بیٹھ جاؤ۔ پھر بذات خود اُٹھ کر بائیں ہاتھ سے تہ بند درست کیا اور پکڑا اور دایاں ہاتھ اس لکڑی کے سر تلے رکھ کر سبحان اللہ کہہ کر اُسے اٹھایا اور مینار کے سر پر رکھ دیا۔ پھر دوسری طرف آ کر بدستور سبحان اللہ کہہ کر دوسرا سرا مینار پر رکھ دیا اور لوگوں کو رخصت کیا۔

نیز میرے مرشد و والد بزرگوار نے فرمایا کہ بیٹا! ایک روز میں ایک جوان ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ گھوڑا نو آموز تھا۔ حضرت قدس سرہٗ پاپیادہ جنگل میں تشریف لے

marfat.com

گئے اور مجھے گھوڑے کی رفتار سکھانے لگے۔ اچانک وہ گھوڑ کودا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں چونکہ گھوڑے کی رفتار کے خیال میں تھا اور گھوڑا دفعۃً کودا۔ اس لیے میں گر پڑا اور چوٹ کے آنے سے بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے پہلے مجھے اٹھایا اور اپنے آغوش مبارک میں لے کر پیار سے دبایا۔ آپ کے یمن و برکت سے مجھے ہوش آ گیا اور مجھے بٹھایا۔ گھوڑا چونکہ دوڑا جا رہا تھا۔ آپ نے ایک ہاتھ سے تہ بند پکڑا اور اس کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ فی الفور فاصلہ طے کر کے ایک ہاتھ سے گھوڑے کو پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ پر ایسا مکا مارا کہ اُس کے منہ سے خون بہہ نکلا اور ایسا معقول ہو گیا کہ سر جھکائے آپ کے ہاتھ میں آ رہا تھا۔ آپ نے پھر مجھے اس پر سوار کیا۔ وہ گھوڑا اُن دنوں نو سو روپے کی خرید تھا۔

ایک روز آپ کو معلوم ہوا کہ حرم سرائے والے لونڈیوں پر سخت ناراض ہوتے ہیں آپ نے عشا کی نماز کے بعد چند پختہ کار درویشوں کو حکم دیا کہ جتنی لونڈیاں ہیں اتنے گھوڑے زین ڈال کر اصطبل سے لے آؤ تو پردہ کے پیچھے سے ایک ایک لونڈی کو بلا کر رستے کا خرچ اور کچھ اور عطا فرما کر گھوڑے پر سوار کیا اور درویشوں کو حکم دیا کہ انہیں ان کے وطنوں میں پہنچا دو۔ ایک گھڑی میں سب کو رخصت کیا۔ لونڈیاں روتی تھیں آپ خوف خدا سے ان کنیزوں کو رکھنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

صبح گرد و نواح میں مشہور ہو گیا کہ رات کو آنحضرت کی تمام لونڈیاں بھاگ گئی ہیں۔ آپ نے بھید کے ظاہر ہونے کی ذرہ بھر پروانہ کی اور حرم سرائے کی خدمت کے لیے یہ تدبیر کی کہ ہمسایوں کے گھروں میں سات آٹھ جوان لڑکیاں تھیں۔ ایک ایک ہمسایہ کو صبح بلا کر نقد روپیہ دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ روپے کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان کا زیور بنا کر اپنی لڑکی کو پہنانا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم لنگر شریف کا روپیہ کیونکر اپنے خرچ میں لا سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تم نے سنا ہو گا۔ کل رات ہماری لونڈیاں چلی گئی ہیں اور حرم سرا کے لیے کام کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ صبح شام تمام لڑکیاں آ کر حرم

marfat.com

سرائے میں کچھ مدد دیں گی۔ پھر اس تھوڑی چیز کا حق تم پر کیا رہ جائے گا۔ پس ہر صبح شام سات آٹھ لڑکیاں حرم سرائے کا کاروبار کر جاتیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں کام ختم ہو جاتا۔ روٹی کے لیے سالن۔ دودھ۔ دہی وغیرہ بذات خود حرم سرائے میں لے جاتے۔ اس تدبیر سے حرم سرا کا کاروبار چلتا۔

میرے مرشد و والد بزرگوار قدس سرہٗ نے مجھے فرمایا کہ اے فرزند! ایک روز تمہارے جد بزرگوار نے کسی کام کے لیے مجھے دریا پار بھیجا۔ میں دوپہر کے وقت بلہہ سجاول جھیانہ کھڑانوالہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ملتان میں بڑی مسجد پھولاں ہٹانوالہ کی سیڑھیوں پر بیٹھا ہوا ہوں۔ بازار کی طرف میرا رخ ہے۔ یعنی مشرق کی طرف منہ ہے کہ ناگاہ قیامت برپا ہوئی۔ میں نے میدان جنگ میں دیکھا کہ حیران پریشان ہیں۔ اتفاقاً میرے پاس ایک شخص آیا اور بآواز بلند کہنے لگا کہ قیامت تو قائم ہوگئی تھی لیکن فقیر گل محمد اوچ والہ کی سفارش پر ایک سال کے لیے ملتوی کی گئی ہے۔ میں گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور دن میں کسی کام کی فکر باقی نہ رہی۔ میں قیامت کے اندیشے میں ایسا مستغرق ہوا کہ جس کام کے لیے گیا تھا وہ بھی یاد نہ رہا۔ ہر کام سے بیزار ہو گیا۔ اسی طرح پریشانی کی حالت میں مشک ہاتھ میں لے کر اکیلا دریائے چناب سے پار ہوا اور اسی روز دوپہر کو خانقاہ مقدس میں آ پہنچا۔ اس وقت تمہارے جد بزرگوار بہشتی دروازہ کے باہر محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے غلام باہو! کیا کسی سے لڑ کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت نہیں۔ آج دوپہر کے وقت فلاں مقام پر خوب گہری نیند سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔ میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور سارے کاروبار بھول گیا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ جب قیامت میں ایک سال باقی ہے تو پھر اور کاروبار کیوں کرنے ہیں۔ اس واسطے میں دریا کی اس طرف آ گیا اور آپ کی خدمت میں پہنچا۔ فقط۔

پس اے فرزند! تمہارے جد بزرگوار نے سنتے ہی اپنے ایک خادم کو بلا کر پوچھا کہ سید فقیر گل محمد صاحب بیمار تھے۔ تمہیں اُن کی کچھ خبر ہے؟ اس نے عرض کیا کہ انہیں شفا

marfat.com

نصیب ہوئی ہے۔ تب تمہارے جد بزرگوار نے مجھے فرمایا کہ اے فرزند! فقیر گل محمد صاحب بیمار تھے۔ اب انہیں شفا ہوگئی ہے۔ پورے ایک سال بعد وہ فوت ہوں گے کیونکہ موت چھوٹی قیامت ہے۔

پھر میرے مرشد و والد نے فرمایا کہ یہ سن کر مجھے تسلی ہوئی اور وہ گھبراہٹ اور خیال دل سے جاتا رہا۔ فوراً اپنے مقام پر آ کر تاریخ لکھ لی۔ ایک سال گزرنے پر تمہارے جد بزرگوار نے مجھے ملتان کی طرف سعد اللہ خاں بالی کے ساتھ جو شاہی منصب دار اور تمہارے جد امجد کے خاندان کا محبّ تھا، سرکاری کام کے لیے بھیجا۔ جس روز کا آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ میں اس روز سعد اللہ خان کے مکان پر ملتان میں تھا۔ زوال کا وقت ہوا تو سعد اللہ خاں نے مجھے کہا کہ آیئے پھولاں ہٹانوالہ کی بڑی مسجد میں نماز ادا کریں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ پاس ادب کے لیے وہ سب میرے پیچھے آ رہے تھے اور میں آگے آگے تھا۔ میں اپنے خیال میں مسجد تک آیا اور انتظار میں مسجد کی سیڑھی پر مشرق کی طرف رخ کئے بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آ کر کہا کہ خان جو تمہارے پیچھے آ رہے تھے۔ ایک قاصد اوچ سے خط لایا ہے۔ جس کے پڑھنے کے لیے خان ٹھہر گئے۔ اس میں لکھا تھا کہ حضرت فقیر گل محمد (علیہ الرحمۃ) فوت ہو گئے ہیں۔ اس افسوس کے لیے وہ محفل میں بیٹھ گئے ہیں اور بخریت نماز ادا کریں اور ہم اس جگہ نماز ادا کرلینگے۔ میں جو اسی بات کی فکر میں تھا۔ پورا ایک سال گزرنے پر میں بڑی مسجد کی سیڑھیوں پر بازار کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھا تھا کہ یہ خبر اُسی شخص نے دی جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

ایک روز میرے مرشد و والد بزرگوار نے مجھے فرمایا کہ اے فرزند! ایک رات میں گھر میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں امیر المومنین حضرت اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مجھے توجہ سے سرفراز فرما کر چند کلمات بطور ارشاد سندھی زبان میں فرمائے کہ میں اسی وقت چارپائی سے اُٹھ کر کسی کام کے لیے گھر سے باہر چلا گیا اور تمہاری جدہ یعنی حضرت سلطان عظمت کی بیٹی جو ساتھ والی چارپائی پر تھیں بدستور سوئی رہیں۔ حتیٰ کہ فجر کی نماز کے لیے بھی نہ اُٹھیں بلکہ لونڈیوں نے انہیں جگایا اور

marfat.com

نماز کے لیے کہا کیونکہ ان میں نماز کے ادا کرنے کا شعور نہ تھا۔ وہ عورتوں کی باتیں ہی نہ سمجھ سکتی تھیں۔ جہاں بیٹھتیں بیٹھی رہتیں۔ نہ کوئی بات سنتیں نہ کہتیں۔ یہ حالت دیکھ کر حرم سرائے کے لوگ خصوصاً تمہاری جدہ ماجدہ اندیشہ مند ہوتیں اور تمہارے جدا امجد کی خدمت میں ڈیرے پر آ کر حالات عرض کیے۔ آنحضرت نے جب آ کر میری بیوی کو دیکھا تو اس کے ہوش بجا نہ تھے۔ وہ آنحضرت کی بھانجی تھیں۔ اس واسطے آنحضرت کو بہت پیاری تھی۔ آنحضرت نے اُس کی آنکھوں کو بغور دیکھ کر مجھے ڈیرے پر بلا کر ایک کونے میں لے جا کر پوچھا کہ غلام باہو! تم نے رات کو کیا خواب دیکھا ہے۔ میں نے سارا حال عرض کیا۔ مجھے رخصت کیا اور گھر جا کر صاف پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور خود دستِ مبارک سے میری بیوی کے چہرے اور آنکھوں پر چھڑکا۔ جس کی برکت سے وہ اُسی وقت ہوش میں آئی۔

نور خاں دوانی بالی جو جناب کا محبّ تھا۔ ایک منصب دار تھا۔ اس کے اولاد نہ تھی۔ آخری عمر میں خانقاہ مقدس میں آیا اور مدد طلب کی اور میرے جد بزرگوار سے التماس کیا اور حضرت سلطان العارفین کی روحانیت سے مدد طلب کی۔ آنحضرت نے نور خان کو ایک انار دیا۔ صبح نور خاں نے پھر آنحضرت کی خدمت میں التماس کیا لیکن رات کے اسرار کو چھپائے رکھا۔ اس کے التماس کرتے ہی آپ نے فرمایا۔ کیا رات کے انار سے تمہاری تسلی نہیں ہوئی اور یقین نہیں ہوا؟ نور خاں مطمئن ہو کر ہاتھ باندھے رخصت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک نیک فرزند.......... مسمی غلام حسین بخشا۔

نواب ولی محمد خاں خوکانی یعنی خاکوانی ملتان کا صوبیدار آپ کی خدمت میں ملتان کی صوبہ داری کے دوام کیلئے التجا لایا۔ آپ اُس پر رحم فرما کر صبح ایک دستار لا کر نواب موصوف کو عنایت فرمائی کہ اسے باندھ کر چلے جاؤ۔ تمہیں اجازت ہے نواب مذکور کی زبان سے یہ کلمات نکلے کہ حضرت! مجھے سخی سرور کے پھٹوک کپڑے سے ظاہر داری سے فریفتہ نہ کرو۔ میں اپنی مراد چاہتا ہوں۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے پگڑی لے لی اور فرمایا: ہمارے پاس تو یہی ظاہر داری کا کپڑا ہے اور کچھ نہیں۔ جاؤ اپنی راہ لو۔ نواب ہر چند گڑگڑایا لیکن آپ

marfat.com

نے اُسے پگڑی نہ دی۔ چونکہ تقدیر اسی طرح تھی۔ تیمور شاہ درانی نے اسے ملتان میں قتل کر ڈالا اور وہاں کی صوبہ داری شجاع خاں کو ملی۔

آپ کو علم لدنی حاصل تھا جو کلام وظیفہ کے لیے آپ چاہتے۔ اس کے لکھنے یا دوبارہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ خواہ وہ کلام کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہوتا۔ صرف ایک ہی دفعہ کے سننے سے یاد ہو جاتا۔ ظاہر میں قرآن شریف پڑھنے کے بعد حرز یمانی۔ ننانوے نامہ اور قصیدہ بردہ شریف رات کے وقت پڑھتے اور کلام اللہ کے حافظ تھے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کس قدر روز پڑھا کرتے تھے۔ دن کے وقت ہر وقت آپ باوضو ہاتھ میں تسبیح لیے رہتے اور دنیاوی کلام نہ کرتے بلکہ اکثر خاموش رہتے۔ مقررہ اوقات پر حاجتمندوں کے سوالوں کے مختصر اور ضروری جواب دیتے اور یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کس ذکر الٰہی میں آپ مشغول رہتے ہیں۔ غالباً........ خفی الاخفیٰ میں مشغول رہا کرتے تھے۔

آپ اس قدر صاحب تدبیر اور عقل کامل۔ نہایت ذکی۔ صاحب تہور۔ حشمت۔ رعب اور عظمت تھے کہ بیان سے باہر ہے۔ کسی کی جرأت نہ تھی کہ بے موقع کوئی بات عرض کرے۔ دنیاداروں اور لالچیوں سے آپ سخت نفرت کرتے اور بدکار اور جاہل سے ''اعرض عن الجاہلین'' کے موافق منہ پھر لیتے اور اللہ تعالیٰ کے عشق اور بھید کو فیض سے بھرے ہوئے سینے میں اس طرح پوشیدہ رکھتے کہ وہاں شیخی مشائخی قیل وقال۔ قصہ کہانی کے اظہار کی مجال نہ تھی کیونکہ معاملہ محض حال کے متعلق تھا نہ کہ قال کے۔ ہر بارے میں آپ کے کلمات بمنزلہ ارشاد تھے۔

ایک روز آپ نے سنا کہ فلاں بزرگ نے اپنا تمام مال واسباب راہِ خدا میں لٹا دیا ہے۔ آپ نے آہ سرد بھری۔ حاضرین نے پوچھا کہ حضرت آپ نے آہ کیوں بھری؟ فرمایا۔ وہ نفس کے دھوکے میں آ گیا۔ اگر وہ پوشیدہ طور پر اس سے دگنا خرچ کرتا۔ پھر بھی ممکن تھا کہ شہرت سے نفس کی مراد بر آ جاتی۔

حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کی وفات میں

میرے مرشد و والد بزرگوار نے فرمایا کہ اے فرزند! تمہارے جد امجد کو کوئی مرض نہ

marfat.com

تھا۔ ہاں ان دنوں آپ کی مبارک طبیعت میں کچھ سستی معلوم ہوتی تھی لیکن تپ وغیرہ نہ تھا۔ ایک روز معمول سے زیادہ تیز سانس محسوس ہونے لگا۔ میں نے پوچھا تو فرمایا۔ بیٹا اب چور بدن میں گھس آیا ہے لیکن آپ نماز۔ وظائف اور اشغال بدستور کرتے رہے اور مجھے بھی اس بات کا چنداں اندیشہ نہ تھا کیونکہ آپ کی طبیعت برقرار معلوم ہوتی تھی۔

ایک دن تہجد کے وقت مجھے یاد فرمایا کہ فلاں گھوڑی پر سوار ہو جاؤ اور رنگپورہ کھیڑا میں جا کر فلاں طبیب سے میری حالت کا ذکر کر کے کوئی دوائی تجویز کرا لاؤ۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں گرم پانی کا ایک گھڑا تھا۔ آپ اسے لیے کھڑے رہے اور دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے اور وہ گھڑا بھی ہاتھ میں تھامے رہے اور وہ گھڑا کوزے کی شکل کا تھا۔ اسی سے آپ غسل اور وضو کیا کرتے تھے۔ میرے دل کو تسلی ہوئی کہ ابھی آپ میں اس قدر طاقت ہے کہ پانی کا بھرا ہوا گھڑا تھامے ہوئے ہیں اور اتنی دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے ہیں اور گھڑے کے بوجھ کی پروا نہیں کی۔ میں نے سوار ہو کر گھوڑی کو ایڑ لگائی اور کوئی آدھ پہر دن نکلے میں دو میل کے فاصلے پر تھا کہ آپ نے جان شیریں خدا کے حوالے کی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حاضرین نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت! آپ کا اس جہان میں صرف ایک ہی لڑکا ہے۔ اسے بھی رنگپورہ کھیڑیاں جانے کا حکم دیا ہے۔ اس کے آنے تک تو جلدی نہیں کرنی۔ فرمایا: وہ آ رہا ہے۔ ہم نے اُسے مصلحتاً بھیج دیا ہے۔ اس وقت اس کے یہاں ہونے میں مصلحت نہ تھی۔

بیٹا! جب میں آیا اور اس نورانی مہتاب اور فیض رسانی کے آفتاب کو بظاہر تاریک بادل کے پردہ میں دیکھا تو اس وقت میری یہ حالت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں تھا ورنہ میری روح پرواز کر جاتی۔

میں (مصنف) نے ان لوگوں سے جو خاص اس وقت آنحضرت کی خدمت میں تھے۔ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب حضرت قطب الدین شیخ غلام باہو اپنے والد ماجد کی خدمت میں اُن کی وفات کے بعد پہنچے تو اپنی قبا کے بند کھول کر سینہ سینے پر اور لب لبوں پر

marfat.com

رکھ کر ہندی زبان میں یہ کلمات عرض کئے۔

''بولن کیوں چھوڑیو میاں رانجھیا لوکاں دے آکھے لگ کے''۔یعنی ''او میاں رانجھا! تو نے لوگوں کے کہنے سننے سے بولنا کیوں چھوڑ دیا؟''

اس وقت میرے والد ماجد حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کی ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال آپ کے رُوئے مبارک پر کھڑے ہو گئے۔ حاضرین میں سے ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کے لب حرکت کرتے تھے لیکن ظاہر میں کوئی کلام نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ امر الٰہی کی پیروی اور شریعت کا پاس کرتے ہوئے بات چیت نہ کی۔ فقط۔

فصل ۶

میرے والد و مرشد شیخ قطب الحق والشرع والدین فنا فی ہُو

حضرت شیخ سلطان غلام باہُو قدس سرہٗ کے مجمل حالات زندگی میں

یہاں پر آپ کے حالات مختصر طور پر لکھتا ہوں۔ اب باقی سجادہ نشینوں کی طرح انکے حالات بھی لکھتا ہوں۔ آپ چوتھے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے مفصل حالات انشاء اللہ نویں باب میں اپنی واقفیت کے مطابق لکھوں گا کیونکہ نواں باب خاص طور پر انہیں کے لیے مخصوص ہے۔ آپ کے فضائل از حد ہیں۔ اگر ان سب کو لکھوں تو ایک علیحدہ کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ یہاں مختصر لکھتا ہوں:۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ پرلے درجے کے سخی۔ بہادر۔ فصیح اور صاحب کمال تھے۔ خوبصورت۔ ذکی۔ متواضع۔ خلیق۔ خاکسار۔ بارعب۔ باوقار۔ مہمان نواز۔ غریبوں کے دستگیر تھے۔ ہر وقت عاجزوں کی چارہ سازی اور دلداری میں رہتے۔ زاہد تارک الدنیا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے تھے۔ آپ کا فقر اختیاری اور بے ریا تھا۔ ہر وقت ظاہر و باطن میں یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ عابد۔ صاحب ورع' صاحب تقویٰ اور شرع کے پابند تھے اور صوفی باصفا۔ مخلص۔ اسرار الٰہی کے راز دار' بے نفس۔ صاحب حوصلہ وسیع۔

marfat.com

بردباد۔ رضا کے تابع۔ وعدے کے سچے۔ عاشق باللہ اخلاق محمدی ﷺ سے متخلق اور اوصاف الٰہی سے موصوف تھے۔آپ کے جو حالات نویں باب میں لکھے جائیں گے انہیں پڑھ کران باتوں کی تصدیق ہو جاتی ہے۔آپ کے والد ماجد حضرت شیخ سلطان حافظ محمد قدس سرہٗ تیسرے سجادہ نشین کے حالات اس آٹھویں باب میں ایک علیحدہ فصل میں لکھے گئے ہیں۔آپ بھی مادرزاد ولی اور صاحب علم لدنی تھے۔ حضرت قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ کے خوارقِ عادات کا ذکرنویں باب میں کیا جائے گا۔

آپ ۱۱۹۷ھ ہجری میں خیر پور ٹانویں المعروف خیر پور کھرانی میں جس کا ذکر کیا جائے گا۔سینکڑوں کرامتوں اور برکتوں سے پیدا ہوئے اور ۱۲۲۴ھ ہجری میں اپنے والد بزرگوار کے بعد سجادگی کی مسند پر مشرف ہوئے اور اکتالیس سال سجادگی کی مسند پر مستقل رہ کر خلق اللہ کو فیض پہنچاتے رہے اور ۱۲۶۳ھ ہجری کو پانچویں جمادی الثانی سوموار کے روز اس دار فانی سے دار البقا کو سدھارے۔

چھیاسٹھ سال اس دنیا میں طرح طرح کی عبادتوں۔ ریاضتوں۔ نیکیوں اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ باتوں میں مشغول رہے۔آپ کے اعضا بالکل درست رہے اور استعداد دن بدن زیادہ ہوتی رہی اور آخری دن تک نماز فریضہ اور نماز نوافل برابر ادا کرتے رہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مثنویات تاریخ وفات

غلام باہُو آں غوثِ زمانہ،

زبحرِ معرفت در یگانہ

ترجمہ: وہ زمانے کا غوث غلام باہُو...... معرفت کے سمندر کا بے نظیر موتی

سبق برداز طریقِ اولیائی

مشرف بالقائے مصطفائی

marfat.com

ترجمہ: اولیائی طریقت میں سبقت لے گیا......اور جناب مصطفےٰ کے لقا سے مشرف ہوا

چوجد خویشتن عالی گہر بود

شہنشاہِ لقب والا قدر بود

ترجمہ: اپنے جدِامجد کی طرح عالی نسل تھا......اور بلند قدر اور شہنشاہ لقب تھا

ولی راداں حیاتی درمماتی

بود محفوظ از انوارِ ذاتی

ترجمہ: ولی کو زندگی ہی میں مردہ سمجھو......وہ انوارِ ذاتی کے سبب محفوظ ہوتا ہے

چو فردوشِ معلیٰ گشت منزل

جہاں راشد زہجرش بار بردل

ترجمہ: جب اس کا مقام بہشت بریں ہوا......تو اہل جہان اُسکی جدائی سے کُڑھے

گزشتہ پنج از آخر جمادی

بعصر اثنین خلد آمد بشادی

ترجمہ: جمادی الآخر کی پانچویں تاریخ تھی......پیر کی عصر کو بہشت خوشی منانے لگا

بگو تاریخ آں وصل مکرم

ولی شددرحریم قدس محرم

ترجمہ: اسی مکرم و معظم کے وصال کی تاریخ......"ولی شد در حریم قدس محرم" کہو

قصیدۂ تاریخ

سالکانے کزیں جہان رفتند

در تہِ ذاتِ حق نہاں گشتند

ترجمہ: جو سالک اس جہان سے گئے ہیں وہ......اللہ تعالیٰ کی ذات تلے پوشیدہ ہو گئے ہیں

گرچہ درزیرِ خاک مدفون اند

لیک درقربِ خاص بیچون اند

marfat.com

ترجمہ: اگرچہ وہ خاک تلے مدفون ہیں...... لیکن اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں ہیں

گرچہ از چشمِ خلق مستور اند

لیک در خفیہ نور پُر نور اند

ترجمہ: اگرچہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشدہ ہیں...... لیکن یہ باطن میں نورٌ علیٰ نور ہیں

رحمت حق غلام باہُو را

بُد عجب مظہرے ز نورِ خدا

ترجمہ: غلام باہُو پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو...... آپ اللہ تعالیٰ کے نور کا عجیب مظہر تھے

مقتدائے زمان شیخ اُمم

مہدیٔ خلق مرشدِ عالم

ترجمہ: آپ زمانے کے پیشرو اور امتوں کے شیخ تھے...... اور خلقت کو ہدایت کرنیوالے اور جہان کے مرشد تھے

در شرع پیشوائے اہل جہاں

پیشرو اتقیائے اہل زماں

ترجمہ: آپ شرع میں اہل جہاں کے پیشوا تھے...... اور اہل زمانہ کے متقیوں کے پیشرو تھے

باطنش پُر زشوقِ ربانی

در رہِ عشق باہُوئے ثانی

ترجمہ: آپ کا باطن ربانی شوق سے پُر تھا...... عشق کی راہ میں باہو ثانی تھے

رہنمائے چو نیرِّ اعظم

فیض بخشائے چوں سحاب کرم

ترجمہ: آفتاب کی طرح رہنما تھے...... اور سخاوت کے بادل کی طرح فیض بخش تھے

بلبلِ شاخسارِ جبروتی

بازِ اشہب مکانِ لاہوتی

ترجمہ: جبروتی ٹہنی کا بلبل تھے...... اور لاہوتی مکان کے سفید باز تھے

marfat.com

تاجدارِ سریرِ مخدومی

وَزِ خدا یافت عزِ مرحومی

ترجمہ: مخدومی کے تخت کے بادشاہ تھے......اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے مرحومی کی عزت حاصل کی تھی

نور اللہ بمرقدِ شادش

بارک اللہ بہ نیک اولادش

ترجمہ: اللہ آپ کی خوش قبر کو منور کرے......اور آپ کی نیک اولاد میں برکت دے

رفت خوشنود زیں جہانِ فانی

شد بہ جنّت بنورِ عرفانی

ترجمہ: اس جہان فانی سے راضی خوشی......عرفانی نور سے جنت میں گئے

روزِ دوشنبہ شد تولدِ آں

کہ تولد شدہ رسولِ جہاں

ترجمہ: آپ سوموار کے روز پیدا ہوئے......اسی دن جناب رسول خدا پیدا ہوئے تھے

ہمدریں روز یافت شرفِ وصال

ایں توافق بشرفش آمد دال

ترجمہ: اسی روز وصال کا شرف پایا...... یہ موافقت آپ کے شرف پر دلالت کرتی ہے

بود پنجم جمادی الآخر

کہ زِحق یافت خلعت فاخر

ترجمہ: جمادی الآخر کی پانچویں تاریخ تھی......جب اللہ تعالیٰ سے انہوں نے خلعت فاخرہ حاصل کی

سالِ وصلش سروش گویاں گشت

ابداً سالکے بہ جنت رفت

ترجمہ: آپکی تاریخ وصال کیلئے فرشتہ غیبی نے کہا......ایک سالک ہمیشہ کیلئے جنت میں گیا

marfat.com

یافت از ہجرت رسول اللہ
گفت تاریخ "وصل ذات اللہ"

۱۲۶۳ھ

جناب رسول کریم ﷺ کی ہجرت کو اتنے سال گزرے تھے "وصل ذات اللہ" ۱۲۶۳ھ یہ قصیدہ میں (مصنف) نے نہیں کہا بلکہ آنخضرت کی وفات پر سید محبوب شاہ۔ مولوی محمد ابراہیم اور مولوی محمد یحییٰ نے ان موتیوں کو از راہِ ارادت واشتیاق پرویا ہے۔

فصل ۷

پانچویں سجادہ نشین حضرت مولانا اخی مخدوم شیخ سلطان حافظ صالح محمد صاحب

(اللہ تعالیٰ مریدوں مسکینوں اور فقیروں کو آپ کی ذات سے مستفیض فرمائے)

آپ کے فضائل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ بہت سے مقامات پر آپ کے فضائل کی تشریح ہو چکی ہے۔ یہاں پر صرف مجیب الدعوات کی بارگاہ میں دعائیں اور مناجات پر اکتفا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ذات ملکی صفات۔ منبع فیوضات۔ مصدر حسنات کو دیر تک زندہ رکھے اور یہ کہ اس آئینہ جیسے سینے والے اور نور منزل دل کو اپنے بے ریا عشق سے پُر رکھے' تارک الدنیا بنائے اور توفیق دے کہ خدا کی راہ میں جان قربان کرے۔ صاحبِ استقامت اعلیٰ ہیں۔ خاص اللہ تعالیٰ کی خاطر عبادت اور ریاضت کرتے ہیں۔ جن میں فخر۔ تکبر یا خود پسندی کی بُو تک نہیں آتی۔ آپ فروتن خاکی خاص بندۂ خدا ہیں۔ صاحبِ وقار اور متخلق با خلاقِ محمدی ہیں۔ دوست و دشمن سے صاف دلی سے پیش آتے ہیں جس میں کدورت کا نام ونشان تک نہیں' نفس پروری سے فارغ ہیں بلکہ عین نفس کُش اور روح پرور درویش ہیں۔ ہر وقت اور ہر دم یاد الٰہی سے مشغول ہیں۔ آپ کا ضمیر منیر اللہ تعالیٰ کے ذوق و شوق سے پُر اور ماسوائے اللہ کے خیال سے خالی ہے۔ فقیروں اور مسکینوں کے خادم ہیں۔ دردمندوں اور محتاجوں کے خادم ہیں۔ پاک مشرب

marfat.com

رند اور صاف مذہب رند ہیں۔

ہزار نکتہ باریک تو زمو ایں جا است

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ترجمہ۔ یہاں ہزاروں نکتے بال سے باریک ہیں جو شخص سر منڈاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ قلندری سے واقف ہو۔

بلکہ قلندری وہ ہے جو ایک دانہ اور ایک پیسہ بلکہ دنیاوی مال و اسباب میں سے کچھ بھی اپنے پاس نہ رہنے دے بلکہ سب راہِ خدا میں صرف کر دے۔ یہاں تک کہ عصا اور تسبیح بھی اگر رغبت کی نگاہ سے دیکھے تو وہ بھی راہ خدا میں دے دے۔ جہاں تک ہو سکے دلوں کو ہاتھ میں لائے۔ آپ بے حرص، بے ہوا اور بے طمع ہیں۔ اگرچہ ظاہر میں صاحب اسباب اور تسخیرات ہیں لیکن درحقیقت سب کچھ راہ خدا میں دے دیتے ہیں۔ صوفی باصفا ہیں۔ اعلیٰ درجے کے موحد اور صاحبِ شرع و ورع ہیں۔ طریقت کے تمام رستے طے کئے ہوئے ہیں۔ حقیقتوں کے محقق ہیں۔ معارف کے عارف ہیں۔ معنوی رموز کے نکتہ دان ہیں۔ علم لدنی کے عالم۔ حافظ قرآن اور فصیح البیان ہیں۔ صاحبِ جمال اور صاحبِ قوتِ روحانی ہیں۔ فیض رسانی کے مسند نشین ہیں جو کچھ آپ کے فیض منزل دل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ابھی زبان سے نہیں نکالتے۔ آپ کے اگر سارے فضائل بیان کروں، تو ایک الگ باب درکار ہے۔ یہاں صرف اختصار پر اکتفا کرتا ہوں اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی ذات جو فیوض کا منبع اور نیکیوں کے نکلنے کا مقام ہے، اسے دیر تک زندہ رکھ کر فیض رسانی کے مسند پر قائم رکھے اور قرآن شریف اور رسول خدا ﷺ کی حرمت سے قیامت تک زندہ رکھے۔

marfat.com

فصل ۸

حاجی مولوی فقیر سلطان نور محمد علیہ الرحمۃ کے بعض مناقب کے بیان میں

یہ ظاہر ہے کہ مولوی حاجی فقیر شیخ سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ پانچویں سجادہ نشین مخدومی و مولائی بھائی حضرت مخدوم حافظ صالح محمد ادام اللہ برکاتہ، کے فرزند دلبند ہیں۔ یعنی اس مسکین سلطان حامد (مصنفِ کتاب) کے بھتیجے ہیں۔ آپ کو بچپن ہی میں دولت و نعمت ہاتھ لگ گئی۔ یعنی اپنے جد بزرگوار میرے والد و مرشد حضرت سلطان غلام باہو قدس سرہٗ سے یہ نعمت ہاتھ آئی۔ جس کا مفصل ذکر انشاء اللہ نویں باب میں علیحدہ اس فصل میں کیا جائے گا۔ جس میں حضرت ممدوح کے مناقب درج ہوں گے۔

اس جگہ سجادہ نشینوں کے سلسلہ میں صاحبزادہ نور محمد کا ذکر اس واسطے ہوا ہے کہ آپ پانچویں سجادہ نشین کے ولی عہد ہیں۔ جب آپ خیر پور کھرانی کے سفر کو گئے تو میں ساتھ تھا۔ آپ از راہِ شفقت میرے بھتیجے کو بھی ساتھ لے گئے۔ حالانکہ اس کی عمر اس وقت صرف چار سال کی تھی۔ آنحضرت موضع لکری سے پرے دریا پار خیر پور میں تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ جب تیار ہو گئے تو اس وقت صاحبزادہ موصوف ایک محل کے اندر اُٹھے اور اُس کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ لوگوں نے بہت پکارا لیکن جواب نہ دیا اور دروازہ نہ کھولا۔

آخر آنحضرت نے گھوڑے پر سے اُتر کر فرمایا۔ بیٹا! دروازہ کھولو اور آؤ کہا۔ دادا جان! میں دروازہ نہیں کھولوں گا اور باہر نہیں آؤں گا۔ پوچھا۔ کیوں؟ کہا۔ آج یہیں مقام کرنا چاہیے۔ فرمایا:! ہم بالکل تیار اور سوار کھڑے ہیں کہا۔ آپ کی مرضی۔ مگر آج کشتی نہیں ملے گی اور برف برسے گی اور لوٹ آنا پڑے گا۔

آخر جب آنحضرت نے اصرار کیا تو دروازہ کھولا اور دادا صاحب کے آگے گھوڑے پر ہو بیٹھے اور دریائے ستلج کے گھاٹ پر پہنچے اور کشتی کا انتظار کرنے لگے۔ غیب سے ہوا چلنے

marfat.com

لگی اور برف کی طرح سردی ہوگئی اور کشتی نہ پہنچ سکی۔ حتیٰ کہ اس کے انتظار میں بے وقت ہوگیا۔

آنحضرت فرماتے تھے کہ ہم سردی کے سبب کپڑوں میں لپٹے پڑے رہے اور نور محمد دن بھر سرد زمین اور گیلی ریت پر کھیلتا رہا۔ آخر سورج ڈوبنے کے قریب ہوگیا اور نور محمد کی پیشین گوئی کے موافق لوٹ کر موضع اردتی میں رات بسر کی۔ دوسرے روز ہم دریا سے پار ہوئے اور آنحضرت نے فرمایا۔ اے سلطان حامد! نور محمد ضرور فقیر ہوگا۔

آنحضرت ابھی اسی سفر میں تھے کہ پیچھے سے ایک قاصد خط لایا۔ جس میں لکھا تھا کہ نور محمد کی والدہ ماجدہ فوت ہوگئیں ہیں چونکہ آپ صاحب باطن تھے۔ اس لیے قاصد کو پیغام دینے سے منع فرمایا اور ہمراہیوں کو سخت تاکید کی کہ خبردار! کوئی ایک بھی نور محمد کو اس بات کی اطلاع نہ دے کہ ابھی بچہ اور کم ظرف ہے۔ اس کا دل پژمردہ ہو جائیگا۔ شیخ نور محمد عقل دادیا نور ولایت سے اس بات کو تاڑ گئے۔ مگر دادا جان کی منشا کے مطابق تفتیش نہ کی بلکہ اس طرح پوشیدہ کہ جب سفر سے وطن آئے تو سترسرا کے اندر آنحضرت کے ساتھ جاتے اور انہیں کے ساتھ کھاتے اور والدہ صاحبہ کا ذکر اذکار ہرگز نہ کرتے۔ اپنے دادا جان کی مرضی کے مطابق پوشیدہ رکھتے اور اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر نہ جاتے۔

ایک روز میں نے دیکھا کہ بالکل بے وقت پوشیدہ طور پر مزار پر گئے اور مجھے دیکھ کر فی الفور مکان سے کود ے۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عاقل اور بالغ ہوئے۔ تب بھی اپنی والدہ کی وفات کی خبر کو چھپائے رکھا۔ کسی سے بھی یہ ماجرا نہ سنا۔ نہ اس بارے میں کبھی کوئی بات کی۔ کیسا ہی قابلیت اور حوصلہ کی وسعت ہے۔

جب آپ مدرسہ میں گئے اور اُستاد سے سبق لیا کرتے تھے۔ وہ استاد قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔ اس لیے آپ کو ایک اور اُستاد کی خدمت میں شہر جھنگ مگھیانہ سیال میں جانا پڑا۔ وہاں آپ کئی سال صرف ونحو کا علم حاصل کرتے رہے۔ جب عقاید اور معقولات کی کتابوں سے واسطہ پڑا تو اُستاد مذکور کی تقریر مسائل کو پورے طور پر حل نہ کرسکتی تھی۔ اس لیے پورا پورا فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ خود بخود ہی بچپن میں عقل خداداد سے کسی اور اُستاد

کی تلاش میں اکیلے نکلے اور شمال کا رخ کیا۔ آخر کار شہر بھیرہ میں ایک کامل مکمل استاد ملا جو استادِ کُل، صاحبِ صفا۔ باتاثیر۔ عالم ربانی اور تارک الدنیا تھا۔ اس استاد کی خدمت میں رہنا شروع کیا۔ تقریباً سولہ سال آپ سفر میں رہے اور علم نحو۔ علم عقاید۔ علم معقولات حکمت الٰہیہ۔ علم ماہیت اور علم رائج سلم اور زوایدتک اور علم فقہ۔ علم حدیث اور علم قرأت قرآن مجید حاصل کیے۔

جناب صاحبزادہ صاحب نہایت ذکی اور سمجھدار تھے۔ آپ کو علم یاد تھا۔ ایک روز قصبہ سے خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے درویشوں کی طرح کتاب بغل میں لیے اس طرف روانہ ہوئے اور شاہ پور کے گھاٹ پر شیرازی کشتی میں بیٹھے۔ جب لہریں مارنے والے دریا میں پہنچے تو موجوں کے تھپیڑوں کے سبب کشتی ٹوٹ گئی۔ حتیٰ کہ پانی زانو تک اور پھر کمر تک آ گیا۔

جناب صاحبزادہ ناواقف درویشوں کی طرح ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب یہ حالت وقوع میں آئی تو آپ نے مراقبہ کے لیے سر جھکایا۔ کشتی والے چیخنے چلانے لگے۔

کسی نے جناب صاحبزادہ کو پہچانا اور کہا۔ او مصیبت کے مارو! یہ صاحبزادے حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی خدمت سے مدد مانگنی چاہیے۔ سب آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور رو رو کر دعا مانگنے لگے۔ صاحبزادہ صاحب بدستور مراقبہ میں رہے اور کشتی تقریباً چار میل پر جا کر کنارے لگی اور نیم غرق رہی۔ لوگ قیامت کے دن کی طرح جب کہ بھائی بہن اور ماں باپ کو چھوڑ کر بھاگیں تو اپنا اپنا مال اسباب لے کر کنارے پر اُترے اور جناب صاحبزادہ صاحب اکیلے کشی میں رہ گئے۔

کسی نے کہا یارو۔ ابھی جناب صاحبزادہ صاحب تو کشتی میں ہیں۔ لوگوں نے صاحبزادہ صاحب کو اُٹھا کر باہر نکالا۔ آپ اسی مستی اور مدہوشی میں ایک طرف کو نکل گئے اور لوگوں نے آپ کی کتابیں کشتی میں سے نکالیں اور آپ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ جب صاحبزادہ صاحب نے قدم باہر رکھا۔ اسی وقت کشی ڈوب گئی۔

marfat.com

جولوگ اس طرف کو آنے والے تھے جب خانقاہ مقدس سے گزرے تو صاجزادہ صاحب کے والد بزرگوار کو جو اس وقت سجادہ نشین تھے اس حال سے آگاہ کیا۔ پس سجادہ نشین صاحب پریشانی کی حالت میں میری طرف تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ بھائی سلطان حامد! تو نے کچھ سنا ہے سخت حادثہ گزرا ہے۔ پھر سارا حال بیان فرمایا۔ میں نے کہا۔ جناب لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے صاجزادہ صاحب کو خود صحیح سلامت کشتی سے نکالا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا چاہیے۔ حوصلہ سے اس کی تلاش کرنی چاہیے۔ فرمایا: ہاں ایسا ہے لیکن اندیشہ ہے تو اس بات کا ہے کہ گرمی کا موسم ہے۔ دوپہر کے وقت ننگے پاؤں مستی کی حالت میں چولستان کی راہ گیا ہے۔ خدا معلوم اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی اور کہاں گیا ہوگا؟

میں نے کہا۔ میں اس کا پیچھا کرتا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اس جائے ہلاکت سے بچا لیا ہے تو وہ آئندہ بھی اس کا محافظ ہوگا۔ حوصلہ کرنا چاہیے۔ فرمایا: مجبوری ہے۔ میں یہاں رہ نہیں سکتا۔ تم یہاں رہو اور میں خود اُس کے پیچھے جاتا ہوں۔

اسی اثنا میں ایک زیارت کرنے والے نے خبر دی کہ جناب صاجزادہ صاحب پاؤں سے ننگے ہاتھ میں لوٹا لے کر چولستان سے صحیح سلامت نکل کر ملک پکھی سندھ میں آ گئے ہیں۔ اس کے بعد خبر آئی کہ عالم علم ربانی۔ مقبول خدا حافظ مولوی جان محمد کی خدمت میں پہنچ کر مسائل توحید کے اسرار کے انکشاف کا مباہلہ کیا ہے۔ انہوں نے صاجزادہ صاحب کو کمال مستی میں دیکھ کر معذور سمجھا اور تسلیم کر لیا۔ وہاں سے اسی حال میں آگے نکل آئے۔

یہ خبر سن کر آنحضرت چند سواروں سمیت روانہ ہوئے اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں اپنے فرزند دلبند کو جا ملے۔ اُس وقت آپ کے بدن پر کپڑا نہ تھا۔ سجادہ نشین صاحب فرزند کو اس حالت میں دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ نصیحت والفت سے پیش آئے اور قیمتی کپڑے پہنا کر اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کیا اور راستے میں آپ نے وہ قیمتی لباس جلا کر راکھ کر دیا۔ سجادہ نشین صاحب نہایت محبت اور دلجوئی سے آپ کو اور لباس پہنا کر گھر

marfat.com

لائے۔

جب میں نے آپ سے ملاقات کی تو حالانکہ آپ بے نظیر شائستہ اور متواضع تھے خود بخود مجھ سے توحید کے بارے میں گفتگو شروع کی۔ میری طبیعت بہت پریشان ہوئی اور آپ سے نفرت کرنے لگی۔ حضرت سجادہ نشین صاحب نے فرمایا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ یہ معذور ہے لیکن مجھے نفرت ہوگئی اور فکر پیدا ہوئی کہ خدایا! یہ تو ولی عہد ہونیوالا ہے اور اس نے طرح طرح کے علوم اور اوصاف حاصل کئے ہیں۔ یہ بزرگوں کے اخلاق کو چھوڑ زندیقوں کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ تو ہمارے لیے سخت مصیبت ہے۔

میں انہیں خیالوں میں سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ بذاتِ خود مجھ سے متوجہ ہو کر فرماتے ہیں کہ اے فلاں! نور محمد پر ناراض نہ ہو۔ وہ کشتی میں تھا اور کشتی غرق ہونے لگی تھی۔ کشتی والوں نے اُسے ہمارا فرزند سمجھ کر اس سے مدد مانگی تھی۔ سو ہمارے لیے اس موقعہ پر اس کی مدد ضروری ہوئی۔ اس لیے ہم وہاں پہنچے کیونکہ ہمارے سوا اس کی نگاہ اور کہیں نہ تھی۔ نور محمد معذور ہے' کیونکہ توجہ کے جذبہ سے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ اسے عین معذور سمجھ کر اس سے دست بردار ہو جاؤ۔

جب میں جاگا تو اپنے آپ کو مطمئن پایا اور صاحبزادہ صاحب پر ترس کھایا اور اسے تسلی دینے لگا۔ جناب صاحبزادہ صاحب ہماری مراد کے موافق حضرت سلطان العافین قدس سرہٗ کی توجہ سے ہوش میں آئے اور پھر علم کی تلاش میں اُستاد صاحب کی خدمت میں پہنچے اور تحصیل علم کر کے اسی جگہ روحانی قوت اور علم باطنی کی وہ تاثیریں ہاتھ آئیں کہ جہان بھر کو آپ کی صحبت اور زیارت سے تاثیر ہو جاتی اور سینکڑوں عقلمند۔ شریف۔ عالم۔ تجربہ کار اور طالب علم جو عمر بھر سر ٹکراتے پھرے آخر آپ کے معتقد اور مرید ہوئے اور اپنی مراد کو پہنچے۔ آپ میں تصرف اس درجہ تھا کہ محض صحبت اور نظر کی تاثیر سے لوگوں کو ایسا جذبہ ہو جاتا کہ گھر کے کاروبار چھوڑ کر آپ کی خدمت میں رہنے لگے اور مدت تک رہتے اور جب ان کی نگاہ صاحبزادہ صاحب کے رُوئے مبارک پر پڑتی۔ ایسی رقت طاری ہوتی کہ مست ہو جاتے اور ماسویٰ اللہ کو ترک کر دیتے اور ان کی حالت "الطالب عند

marfat.com

المرشد کالمیت بین یدی الغاسل ''''طالب مرشد کے پاس ایسا ہوتا ہے جیسا مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں۔'' کا مصداق ہو جاتی۔

میں نے کبھی کسی کو ان سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا۔ یا اُن کی طرف پیٹھ کر کے چلتے دیکھا۔ یا اُن کا نام لیتے سنا۔ آپ کے مرید آپ پر جان و مال قربان کرتے تھے۔ آپ عبادت اور معاملات نہایت کوشش سے علم کے موافق کرتے۔ مگر ظاہراطور پر بذاتہ ملامتی رکھتے تھے۔ مگر اصل میں اپنے اجداد بزرگوار کی توجہات کے جذبات سے جو بچپن میں آپ کو نصیب ہوئے مست ضرور رہتے تھے۔ مریدوں کو بھی ان کی صحبت اور دیدار سے فائدہ ہوتا۔ ظاہر میں آپ توجہ نہ فرماتے اور ورد و وظیفہ کی تکلیف نہ کرتے۔ کشف و کرامات کے اظہار سے بالکل نفرت کرتے لیکن خود بخود قرائن سے معلوم ہوتا تھا۔

تحصیل علم کے بعد مدت تک مولیٰ کی طلب میں رہے۔ جہاں کوئی کامل یا صاحب تاثیر سن پاتے فیض حاصل کرنے کے لیے ضرور اس کی خدمت میں پہنچتے۔ مگر جس شیخ یا درویش کی خدمت میں جاتے اس پر آپ کے جذبہ کا اثر ہو جاتا۔ اس لیے تواضع کر کے آپ کو فی الفور رخصت کرتے۔

گذشتہ کامل بزرگوں کے اکثر مزاروں پر گئے۔ چند مرتبہ دہلی میں اپنے پیر سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمٰن گیلانی قدس سرہٗ کے مزار فیض آثار کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

نیز آپ کے احوالات کی بابت مشہور ہے کہ اگرچہ آپ کی عادت گوشہ نشینی کی تھی اور گوشہ ہی میں سوتے تھے۔ مگر جو درویش آپ کی خدمت میں رہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صاحبزادہ صاحب سو جاتے تو نہایت لطیف آواز سے اسم اللہ اللہ صاف طور پر آپ کے دل سے سنا جاتا۔ نیز خواب سے بیدار ہو کر سُکر کی حالت میں دیر تک بیٹھے رہتے۔

مولوی غلام دستگیر جو اہل اللہ اور اہل فضل میں ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے جناب صاحبزادہ صاحب کی دعوت کی اور رات کو اپنے گھر لے گیا اور ایک الگ مکان میں رات کو آرام کیا۔ کوئی آدھی رات کے وقت میرے عیال گھر کے کام کاج سے فارغ ہوئے

marfat.com

اور زیارت کے لیے گئے تو صاحبزادہ صاحب چار پائی پر تھے۔ مگر آپ کے گردنُور اس قدر تھا کہ آپ کا جسم مبارک اس میں چھپا ہوا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر وہ گھبرائی ہوئی واپس آئی۔ اتنے میں جناب صاحبزادہ صاحب اس حالت سے نکلے تو آواز دی کہ فلاں آدم آؤ۔ جب آئی اور زیارت کے لیے بیٹھی تو آپ نے فرمایا کہ تم بے وقت آئیں۔ اچھا جاؤ۔ اس حال کو چھپائے رکھنا۔

آپ نے مجھ مسکین سلطان حامد (مصنف) کو فرمایا کہ چچا جان! جب میں سو جاتا ہوں تو میرے پیشوا کی روحانیت آموجود ہوتی ہے اور مجھ پر فیض کی نگاہیں ہونے لگتی ہیں اور میں اسم اللہ ذات کے ذکر و فکر میں وحدت کے اندر مستغرق ہو جاتا ہوں۔ جب بھی میں سوتا ہوں یہی حالت ہوتی ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ ازلی نصیبہ بھی کیا عجب معاملہ ہے کہ مجاہدہ کرنے والے طالب بیچارے ظاہر میں مجاہدوں اور ریاضتوں میں خون جگر پیتے ہیں اور ان مراتب کی انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ فقط۔

صاحبزادہ صاحب بزرگوں اور خصوصاً والدین اور اس مسکین کے ادب میں رہتے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا (الخ) (۱۷-۲۳) پر عمل کرتے تھے۔ بڑوں کے فرمان کو عزت سے اور چھوٹوں کے کہنے کو شفقت سے بجالاتے اور لوگوں کی دلداری اس قسم کی کرتے کہ سب کو اپنے پر راضی کرتے تھے۔ ہر ایک یہی جانتا تھا کہ جناب صاحبزادہ صاحب سب سے زیادہ مجھی پر مہربان ہیں۔ آپ کسی کے پاس اپنی ضرورت نہ لے جاتے۔ اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس بھی ضروریات بیان نہ کرتے۔ اگر ضرورت ہوتی تو بھی مختصر الفاظ میں اشارۃً جتاتے۔ اگر سفر میں ہوتے تو کسی کو اطلاع نہ دیتے۔ محض درویشی کی حالت میں بلا تکلف پا پیادہ یا ایک چھوٹا ٹٹو لے لیتے۔ ولی عہدی کی عظمت و حشمت اور علیت اور خاندانی کے مرتبہ کا خیال بھی نہ کرتے۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے لوگ آپ کے پاؤں اپنے سروں پر رکھتے اور نہایت عمدہ لباس پہناتے اور پاکیزہ مکان میں رکھتے۔ آپ نہایت خوبصورت۔ شیریں گفتار تھے۔

marfat.com

اگرچہ صاحب حشمت و وقار تھے۔ دنیاوی طمع آپ میں نہ تھی۔ دنیاداروں سے پہلوتہی کرتے اور بیزار ہوتے۔

آپ کا بدن نہایت لطیف تھا۔ کلام شیریں اور دل کو لبھانے والا۔ عمدہ صورت اور نیک سیرت۔ نرگس کی طرح آنکھیں۔ خوبصورت ڈاڑھی۔ خمدار بال۔ ہاتھ پاؤں نہایت لطیف اور نازک۔ ناک اونچی۔ فصیح زبان۔ خوبصورت۔ کم گو۔ خوش خو۔ درمیانہ قد مگر موزوں۔ ہر وقت حیا کے سبب نگاہ زمین پر رہتی۔ کشادہ پیشانی۔ رنگ سانولا۔ شاکر۔ صابر۔ اللہ تعالیٰ پر متوکل۔ تارک الدنیا۔ ہر دم مولیٰ کی طلب میں دل بیدار۔ اسرار کے منبع۔ انوار کے مطلع تھے۔ اگر آپ کے اوصاف واحوال شمار کروں، تو الگ کتاب تیار ہوتی ہے۔

القصہ! آخری عمر میں پوشیدہ طور پر سفر حجاز کی تیاری کی اور حقیقی بھائی شیخ نور احمد کو ساتھ لیا اور دہلی کی راہ بندرگاہ بمبئی پر پہنچے اور وہاں سے دخانی جہاز پر بیٹھے اور عدن کی راہ گزر کر یلملم کے نزدیک حجاز کے نزدیک احرام باندھا اور جدہ شریف پہنچے اور مکہ معظمہ میں کعبہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اکیس روز حرم شریف میں رہ کر حج کیا۔

وہاں دونوں بھائی سخت بیمار ہو گئے اور حج کے مناسک ادا کر کے واپس اُسی دخانی جہاز پر سوار ہوئے۔ آپ کے ساتھی مسمی احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ قضائے الٰہی سے جہاز میں ہی فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

راستہ میں طوفان آیا لیکن چند روز بعد جہاز صحیح سلامت بمبئی بندرگاہ پر پہنچا۔ جن سوداگروں کے مکان پر آپ نے قیام کیا تھا۔ ان کے دل آپکی طرف ایسے کھنچے، کہ صاحبزادوں کی خبر بذریعہ تار برقی پوچھتے تھے۔ جب آنے کی خبر تحقیق ہو گئی تو وہ سوداگر کشتیوں پر سوار ہو کر استقبال کے لیے گئے اور صاحبزادوں کو نہایت عزت واحترام سے اپنے مکانوں پر لائے۔ مکہ معظمہ میں بھی آپ کی ایسی عزت ہوئی کہ معلم محمد حسین صاحب اور اس کے فرزند محمد اور عبداللہ اور دوسرے رئیس جو آشنا ہوئے۔ جب صاحبزادہ صاحب رخصت ہوئے تو بار بار روئے اور کہتے تھے کہ برائے خدا ہمیں فراموش نہ کرنا اور عرفات۔

marfat.com

منیٰ اور مزدلفہ شریف میں آپ کے ساتھ رہے اور آپ کو علیحدہ خیمہ دیا گیا۔ جب قاضی محمد یار اور مولوی سلطان محمود دوسرے سال حج کے لیے گئے اور مشرف ہوئے تو مذکورہ بالا عمائد نے نہایت اشتیاق سے جناب صاحبزادہ صاحب کے حالات پوچھے۔ سلام دیگر دعائیں طلب کیں۔

آخر کار جب صاحبزادہ صاحب عشرہ محرم شریف میں اپنے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں آئے اور گھر والوں سے ملے، تو آپ کے بھائی شیخ نور احمد شفایاب ہوئے اور جناب صاحبزادہ صاحب بدستور بیمار رہے اور معالجہ کے لیے گوجرانوالہ کی طرف مولوی غلام حسین صاحب کے حکم سے روانہ ہوئے۔ وہاں سے جموں میں حکیم نور الدین کے پاس پہنچے۔ وہاں بھی جب کچھ فائدہ نہ ہوا تو میری طرف لکھا اور واپس چلے آئے اور گوجرانوالہ سے اکیلے ریل گاڑی میں بیٹھ کر دہلی میں اپنے پیر سید عبدالرحمان قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک ہفتے کے اندر پھر گوجرانوالہ پہنچ کر درویشوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر منزلیں قطع کرتے ہوئے یہاں پہنچے تو سب سے پہلے مجھ مسکین اور اپنے والد کی زیارت کی۔

اگرچہ پرانی بیماری کے سبب دبلے ہو رہے تھے لیکن چونکہ دور کی راہ طے کر کے غذا کی پرہیز کئے بغیر آئے تھے اس واسطے چنگے بھلے معلوم ہوتے تھے۔ پھر خانقاہ کے اندر جا کر چند گھڑی رہے۔ جب باہر نکلے تو آپ مریل تھے۔ ٹھہرنے کے لیے آپ اپنے باغیچے اور تکیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں ایک ہفتہ اسی حالت میں رہے۔

بعد ازاں مجھے فرمایا کہ چچا جان! اب گھر جانا مناسب ہے۔ بہتر ہے اب مجھے سات روز اپنے بنگلہ میں رہنے دیں۔ میں نے کہا۔ بیٹا! یہ سب مکانات تمہارے ہیں۔ تم اس طرح کیوں کہتے ہو! مطلب یہ کہ بنگلہ میں آئے اور چودہ روز بعد ۲۵۔ جمادی الثانی ۱۲۹۶ھ سوموار کے روز ایک پہر دن نکلے مطابق ۴۔ اساڑھ جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کی۔ اس وقت آپکی عمر انتالیس ۳۹ سال کی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

یہاں پہنچ کر راز دانی کے طور پر فرمایا کہ جموں میں مجھے جد امجد کی روحانیت نے

marfat.com

اشارہ کیا تھا کہ جلدی چلے آؤ تمہارا وقت قریب ہے۔ صرف اتنی مہلت تھی کہ میں نے دہلی جا کر اپنے پیر کی زیارت کی اور وقت پر پہنچ گیا۔ اگر مجھے مہلت ملتی تو میں دوسرے سال حج کے موقع پر سفر حجاز۔ بغداد شریف۔ کربلائے معلّٰی اور شاہ نجف اشرف کی زیارت کرتا لیکن فرصت نہ ملی۔ اس لیے جلدی اصلی سفر کی تیاری کی۔

وفات کے بعد جب مجھے خواب میں ملے تو فرمایا کہ چچا جان! حج کوئی اتنا بڑا عمل نہیں کیونکہ تمام گناہوں کے ہوتے ساتے ساقط بھی ہو جاتا ہے اور بخشا بھی جاتا ہے۔

جب وہ فرشتہ سیرت۔ ملک صورت۔ بہشتی حوروں کے لیے باعث رشک۔ ہر خوبصورت اور بدصورت کے صبر کو کھونے والے۔ صاحب حسن و جمال اور اخلاق باکمال اہل فضل وحسن اعمال۔ عابد۔ زاہد رند نما۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے والے۔ ہردم باحق۔ دنیا اور عاقبت سے گزرے ہوئے۔ علم ربانی کے عالم۔ جان جلانے والے۔ اللہ تعالیٰ کے مشتاق۔ اسرار یزدانی کے مظہر۔ انوار صمدانی کی کان' معرفتوں اور حقیقتوں کی باریکیوں کو کھولنے والے۔ ماسویٰ اللہ کے حجابوں کو پھاڑنے والے۔ ذات میں محو۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے سمندروں میں مستغرق اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کی جدائی میں جہان اور اہل جہان روئے۔ جس نے دیکھا یا سنا زار زار رویا اور جان قربان کرنے والے محب۔ رشتہ دار قریبی ہمیشہ غم والم کی آگ میں جلتے

؎ جدائی آتش تیز است مے سوزد دل و جاں را
خدا ہرگز نصیب کس نسازد داغ ہجراں را

جدائی تیز آگ ہے جو دل وجان کو جلا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ داغ ہجر کسی کے بھی نصیب نہ کرے۔

غم و دردِ زلیخا را و ہجرے پیر کنعاں را
کسے داند کہ چوں یوسف عزیزے در سفر دارد

زلیخا کا غم و درد اور یعقوب علیہ السلام کا درد ہجر وہ شخص جانتا ہے جس کا کوئی عزیز یوسف علیہ السلام کی طرح سفر میں ہو۔

marfat.com

شنیدہ ام سخنے خوش کہ پیر کنعاں گفت
فراق یار نہ آں میکند کہ بتواں گفت

میں نے وہ عمدہ بات سنی ہے جو یعقوب علیہ السلام نے فرمائی ہے کہ یار کا فراق ایسی حالت نہیں بتاتا کہ جسے بیان کر سکیں۔

میزنم از دست فراقت فریاد
آہ اگر نالہ فریادم نرساند یاد

میں جدائی کے ہاتھوں فریاد کرتا ہوں۔ افسوس ہی ہے اگر میری آہ وزاری یاد نہ دلائے۔

چہ کنم گر نہ کنم نالہ و فریاد و فغاں
کز فراق تو چنانم کہ بد اندیش مباد

اگر میں چیخ و پکار اور آہ وزاری نہ کروں، تو کیا کروں کیونکہ تیری جدائی سے میری یہ حالت ہے کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔

روز و شب غصہ و خوں میخورم چوں نخورم
چوں ز دیدارِ تو دورم بچہ باشم و نشاد

دن رات غصہ و خون کھاتا ہوں اور کیونکر نہ کھاؤں جب کہ تیرے دیدار سے دور ہوں۔ پھر کس سے دل خوش کروں۔

تاتو از چشم من سوختہ دل دورشدی
اے بسا چشمہ خونی کہ دل از دیدہ کشاد

جب سے تو مجھ دل جلے سے دور ہوا ہے۔ تب سے دل نے بہت سے خونوں کے چشمے جاری کیے۔

ازیں ہر مژہ قطرہ خوں بیش چکید
چوں برآ درد دل از دست فراقت فریاد

ہر ایک پلک کی جڑ سے خون کے بہت سے قطرے ٹپکے۔ جب دل نے تیری جدائی

marfat.com

کے ہاتھوں فریاد کی۔

حافظ دل شدہ مستغرق یادت شب و روز
تو ازیں بندہ دل خستہ بکلے آزاد

حافظ تیری یاد میں دن رات دل مستغرق ہے لیکن تو اس زخمی دل بندے سے بالکل آزاد ہے۔

دیدی اے دل کہ غم یار دگر بار چہ کرد
چوں بشد دلبر با یار وفادار چہ کرد

اے دل تو نے دیکھا یار کے غم نے دوبارہ کیا کیا۔ جب دلبر چلا گیا تو اُس نے وفا دار یار سے کیا کیا۔

آہ ازاں نرگس جادو کہ چہ بازی انگیخت
وائے زاں مست کہ بامردم ہوشیار چہ کرد

افسوس اس جادو بھری نرگس نے کیا کھیل کھیلا۔ افسوس اس مست نے ہوشیار آدمی سے کیا سلوک کیا۔

اشک من رنگ شفق یافت زبیمہری یار
طالع بے شفقت بیں کہ دریں کار چہ کرد

میرے آنسو یار کی بے مہری کے سبب سرخ ہو گئے۔ دیکھ بے مہر نصیبہ نے یہ کیا کام کیا۔

ساقیا جام مے دہ کہ نگارندۂ غیب
نیست معلوم کہ در پردۂ اسرار چہ کرد

اے ساقی شراب کا جام دے کیونکہ معلوم نہیں کہ غیب کے نقش و نگار کرنے والے نے بھید کے پردے میں کیا کیا ہے۔

آنکہ بر نقش زد ایں دائرہ بینائی
کس ندانست کہ در گردش پرکار چہ کرد

جس نے نقش پر یہ دائرہ بینائی بنایا۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ اُس نے پُرکار کی گردش

marfat.com

میں کیا کیا۔

برقے از منزل لیلیٰ بدر خشید سحر
وہ کہ با خرمن مجنوں دل افگار چہ کرد

سحر کے وقت لیلیٰ کے مکان سے بجلی چمکی۔ خوب اس نے زخمی دل مجنوں سے کیا سلوک کیا۔

برق عشق آتش غم در دل حافظؔ زد و ساخت
یار دیرینہ بہ بیند کہ با یار چہ کرد

عشق کی بجلی نے حافظ کے دل میں غم کی آگ لگا دی۔ پرانا یار دیکھتا ہے کہ اُس نے یار سے کیا کیا

صبا اگر گذرے افتدت بکشور دوست
بیار نفحہ از گیسوئے معنبر دوست

اے صبا! اگر تو دوست کی ولایت سے گزرے تو دوست کے خوشبو دار گیسوؤں کی خوشبو ضرور لانا۔

بجان او کہ بشکرانہ جاں بر افشانم
اگر بسوئے من آری پیام از بر دوست

اگر تو دوست کی طرف سے مجھے پیغام لا دے تو مجھے اسی کی جان کی قسم ہے کہ اس شکریہ میں جان قربان کر دوں گا۔

دگر چنانچہ دراں حضرت نبا شد یار
برائے دیدہ بیا ورغبار از درِ دوست

اگر اس بارگاہ میں تیرا گزر نہ ہو سکے تو میری آنکھوں کے لیے دوست کے دروازے کا غبار ہی لے آنا۔

من گداؤ تمنائے وصالش ہیہات
مگر بخواب بہ بینم جمال منظر دوست

marfat.com

میں بھکاری اوراس کے وصال کی خواہش کاش۔ شاید دوست کی شکل کا جمال خواب ہی میں دیکھ لوں۔

دل صنوبریم ہمچو بید لرزان است
زحسرتِ قد بالائے چوں صنوبر دوست

دوست کے صنوبر جیسے قد کی حسرت سے میرا صنوبری دل بید کی طرح کانپتا ہے۔

اگرچہ دوست بچیزے نمے خرد مارا
بعالمے نفروشیم موئے از سر دوست

اگرچہ دوست ہماری کچھ بھی قدر و قیمت نہیں مانتا لیکن ہم دوست کے سر کا ایک بال سارے جہان کے عوض نہیں بیچتے۔

اے شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت
وائے آں مرغ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت

اے قدسی معشوق! تیری نقاب کے بند کون کھولے۔ اس بہشتی مُرغ پر افسوس جو تجھے دانہ پانی دیتا ہے۔

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز
کاغوش کہ شد منزل آسائشِ خوابت

اس جگر کو جلانے والے فکر میں میری آنکھوں سے نیند جاتی رہی کہ کسی اور کی آغوش تیری نیند کے لیے آرام کا مقام بنی۔

ہرنالہ و فریاد کہ کردم نشنیدی پیداست
اے نگارا کہ بلند است جنابت

اے معشوق چونکہ تیری جناب بہت اُونچی ہے اس واسطے ظاہر ہے کہ جو چیخ و پکار میں نے کی ہے وہ تو نے نہیں سنی۔

اے نسیم سحر آرام گہِ یار کجاست
منزل آں مہِ عاشق کش عیار کجاست

marfat.com

اے نسیمِ سحر! یار کی آرام گاہ کہاں ہے اور اس عاشق کو ہلاک کرنے والے چالاک چاند کی منزل کونسی ہے۔

شب تاریک است رہ وادیٔ ایمن در پیش
آتشِ طور کجا وعدۂ دیدار کجاست

رات اندھیری ہے اور وادیٔ ایمن آگے ہے۔ کوہ طور کی روشنی کہاں اور وعدۂ دیدار کہاں۔

ہر کہ آمد بجہاں نقش خرابی دارد
در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست

جو شخص جہاں میں آیا۔ اس میں خرابی کی علامت ہے۔ شراب خانہ میں یہ نہ پوچھو کہ ہشیار کہاں ہے۔

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند
نکتہ ہاہست بے محرم اسرار کجاست

وہ شخص جو اہل بشارت ہے وہ اشارہ تاڑ جاتا ہے۔ نکتے تو بہت سے ہیں بھیدوں کے واقف کہاں۔

برسر موئے مرابا تو ہزاراں کار است
ماکجائیم نصیحت گر بیکار کجا ست

مجھے ہر بال کے مطابق تجھ سے ہزاروں کام ہیں۔ ہم کہاں ہیں اور بے کار ناصح کہاں ہے۔

عاشق خستہ زدرد و غم ہجرت سوخت
خود نپرسی تو کہ آں عاشق عیار کجاست

تیرے ہجر کے درد و غم سے زخمی عاشق جل گیا۔ کیا تو خود نہیں پوچھتا کہ وہ چالاک عاشق کہاں ہے۔

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیا است ولے
عیش بے یار مہیا نشود یار کجا است

marfat.com

شراب۔ مطرب اور پھول سب مہیا ہیں لیکن بغیر یار کے عیش نہیں ہوتی۔ یار کہاں ہے۔

عقل دیوانہ شد آں سلسلہ مشکین کو
دل زما گوشہ گرفت ابروئے دلدار کجاست

عقل دیوانی ہوگئی ہے۔ وہ مشکیں سلسلہ کہاں۔ دل نے ہم سے کنارہ کیا۔ معشوق کی بھویں کہاں ہیں۔

حافظ از باد خزاں در چمن دہر مرنج
فکر معقول بفرما گلِ بے خار کجا است

اے حافظ! زمانے کے چمن میں خزاں کی ہوا چلنے سے ناراض نہ ہو۔ ذرا غور تو کر کہیں بے کانٹے پھول ہے

چورفت از دست خم و جام و ساقی
بما جز غم نماندہ ہیچ باقی

جب ہاتھ سے مٹکا۔ جام اور ساقی جاتا رہا تو ہمارے پاس سوائے غم کے اور کچھ نہ رہا۔

حضرت مخدومی بھائی حافظ صالح محمدؒ اللہ تعالیٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مریدوں۔ مسکینوں اور محتاجوں کو فائدہ پہنچائے۔ فرماتے ہیں کہ محکم دین درویش بن حافظ غلام محمد مغفور ساکن موضع بھیرہ نے جب دونوں درویش اہل اللہ وہاں گئے تو ان کی خدمت میں بیان کیا کہ صاحب آپ کے فرزند صاحبزادہ صاحب حاجی نور محمد قدس سرہٗ حج کے لیے گئے اور حرم شریف میں ٹھہرے۔ میں نے وقت اسرار میں دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب حرم میں یاد الٰہی میں مشغول ہیں اور حضرت محمد ﷺ آپ کے روبرو بیٹھے آپ پر توجہ فرما رہے ہیں۔ میں بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کی پیٹھ کی طرف ہوں اور توجہ کا اثر مجھ پر بھی ہو رہا ہے۔ پھر جناب رسول خدا ﷺ نے نہایت شفقت سے صاحبزادہ صاحب کو فرمایا۔

marfat.com

”کہ تم اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ پھر نہ آنا کیونکہ تمہیں ہم نے یہیں سے رخصت کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔“

صاحبزادہ ممدوح حج کا شرف اور آنحضرت ﷺ کی توجہات رخصت اور شفقت کا فیضان حاصل کر کے اپنے حقیقی بھائی حاجی نور احمد کے ساتھ کعبہ شریف کی چار دیواری سے رخصت ہو کر وطن تشریف لائے اور بھیرہ میں رونق افروز ہوئے۔ خاص مجلس میں میں نے عرض کیا کہ جناب صاحبزادہ صاحب! آپ مدینہ منورہ کیوں نہ گئے۔ آپ نے کن آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ تجھے خود خبر ہے۔ پھر کیا پوچھتا ہے۔ میں کھسیانا ہو گیا۔ مجھے صاحبزادہ کی کشف و آگاہی کا یقین زیادہ ہو گیا۔

یہ مسکین (سلطان حامد مصنف) کہتا ہے کہ اگرچہ ظاہر بین قیاس کرتے ہیں کہ صاحبزادہ صاحب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں کیوں نہ پہنچے لیکن درحقیقت یہ معاملہ تھا جو اُوپر ذکر ہوا۔ والسلام۔

marfat.com

شجرۂ انساب خاندانِ والاشان

مولانا سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ

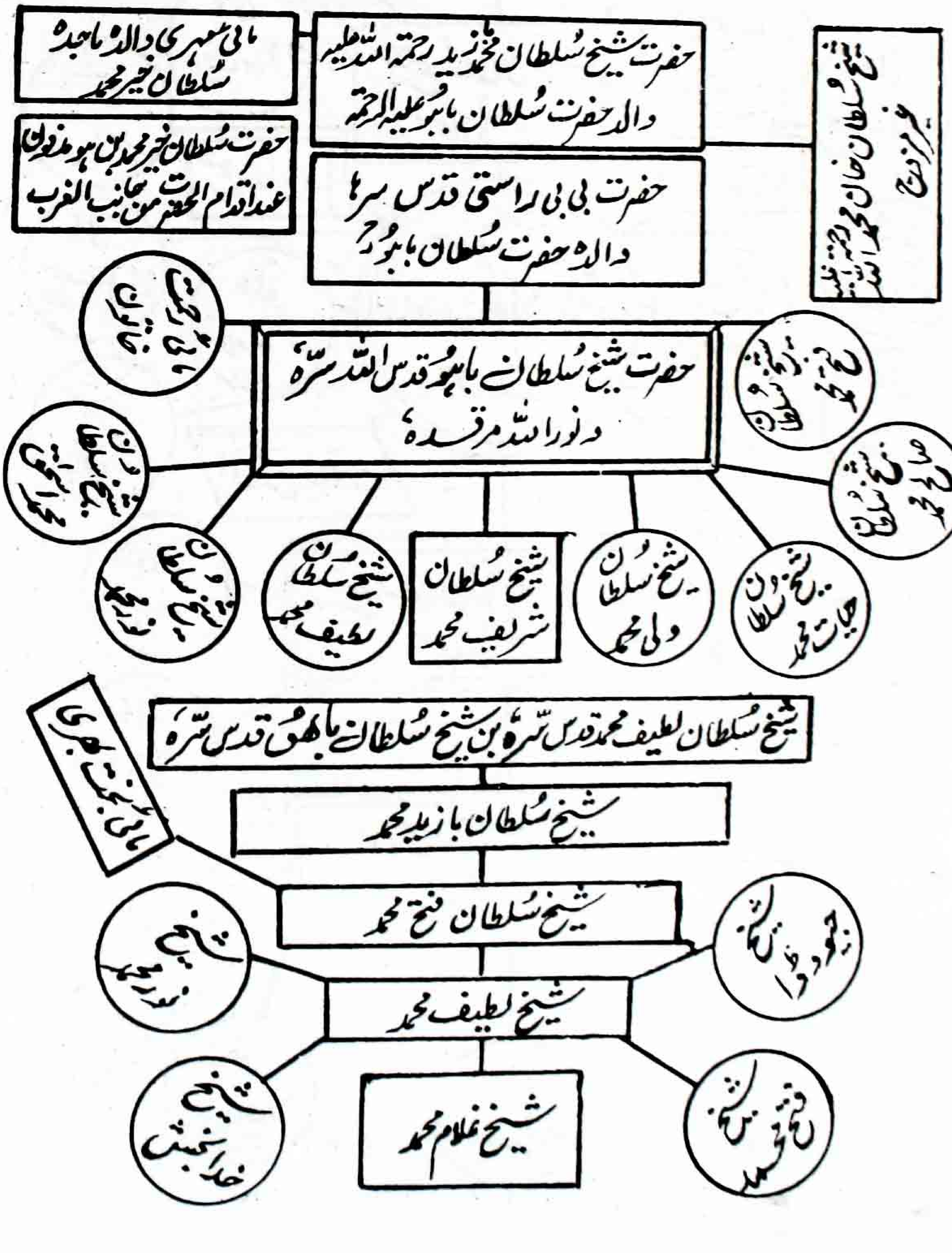

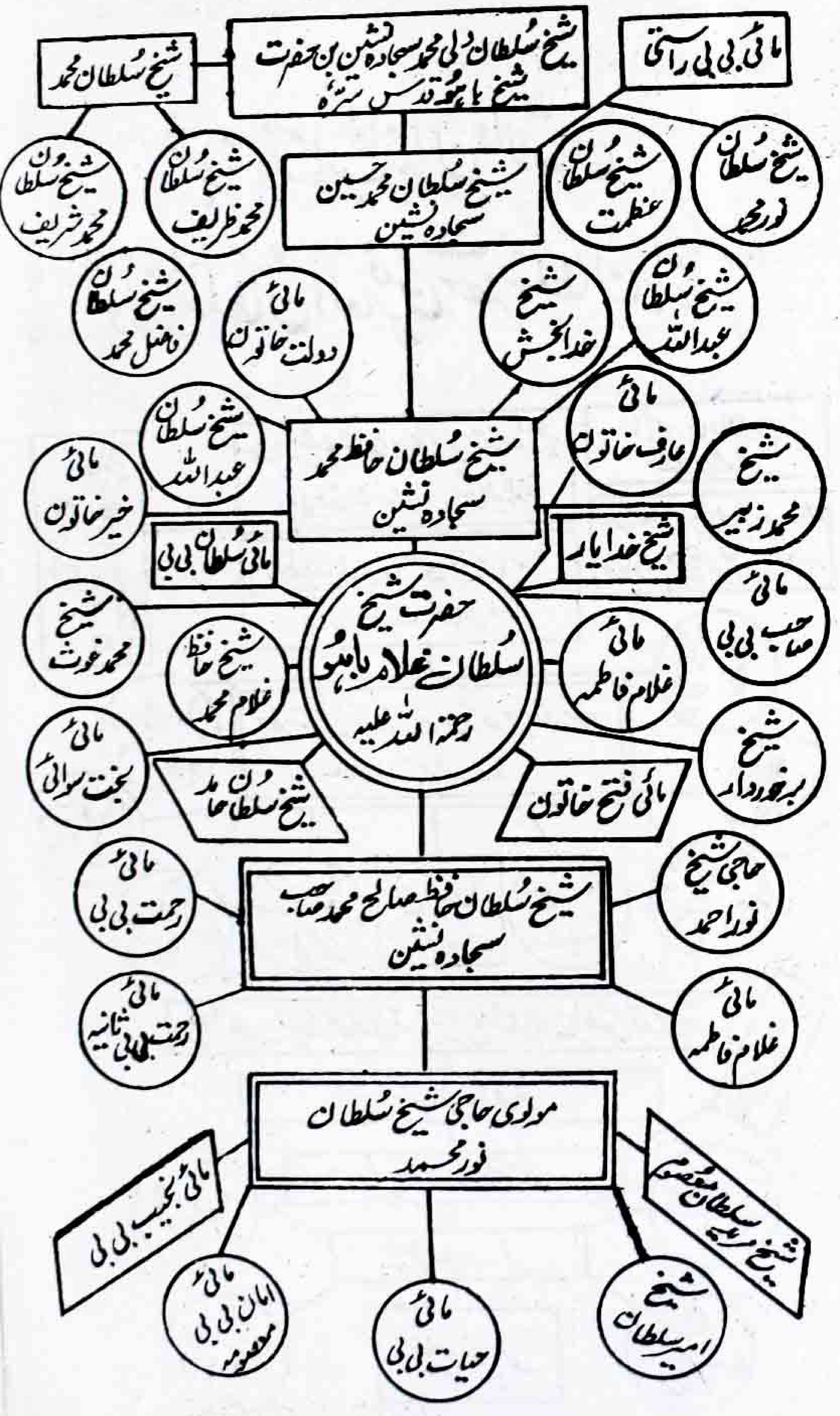
شیخ سلطان ولی محمد سجادہ نشین بن حضرت شیخ باہو قدس سرہٗ
شیخ سلطان محمد
مائی بی بی راستی
شیخ سلطان محمد شریف
شیخ سلطان محمد ظریف
شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین
شیخ سلطان عظمت
شیخ سلطان نور محمد
شیخ سلطان فاضل محمد
مائی دولت خاتون
شیخ خدا بخش
شیخ سلطان عبداللہ
شیخ سلطان عبداللہ
شیخ سلطان حافظ محمد سجادہ نشین
مائی عارف خاتون
مائی خیر خاتون
شیخ محمد زبیر
مائی سلطان بی بی
شیخ خدا یار
حضرت شیخ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ
شیخ محمد غوث
شیخ حافظ غلام محمد
مائی غلام فاطمہ
مائی صاحب بی بی
مائی بخت سوائی
شیخ سلطان حامد
مائی فتح خاتون
شیخ برخوردار
مائی رحمت بی بی
شیخ سلطان حافظ صالح محمد صاحب سجادہ نشین
حاجی شیخ نور احمد
مائی رحمت بی بی ثانیہ
مائی غلام فاطمہ
مولوی حاجی شیخ سلطان نور محمد
مائی نجیب بی بی
شیخ سلطان معصوم
مائی امان بی بی معصومہ
مائی حیات بی بی
شیخ امیر سلطان

marfat.com

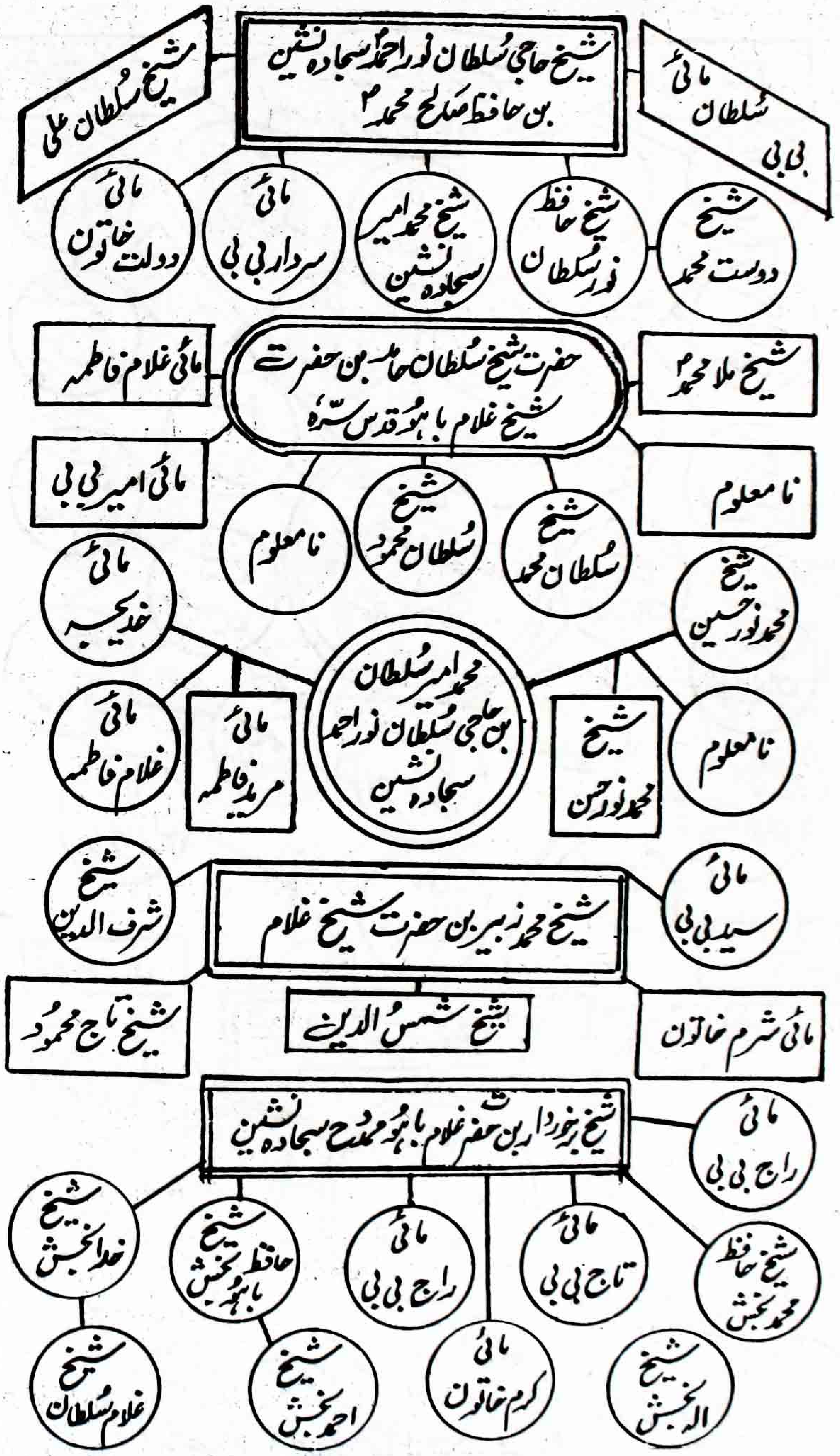

شیخ حاجی سلطان نور احمدؒ سجادہ نشین
بن حافظ صالح محمدؒ
شیخ سلطان علی
مائی سلطان بی بی
مائی دولت خاتون
مائی سردار بی بی
شیخ محمد امیر سجادہ نشین
شیخ حافظ نور سلطان
شیخ دوست محمد
حضرت شیخ سلطان حامد بن حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ
مائی غلام فاطمہ
شیخ ملا محمدؒ
مائی امیر بی بی
نامعلوم
نامعلوم
شیخ سلطان محمود
شیخ سلطان محمد
مائی خدیجہ
محمد امیر سلطان بن حاجی سلطان نور احمد سجادہ نشین
شیخ محمد نور حسین
مائی غلام فاطمہ
مائی مرید فاطمہ
شیخ محمد نور حسن
نامعلوم
شیخ محمد زبیر بن حضرت شیخ غلام
شیخ شرف الدین
مائی سید بی بی
شیخ تاج محمود
شیخ شمس الدین
مائی شرم خاتون
شیخ برخوردار بن حضرت غلام باہو ممدوح سجادہ نشین
مائی راج بی بی
شیخ خدا بخش
شیخ حافظ باہو بخش
مائی راج بی بی
مائی تاج بی بی
شیخ حافظ محمد بخش
شیخ غلام سلطان
شیخ احمد بخش
مائی کرم خاتون
شیخ الہ بخش

marfat.com

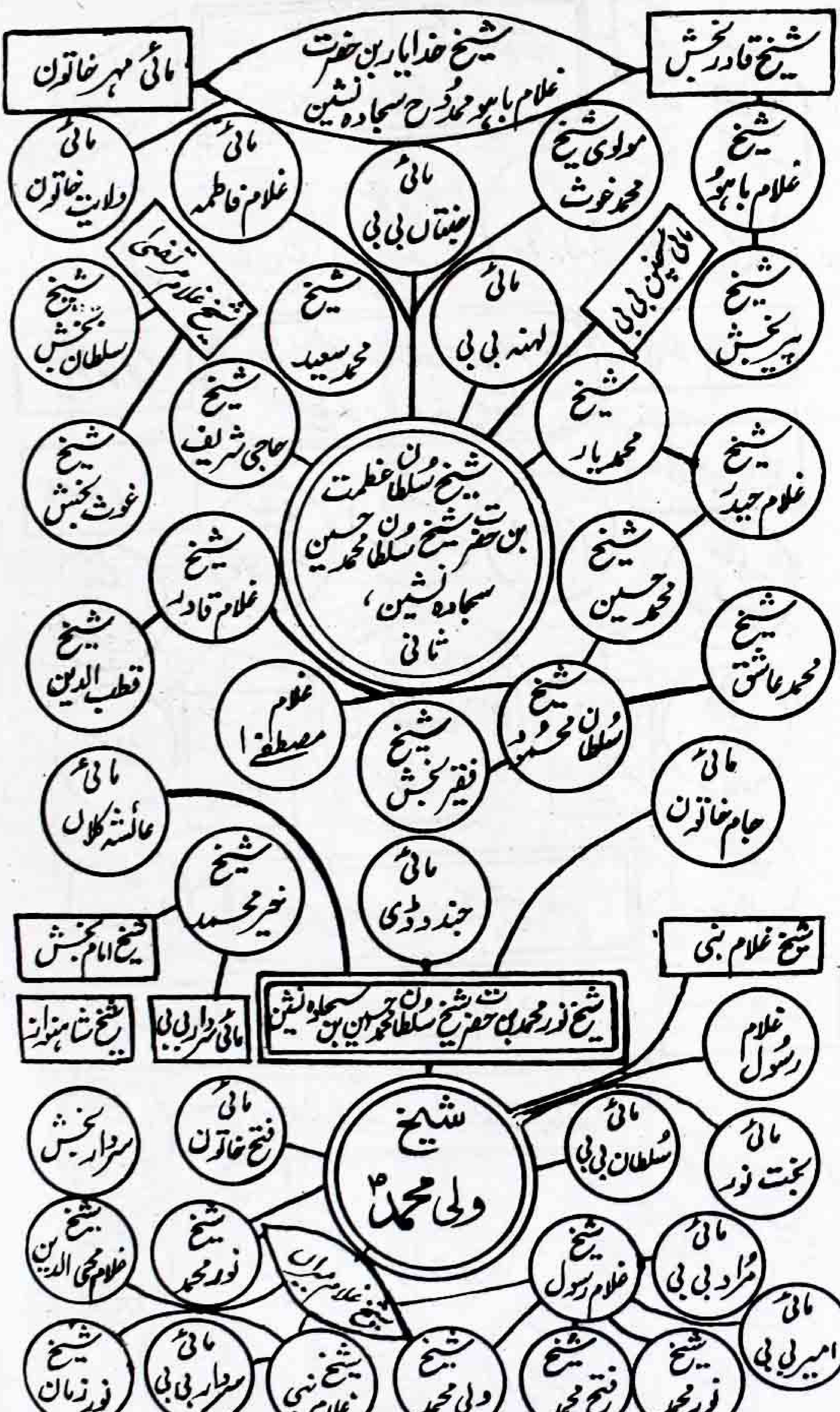
شیخ خدایار بن حضرت
غلام باہو محمد ثرح سجادہ نشین
مائی مہر خاتون
شیخ قادر بخش
مائی ولایت خاتون
مائی غلام فاطمہ
مائی عنیتاں بی بی
مولوی شیخ محمد غوث
شیخ غلام باہو
شیخ غلام مرتضیٰ
مائی پچھن بی بی
شیخ پیر بخش
شیخ سلطان بخش
شیخ محمد سعید
مائی لہنہ بی بی
شیخ حاجی شریف
شیخ محمد یار
شیخ غوث بخش
شیخ سلطان عظمت بن حضرت شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین ثانی
شیخ غلام حیدر
شیخ غلام قادر
شیخ محمد حسین
شیخ قطب الدین
شیخ محمد عاشق
غلام مصطفیٰ
شیخ فقیر بخش
شیخ سلطان محمود
مائی عائشہ کلاں
مائی جام خاتون
شیخ خیر محمد
مائی جندوڈی
شیخ امام بخش
شیخ غلام نبی
شیخ شاہنواز
مائی سردار بی بی
شیخ نور محمد بن حضرت شیخ سلطان محمد حسین بن سجادہ نشین
غلام رسول
شیخ سردار بخش
مائی فتح خاتون
شیخ ولی محمد
مائی سلطان بی بی
مائی بخت نور
شیخ غلام محی الدین
شیخ نور محمد
شیخ غلام مبارک
شیخ غلام رسول
مائی مراد بی بی
مائی امیر بی بی
شیخ نور زمان
مائی سردار بی بی
شیخ غلام نبی
شیخ ولی محمد
شیخ فتح محمد
شیخ نور محمد

marfat.com

شیخ محمد عمر
شیخ حامد
حافظہ غلام فاطمہ
شیخ احمد دین
مائی زینب بی بی
حافظ شیخ سلطان احمد
مائی غلام فاطمہ
حافظ شیخ غلام محمد
شیخ اللہ یار
شیخ غلام یٰسین
شیخ محمد یار
حاجی شیخ سلطان احمد
مائی غلام جنت
شیخ غلام محمد
حضرت شیخ سلطان نور محمد بن حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہ
بی بی زینب
مائی غلام فاطمہ
حافظ شیخ سلطان احمد
مائی غلام فاطمہ
شیخ حامد
شیخ احمد دین
شیخ عمر بخش
شیخ نور محمد
جمال خاتون
شیخ حافظ مولوی الٰہ بخش
احمد یار
علی محمد
حافظ سلطان محمود
محمد صدیق
مائی گوہر خاتون
شیخ حافظ محمد
مائی آمنہ
مائی غلام فاطمہ رابعہ زمان
شیخ غلام قادر
مائی غلام فاطمہ
شیخ یار محمد
مائی غلام زہرہ
مائی عائشہ خورد
شیخ محمود
مائی صاحبزادی
مائی جان بی بی
بی بی نور مائی
شیخ محمد بخش
شیخ صالح محمد
مائی ولایت خاتون
شیخ حاجی سلطان احمد بن حضرت شیخ غلام یٰسین
مائی غلام جنت
شیخ مولوی پیر محمد
مائی خیر خاتون
مائی اللہ جیوائی
مولوی فقیر محمد
مائی جمال خاتون
شیخ محمد امین

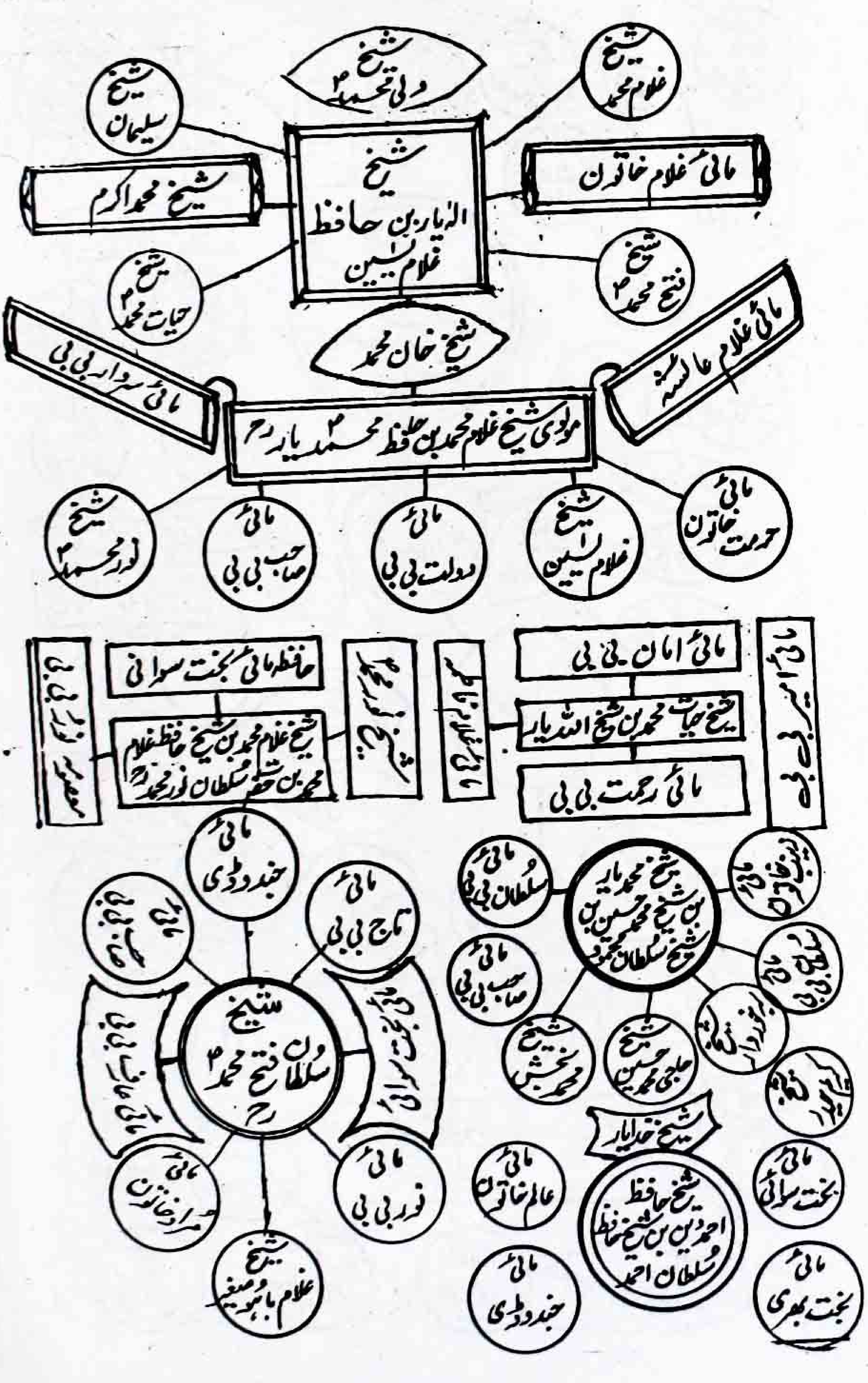
شیخ ولی محمد
شیخ سلیمان
شیخ غلام محمد
مائی غلام خاتون
شیخ محمد اکرم
شیخ اللہ یار بن حافظ غلام یسین
شیخ حیات محمد
شیخ فتح محمد
شیخ خان محمد
مائی غلام عائشہ
مائی سردارہ بی بی
مولوی شیخ غلام محمد بن حافظ محمد یار رح
شیخ نور محمد
مائی صاحب بی بی
مائی دولت بی بی
شیخ غلام یسین
مائی حرمت خاتون
مائی امان بی بی
شیخ حیات محمد بن شیخ اللہ یار
مائی رحمت بی بی
حافظ مائی بخت سوائی
شیخ غلام محمد بن شیخ حافظ غلام محمد بن شیخ سلطان نور محمد رح
مائی جند وڈی
مائی تاج بی بی
شیخ ولی سلطان فتح محمد رح
مائی نور بی بی
مائی مراد خاتون
شیخ غلام باہو صغیر
شیخ محمد یار بن شیخ محمد حسین بن شیخ سلطان محمود
مائی سلطان بی بی
مائی صاحب بی بی
شیخ محمد بخش
شیخ حاجی محمد حسین
برخوردار
شیخ خدا یار
مائی عالم خاتون
شیخ حافظ احمد دین بن شیخ حافظ سلطان احمد
مائی جند وڈی
مائی بخت سوائی
مائی بخت بھری

marfat.com

بابِ نہم

سیدی وسندی ولی نعمی شیخی و ابی حضرت غلام باہُو قدس سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ کی زندگی‘ وفات اور بعد کے چند روحانی واقعات کے بیان میں‘ علاوہ ازیں میرے بھائی حضرت مخدوم شیخ سلطان حافظ صالح محمد صاحب دام فیوضہٗ کا مولانا وشیخنا اپنے والد ماجد کی خدمت سے تلقین حاصل کرنے اور مجھ فقیر سلطان حامد قادری کا حضرت ممدوح یعنی اپنے والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کا مرید ہونا بیان کیا گیا ہے۔

marfat.com

فصل ا

حضرت ممدوح قدس سرہٗ کی ولادت اور ابتدائی حالات میں

یہ ظاہر ہے کہ جب میرے جد امجد یعنی حضرت شیخ سلطان حافظ محمد قدس سرہٗ نے جھنڈا سنگھ وگنڈا سنگھ کے غلبہ کے سبب ہجرت کر کے اسلامی علاقے داؤد پوترہ کھرانی خیر پور ٹانویں میں بودوباش اختیار کی۔ جس کی مفصل کیفیت آٹھویں باب میں اس فصل میں لکھی جا چکی ہے جس میں حضرت ممدوح کے مختصر حالات لکھے گئے تھے۔

آپ خیر پور ٹانویں کے علاقے گاؤں کونٹ ۱۱۹۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پہلے آپ کا اسم مبارک قطب دین رکھا گیا۔ بعد ازاں غلام باہُو کے نام سے مشرف و مشہور ہوئے۔ نام تبدیل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ میرے دادا جان کے تین فرزند خاص عمر تک پہنچ کر بیمار ہو کر مر گئے۔ جب چوتھا فرزند عنایت ہوا تو اس کا نام قطب الدین رکھا گیا۔ جب آپ بھی اسی عمر کو پہنچے تو اسی طرح بیمار ہو گئے۔ میرے دادا جان شکستہ دل ہو کر خیر پور ٹانویں سے اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس میں مدد مانگنے آئے۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ اس کا نام سلطان باہو رکھو۔ پھر میرے دادا جان نے مراقبہ میں التماس کیا کہ اگر بجائے سلطان باہو کے غلام باہُو کی اجازت ہو تو بہتر ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُس وقت سے آپ کا اسم مبارک غلام باہو رکھا گیا۔ اپنے بزرگوں کی دعا سے آپ کی عمر دراز ہوئی اور اولاد بھی بکثرت ہوئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی پیدائش کا وقت بخوبی یاد ہے۔ جب میری ناف کاٹی گئی تو مجھے تکلیف ہوئی اور مجھے رنگ دار سلارا (دھاری دار کپڑے کا نام ہے) میں لپیٹا گیا۔ جس کی دھاریاں مجھے اب تک یاد ہیں جو عورتیں اس وقت موجود تھیں انہوں نے کہا تھا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ دایہ نے کہا کہ بیبو! اگر اللہ تعالیٰ نے بیٹا بخشا ہے تو اسے زندگی بھی زیادہ بخشے گا۔ تم کیوں اس کا دل شکستہ کرتی ہو۔ اس نے کہا کہ مائی صاحب اللہ

marfat.com

تعالیٰ نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ مبارک ہو۔ نیز آپ فرماتے تھے کہ شیشے کی ونگیں (چوڑیاں) جو مجھے پہنائی گئیں وہ بھی مجھے یاد ہیں۔

ایک روز میں خیر پور کے قرب و جوار کے گاؤں میانی میں جو آنخضرت کی پیدائش کے علاقے میں ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ چارپائی پر رُو بقبلہ لیٹے ہوئے تھے اور میں آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کو اس وقت اپنے مرشد و والد ماجد یاد آئے اور اپنی بود و باش کا ذکر فرما رہے تھے اور اس گاؤں کے زن و مرد اور بچے آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک اندھی عورت نہایت عمر رسیدہ کبڑی پیٹھ والی اپنا عصا ایک لڑکی کو پکڑائے اسی حلقہ میں آپ کے رُو برو آ بیٹھی۔ اس کے بیٹھتے ہی آپ نے پوچھا۔ بُڑھیا تو کون ہے؟ عرض کیا۔ صاحب! میں ایک ہندو عورت ہوں۔ فرمایا: کہ تیرا نام یہ ہے اور تمہارے باپ کا نام یہ ہے؟ عرض کیا درست ہے۔ پوچھا: بڑھیا! کیا مجھے پہچانتی ہے؟ عرض کیا صاحب! معذور ہوں۔ میری آنکھیں نہیں۔ فرمایا: میں شیخ حافظ سلطان محمد کا بیٹا قطب دین ہوں کہ ہمارا گھر کونڈ گاؤں میں تھا۔ اُس وقت تو جوان اور تناور عورت تھی اور مجھے پنگھوڑے سے کھینچ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اُوپر کو اچھالا کرتی تھی۔ جب اس بڑھیا کو وہ وقت یاد آیا تو آپ کے پاؤں پر گر پڑی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے گاؤں سے چلے گئے تھے۔ اُس نے عرض کیا ٹھیک ہے۔ ہم جنوبی ملک میں چلے گئے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا میں اس وقت دو شخصوں سے بہت ڈرا کرتا تھا۔ ایک اس عورت سے کہ یہ اس وقت بہت جوان تھی اور مجھے دونوں ہاتھوں سے اُٹھا آسمان کی طرف پھینکتی تھی اور پھر ہاتھوں میں لے لیتی۔ میں ڈرتا اور کانپتا تھا کہ ایسا نہ ہو میں کسی دفعہ زمین پر گر پڑوں۔ اس عورت کی آواز میں دور سے پہچان لیتا تھا۔ جب یہ ہمارے گھر کے باہر بولتی تو میں ڈر جاتا کہ اب آ کر مجھے اُچھالے گی۔

دوسرے سرخ رنگ کی کتیا تھی جس کے دونوں کان کھڑے تھے۔ اس کتیا کی عادت تھی کہ جب میری والدہ اور دایہ سو جاتیں اور مجھ سے غافل ہو جاتیں، تو وہ میرے

marfat.com

گہوارے میں میرے ساتھ سو جاتی۔ جس کے خوف سے میں ہاتھ پاؤں نہ ہلا سکتا تھا۔ اگر میں اُس کی طرف دیکھتا تو مجھے تکلیف دیتی۔ اس کی آواز بھی کتوں کے بھونکنے کے وقت میں پہچان لیتا تھا۔ اس کی آواز سن کر میں کانپتا تھا بندوق کی آواز سے بھی مجھے ڈر لگتا تھا۔ جب مجھے اپنا وقت یاد آتا ہے تو میں چاہتا ہوں، کہ بچوں کے پنگھوڑے سے کتوں کو دور رکھنا چاہیے اور معصوموں کے گھر کے پاس بندوق بھی نہیں چلانی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ڈر جائیں۔

اس وقت آپ کا نورمنزل اپنے بزرگوں اور جائے پیدائش کے تذکرہ پر آمادہ تھا۔ اس وقت آپ کے سامنے ایک سات آٹھ سال کی لڑکی جو آپ کی مریدہ تھی کھڑی ہوئی تھی۔ آپ زبان مبارک سے یہ حالات بیان فرما رہے تھے اور دست مبارک سے اس لڑکی کے کاکل کے بال پکڑ کر ہرن کے سینگ کی طرح اُوپر کو کر رہے تھے۔ جب وہ وقت گزر گیا اور مدت تک اس ملک میں جانے کا اتفاق نہ ہوا تو عرصہ دراز کے بعد اُدھر سے ایک قاصد خط لایا۔ جس میں لکھا تھا کہ جس لڑکی کے بال آپ نے ہرن کے سینگ کی طرح اُوپر کو کیے تھے۔ وہ اب جوان ہو گئی ہے اور اُس کے بال بدستور اُوپر کو اُٹھے ہوئے ہیں۔ بہت تیل وغیرہ لگا کر درست کیے جاتے ہیں لیکن ٹھیک نہیں رہتے اور نہ وہ اوڑھنی اوڑھ سکتی ہے۔ یہ بڑا عجیب ہو گیا ہے آپ کوئی تعویذ بھیجیں اور دعا کریں تا کہ اس کی یہ حالت جاتی رہے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ بیٹا! اسے تعویذ لکھ دو۔ یہ دور سے آیا ہے اسے رخصت کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا اور میں اتفاقاً اس ملک (علاقہ) میں جا نکلا اور مریدوں کے اس گاؤں میں ایک رات قیام کیا۔ صبح وہ بھولا بسرا قصہ مجھے یاد آ گیا۔ میں نے مریدوں سے اس لڑکی کا حال پوچھا تو انہوں نے مفصل بیان کیا۔ میں نے پوچھا۔ اس کا نام کیا ہے؟ اور کہاں رہتی ہے؟ کہا یہاں سے کوئی دو تین میل کے فاصلے پر احمد پور میں رہتی ہے۔ اس کے بال آپ کے بھیجے ہوئے تعویذ سے درست نہ ہوئے۔

آخر خود حضرت صاحب یہاں تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس لڑکی کو آنحضرت کی

marfat.com

خدمت میں لے جا کر عرض کیا کہ یہ اس میں ایک عیب ہو گیا ہے۔ آنحضرت نے پانی منگا کر اُس پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور خود دست مبارک سے اس کے سر کے بال نیچے کئے لیکن تقریباً چار اُنگل اب بھی وہ بال اُوپر کو اُٹھے رہتے ہیں۔ مگر اوڑھنی اوڑھ سکتی ہے۔ باقی کے بال درست ہو گئے ہیں۔ گیسو وغیرہ بٹنے میں آ سکتے ہیں۔

میں نے کہا اچھا میں آج یہیں ٹھہرتا ہوں اُسے یہاں بلواؤ تا کہ میں دیکھوں۔ جب میں نے اُسے دیکھا تو ٹھیک اسی طرح پایا جیسا کہ انہوں نے بیان کیا تھا۔

آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ جوانی کی سرگذشت مجھے بھول گئی ہے لیکن بچپن اور شیر خوارگی کے حالات مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ جب میں دنیا میں آیا۔ اس وقت جو حالت مجھ پر گزری وہ بعینہٖ مجھے یاد ہے۔ مگر ماں کے شکم کے اندر کے حالات مجھے یاد نہیں رہے۔ وہ غازی خان نوریل کو یاد تھے۔

ایک روز میں نے آنحضرت سے فقر اور ہمت فقر کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ بیٹا! جو کچھ ہمیں حاصل ہے۔ مادر زاد ہے اور گھوارے میں عطا ہوا ہے اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جو جان گیا جان گیا۔

مناقب

ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ صاحب اسیر حضرت خواجہ محکم دین سیرانی قدس سرہٗ کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! میں ابھی دودھ پیتا بچہ تھا کہ لوگوں نے میرے والد بزرگوار کو اطلاع دی کہ صاحب اسیر آپ کے گاؤں کے پاس فلاں مقام پر بیٹھے ہیں چونکہ آپ ان مقامات کے ازبس شائق تھے فوراً اُٹھ کر اُن کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے لیکن انہیں وہاں نہ پا کر لوٹ آئے۔ دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ بعد ازاں بہت لوگوں نے کہا کہ صاحب اسیر آپ کے گاؤں کے پاس سے گزر رہے ہیں لیکن آپ بالکل نہ اُٹھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ پہلے تو آپ کئی مرتبہ فاصلے پر ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور اب گاؤں کے باہر ہیں تو بھی آپ نہیں اُٹھتے۔ فرمایا: لوگو! ہماری

marfat.com

خواہش اور کوشش سے ہمیں اُن کی ملاقات نہیں ہوتی، تاوقتیکہ وہ خود نہ چاہیں۔

گرمی کے موسم میں ایک رات جب کہ چاند کی چودھویں تھی اور چاند ظہر کے وقت پر تھا۔ میں بیدار ہو کر چاند کی طرف دیکھ رہا تھا اور خوشی سے خود بخود کھیل رہا تھا۔ اس وقت میں ایک بڑے پلنگ پر تھا۔ ایک طرف والدہ صاحبہ اور دوسری طرف والد صاحب مجھ پر سے مچھر اُڑا رہے تھے کہ اچانک گھر کے دروازے پر کسی نے پکارا ''گھر والے جاگتے ہیں یا سوئے ہوئے''۔ میرے والد بزرگوار فی الفور اُٹھے اور ٹوپی سر پر اور چادر کندھوں پر رکھ کر پلنگ سے نیچے اُترے۔ میری والدہ محترمہ نے پوچھا۔ حضرت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا: حضرت صاحب اسیر ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ جب آپ اکیلے ان کی خدمت میں پہنچے تو دونوں صاحب ایک بیر کے درخت تلے گاؤں سے باہر ایک پاک صاف جگہ پر جا بیٹھے۔ نمازیں بھی وہیں ادا کیں اور اپنی دلی مرادیں پوری کیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے راز ایک دوسرے کو بتائے اور مردانِ خدا کے بھید ظاہر کئے۔ جن سے نامحرم واقف نہیں۔

حضرت صاحب اسیر میں یہ اثر تھا کہ خلقت کے گروہ کے گروہ آپ کے پیچھے پھرتے تھے۔ وہ دونوں راز یار چاشت تک اسی خلوت میں بیٹھے رہے۔ اس اثنا میں سینکڑوں آدمی جو حضرت صاحب اسیر کی زیارت کے مشتاق تھے اس درخت کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی بھیڑ میں حضرت صاحب اسیر نے فرمایا کہ ہمارے ہم نام کو بلاؤ۔

عام لوگ اس معمہ کو نہ سمجھ سکے۔ پس میرے والد ماجد نے فرمایا کہ حضرت صاحب اسیر میرے فرزند کو یاد فرماتے ہیں۔ اس معمے کے معنی یہ ہیں کہ صاحب اسیر کا اسم مبارک محکم دین تھا اور میرے والد بزرگوار کا نام بھی بچپن میں قطب دین تھا۔ دایہ نے اندر جا کر میری جدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ حضرت محکم الدین صاحب آپ کے فرزند کو یاد فرماتے ہیں۔ انہوں نے اپنے فرزند کا کرتہ اُتار بالکل ننگا کر کے انہیں دیا جو عورتیں اس وقت موجود تھیں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ ایک بزرگ کی خدمت میں اپنے بچے کو ننگا کر کے کیوں بھیجتی

marfat.com

ہیں؟ فرمایا۔ اس واسطے کہ ولی اللہ کا مبارک ہاتھ میرے بچے کے ننگے بدن پر لگے نہ کہ کپڑے پر۔ میرے والد ماجد فرماتے تھے کہ بیٹا! جب حضرت صاحب اسیر نے مجھے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا اور مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے تمام بدن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ یہ لڑکا نیک اور کامیاب ہوگا اور اس کی عمر بہت زیادہ ہوگی۔ مجھے اس وقت کا دیکھا ہوا حلیہ مبارک اور چہرہ منور اب تک یاد ہے۔

فصل ۲

آنحضرت کے افادہ کے بیان میں

میرے والد ماجد نے فرمایا کہ مجھے میرے والد ماجد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جاؤ غونڈ پہاڑ پر جا کر مجاہدہ کیا کرو۔ گذشتہ اولیاء اللہ بھی اسی پہاڑ پر جا کر چلہ کشی کرتے تھے اور یاد الٰہی میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ اس لیے یہ قدیم ہی سے متبرک مقام ہے۔ میں ہاتھ باندھ کر اُٹھ بیٹھا چونکہ حکم تھا اس لیے اکیلا پاپیادہ روانہ ہوا۔ فرمایا: کہ فلاں روز آنا اور اتنا عرصہ وہیں معتکف رہ کر یادالٰہی میں مشغول ہونا۔ فلاں روز فارغ ہو کر آنا اور دریا سے گزر کر شہر کلور کوٹ میں اپنے جد بزرگوار کے مرید فلاں شخص کے گھر جانا۔ وہ درویش گھوڑا لیے تمہارا منتظر کھڑا ہوگا۔ لوٹتے وقت سوار ہو کر خدمت گاروں کے ساتھ آنا۔

یارو! صاحبِ دل درویشوں کا حال دیکھو کہ اکلوتا بیٹا ناز ونعمت میں پلا ہوا۔ جس کے لیے رنگا رنگ کے گھوڑوں کا طویلہ بھرا ہوا۔ طرح طرح کی نعمتیں موجود، لنگر فیض اثر سے سینکڑوں آدمی وظیفہ خوار اور کئی خدمت گار کارخانہ ہر طرح سے ترقی پر اور خدا کا دیا ہوا شان وشوکت موجود۔ باوجود ان باتوں کے اپنے بیٹے کو دور دراز سفر کے لیے غیر ملک (علاقہ) میں پہاڑ پر بھیجا۔ رستے کی دشوار گذار اور کٹھن منزلیں۔ چولستان کا جنگل۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر تن تنہا خدا کا رفیق بنا کر، اس کے حوالے کر روانہ کیا آپ نے سفر و سیاحت اور مجاہدات فی اللہ کا حق ادا کیا۔ آپ نے اس سے زیادہ بھید نہ ظاہر کیا۔ یعنی یہ نہ فرمایا کہ کس شغل میں مشغول رہے۔ صرف اتنا فرمایا کہ میں حکم کے موافق عمل کرتا رہا اور

marfat.com

مقررہ دن کوکلورکوٹ آیاتو درویش پہلے ہی سے گھوڑا لے کر میرا منتظر تھا۔

دوسرے روز جب میں خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا بیٹا! ایک روز تمہارے جد امجد نے مجھے اجازت دی کہ رات کو دریا کے کنارے فلاں شغل کیا کرو۔ جب میں جا کر مشغول ہوا تو ایک رات حسب معمول دریا کنارے مشغول تھا کہ اچانک دو درندے میرے دائیں بائیں آئے اور دونوں طرف سے مجھ پر باری باری حملہ کرنے لگے۔ میرے پاس تلوار تھی۔ جس نے مجھ پر پہلے حملہ کیا اس پر میں نے مصلےٰ پر بیٹھے ہی وار کیا۔ وہ کٹ گیا اور دوسرا بھاگ گیا۔ میں بدستور اس شغل میں مشغول رہا۔ صبح جب میں نے دیکھا تو وہ درندہ بجُو تھا۔

اِسی حال سے ملتا جلتا اپنا ذکر سنایا کہ جب میں دریا کنارے رات کے وقت مشغول ہوا کرتا تھا تو ایک رات بھینسوں کا گلہ میرے قریب چر رہا تھا۔ اچانک ایک بھینس کی آواز میں نے سنی۔ میں سمجھا کہ شاید کسی شیر نے بھینس کو پکڑا ہے۔ میں وہاں پہنچا چونکہ رات اندھیری تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک جانور نیچے پڑا ہے اور دوسرا اُس کے اُوپر کھڑا ہے۔ میں نے سوچا کہ پہلے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا چاہیے تاکہ موقع پر تلوار چلاؤں۔ جب میں نے ہاتھ مارا تو بھینس کی پیٹھ پر لگا۔ اللہ تعالیٰ نے نقصان سے بچا لیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔

ایک اور مرتبہ رات کے وقت حسب معمول مشغول تھا کہ بھینس کی آواز آئی۔ پھر میں تلوار لے کر دوڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بھینس پر شیر کھڑا ہے۔ میں نے توکل بخدا اس پر حملہ کیا۔ وہ شکار کو مردہ کر کے حکمت الٰہی سے ایک طرف جا کھڑا ہوا۔ میں بھینس پر جا پڑا۔ پھر ثابت قدم ہوا۔ شیر جو تلوار کے خوف سے کود گیا تھا۔ پھر مقابلہ کے لیے آ کھڑا ہوا اور مجھ پر حملہ کرنے لگا۔ وہ دونوں کان سمیٹ سمٹ کر تلوار تک پہنچتا۔ جب میں للکارتا تو پیچھے ہٹ جاتا۔ اسی طرح کرتا رہا۔ حتیٰ کہ رات کا باقی حصہ اسی جھگڑے میں گذرا اور ہم ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے۔ جب صبح صادق ہوئی اور مال والے بھینسوں کو اکٹھا کرنے کے لیے چراگاہ میں آئے۔ جب میرے قریب پہنچے تو شیر اُن کی آواز سن کر میرے مقابلہ

marfat.com

سے منہ پھیر جنگل میں گھس گیا۔ میں نے مری ہوئی بھینس مال والوں کے سپرد کر کے کہا کہ اسے دریا میں ڈال کر آبادی میں لے جاؤ۔ شیر نے اُسے بالکل نہیں کھایا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور میں نے گھر جا کر آرام کیا۔ گو میں نے یہ حالات اپنے والد بزرگوار سے چھپائے رکھے لیکن آپ نے ان مال والوں اور لوگوں کی زبانی سن کر فرمایا کہ اب تم دریا کنارے نہ جایا کرو۔

نیز ایک روز از راہ شفقت مجھے فرمایا کہ بیٹا! ایک روز میں اپنے والد ماجد کی خدمت میں ملتمس ہوا کہ مجھے تہجد کی نماز میں ناغہ ہو جاتا ہے۔ کسی ایسے شخص سے اجازت لینی چاہیے جس نے کبھی ناغہ نہ کیا ہو۔ میں نے کہا۔ یہ بھی جناب کی شفقت پر منحصر ہے۔ فرمایا: اچھا بتائیں گے۔

ایک روز ایک درویش کو حکم دیا کہ فلاں فلاں گھوڑی پر زین ڈال کر لاؤ۔ جب لایا تو فرمایا کہ ایک پر تم سوار ہو جاؤ اور ایک پر یہ درویش۔ دونوں ڈیرہ اسمٰعیل کے قریب کے گاؤں بگوانی میں میاں جوسا نامی درویش کے پاس جاؤ اُسے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی زبان فیض بیان سے تہجد کی اجازت حاصل ہے۔ میں منزلیں طے کرتا ہوا وہاں پہنچا اور جوسا درویش کلال کا پتہ پوچھا۔ میں نے دیکھا کہ درویش مذکور نورانی چہرہ معمر آدمی ہے۔ اس کی زیارت سے میں بہرہ مند ہوا اور اس کی خیریت پوچھی اور اپنی بتائی۔ اُس نے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے بتائی۔ سنتے ہی میرے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا۔

> ''حضرت میں آپ کا غلام اور خدمتگار ہوں جو کچھ ہے آپ ہی کی جناب سے عطا ہوا ہے۔ آپ رات یہیں آرام کریں۔ تہجد کے وقت وضو کرانے کے لیے حاضر ہو جاؤں گا۔''

رات مہمان داری کے لوازمات بجالایا۔ جب میں سو گیا تو وہ درویش اپنی جگہ پر چلا گیا۔ ابھی میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ ایک ہاتھ میں کوزہ لیے ہوئے دوسرے سے میرے پاؤں ملنے لگا۔ جب میں جاگا تو میں وضو کر کے مصلّے پر بیٹھ گیا۔ اس نے میرے پاس بیٹھ

marfat.com

کر نماز تہجد کی اجازت دی اور ترتیب سمجھائی۔ چنانچہ میں نے اس کے روبرو نماز ادا کی۔ صبح رخصت ہو کر منزل بمنزل پھر حاضر خدمت آ ہوا اور میاں جوسا کے پورے حالات عرض کیے۔

بعد ازاں پھر شفقت قلبی کے سبب مجھے فرمایا کہ بیٹا! جس رات نماز تہجد کے ادا میں دیر یا سستی ہو جائے۔ فوراً میاں جوسا ہاتھ میں کوزہ لیے ہوئے میرے پاؤں مل کر مجھے جگا دیتے ہیں اور تہجد کے لیے تیار کر دیتے ہیں۔ اُن کی روحانیت کے یمن سے میری غفلت دور ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے نماز تہجد کو توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کسی اور شغل کی وجہ سے دیر سے سوؤں تو بھی وقت مقررہ پر آنکھ کھل جاتی ہے۔

نیز میں آپ کی خدمت میں تھا کہ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! ایک روز مجھے والد بزرگوار نے فرمایا۔ اے غلام باہو! فلاں درویش کو ساتھ لے کر لسکانی والہ میں قاضی نور احمد صاحب کی خدمت میں جاؤ اور اُن سے عمل کی اجازت کے لیے التماس کرو اور غازی جھیانہ کے لیے جو لیہ کمال خاں میں قید ہے دعا کی درخواست کرو۔ پھر اپنی والدہ کے لیے ضیق النفس کا علاج پوچھنا اور اپنے نزلہ کے لیے بھی علاج پوچھنا۔ میں اُسی وقت آداب بجا لا کر سوار ہو گیا۔ منزلیں طے کرتا ہوا تقریباً ڈیڑھ پہر دن چڑھے لسکانی والہ میں پہنچا۔ دیکھا تو قاضی صاحب مسجد اور خانقاہ میں نہ تھے۔ میں نے پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ گھر تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے کہا: ہمارے آنے کی اطلاع دو۔ لوگوں نے کہا: بے فائدہ ہے۔ آپ کا معمول ہے کہ وقت مقررہ سے پہلے نہیں آتے۔ میں نے کہا۔ ہم زیارت کے شوق سے آئے ہیں اور دور سے آئے ہیں۔ اُنہوں نے کہا۔ اچھا ہم اطلاع کیے دیتے ہیں لیکن کچھ فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ تیمور شاہ بادشاہ درانی بے وقت زیارت کے لیے آیا تھا تو مقررہ وقت تک اُسے منتظر رہنا پڑا تھا اور آپ ظہر کی نماز کے وقت تشریف لائے تھے۔ تب بادشاہ نے زمین بوسی کا شرف حاصل کیا تھا۔

آخر ایک ہمسایہ عورت نے ہمارے آنے کی اطلاع کی تو آپ سنتے ہی باہر تشریف لائے اور دیر تک ہمارے ساتھ بیٹھے رہے۔ پھر میری مہمانی کے لیے حرم سرا میں تشریف

marfat.com

لے گئے۔

خدمتگار عورتیں جو اندر سے آئیں وہ کہنے لگیں کہ حضرت قاضی صاحب نے اندر جا کر اپنے عیال واطفال کو فرمایا ہے کہ آج ایک خوبصورت نوجوان فلاں شخص کا فرزند میری ملاقات کے لیے ملک چناب سے اپنے جدامجد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی خانقاہ سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے ہر آفت اور بدنظری سے محفوظ رکھے کہ اس سے پہلے ایسا خوبصورت اور پسندیدہ جوان کبھی نہیں دیکھا۔

جن لوگوں نے قاضی صاحب کا بے وقت آنا دیکھا یا سنا۔ اُنہوں نے بہت ہی تعجب کیا کہ قاضی صاحب بادشاہ کی ملاقات کے لیے بے وقت نہ نکلے اور اس شخص کے لیے اسی وقت نکل آئے اور دیر تک اس کے ساتھ بیٹھے رہے۔

جب میں دوپہر کو سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قاضی صاحب مذکور مجھے اپنے حرم سرا میں لے گئے ہیں۔ جب قاضی صاحب ظہر کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر جو ضروری باتیں تھیں پوچھیں۔ میری والدہ صاحبہ کے ضیق النفس کے لیے فرمایا کہ سرسوں کا تیل ناک میں ڈالنا اور میرے نزلے کے لیے فرمایا کہ دودھ میٹھے بغیر نہ پینا۔ خواہ گڑ ہی ملے کیونکہ میٹھا ملا ہوا دودھ انسان کے لیے اکسیر ہے۔ حکیم نے جو آپ کے کاکل پر داغ دیا ہے غلطی کی ہے کیونکہ اس سے آپ کا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ اب پرہیز کیا کریں۔ یعنی کچا گھی نہ کھایا کریں جو مرغن چیز کھائیں، اس سے پہلے اجوائن یا کوئی اور کوئی خشک چیز ضرور کھا لیا کریں اور اس کے کھانے کے دو تین گھڑی بعد پانی پیا کریں۔ مرغن کھانے کے ساتھ ہی پانی پینے کی عادت ترک کریں۔

جب میاں غازی ججیانہ کے لیے دعا کے واسطے ملتمس ہوا تو آپ نے دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے اور فرمایا اُسے کہو سوتے وقت ۲۰۰ دوسو مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرے۔ ہم نے بہتیری کوشش کی اور خود مجلس میں جا کر درود شریف سیکھا لیکن وہ درود شریف مجھے یاد نہ ہوا اور ان بزرگوں کی توجہ سے رہائی پائی۔

والدہ ماجدہ کی ناک میں سرسوں کا تیل ڈالنے سے انہیں شفا ہو گئی۔ جب میرے

marfat.com

والد بزرگوار نے قاضی صاحب سے عمل کی اجازت لینے کے بارے میں پوچھا تو میں نے عرض کیا۔ میں نے انہیں بابرکت اور صاحب کمال دیکھ کر ان سے نہ پوچھا۔ فرمایا: بیٹا! عمل بھی کمالیت کی علامت ہے۔ خواب میں مجھے قاضی صاحب کا حرم سرائے میں لے جانا عرض کیا تو فرمایا۔ بیٹا! تیری اولاد میں سے کسی کا نکاح قاضی صاحب کے خاندان میں ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ یعنی میرے فرزند میاں خدایار کی شادی اسی خاندان میں ہوئی۔

مجھے (سلطان حامد مصنف) بخوبی یاد ہے کہ میرے والد بزرگوار کی یہ عادت تھی کہ میٹھے بغیر دودھ نہیں پیتے تھے اور کسی قسم کا میٹھا نہ ملتا تو گڑ پر ہی اکتفا کرتے اور بعد میں عادت ہوگئی تھی کہ خواہ مصری۔ چینی۔ شکر وغیرہ موجود بھی ہو تو بھی گڑ ڈال کر پیتے۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ بیٹا! ایک مقبول شخص کی زبانی میں نے سنا ہے کہ دودھ میٹھا ڈال کر پیو۔ خواہ گڑ ہی ہو اور یہ مجھے فائدہ بھی دیتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ آپ کو کامل کے کہنے کا بڑا اعتقاد تھا۔ اس کے مناسب یہ بھی ہے کہ ہر موسم خریف کے شروع میں سونف کے چاول کوٹے ہوئے اور سونٹھ مدبر یعنی رات کو صاف پانی میں بھگوئی ہوئی اور گھی میں بھون کر کوٹ چھانکر دونوں کے برابر شکر سفید چینی (کھانڈ) ملا کر اس کا سفوف حاضرین کو عنایت فرمایا کرتے اور باقی کو رکھتے۔ تھوڑا تھوڑا کبھی کبھی بلاضرورت خود بھی استعمال کرتے اور باقی دوستوں اور اپنے اہل وعیال کو بھی دیتے۔ چنانچہ حصہ دار بانٹتے۔ میں نے پوچھا۔ حضرت اتنی محنت سے آپ نسخہ تیار کرتے ہیں اور آپ بخوبی استعمال نہ کر کے ہر شخص کو بلاضرورت عنایت فرماتے ہیں۔

فرمایا۔ بیٹا! یہ نسخہ مجھے حضرت نور محمد چیلا صاحب کلاں علیہ الرحمۃ نے خفقان بلغمی اور ریحی بیماریوں کے لیے تہِ دل سے عنایت فرمایا تھا کہ ہر فصل خریف کے شروع میں تیار کر رکھیں اور کھایا کریں۔ بہت ہی مفید ہے۔ سو بیٹا! میں اہل اللہ کا فرمایا ہوا بجالاتا ہوں۔

ایک دفعہ خلوت میں آپ پر رقت طاری ہوئی تو مجھے فرمایا۔ بیٹا! میں نے تین مردانِ خدا کو مجنوں کی طرح عشق خدا میں ایسا کمزور اور دبلا دیکھا ہے کہ ہڈیوں پر صرف چمڑا ہی چمڑا ہے۔ گوشت کا نام تک نہیں۔ میں نے پوچھا حضرت وہ کونسے ہیں؟ فرمایا ایک حضرت

marfat.com

قاضی نور احمد صاحب لسکانی والہ دوسرے حضرت سید سلطان اعظم شاہ دندی والہ۔ پھر آپ خاموش ہو گئے تو میں نے پھر پوچھا کہ حضرت تیسرا شخص کونسا ہے۔ آپ زار زار روئے اور دیر تک خاموش رہ کر فرمایا کہ مجھ مسکین کے والد ماجد۔ فقط۔

والسلام خیر الکلام ۔ اللھم اغفرلی ما سلف من الذنوب و اعصمنی فی مایقوت من الاجل فان الخیر کلہ بیدك و انت رؤف الرحیم بحرمة سید الابرار محمد و اھل بیتہٖ والہٖ وعترتہٖ و الصالحین صلوٰة اللّٰہ وسلامہٗ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

فصل ۳

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پاکدامنی کے بیان میں

ایک روز میں آپ کی خدمت میں تھا چونکہ آپ کو مجھ پر شفقت بدرجہ غایت تھی اس لیے خلوت میں مجھ سے یہ راز کی بات بیان فرمائی۔ کہ بیٹا! میں ایک گنہگار بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ یہ معاملہ اس واسطے ہے کہ کبیرہ گناہ مجھ سے کوئی صادر نہیں ہوا جیسا کہ آٹھویں باب کی فصل میں لکھا گیا ہے کہ جب حرم سرائے والے لونڈیوں پر ناراض ہوئے تو میرے والد بزرگوار نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان سب لونڈیوں کو رخصت کر دیا اور ان کے عوض ہمسایوں کی بیٹیوں سے کام لینا شروع کیا۔ میرے والد بزرگوار حضرت شیخ غلام باہُو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی کام کسی لڑکی کے سپرد کرتا تو اُن میں سے ایک لڑکی سب سے پہلے آگے بڑھ کر کام سرانجام دیتی اور خود اپنے ہاتھ سے وہ کام کرتی۔ مجھے اپنی سادہ دلی کے سبب اس کی علت غائی معلوم نہ ہوسکی اور دن اسی طرح گزرتے گئے۔

آخر ایک روز جب میں گھر سے باہر آ رہا تھا تو اُس نے فرصت پا کر کہا کہ صاحب جانتے ہو میں تمہیں کیا کہتی ہوں اور تم سے کیا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا۔ مجھے کیا معلوم۔

marfat.com

اُس نے جھٹ میری کلائی پکڑ لی اور کہا: کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے وہ چاہتی ہوں جو ایک نوجوان عورت نوجوان مرد سے چاہتی ہے۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے ایسا معاملہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس لیے ایک لمحہ کے لیے سوچنے لگا اور میری کلائی بدستور اُس کے ہاتھ (پنجے) میں تھی۔ بعد ازاں جب مجھے سمجھ آئی میں کلائی چھڑا کر باہر چلا گیا۔ اس بات کے فکر و اندیشہ سے میرا دل بہت کچھ کڑھا اور میں شکستہ اور پژمردہ دل ہو گیا کہ ایسا کیوں ہوا۔

میں ایک گوشے میں ہو بیٹھا اور اسی بات کا افسوس کرتا ہوا سو گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے اور میں میدانِ قیامت میں کھڑا ہوں۔ اچانک دوزخ کے ایک فرشتے نے آگ کا زنبور لا کر اس سے عین اس جگہ سے میری کلائی کو پکڑا جہاں سے اس لڑکی نے پنجہ میں پکڑی تھی۔ میری کلائی کو جو تکلیف ہوئی میں چلا اُٹھا اور گڑگڑا کر فرشتہ سے معافی مانگنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو۔ اُس نے کہا کہ جس وقت تیری کلائی لڑکی نے پکڑی تھی۔ اس وقت تجھے نفرت نہ آئی اور نہ چلایا بلکہ تجھے آرام معلوم ہوا۔ اب تجھے اس کا بدلہ مل رہا ہے تو فریاد کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں ڈرا، اور چونک پڑا تو بہ استغفار پڑھنے لگا۔

دوسرے دن جب میں خدمت میں تھا تو آپ نے اسی بارے میں ایک سرگزشت سنائی کہ بیٹا! میں تمہارے جدِ امجد کی زندگی میں جوانی کے وقت گھوڑوں کا مشغلہ لے کر ان کو فروخت کرنے کے بہانہ سے رخصت لے کر ملک داؤد پوترہ کے گاؤں خیر پور ٹانویں میں گیا۔ وہاں پہنچ کر کیکڑ اتالاب کے کنارے میر محمد خاں کے باغ میں قیام کیا۔ داؤد پوترہ خانوں اور امیروں نے جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت موسن شاہ گیلانی کے مرید تھے۔ مجھ فقیر غلام باہُو کو اپنے گھروں میں لے جا کر امیرانہ اور مرادمندانہ خدمات کیں۔ شاید مجھے نوجوان اور خوبصورت سمجھ کر اپنے دلوں میں آزمائش کے لیے یہ تدبیر کی کہ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھانے سے فارغ ہو کر عین آرام کے وقت ایک نوجوان اور شکیلہ رنڈی کو عمدہ لباس اور زیورات پہنا کر دو تین سہیلیوں سمیت پوشیدہ

marfat.com

طور پر میرے پاس بھیج دیا چونکہ میں نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر آرام کئے ہوئے تھا۔ اسباب اور گھوڑے کے پہرہ داروں نے انہیں روک کر مجھ سے عرض کیا کہ اس قسم کے لوگ زیارت کے بہانے سے آتے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

میں نے کہا۔ انہیں الگ الگ اپنی حفاظت میں صبح تک رکھو۔ خبردار غافل نہ ہونا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے ملنے نہ دینا۔ اتنا کہہ کر میں سو گیا۔ محافظوں نے انہیں الگ الگ نظر بند رکھا۔ صبح جب رنڈیوں کے وارثوں نے ان امیروں اور خانوں کو کہا کہ تمہاری بھیجی ہوئی رنڈیوں سے یہ سلوک ہوا ہے تو امیر اور خان سن کر سخت نادم ہوئے اور سفارش کر کے انہیں چھڑوایا۔

اس آزمائش کے بعد خانوں کا اعتقاد اور بھی کامل ہو گیا۔ میر محمد خان کے فرزند محمد مراد خاں اور محمد دلاور خاں بہت سے معتبروں سمیت اور خانوں کی عورتیں اور خیر پور کے بہت سے لوگ مرید ہوئے۔

والله مكون الكون والعصمة والعون/ والله يختص برحمته من يشاء والله ذو الفضل العظيم ۔(۲-۱۰۵)

جب آپ خیر پور سے لوٹ کر آئے تو مجھے فرمایا۔ بیٹا! جب میں خیر پور کے سفر سے ملتان واپس پہنچا تو شاہی منصبدار سعد اللہ بابی کے مکان پر اترا۔ ملتان کے بڑے بڑے رئیسوں نے شاید پہلے ہی ان کا یہ خیال تھا۔ ایک رنڈی کو جس کی بہن ملتان کے صوبہ دار محمد مظفر خاں کی منکوحہ تھی نہایت التماس عزت اور الفت سے تماشا کے لیے اس مکان میں بلانے کی تجویز کی اور تمام خان بھی وہاں جمع ہوئے اور ایک مجلس آراستہ کر کے مجھے بھی ہم عمر سمجھ کر وہاں بلا بھیجا۔ وہ رنڈی طوائف جب محفل میں آئی تو اپنے حسن' جوانی' لباس' کنگن اور خاندانی (کیونکہ اس کی بہن صوبہ دار ملتان کی منکوحہ تھی) کے تکبر سے ایسی بلند مزاج تھی کہ وہاں بڑے بڑے خان صاحب جاہ و حشمت طرح طرح کے لباس اور زیور سے آراستہ تھے لیکن وہ کسی ایک کی طرف بھی نہیں دیکھتی تھی۔ آسمان کی طرف دیکھتی تھی۔ خان اس کی اس حرکت سے کچھ ناراض تھے اور اس بارے میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے

marfat.com

تھے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے شکایت کرنی شروع کی کہ یہ رنڈی ہماری طرف دیکھتی بھی نہیں۔ یہ عجب قسم کی بلند مزاج واقع ہوئی ہے۔ اسی خیال میں تھے کہ اس عورت نے یکا یک میری طرف رخ کیا۔ اُس نے نیاز تواضع اور ادب کے لیے ہاتھ جوڑنے کا طریقہ میرے سامنے سے شروع کیا۔

رنڈیوں کا قاعدہ ہے کہ اہل محفل کے روبرو چکر لگا کر بیٹھتی ہیں اور پھر اُٹھ کر از سر نو چکر لگاتی ہیں۔

وہ کسی کے پاس نہ جاتی بلکہ سب سے دور عین فرش پر بیٹھتی اور پھر غرور سے گھومنے لگتی۔ ایک گھڑی بعد اس نے محفل میں گھومنا چھوڑ دیا۔ صرف میری سامنے طواف کرنے لگی اور نہایت نیاز اور تواضع سے میرے سامنے ہاتھ جوڑنے لگی۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر خانوں کی طبیعتیں اور بھی ملول ہوئیں۔ مگر چار و ناچار محفل میں رہے۔ ایک اور گھڑی گزرنے پر وہ رنڈی رونے لگی۔ اس کے ہوش گم ہو گئے اس کی جان اور دل دونوں پکڑے گئے۔ پھر میری طرف ہاتھ باندھے آئی۔ امیر یہ دیکھ کر ناراض ہوئے۔ مگر ناچار محفل میں رہے۔ ایک اور گھڑی گزرنے پر رونے لگی اور بے ہوش ہوگئی اور ہمہ تن میری طرف مائل ہوگئی اور مست اور فریفتہ ہوگئی۔

حریص امیر جنہوں نے روپیہ دے کر اسے منگایا تھا اور میں بھی انہیں کی خاطر آیا تھا جب اُسے مجھ جیسے مسافر درویش کا مسخر دیکھا تو سخت تنفر ہوئے اور مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔

جب یہ حالت ہوئی تو اس رنڈی کے وارث اُسے بے ہوش اُٹھا کر لے گئے اور صبح اُسے مجذوبانہ حالت میں میرے مکان پر لائے۔ وہ زار زار روتی تھی اور اسمائے پاک کو حیلہ وسیلہ پیش کر کے گڑگڑاتی تھی کہ مجھے اپنا ایک غلام بنالو اور اپنے ساتھ لے چلو۔

ہم مسافر سفر کے لیے تیار تھے لیکن اس کی جان لبوں پر تھی اور یہی واویلا کرتی تھی اور یہی وردِ زبان تھا کہ مجھے غلام بنا کر ساتھ لے چلو۔ بہت لوگ خاص کر خان اس عجیب واقعہ کو دیکھنے کے لیے آئے۔ اس کے وارث بھی التجا کرتے تھے کہ کسی طرح اس کی عرض

marfat.com

کو قبول کرو۔ میں نے جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو کہا کہ میں سرمنڈا فقیر ہوں۔ میرا طریقہ درویشی اور فقیری ہے۔ ممکن نہیں کہ میں اس عورت کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ ہاں اگر یہ عورت فقیرانہ طریق پر کاربند ہو کر دنیا چھوڑے اور میری طرح سرمنڈائے تو پھر میں اسے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں چونکہ وہ عورت میرے خیال میں مست تھی۔ اس نے جھٹ سارا زیور اتار میرے سامنے رکھ دیا اور نہایت خوشی سے سرمنڈانے کے لیے تیار ہو گئی۔ حاضرین اور خصوصاً اس کے وارث شور مچانے لگے اور سخت متعجب ہوئے۔

اسی اثنا میں یہ خبر نواب صاحب کے گھر میں بھی پہنچی تو خان اور دولت خانہ کے معتبر آدمی میرے پاس آئے اور اس عورت کی تسکین کے لیے سفارش کرنے لگے۔ میں اس معاملہ کی شہرت اور نامناسبتی سے بہت ملول ہوا اور سوچ میں پڑ گیا اور درویشی سے اس کے دلی عقدہ کو جو میرے خیال میں اُسے بندھ گیا تھا دعا کے ہاتھ سے کھولا چنانچہ ایک گھڑی بعد اس عورت نے واویلا کرنا اور شور مچانا بند کر دیا۔ تب بظاہر اُسے درود اور کلام کھلایا اور اس کے وارثوں کے حوالے کیا اور اپنا پاؤں اس ناپاک کیچڑ سے نکالا اور خود سوار ہو کر چل دیا۔ اس کا باقی حصہ خیر پور کے سفر کے اختتام پر لکھا جائے گا۔

فصل ۴

میرے والد و مرشد حضرت غلام باہُو قدس سرہٗ کا پاکپتن کی زیارت کیلئے جانا اور خیر پور کے سفر کے باقیماندہ حالات میں

مجھے فرمایا کہ بیٹا! جن دنوں میرا قیام کیکڑا تالاب کے کنارے میر محمد خاں کے باغ میں تھا۔ ان دنوں بہشتی موسم یعنی عاشورہ شریف کے دن آ پہنچے اور لوگ گروہ در گروہ پاکپتن کے بہشتی دروازہ میں داخل ہونے کے لیے جا رہے تھے۔ ہمیں بھی قطب الاقطاب زاہد زہدا حضرت خواجہ شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ کی فیض بشارت زیارت کا شوق دامنگیر ہوا۔ اسباب اور گھوڑے خیر پور میں چھوڑے اور ایک معمولی گھوڑے پر سوار ہو کر چند درویشوں کے ساتھ چوروں کے ڈر کے مارے قافلہ کے ساتھ ہو لئے۔

marfat.com

راستہ میں دوپہر کے وقت ایک مقام پر اُترنے کا اتفاق ہوا۔ جس کی آبادی بالکل تھوڑی۔ اس میں ایک دکان بھٹیارن کی تھی۔ میرے ساتھی روٹی پکوانے اس کے تنور پر گئے۔ وہ بھٹیارن گاہکوں کی کثرت۔ اپنی گرم بازاری جوانی اور مال میں مست میرے ساتھیوں سے بدخلقی سے پیش آئی۔ یہاں تک کہ درویش خشک آٹا اسی طرح دامن میں لے آئے اور مایوس ہوکراس کی دکان سے چلے آئے اور ساری کیفیت مجھ سے بیان کی۔ میں نے کہا۔ صبر کرنا چاہیے۔ دوپہر کو ہم بھوکے سو رہے۔ ایک گھڑی گزری ہوگی کہ وہ بھٹیارن مست۔ زیور سے آراستہ لباس پہنے دکان چھوڑ روتی ہوئی میرے مقام پر آئی۔ بھوکے اور نا اُمید درویشوں نے اُسے دیکھ کر مجھے جگایا۔ وہ عورت رو رہی تھی اور اس کا خاوند بھی فرط محبت سے رو رہا تھا۔ میں نے پوچھا کیا ہے؟ اس عورت نے گڑگڑا کر پاؤں پڑکر عرض کیا کہ مجھے برائے خدا اپنے ساتھ لے چلو۔ عمر بھر غلام رہوں گی۔ جب ایک گھڑی گزری تو ان درویشوں سے جو اس پر ناراض تھے۔ دعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے تسلی دی اور اس کی وہ حالت جاتی رہی۔ فوراً اپنے گھر جا کر چرب اور لطیف کھانا تیار کر کے نہایت خلوص وارادت سے درویشوں کے سامنے رکھا جو درویشوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور اس کے حق میں دعا کی۔ زوال کے وقت ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ منزل بمنزل چل کر زیارت شریف سے مشرف ہوئے۔

بعدازاں حضرت دیوان غلام رسول صاحب گدی نشین اور سجادہ نشین حضرت قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی مجلس میں گئے۔ میری بابت پوچھا تو میرے ہمراہیوں نے میرا حال عرض کیا کہ فلاں شخص ہے۔

دیوان صاحب کو وجع المفاصل کی بیماری تھی۔ آپ نے خدمتگاروں کو حکم دیا کہ جناب صاحبزادہ صاحب کی تعظیم کے لیے مجھے کھڑا کرو۔ چنانچہ خدمتگاروں نے آپ کی دونوں بغلیں پکڑ کر اُٹھایا۔ آپ نے نہایت تعظیم وتکریم سے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے حالات پوچھے۔ نیز آنحضرت کی تصانیف کی بابت پوچھا۔ میں نے سب کچھ ٹھیک ٹھیک عرض کر دیا۔

marfat.com

حضرت دیوان صاحب کی مجلس اور کچہری میں سینکڑوں عالم ۔ صالح اور بڑے بڑے آدمی آنحضرت کے ملازم زریں ہتھیار لگائے، نفیس لباس پہنے موجود تھے۔ اس وقت حافظ محمد جمال صاحب ملتانی جو آپ کے مرید تھے موجود تھے۔ انہوں نے بھی حضرت سلطان العارفین کی تصانیف کے نام اور احوال سنے۔ سن کر اُس نے نا ملائم بات کی۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ ہمارے حضرت صاحب کی تصانیف میں آیت اور حدیث سے ثابت شدہ باتوں کا ذکر ہے۔ اپنی طرف سے آنحضرت نے کچھ نہیں لکھا۔

پس حضرت دیوان صاحب نے فرمایا کہ بزرگوں کے حق میں ایسی باتیں زیب نہیں۔ تنبیہ کے بعد پھر مجھ سے مخاطف ہو کر فرمایا کہ حضرت سلطان العارفین کے کچھ ہندی بیت تو سناؤ۔ میں نے حسب ذیل شعر پڑھے۔

جو دِل منگے تھیوے کتھوں تھیون رہیا پریرے
دوست نہ دیوے درد داروں عشق نہ واگاں پھیرے

جو دل مانگتا ہے وہ کہاں سے میسر ہو۔ دلی مراد کا پورا ہونا بہت دور ہے۔ دوست رونے کا درد نہیں دیتا اور عشق لگام نہیں پھیرتا۔

ایس میدان محبت دے وچ ملن تا تکھیرے
میں قربان تنہاں تھیں باہُو جنہاں رکھیا قدم اگیرے

محبت کے اس میدان میں بہت سخت اور تیز تاؤ دیئے جاتے ہیں۔ باہُو! میں اُن پر قربان ہوں جو قدم آگے بڑھائے۔

حضرت دیوان صاحب یہ شعر سن کر زار زار روئے اور آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ بعد ازاں روضہ منورہ کے دروازے پر سماع کی مجلس آراستہ ہوئی۔ صوفی وجد میں آئے۔ پھر وجد کی نوبت اس صوفی پر آئی جو حضرت قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے اور اپنے جدامجد قدس سرہٗ کے ایک مرید کا مرید ہے۔

پس میرے والد بزرگوار نے فرمایا کہ بیٹا! میں بھی صوفیوں کی پیروی کرتے ہوئے اُٹھا اور اس چشتی صاحبزادہ کے وجد کی سچائی دیکھ کر نفسانی ننگ و ناموس اور خاندانی عار کو

marfat.com

بالائے طاق رکھ کر اُسے معاف کیا اور نہایت اعتقاد سے اس چشتی صاحبزادے کے پاس روضہ منورہ کے دروازے کے قریب جا پہنچا۔ جب وہ صاحبزادہ وجد میں پھر گھوما تو روضہ منورہ کے دروازے پر پہنچا اور اس نے عین وجد کے وقت ایک ہاتھ اور بازو میرے کندھے پر رکھ دیا۔ جس کے رکھتے ہی مجھ پر بھی مستی اور وجد کی حالت طاری ہوئی۔ مگر سینکڑوں حیلوں سے میں نے اپنے آپ کو مضبوط رکھ کر اپنا ہاتھ روضہ منورہ کے حلقہ پر رکھا اور دہلیز مبارک سے چمٹ گیا۔ اس حیلے سے میرا پردہ رہ گیا۔

اس کے بعد جب کبھی سماع وسرود سننے کا اتفاق ہوتا۔ میری طبیعت میں فوراً وہی مستی آجاتی ہے۔

جب خانقاہ کی زیارت اور بہشتی دروازہ میں سے گزرنے کا شرف حاصل کر کے خیر پور کے سفر سے ملتان کی راہ لوٹا تو راستہ میں مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ جب میں سفر سے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں جاؤں گا تو شرمندہ ہوں گا کیونکہ آپ نے کشف باطنی سے میرا حال دیکھ لیا ہوگا اور سینے کے نور سے میرے باطن کو تاڑ گئے ہوں گے۔ ایک یہ کہ باوجود طریقہ قادریہ عالیہ مستی کا اثر سرود وسماع کے وقت حضرات چشتیہ کی مجلس سے مجھ پر ہوا۔ دوسرا یہ کہ ملتان کی رنڈی کے دل میں میرا خیال جاگزیں ہوا اور وہ میری طرف کھنچی آئی۔ یہ کام نہایت نامناسب ظہور میں آیا۔

القصہ جب خانقاہ مقدس کے حضور پرنور خصوصاً اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی زیارت کرتے ہی وہ رنڈی والا خیال اور وہم بالکل جاتا رہا اور اس کے ناپاک اندیشے سے میرا دل بالکل صاف ہوگیا۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اے کہ تیرا دیدار ہر سوال کا جواب ہے۔ تجھ سے بغیر قیل وقال مشکل حل ہو جاتی ہے۔

جب میں آپ کی خدمت میں بیٹھا اور آنخضرت نے مجھ سے بہشتی دروازے اور

marfat.com

صوفیائے کرام کی مجلس کی بابت پوچھا تو میں نے بلا کم وکاست سب کچھ عرض کیا کہ اس چشتی صاحب زادہ نے میرے کندھے پر ہاتھ اور بازو رکھا۔ مجھ پر مستی آئی اور اس کے بعد بھی سرود و سماع کے وقت مستی کی حالت طاری ہوتی رہی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ بیٹا! اس صوفی کے ہاتھ رکھنے سے اس واسطے اثر ہوا کہ اُس کا وجد سچا تھا۔ ہم جو سلسلہ قادریہ کے درویش ہیں۔ ہمیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ جب میں نے یہ واقعات آنحضرت کی خدمت میں عرض کئے۔ اسی وقت وہ تاثیر مجھ سے جاتی رہی اور پھر کبھی ظاہر نہ ہوئی۔ اس مرشد کامل کی توجہ سے دونوں باتوں کا اندیشہ دل سے دور ہو گیا۔

مناقب

ایک ہی دن میں حضرت صاحب کا خیر پور ٹاویں (خیر پور کھرانی) سے خانقاہ مقدس میں پہنچنا

واضح رہے کہ ایک روز میرے مربی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بیٹا! ایک دفعہ موسم گرما میں میں خیر پور ٹانویں میں تھا۔ حکمت الٰہی سے مجھے خیال آیا کہ ایک ہی دن میں خانقاہ مقدس میں پہنچ جاؤں۔ اس غرض کے لیے امراء داؤد پوترہ سے جو محبّ تھے۔ مہرہ اُونٹ طلب کئے اور اپنے گھوڑے اور سامان بدستور خیر پور میں چھوڑ خانیوالہ بار کی راہ ایک ہی دن میں خانقاہ مقدس میں جا پہنچا۔ لوگوں نے مبارکباد دی اور کہا کہ اتنا عرصہ ہوا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے عہد کیا تھا کہ جب تک میرا بیٹا غلام باہُو نہیں آئے گا میں نہ کھاؤں گی نہ پیوؤں گی۔

اس کا سبب یہ تھا کہ ساہو قوم کے جیونہ نامی آدمی کو حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نے بدکاری کے سبب اپنی آبادی سے نکال دیا۔ جب حضرت ممدوح خیر پور تشریف لے گئے تو وہ شخص ایک دفعہ حضرت صاحب کے کنویں پر سے بیلوں کی جوڑی چرا لے گیا اور دوسری دفعہ آ کر کنویں پر کے دونوں مکانوں کو آگ لگا گیا۔ میرے بچے ابھی کم سن تھے۔ اس واسطے لوگوں نے اس امر کی شکایت ڈیوڑھی پر کی۔ اس لیے میری والدہ ماجدہ نے اللہ تعالیٰ سے

marfat.com

عہد کیا کہ جب تک میرا فرزند غلام باہُو نہ آئے گا۔ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ جب لوگوں نے والدہ صاحب کو میرے آنے کی خوش خبری دی کہ حضرت آپ کھانا کھائیں اور پانی پئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا کیا ہے۔ یعنی آپ کا فرزند غلام باہُو آ گیا ہے۔ ڈیوڑھی شریف سے جواب آیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ جب میرا فرزند چور کے ہاتھ باندھ کر لائے گا، اس وقت کھاؤں پیوں گی۔ اس لیے میں نے باقی رات مدد کے لیے خانقاہ مقدس میں گزاری اور گھر نہ گیا۔

صبح کے وقت جب مجھے اونگھ آئی تو میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین نے ارشاد فرمایا کہ اگر سورج نکلنے سے پہلے شامہ لک کنویں پر پہنچ جاؤ تو ہم چور کے بازو تمہیں دیں گے۔

جب صبح کی نماز ادا کی تو ڈھال تلوار لے کر پاپیادہ اس کنویں کی طرف دوڑا دوڑا گیا لیکن سورج نکلنے سے پہلے وہاں نہ پہنچ سکا کیونکہ وقت تنگ تھا۔ سورج رستہ ہی میں نکل آیا۔ جب کنویں پر جا کر پوچھا کہ کیا کوئی شخص رات کو تمہارے کنویں پر تھا؟ انہوں نے کہا کہ جیونہ سو ہو رات یہیں تھا لیکن سورج نکلتے ہی وہ دکن کی طرف رنگپورہ کھیڑا کو چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہولیا کیونکہ مجھے والدہ صاحبہ کی پیاس کا بڑا خیال تھا۔ صبح کے وقت پیچھے سے آدمی گھوڑوں پر زین ڈال مسلح ہو کر آ پہنچے۔ ہم سوار پیادہ مل ملا کر بہت ہو گئے اور سب اس جیونہ کے پیچھے ہو لئے۔ حتیٰ کہ ہم علی مست خاں کی کٹڑی میں پیر علی کمال کے پاس پہنچے اور میں نے اس چور کی پیٹھ دیکھی۔ وہ ہمارے گھوڑوں کے پاؤں کی آواز سنتے ہی ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ میں فوراً گھوڑے پر سے اُتر اُس پر جھپٹا اور اتنی مہلت نہ دی کہ مکان سے نکل سکے۔ میرے ساتھیوں نے بھی حملہ کیا۔

اس اثناء میں گاؤں والے مصیبت خیال کر کے مسلح ہو کر نکل آئے اور ہمارے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ آدمیوں نے کہا کہ یہ غلام باہُو ہے۔ چور کی تلاش میں آیا ہے آپ ڈریں نہیں۔ یہ سن کر گاؤں کے لوگ تھم گئے۔ سب سے پہلے میں ہی اس دروازے پر پہنچا اور دروازے کو بند پایا لیکن چور کو اتنی فرصت نہ ملی کہ کسی اور چیز سے دروازے کو مضبوط

marfat.com

کرے۔ صرف اپنے دونوں ہاتھوں سے دبائے ہوا کھڑا تھا۔ میں نے تلوار سونت اس پر دروازے میں سے وار کیا کیونکہ دروازہ سرکنڈوں کا بنا ہوا تھا۔ میری تلوار کی نوک اس کے کان پر لگی اور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے اُسے پکڑ کر باہر نکالا۔ اس کے زخم پر پٹی باندھ گھوڑے پر ساتھ سوار کر کے اسی وقت واپس پھرا اور خود والدہ ماجدہ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ اماں جان! میں چور کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے باندھ لایا ہوں۔

میری والدہ صاحبہ کئی دن رات سے بھوکی پیاسی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور روزہ افطار کیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے کیا ہی مقبول تھے اور اللہ تعالیٰ پر ان کا کیسا اعتقاد تھا۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

واضح ہے کہ خیرپور کے اسی سفر میں میں حاضر خدمت تھا کہ ایک رات محمد مراد خاں دواؤ پوترہ کے ڈیرہ میں ایک مکان میں بسیرا لیے ہوئے تھے۔ سوتے وقت آپ نے فرمایا کہ چراغ کی روشنی مدہم پڑتی جاتی ہے۔ ذرا بتی اکسا دو۔ ایک درویش نے دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت چراغ میں تیل نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بتی اکسا دو۔ درویش نے عرض کیا بتی بھی نہیں۔ صرف تھوڑی سی گاد ہے۔ وہ بھی چراغ کے منہ میں ہے وہی جل رہی ہے۔

آنحضرت نے فرمایا کہ اب بازار میں دکانیں بند ہیں۔ سب سوئے ہوئے ہیں اور سحر کے وقت چراغ کی روشنی بھی ضروری ہے۔ اچھا اب سو جاؤ کہ ہم روشنی میں سوتے ہیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ درویش بھی تہجد کے لیے اُٹھا کرتے تھے۔ مجھے بھی انہوں نے جگایا۔ اگرچہ میری عمر اُس وقت بہت چھوٹی تھی لیکن مجھے یاد ہے کہ جب تہجد کے لیے اُٹھے تو چراغ شمع کی طرح جل رہا تھا۔ تہجد اور وظائف بدستور ادا کیے۔ جب فجر کی اذان ہوئی تو آنحضرت نے ایک درویش کو فرمایا کہ چراغ بجھا دو اس نے بجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن بےسود۔ آخر آپ نے خود اُٹھ کر اُسے بجھایا۔ لوگوں نے جب چراغ کو دیکھا تو اس میں وہی میل شمع کی طرح جل رہا تھا۔ نہ تیل تھا نہ بتی۔

اسی مقام میں ایک روز آنحضرت کو اگلے دانتوں کے درد سے تکلیف ہوئی۔ یہاں

marfat.com

تک کہ دو وقت آپ کھانا نہ کھا سکے۔ جب سونے کا وقت آیا تو مجھے فرمایا۔ بیٹا! اگرچہ ہمارے ساری دانت نکل گئے لیکن کبھی دانت درد کی تکلیف نہ ہوئی کیونکہ مجھے ایک بزرگ نے اجازت دی تھی کہ نماز مغرب کے بعد دو ۲ نفل پڑھ کر اس کا ثواب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو بخشا کرو تو دانت درد کی تکلیف نہ ہوگی۔ میں نے اس میں کبھی ناغہ نہ کیا۔ اب کی مرتبہ جب میرے دانتوں میں درد ہوا تو ایک سفید پوش شخص صاحب نے درد کا دانت مجھے دے کر کہا کہ اب کبھی دانت درد نہ ہوگا۔ میں اُسے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھتا ہوں۔

آپ اس درجہ تارک الدنیا تھے کہ گھریلو ضرورت کے لیے ایک پیسہ تک اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تھا۔ دو سال بعد جب سفر سیر اللہ سے فارغ ہوکر آئے تو آپ کے پاس اپنے گھوڑوں کی فروخت اور فتوحات غیبی کا ہزار ہا روپیہ تھا جو سب کا سب راہ خدا میں خرچ کر کے ملتان کی راہ گھر تشریف لائے۔

پشاوری درزی پر آپ نے روانہ ہونے سے چند گھڑی پہلے مرید بنا کر توجہ فرمائی۔ وہ عالم استغراق اور سکر میں گیا۔ یہ سب کچھ آنحضرت کی توجہ کے سبب سے تھا۔

آپ میں بھید کو چھپانے کی بڑی عادت تھی۔ چنانچہ جس مرید یا طالب پر توجہ فرماتے اس کی غیر حاضری میں فرماتے۔ اس واسطے کہ اگر روبرو توجہ فرمائی، تو افشائے راز کا ڈر اور تکبر اور خود پسندی کا خوف ہے۔

مجھ مسکین پر بھی کئی دفعہ غائبانہ توجہ فرمایا کرتے تھے۔ انشاء اللہ اس بات کا مفصل ذکر اپنے حالات میں لکھوں گا۔

آپ اس درجہ تارک الدنیا اور دعدے کے سچے تھے کہ جب دوسری مرتبہ ملک جنوب کے سفر کو گئے جو دراصل محض روہڑی شریف اور رستے کے اولیاء اللہ کے مقبروں کی زیارت کے لیے اختیار کیا تھا۔ ظاہر میں آپ حافظ محمد سکندر خان افغان خوکانی یعنی خاکوانی رحمۃ اللہ علیہ کی ماتم پُرسی کے لیے اس کے بیٹوں کے پاس گئے کیونکہ وہ آپ کا قدیمی اور پکا دوست تھا۔ سہراب خاں کے خیر پور میں گئے اور ماتم پُرسی کے بعد ملک سندھ کی تمام

marfat.com

زیارتیں حیدرآباد تک از سرنو دیکھنی شروع کیں اور اس سفر میں میرے بڑے بھائی حضرت شیخ حافظ سلطان صالح محمد ادام اللہ حیاتہ، و برکاتہ، اپنے والد ماجد کے ساتھ تھے۔ وہ جب یہاں آ کر مجھ سے ملے تو بیان فرمایا کہ جب سفر مذکور سے واپس آتے وقت احمد پور داؤد پوترہ میں داخل ہوئے تو دنیاوی اسباب سے جس طرح جاتی دفعہ ہاتھ خالی تھے اسی طرح آتی دفعہ بھی خالی ہاتھ تھے کیونکہ جو نقدی یا مال اسباب ہاتھ لگتا۔ آپ ایک ہاتھ سے لیتے دوسرے سے دے دیتے۔ باقی صرف چالیس روپے نقدی ہمارے پاس تھے۔ مجھ سے جب پوچھا کہ بیٹا! تمہارے پاس کس قدر نقدی ہے تو میں نے عرض کیا کہ صرف چالیس روپے فرمایا۔ لاؤ۔ میں نے پیش کئے۔ ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ بیٹا! اتنی رقم سے وطن میں ہمارا کوئی کام نہیں چل سکے گا۔ بہتر ہے کہ ہم اس سے تجارت کریں۔ جس سے ہمیں بہت نفع ہو گا۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت اس سے کونسی تجارت ہو سکتی ہے۔ فرمایا: بیٹا! تمہیں معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۲-۲۶۱)

ترجمہ: جو راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ اُن کی مثال اس دانے کی سی ہے جس میں اُگ کر سات خوشے لگتے ہیں اور ہر خوشے میں سو دانے ہوتے ہیں۔ جسے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے کئی گنا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم اور واسع ہے۔

یہ بھی عام طور پر مشہور ہے کہ دس گنا دنیا میں اور ستر گنا آخرت میں ثواب ملتا ہے۔ یہ چالیس روپے راہِ خدا میں صرف کر کے تجارت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے برخلاف نہیں کرتا۔ وہاں احمد پور میرے جد امجد حضرت شیخ سلطان عظمت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں معتکف لوگ عین مستحق تھے۔ وہ چالیس ۴۰ روپے انہیں عطا فرمائے۔

مجھے (سلطان حامد) اچھی طرح یاد ہے کہ جب حیدرآباد جنوب کے سفر سے لوٹے

marfat.com

وقت پورے ۲ دو سال بعد ملتان میں آئے۔ میں اُس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ وہاں پر مسمی حافظ خدا بخش ککار یشم کا سوداگر جو آپ کا مرید خاص اور صاحب اعتقاد و اخلاص معزز نیکو کار ملتان کا باشندہ تھا اور جس کا ذکر انشاء اللہ مفصل لکھا جائے گا چونکہ آپ سفر سے خالی ہاتھ واپس آئے تھے، اس نے حال دریافت کر کے عرض کیا کہ حضرت جس وقت ملتان میں نواب حاجی مظفر خان علیہ الرحمۃ والغفران فوت ہو گئے اور سکھوں نے ملتان کو لوٹا۔ اُس وقت میں ننگے سر اور ننگے کندھے گھوٹہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کا طالب ہوا تھا اور آپ نے مجھے دعائے خیر سے سرافراز فرمایا تھا کہ اے خدا بخش! اللہ تعالیٰ پھر تمہیں پہلی طرح مال دار کرے گا اور حلال روزی نصیب کرے گا۔ غم نہ کر اور اپنا کام کر۔ اب آپ چونکہ عرصہ دراز کے بعد وطن واپس جا رہے ہیں اور آپ کے پاس کوئی چیز نہیں جو بوقت ضرورت کام آئے۔ میرے پاس اس وقت ایک ہزار روپیہ آپ کا حصہ موجود ہے کیونکہ جب اس بے سروسامانی کے وقت آپ نے میرے حق میں دعا کی تھی۔ اسی روز سے میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مرشد کی دعا قبول کر لی اور میں بفضلِ خدا پہلی طرح مال دار ہو گیا تو میں دسواں حصہ بنذرِ خدا اپنے مرشد کے مِلک کروں گا۔

صاحب! اب بفضلِ خدائے قادر ذوالجلال میرے پاس دس ہزار روپے کا مال ہے۔ اب میری سعادت کا عین موقع ہے کہ وہ مقررہ نذر آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ وہ لے جا کر اپنے وطن میں خرچ کریں۔

آپ نے فرمایا۔ اے حافظ! اچھا وہ چیز اپنے ساتھ لے کر میرے ہمراہ خانقاہ مقدس تک چلو کیونکہ جو کچھ تم نے نذر دینا چاہا وہ میں نے خانقاہ مقدس کی نذر کی۔

مختصر یہ کہ حافظ کو ساتھ لے خانقاہ مقدس میں مبلغات مذکورہ خانقاہ مقدس کی تعمیر پر صرف کیا۔ اور پختہ اور مضبوط بنیاد باندھی۔

حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ان کی روحانیت کی توجہ سے اور ہم دونوں بھائیوں (سلطان صالح محمد اور سلطان حامد قادری) کی کوشش سے خانقاہ مقدس کی

marfat.com

عمارت جلدی مکمل ہوگئی۔ الحمد للہ والشکر۔

بعد ازاں جامع حضوری کی مسجد منور بفضلِ خدا ہم مسکینوں کے ہاتھ سے عمدہ بنی۔ ان دونوں مقامات کی عمارت پہلے کچی اینٹوں کی اور نامکمل تھی۔

جب دوسری دفعہ زیارتوں کے ارادے سے ملک جنوب کی سیر کی اور اس سفر میں میرے بھائی حضرت حافظ شیخ سلطان صالح محمد اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے میرے بھائی فرماتے ہیں کہ جب ہم روہڑی شریف میں بال مبارک اور رستے کی زیارتوں سے فارغ ہوئے اور میر سہراب خاں کے خیر پور سے حافظ محمد اسکندر خان خوکانی المعروف خاکوانی رحمۃ اللہ علیہ کی ماتم پرسی سے فراعت ہوئی تو آپ باقی جنوبی زیارتوں کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم سیہوان شریف میں پہنچے اور حضرت سید عثمان مروندی یعنی لعل شہباز نور اللہ مرقدہٗ کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں رات گزار کر صبح آگے چلنے کی تیاری کی اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور حیدر آباد کی طرف کی زیارتوں کے لیے روانہ ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ایسے مکان میں محض ایک رات آپ رہے۔ فرمایا: بیٹا! زیادہ رہنا اچھا نہیں۔ جب مزار والے نے مجھے پہلے دن رخصت کر دیا تو پھر یہاں رہنا اچھا نہیں۔ پوچھتے وقت رخصت کے احوال بیان فرمائے۔ کہ بیٹا! حضرت لعل شہباز نے زیارت اور توجہ کے بعد مجھے فرمایا کہ تم مہمانی کے لیے آئے ہو۔ یا ہماری زیارت کے لئے۔ ہم چالیس ہزار روپیہ سے تمہاری مدد کرتے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا حضرت ہمیں آپ کا جمال کافی ہے۔ اس اثناء میں آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ جب سیہوان کے باہر شہر بینور میں آئے۔ جس کا گرد ونواح ریگستانی اور کوہستانی تھا۔ وہاں ایک کانٹے دار جھاڑیوں کا خارستان تھا۔ وہاں آپ نے گھوڑ اٹھہرا کر فرمایا: بیٹا! بینور کی اس وادی ریگستان اور خارستان میں حضرت بی بی سسی آوارہ ہوئی۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ آپ کے کلام اور توجہ سے مجھ (صالح محمد) پر رقت طاری ہوئی۔ جب میں نے ہمراہی درویشوں کو دیکھا تو وہ بھی زار زار رو رہے تھے۔ اس روز ساری منزل اور قیام کرتے وقت آپ نے بالکل بات چیت نہ کی۔ آپ کی طبع

marfat.com

مبارک اسی حالت میں رہی۔

مختصر یہ کہ جب ہم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے فارغ ہو کر حیدر آباد پہنچے تو سید سلطان شاہ معشوق اللہ پوترہ کی کوٹھری میں آ ٹھہرے۔ سید سلطان شاہ موصوف ہمارے حضرت کے ایک باصفا مرید تھے۔ مریدانہ آداب اور حسن خدمات بجا لانے کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ میر نصیر خاں والیٔ سندھ شکار کو گیا ہے۔ اس نے مجھ سے اقرار کیا تھا کہ جب آپ کے مرشد یہاں تشریف لائیں تو میری دعوت قبول کر کے میرے مکان پر ضرور تشریف لائیں۔ صاحب! آپ اُس کے آنے تک یہیں قیام فرمائیں۔ وہ آپ کا از حد مشتاق اور معتقد ہے چونکہ ملک سندھ کا والی محب باصفا اور سخی ہے۔ ہر طرح سے نذریں پیش کرے گا اور سعادت حاصل کریگا۔ حالانکہ میر صاحب سید سلطان شاہ صاحب کے مرید تھے اور سید موصوف بھی تارک الدنیا اور صاحب احوال رند مشرب تھے۔ آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ سید سلطان شاہ! ہمارا ارادہ دنیاوی مال اکٹھا کرنے کا نہیں اور نہ ہم امیروں کو تسخیر کرنے آئے ہیں۔ ہم تو محض درویشانہ سیر کے لیے آئے ہیں۔ سو سیر کر کے اپنی راہ لیں گے۔

مطلب یہ کہ رات کو تہجد کی نماز کے وقت کہ ہمارے حضرت نماز عشاء کے فریضہ کے بعد اور تہجد و وتر سے پہلے اسماء الٰہی کی دعوت میں مشغول ہوا کرتے تھے اور اس میں کسی سے ہم کلام نہیں ہوتے تھے۔ میں (صالح محمد) ہر رات آپ کے حکم سے عشاء کی نماز فریضہ کی امامت کرتا اور آپ مع درویشوں کے مقتدی بنتے اور بعد ازاں اوراد و نوافل کے شغل میں مشغول رہتے۔ میں بھی نماز جماعت کی امامت کے بعد دعوت مذکور کے پڑھنے میں مشغول ہوا۔ اسی رات میرے دل میں خیال آیا کہ اب حیدر آباد جا کر اپنی تلوار کا قبضہ سنہری کراؤں گا۔

چونکہ میں آپ کے پاس ہی بیٹھا ورد کر رہا تھا۔ مجھے یہ خیال آتے ہی آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** پڑھا اور خود بدستور ادائے دعوت میں مشغول رہے۔ ایک لمحہ بعد پھر آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر کلمہ لا

marfat.com

حول تنبیۂً پڑھا۔

چونکہ وہ خیال میرے دل میں گھر کر گیا تھا۔ آپ کی تنبیہہ سے دور نہ ہوا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے اپنی تسبیح میرے روبرو پھینک کر پھر لاحول پڑھی اور مجھے جھڑک کر فرمایا۔ صالح محمد! ہم نے تجھے اس دعوت عظیم کی اجازت کیا اس واسطے دی تھی کہ ان اسماء ربانی کے پڑھتے وقت دنیاوی بُرے خیال دل میں لاؤ۔ اس طرح کرنے سے تم دائمی نعمت کھو رہے ہو۔ کیا میں نے تجھے پہلے ہی دن نہیں کہا تھا کہ جس مراد کے لیے یہ دعوت پڑھی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پوری ہو جاتی ہے۔ جب ایسی نعمت حاصل ہو تو پھر ذات الٰہی کے نور کے سوا اور کچھ نہیں مانگنا چاہیے۔ بیٹا! جب تو نے یہ نابکار خیال کیا۔ میرے عمر بھر کے سکوت کو تُو نے توڑا۔ یہ خیال دل سے دور کر اور توبہ استغفار کر۔ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ ہی کو مانگ تو سنہری قبضے کو کیا کریگا۔ اُٹھ عشاء کی نماز فریضہ پھر ادا کریں اور دعوت اور وِرد از سر نو کریں تا کہ جو سلسلہ ٹوٹ گیا ہے اور جو فضیلت جاتی رہی ہے، شاید وہ پھر ہاتھ آئے۔

پس میں نے کلمہ تمجید پڑھا اور شرمندہ ہو کر آپ کی توجہ اور تنبیہہ سے وہ خیال دل سے دور کیا اور تکبیر کہہ کر آپ کے حکم کے موافق امامت کی اور نماز سے فارغ ہو کر اوراد میں مشغول ہوا۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ آپ کا نور منزل کیسا آگاہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے عشق میں کس طرح یگانہ اور اس کے غیر سے بیگانہ تھے۔ مقامات اور دشوار طریقوں کے طے کرنے میں آپ حق تعالیٰ کی طرف یکسو تھے اور دشوار طریقوں کے طے کرنے میں شاہ سوار تھے۔ دریائے وحدانیت کے استغراق میں مستغرق تھے۔ ظاہر میں وہ دنیا میں تھے لیکن باطن میں ہر وقت اور ہر دم اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھے۔

اگر آپ کے اوصاف بیان کروں تو الگ ایک کتاب مرتب ہوتی ہے۔ یہاں پر صرف مختصر طور پر ذکر کرتا ہوں۔ **ان اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری** ۔ بیشک میرے دوست میری قبا تلے ہیں۔ میرا غیر انہیں نہیں پہچان سکتا۔

marfat.com

جب دوسری مرتبہ حیدر آباد مذکور کے سیر و سفر سے لوٹے۔ اُس وقت میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب کے ساتھ آپ فتح پور جوئیہ میں مہتہ ہوونا ںمل کے مکان پر تشریف لائے اور مہتہ ہوونا ںمل مذکور نے ضیافت کے لیے ایک بھیڑ یا بکری ذبح کرائی۔ آپ نے فرمایا کہ کل کے لیے بھی اسی گوشت سے رکھنا چاہیے۔ دوسرے دن مہتہ مذکور کے کارکنوں نے ایک اور بکری گوشت کے لیے مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ کل کا گوشت وافر تھا۔ ہم نے تمہیں کل ہی کہہ دیا تھا کہ کل کے لیے کافی ہے۔ انہوں نے کہا۔ حضرت آدمی زیادہ تھے خرچ ہو گیا۔ فرمایا: نہیں نہیں۔ دوسری بکری کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے پھر زور سے فرمایا۔ گوشت ابھی پڑا ہے۔ ایک شخص انکار پر پکا ہو گیا کہنے لگا کہ حضرت کل کا گوشت کہاں باقی ہے۔ کوئی نہیں۔

شاید اس شخص کا نام قادر بخش تھا۔ گو آپ کی یہ عادت نہ تھی لیکن چونکہ میزبان کا نقصان تھا۔ اس کا مال مفت میں کھاتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں فلاں آؤ اور فقیر رمضان کے ساتھ اس گھر میں جاؤ جو دکھائی دیتا ہے۔ اس کے اندر مٹی کا کچا برتن ہے۔ یعنی سکاری ہے اور اس کے اُوپر مٹی کا سرپوش ہے۔ اس سرپوش کو اٹھاؤ۔ اس میں دو بازو اور ایک کان کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ وہ قادر بخش کے مکان سے کھینچ کر لاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بجنسہٖ گوشت لے آئے اور لنگر شریف کے باورچی خانہ میں استعمال کیا۔

میرے بھائی حضرت شیخ سلطان حافظ صالح محمد فرماتے ہیں جو اس سفر میں اپنے والد ماجد حضرت غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے کہ جب ہم مہتہ مذکور کے مکان سے ملتان کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں دوپہر کے وقت ایک گاؤں کے قریب پہنچے۔ دور سے ہمیں پیپل کا ایک درخت دکھائی دیا۔ ہم نے کہا کہ گرمی کا وقت ہو گیا ہے۔ اس سایہ دار درخت کی طرف چلنا چاہیے۔ سارے اسی طرف چلنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ بیٹا! پہلے کسی سوار کو بھیج کر معلوم کر لینا چاہیے کہ یہ درخت کسی کنویں کی منڈیر پر تو نہیں۔ یا اس کے نیچے چوپایوں کا مکان تو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو شاید وہاں اُترنے کے لیے جگہ نہ ہو۔ تحقیق کیے بغیر اس قدر فاصلہ بے فائدہ طے کرنا اچھا نہیں۔

marfat.com

ہم نے ایک سوار کو بھیجا جس نے آ کر کہا کہ وہ درخت کنویں کی منڈیر پر ہے اور اس کے تلے ریوڑ کا باڑہ (احاطہ) ہے۔ پھر ہم نے گاؤں کا رخ کیا اور سایہ میں جا کر اُترے۔ جب اسی مقام سے آدھی رات کے وقت تیاری کی اور وادی کی راہ ملتان جا رہے تھے، رات کی تاریکی کے سبب ہم رستہ بھول گئے۔ ہم ستاروں کی راہنمائی سے کام لے رہے تھے۔ میں سوار ہو کر آگے آگے جا رہا تھا۔ ناگاہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ بیٹا! ٹھہر جاؤ۔ کوئی ہوشیار پیادہ تمہارے آگے ہونا چاہیے۔ سوار کے لیے ضروری ہے کہ اندھیرے میں پیادے کو اپنے آگے رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ گھوڑا کسی گڑھے یا کنویں میں گر پڑے۔ آپ نے پیادہ کو فرمایا کہ عصا لے کر ہوشیاری سے آگے آگے چلے۔ پیادہ ابھی چند قدم گیا تھا کہ اس نے کہا ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ۔ آگے کنواں ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ ہمیں کیا ڈر ہے کیونکہ ہمارے حضرت صاحب واقف ہیں۔ مصرعہ

چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتیاں

اس شخص کو سمندر کی لہروں کا کیا ڈر ہے جس کا ملاح نوح (علیہ السلام) ہوں۔

کلہ خاں پنی میاں خیل بوندہ جو حضرت صاحب کا مرید تھا۔ ایک روز مجھے کہنے لگا کہ صاحبزادے سلطان حامد! میں تمہیں کرامت کی حکایت سناؤں۔ وہ یہ کہ میرا بیٹا نام دار بخارا شریف میں تجارت کے لیے گیا اور وہاں سے اُس نے ریشم لادا اور دریائے ہاموں کی راہ واپس آ رہا تھا کہ گھوڑوں کے کمند جو کشتی کو کھینچ رہے تھے دریا کی طغیانی کے سبب گھوڑوں کی گردنوں سے ٹوٹ گئے اور کشتی تھپیڑوں میں آ ئی۔ جہاں ڈوبنے کا خطرہ تھا۔ ملاحوں کا سہارا صرف گھوڑوں پر تھا۔ جب یہ بھی نہ رہا تو انہوں نے مرنے کی ٹھان لی۔ میرے بیٹے کو کہنے لگے کہ اگر تیرا کوئی مرشد یا وسیلہ ہے تو اس سے مدد طلب کر اور رونے لگے۔ وہ دل میں متوجہ ہوا اور اپنے مرشد حضرت شیخ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ سے مدد مانگی اور چلایا کہ اے مرشد! امداد کا وقت ہے کیونکہ اب مال بھی جاتا ہے اور جان بھی اور خاندان بھی مفلس ہوا چاہتا ہے کیونکہ مال صرف یہی تھا، جو میرے پاس ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے صاحب باطن سے مدد پہنچی کہ وہ کشتی فی الفور موجوں کے

marfat.com

تھپیڑوں سے نکل آئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اہل اللہ کی دعا سے ساحل امن پر آ گئی۔

جب ہم ساحل پر پہنچے تو دیکھا کہ کشتی کھینچنے والے گھوڑے نیچے کی طرف دریا کے کنارے کھڑے ہیں اور ہماری کشتی بفضلِ خدا اوپر کی جانب ساحل پر پہنچی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اپنے باکمال مرشد کی کرامت کا اظہار ہوا۔

کلہ خاں نے کہا کہ اے صاحبزادہ سلطان حامد! میں بار ہا ریشم کی سوداگری کے لیے خراسان جاتا اور وہاں سے ملتان آتا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب ملتان میں نم والی مسجد کے اندر نوافل سے فارغ ہو کر وِرد میں مشغول تھے۔ وظیفہ کی حالت میں آپ دنیاوی کلام نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ نے خاموشی کا روزہ توڑ کر مجھے فرمایا کہ اے کلہ خاں، تیرا بیٹا نامدار خاں جب بخارا شریف سے آیا تھا تو اُس نے تجھے کچھ اطلاع دی تھی۔ صاحبزادے۔ جب نامدار بخارا سے آیا تھا تو اس نے سارا حال مجھ سے بیان کیا تھا لیکن چونکہ معاملہ بخریت گذرا اس لیے مجھے یاد نہ رہا اور آنحضرت کی خدمت میں عرض نہ کیا۔ مجھے ایسا فراموش ہوا کہ آنحضرت کے بار بار کے اشارے سے بھی مجھے یاد نہ آیا۔ پھر آنحضرت نے خود ہی زبان مبارک سے فرمایا کہ اے کلہ خاں تیرا بیٹا نامدار خاں دریائے ہاموں کے سخت طوفان میں پھنس گیا تھا۔ کشتی موجوں کے تھپیڑوں میں آ گئی اور گھوڑوں کی گردنوں کے کمند ٹوٹ گئے اور کشتی سخت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ کیا نامدار خاں نے تجھے اس بات کی اطلاع نہیں دی تھی۔ میں نے کہا۔ نامدار خاں نے تو ترکستان سے آتے ہی مجھے اطلاع دی تھی۔ مگر میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا بھول گیا۔

پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اے کلہ خان! بلا آئی تھی جو مال و جان دونوں کو برباد کر دیتی لیکن بفضلِ خدا ٹل گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پناہ دی۔ اتنا فرما کر پھر وِرد میں مشغول ہو گئے۔

آصف وقت اند درویشاں کر خورشید از خدا

دم زدن پیش سلیمان تخت بلقیس از سبا

درویش آصفِ وقت ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تخت بلقیس کو سبا سے سلیمان (علیہ

marfat.com

السلام) کے پاس ایک لحظہ میں لے آتے ہیں۔

شرف الدین ولد محمد زاہد قوم گھسورہ آنحضرت کا مرید اپنے وطن سے جدا ہو کر ملک داؤد پوترہ میں محنت مزدوری پر گذران کرتا تھا۔ اس کی عورت بھی اس کے ساتھ تھی۔ روز مزدوری کر کے گذارہ کرتا اور زندگی کے دن کاٹتا تھا۔ اُس نے جب سنا کہ آنحضرت داؤد پوترہ کے دارالخلافہ احمد پور میں اپنے چچا بزرگوار حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کے مکان پر ہیں تو حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت نے خستہ حالی اور پریشانی دیکھ کر پوچھا: او شرف الدین! تم یہاں کہاں؟ کیا حالت ہے؟ عرض کیا: حضرت! ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ میں خستہ حالی اور پریشانی میں وطن سے جدا ہوا۔ اب اس ملک میں آوارہ ہوں اور محنت مزدوری سے گزارا کرتا ہوں۔

ایک گھڑی آپ نے سوچ کر ایک خادم کو پوچھا کہ لنگر میں کوئی چیز ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ حضرت صرف ایک محمودی روپیہ سنہ ۳۰ کا میرے پاس ہے۔ فرمایا: لاؤ۔ شرف الدین خود راوی ہے۔ مجھے (سلطان حامد) اس نے کہا کہ روپیہ مذکور مجھے عطا فرمایا۔ وہ میں نے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ حضرت اسے کیا کروں۔ فرمایا: غم نہ کرو۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ تمہیں وزیر خان صاحب صادق محمد خاں والئ بہاولپور سے پروانہ دلاؤں کیونکہ دریا کے گھاٹ سے پروانہ بغیر نہیں گزرنے دیتے۔ تم توکل بخدا اپنے وطن ملک چناب میں رنگپور کھیڑا میں جاؤ کیونکہ اب سکھوں نے پٹھانوں سے ملتان کا علاقہ لے لیا ہے۔ اگرچہ ملک خراب اور ویران ہو گیا ہے لیکن اب ملک کو آباد کرنا چاہتے ہیں۔ تم بھی اپنے گاؤں بھلی میں جا کر ٹھہرو اور حکام سے ملو۔ انشاء اللہ ضرور وطن میں تمہاری جمعیت ہو جائے گی۔

میں نے عرض کیا۔ حضرت ملک سارا ویران ہو چکا ہے اور میں اکیلا ہوں۔ میرا ساتھی نہیں۔ مجھ اکیلے بے سروسامان سے کیونکر آباد ہو سکتا ہے جو گاؤں سالہا سال سے ویران پڑا ہے۔ اگر اسے آباد کریں گے تو قحط اور چوروں کا ڈر ضرور ہو گا۔

آنحضرت نے فرمایا۔ اندیشہ نہ کر اللہ تعالیٰ تمہیں جمعیت عنایت فرمائے گا۔ شرف

marfat.com

الدین نے کہا کہ صاحب زادہ سلطان حامد! مجھے آنحضرت کے فرمانے پر یقین آ گیا اور میں وطن جانے پر آمادہ ہو گیا۔ پروانہ ہاتھ میں لے کر گھاٹ پر پہنچا، بغیر پروانہ کے گزرنا ناممکن تھا کیونکہ ملتان پر سکھوں کا غلبہ تھا۔ کسی نے مجھ سے پروانہ نہ پوچھا۔ میں نے اپنی عورت کو ایک بچھڑے سمیت بٹھایا اور اپنے لڑکے احمد دین کو جو ابھی شیر خوار تھا کندھوں پر بٹھا دریا سے گذرا اور ہم اس طرح ایک گاؤں میں پہنچے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اس روپے کے سوا میرے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ یہ روپیہ بنئے کے پاس لے جا کر کھانے کے لیے کچھ خریدتا ہوں۔ اسی خیال میں تھا کہ چاروں طرف سے لوگ آ گئے۔ انہوں نے میری ایسی تعظیم کی جیسی مرید اپنے پیر کی کرتے ہیں۔ صبح پھر ہم نے اپنی راہ لی۔ جہاں ہم اترتے اسی طرح لوگ مسخر ہو جاتے کہ کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی۔

صاجبزادے سلطان حامد! وہ روپیہ محمودی ۳۰ کا جو مجھے آنحضرت نے عطا فرمایا تھا۔ اس کے خرچنے کی ضرورت نہ پڑی۔ وہ اب بھی میرے پاس موجود ہے اور میں نے اُسے تبرکاً گھر میں رکھا ہوا ہے۔

مختصر یہ کہ رنگپورہ کے گردونواح میں آ کر موضع بھلی میں ایک درخت کے نیچے بسیرا کیا اور اپنے بیوی بچوں کو وہاں بٹھا کر رنگپور میں گیا۔ وہاں کے چوہدری ہوت خاں کھیڑا نے جو وہاں کا رئیس اعظم تھا مجھے خستہ حال دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجھے بغل میں لیا اور پوچھا کہ شرف الدین! تو کہاں رہا اور کب آیا اور کہاں ہے؟

میں نے کہا۔ اپنا بال بچہ موضع بھلی میں ایک درخت کے تلے چھوڑ آیا ہوں اور آپ کی ملاقات کے لیے آیا ہوں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اُٹھا اور کہنے لگا کہ چل حاکم وقت سے تیری ملاقات کرالاؤں۔ وہ مجھے دارالخلافہ میں لے گیا اور حاکم سے عرض کی کہ یہ میاں شرف الدین نہایت شریف اور خاندانی آدمی ہے۔ پہلے یہ موضع بھلن کا مالک تھا۔ آپ کا احسان سن کر اُسے آباد کرنے کے ارادے سے وطن آیا ہے۔ ان کنوؤں اور زمینوں کا پٹہ اس کے نام کیا جائے تا کہ آباد کرے تو عین نوازش ہو گی۔

حاکم نے اسی وقت اس گاؤں کا احسانی پٹہ لکھ دیا۔ میں اُٹھ کر اپنے مکان میں آیا تو

marfat.com

چودھری صاحب موصوف نے اپنے اہل کاروں کو کہا کہ جب میاں شرف الدین کسی کام کے لیے آئے تو اسی وقت اس کا کام سرانجام کرنا ہوگا تا کہ اس کا ویران مکان آباد ہو جائے۔

وہاں سے رخصت ہو کر بازار میں سے آ رہا تھا کہ ہندو ساہوکار مہتہ نانگامل چوکھرہ بازار میں اپنی دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دور سے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھنے لگا۔ خیریت سے آئے ہو؟ میں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ شرف الدین! یہ مال اور دکان تمہارا ہی ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ اپنا مال سمجھ کر استعمال کرو تا کہ گاؤں جلد آباد ہو جائے۔

اے صاحبزادہ سلطان حامد! ایک بیل میرے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ایک اور لے کر بیلوں کی جوڑی بنا کر ایک کنویں کو درست کر کے بھادوں میں چنا بویا۔ وہ اسقدر ہوا کہ بیل کی قیمت بھی ادا کی۔ بال بچے کا چھ مہینے کا خرچ بھی رکھ لیا اور گیہوں کا بیج بھی خرید لیا۔ پھر بیلوں کی ایک اور جوڑی خرید کر دو جوڑی سے گیہوں بوئے۔ اس فصل سے میں بے پروا ہو گیا۔ یعنی دو تین کنویں بھی آباد کئے اور دوسری فصل میں غنی ہو گیا۔ غلہ مویشی اور نقدی کی کوئی کمی نہ رہی۔

مطلب یہ کہ آنحضرت کی ایک ہی توجہ اور دعا سے میاں شرف الدین اپنے زمانے کا ایک دولتمند ہو گیا۔ اس کا لنگر جاری ہو گیا۔ جس میں سے سینکڑوں سائل، مسکین اور مسافر کھانا کھاتے اور ایک مسجد میں عالم اور حافظ اہل سنت والجماعت تھے۔ پانچوں وقت نماز باجماعت ادا ہوتی۔ لڑکے قرآن شریف پڑھتے۔ جمعیت ایسی کہ شرف الدین پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرتا اور جن نوافل واوراد کی اپنے مرشد سے اجازت تھی اور کلام اللہ کی تلاوت میں کبھی ناغہ نہ کرتا۔

گرد ونواح کے نامی گرامی آدمی اس سے قرض لیتے تھے۔ خود وہ صاحب شرع۔ صاحب قناعت۔ سادہ۔ علماء شکل درویشوں کی طرح رہتا تھا۔ دانائی۔ تدبیر اور یکتائے زمانہ اور بے نظیر تھا۔

marfat.com

جب تک وہ زندہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے عزت وحرمت اور جمعیت سے رکھا یہ تمام فیض آنحضرت کی اس توجہ کے سبب تھا جو پہلے دن آپ نے اس پر کی۔

ایک روز آنحضرت اس کے مکان پر گئے تو دیکھا کہ اُسے کسی چیز کی پروانہیں۔ موسم گرما سرما میں دن یا رات کو کھیتی باڑی دیکھنے جاتا یا کبھی کبھی دارالخلافہ رنگپور میں جانے کا اتفاق ہوتا تو نہایت سادگی سے درویشوں کی طرح پیدل جاتا۔

آنحضرت نے فرمایا کہ شرف الدین! کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک چھوٹا سا گھوڑا خرید لو۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت مالک ہیں۔ جس طرح آپ کی رضامندی اور حکم۔ ایک درویش کے پاس ایک نہایت اصیل۔ خوبصورت۔ خوش رفتار۔ چھوٹا سا گھوڑا تھا۔ وہ آپ نے شرف الدین کو بخشا کہ شرف الدین! اب یہی گھوڑا کافی ہے۔ اگر تم بڑے گھوڑے کی تکلیف سے ڈرتے ہو تو چھوٹا خرید لیا کرو۔ یہ تو تکلیف نہیں دیتا۔ جب تک وہ گھوڑا زندہ رہا، شرف الدین اسی پر سوار ہوتا رہا۔ جب وہ گھوڑا مر گیا، تو بیحد کوشش کی کہ بڑا گھوڑا ہاتھ آئے لیکن نہ آیا۔ آخر ایک چھوٹا گھوڑا خریدا۔

ایک روز میں نے کہا۔ میاں شرف الدین! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے۔ کسی چیز کی پروانہیں۔ ایک اچھا گھوڑا کیوں نہیں خریدتے۔ مجھے (سلطان حامد) سارا ماجرا سنا کر کہا کہ صاحبزادہ صاحب! حضرت صاحب نے پہلے مجھے چھوٹا گھوڑا عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر بڑے گھوڑے کی تکلیف سے ڈرتے ہو تو چھوٹا ہی تمہاری کاروائی کے لیے کافی ہے۔ اس میں تکلیف بھی کم ہو گی۔ میں بڑے گھوڑے کی بہت کوشش کرتا ہوں۔ ہاتھ نہیں آتا۔ مجھے گھوڑیوں اور ٹٹوؤں میں برکت ہے۔ فقط۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت کے ہر قول وفعل میں خاص حکمت اور برکت تھی جو کچھ زبان فیض بیان سے فرماتے تھے، اس میں دائمی تاثیر ہوتی تھی۔

آپ ایسے صاحب آگاہ وہمت تھے کہ شرف الدین مذکور کو کسی وجہ سے ساہی (قوم کا نام ہے) لوگ مار ڈالنے پر آمادہ ہوئے۔ وہ لوگ قزاق اور راہزن تھے۔ آدھی رات کے قریب بھلی مذکور میں شرف الدین پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت آں حضرت احمد پور

marfat.com

سیال میں تھے اور اپنے معمول کے موافق آدھی رات کے وقت وظیفہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہاتھ مبارک نکال کر زور سے پکارا۔ ''ہاں۔ ہاں! الامان۔ الامان'' جب تہجد اور اوراد سے فارغ ہوئے تو درویشوں نے پوچھا کہ آج رات اوراد کے وقت آپ کی زبان مبارک سے ''الامان۔ الامان!'' کیوں نکلا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ایک سخت مصیبت آئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ پوچھا۔ وہ کیا بلا تھی۔ فرمایا: شرف الدین گھسورہ اکیلا حویلی میں سویا ہوا تھا۔ ساہیوں نے اس پر حملہ کیا اور اُسے قتل کرنے کے لیے اُس پر تلواریں سونت کر وار کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے فضل وکرم سے بچا لیا۔

جب درویش شرف الدین کے پاس گئے اور اُس سے پوچھا تو اُس نے کہا۔ میں اپنے حویلی میں سویا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے خود بخود میری آنکھ کھل گئی چونکہ رات چاندنی تھی دیکھا کہ چند ساہی میرے دشمن حویلی کی دیوار سے کُود آئے ہیں اور ان میں سے دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر تلواریں سونتی ہوئی ہیں۔ اچانک غیب سے خود بخود شکست کھا کر پھر دیوار پر سے کُود گئے۔ درویشوں نے تاریخ ملائی، تو ٹھیک وہی تھی۔ جس دن آپ نے ''الامان۔ الامان'' پکارا تھا۔

ایک قاصد شرف الدین گھسورہ کا عریضہ آنحضرت کی خدمت میں لایا۔ جس میں لکھا تھا کہ گیہوں کی فصل اولا سے برباد ہوگئی۔ میں نے عریضہ پڑھ کر سنایا تو آنحضرت نے افسوس تک نہ کیا۔ بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ میں بھی موقع نہ پا کر خاموش رہا۔

پھر جب آپ کی طبیعت ہشاش بشاش تھی تو میں نے عرض کیا: ابا جان! شرف الدین کی فصل گندم کے نقصان ہونے کا افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی بے نیاز ہے۔ اس کا غلہ تو ہمیشہ مسکینوں، مسافروں اور سائلوں پر صرف ہوا کرتا تھا اور وہ خود بھی نیک اور پابند شریعت ہے۔ نہیں معلوم کس قصور کے بدلی اُسے یہ سزا ملی۔

آنحضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ دو تین مرتبہ جب میں نے تحریک کی تو فرمایا: بیٹا! شرف الدین بے وقوف تھا۔ جن اعمال کا تو نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے کوئی عمل بھی وسیلہ نہ ہوا۔

کہ میرے واپس آنے میں تین چار دن باقی ہیں۔

میں نے عرض کیا حضرت! ان کا روپیہ خرچ ہو چکا ہے اور گھوڑا ایک بھی موجود نہیں اور وہ واپسی کے لیے تیار ہے۔ فرمایا: بیٹا! جب اللہ تعالیٰ شفا بخشے گا، تو گھوڑوں کے لیے میں خود گردونواح میں جاؤں گا۔

چونکہ مجھے ظاہر بینی کے سبب حوصلہ نہ تھا۔ اس لیے پھر میں نے عرض کیا کہ اگر حضور توجہ سے ہمیں کسی کام کے لیے بھیجیں تو انشاء اللہ کام سرانجام ہو جائے گا۔ اگر اس معاملہ میں بھی اجازت ہو تو ہم گھوڑوں کی جستجو کے لیے جائیں۔ کیونکہ اب بہت تھوڑے دن باقی ہیں۔ فرمایا: بیٹا! ابھی تمہاری شناخت ہماری شناخت کی سی نہیں۔ یہ دوستی کا معاملہ بہت نازک ہے۔ جب میری آنکھوں کو شفا ہوگی، میں خود جاؤں گا۔

چونکہ میرا دل روپیہ کی ناموجودگی۔ گھوڑوں کی عدم موجودگی اور تنگی میعاد سے تنگ تھا۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! اب کہ دفعہ پردہ نہیں رہے گا۔ کیونکہ صرف تین چار دن باقی ہیں۔ فرمایا: بیٹا! ایک بڑا بھاری نقص ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ تمہیں اپنے پروردگار پر یہ یقین ہے کہ شائد اب دو تین چار دن باقی ہیں کام ہو سکے یا نہ۔ اگر تین چار گھڑی باقی ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ ہمارا پردہ رکھے گا۔ جاؤ خاطر جمع رکھو۔ آرام کرو۔

وہ عشا کا وقت تھا۔ آپ نے آنکھوں پر پٹی باندھی۔ میں آپ کے حکم کے مطابق اپنی آرام گاہ میں جا کر سو رہا۔

جب صبح اُٹھا تو دیکھا۔ آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے آنکھوں پر سے پٹی کھولی ہے۔ میں نے پوچھا: کیا حال ہے؟ فرمایا: بیٹا! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے شفا بخشی ہے۔ فقیر رمضان کو کہو کہ میری سواری کے گھوڑے پر زین ڈال کر لائے اور تم میں سے ایک بھائی بھی میرے ساتھ تیار ہو جائے۔ تاکہ آج چناب پار جائیں۔ وہاں گھوڑوں کا مقام ہے۔

میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب تیار ہوئے۔ فجر کی نماز کے بعد گھوڑے لائے

marfat.com

گئے اور مجھے فرمایا کہ سلطان حامد! اگر ایک محمودی روپیہ ہو تو بہتر ہے۔ تاکہ بطور پیشگی دیا جائے۔ تلاش کے بعد میں نے عرض کیا کہ روپیہ تو نہیں۔ فرمایا: اچھا۔ پھر سوار ہو گئے۔ جب کشتی پر سوار ہوئے تو کشتی میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر محمودی روپیہ نذر کیا۔ آپ نے فقیر رمضان کے سپرد کیا اور بخیر و عافیت پار ہوئے۔

دریا کے کنارے، بہت سے گاؤں میں تلاش کی لیکن کوئی گھوڑا نہ ملا۔ اتنے میں گرمی زیادہ ہو گئی۔ آپ نے گھوڑے کی باگ مشرق کی طرف پھیری۔ میں (محمد صالح) آپ کے پیچھے پیچھے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا: حضرت کہاں جا رہے ہیں۔ آگے نہ کوئی آبادی ہے۔ نہ واقفیت۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے پوچھا: پھر بھی جواب نہ دیا۔

ظاہر بینی سے مجھے خیال آیا شائد آپ اس وقت مستی اور سُکر میں ہیں۔ میں نے مقابل ہو کر آپ کے گھوڑے کی باگ تھام لی اور پوچھا: ابا جان! کہاں جا رہے ہیں؟ کہ اس طرف نہ کوئی آبادی ہے نہ واقفیت۔ آپ کے چہرہ مبارک پر قدرے ملال کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا: صالح! تم حد سے گزر گئے ہو۔ اگر تمہیں کہوں تو اسی وقت میرا ساتھ چھوڑ کر چلے جاؤ۔ بیٹا! مجھے آواز دیتے ہیں کہ موضع نوخانہ میں جا کر کا گھوڑا لو۔

میں نے عرض کیا: ابا جان! ہم نے تو نوخانہ کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کہاں ہے؟ فرمایا: آؤ۔ اسی طرف ہوگا۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ دور سے ایک پراچہ سوداگر گدھے پر سوار آ رہا تھا۔ وہ واقف تھا۔ اُس نے آ کر قدم بوسی کی۔ آپ نے اس سے پوچھا: نور محمد کہاں سے آ رہے ہو؟ عرض کیا نوخانہ سے۔ پوچھا کتنی دور ہے عرض کیا تھوڑے میل۔ پوچھا: وہاں کسی کے پاس گھوڑا بھی ہے۔ دیکھا یا سنا ہو۔ عرض کیا صلابت کے پاس کا گھوڑا ہے۔ آپ سن کر خوش ہوئے۔

جب ہم نوخانہ میں پہنچے تو گرمی کا وقت تھا۔ زمیندار کو خبر ہوئی تو حاضر خدمت ہوا اور میزبانی کی۔

آپ نے پوچھا: مہر صلابت! کیا تمہارے پاس کوئی گھوڑا بھی ہے۔ عرض کیا، ہے۔ فرمایا: لاؤ۔ وہ لایا۔ آپ نے قیمت پوچھی۔ تو عرض کیا: جناب کا اختیار ہے۔ جو جناب کی

marfat.com

مرضی ہو۔

جو کچھ آپ نے فرمایا: اُس نے قبول کیا۔ وہی کشتی والا روپیہ بطور پیشگی دیا اور گھوڑے کی قیمت کا وعدہ کیا۔ رات راستے میں رہے۔ صبح گھر پہنچے۔ مجھے فرمایا: اے سلطان حامد! یہ گھوڑا جو ہم لائے ہیں کس قیمت کا ہوگا۔ میں نے اپنے علم کے مطابق قیمت عرض کی تو مسکرا کر فرمایا: بالکل درست ہے۔

پھر صبح مغرب کی طرف میرے بھائی صالح محمد کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ اس طرف سے ایک عمدہ کمیت گھوڑا لائے۔

جب تکیہ میں آ کر بیٹھے تو گھوڑوں کی باتیں شروع ہوئیں کہ فلاں جگہ گھوڑے ہیں آپ نے فرمایا کہ محمد خاں بلوچ کے پاس کوکارہ میں ایک سبز گھوڑا نہایت عمدہ ہے۔ جب ہم اتفاقاً ایک دفعہ اُدھر جا نکلے تو مجھے وہ دکھایا اور کہا کہ اس کی قیمت سو سے زیادہ ملتی ہے لیکن میں دو سو سے کم نہیں لوں گا۔ میں نے اس کی تسلی کے لیے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اگر تمہیں دلا دے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ واقعی تمہارا گھوڑا اچھا ہے۔ مگر اے سلطان حامد! میرا خیال ہے کہ وہ ستر اسی روپے سے زیادہ کا نہیں۔ گو مالک کا خیال زیادہ کا ہے۔ گھوڑوں کی باتیں ہو رہی تھیں کہ فلاں مقام پر فلاں رنگ کا گھوڑا فلاں شخص کے پاس ہے لیکن آپ کسی طرف کو بھی نہ گئے اور میعاد میں کوئی وقت باقی نہ رہا۔

صبح محمد خاں مذکور کی طرف سے قاصد آیا کہ حضرت اپنا معتبر آدمی دیں۔ تاکہ سبزہ گھوڑا ہم سے لے آئے۔ اسی وقت ایک ہُشیار درویش کو اس قاصد کے ساتھ گھوڑا لانے کے لیے بھیجا اور مجھے بھی ساتھ روانہ کیا اور مجھے فرمایا: بیٹا! اگر محمد خاں تم سے قیمت کے بارے میں کچھ کہے تو میرے خیال میں ستر اسی روپے سے زیادہ کا نہیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو گھوڑا کھول کر ہمارے درویش کے ہاتھ دیا۔ قیمت کی بابت میں نے کہا تو کچھ نہ کہا۔ صرف اتنا کہا۔ جو آپ کی مرضی۔ میں نے ستر روپے بتائے تو نہایت خوش دلی سے قبول کیے۔ گھوڑے کی باگ ہاتھ میں پکڑ کر لے آئے۔ اس وقت آپ نے ملتان کی تیاری کی اور بھائی صالح محمد ساتھ روانہ فرمایا: گھوڑوں کے اکٹھا کرنے میں آپ نے ذرا انتظار نہ کیا۔

marfat.com

بعدازاں ایسا ظہور میں آیا کہ جس گھوڑے کو آپ یاد کرتے۔ اس کا مالک خود بخود لے کر حاضر خدمت ہو جاتا اور مجھے آپ قیمت کے لیے ارشاد فرمادیتے تو میں قیمت مقرر کر دیتا۔

جتنے گھوڑے حافظ حکومت خاں نے کہلا بھیجے تھے۔ ان سے بہت زیادہ گھوڑے جمع ہو گئے اور آپ ابھی اور گھوڑے خرید فرما رہے تھے۔ میں اس خیال سے کہ آپ بہت گھوڑے بخشنا چاہتے ہیں اور خواہ مخواہ قرض زیادہ ہو جائے گا۔ جو گھوڑا آتا اس کی قیمت اس کی مالیت سے بھی کم بتاتا۔ جسے اس کے مالک برضا و خوش دلی لے کر چلے جاتے۔ کیونکہ مالکوں کے دل آنحضرت کے تصرف میں تھے۔

جب آپ گھوڑوں کی قیمت کی بابت پوچھتے اور عرض کیا جاتا تو آپ مُسکرا کر فرماتے بیٹا! تمہیں خوف خدا نہیں۔ مالکوں کو نصف قیمت بھی نہیں دیتے۔ وہ بیچارے ناچار تمہارے اختیار میں پڑے ہیں۔ میں خاموش ہو رہتا۔

مطلب یہ کہ دو تین دن میں طویلہ قسم قسم کے گھوڑوں سے پُر ہو گیا۔ جس گھوڑے پر نگاہ باطن فرماتے۔ اسی وقت اس کا مالک لے آتا۔

جب حسب دل خواہ گھوڑے جمع ہو گئے تو آپ میعاد مقررہ پر گھوڑوں کو خود لے کر ملتان پہنچے اور کئی گھوڑے عبدالرحمان کو سستے داموں دیئے اور بعض گھوڑے ہدیے کے طور پر دیئے اور ایک گھوڑا نقد بیچ کر ملتان کے لیے خرچ بنایا۔

جب آنحضرت نے دلی توجہ فرمائی۔ تو چار پانچ روز میں آنکھوں کو بھی صحت ہوئی۔ گھوڑوں کے بھی مالک ہو گئے اور وعدے پر بھی دیئے گئے۔

کہربا دارند چوں پیدا کنند
گاہ ہستی دل مرا شیدا کنند

''جب وہ پیدا کرتے ہیں تو اُن کے پاس کہربا ہوتا ہے۔ مستی کے وقت میرے دل کو شیدا بنا لیتے ہیں۔''

محمد بخش قوم گھسورہ متوفی کی بیوی رحمت خاتون نے اپنی لڑکی سلطان بی بی کی سگائی ملک فتح محمد قوم بھپلا سے قرار دی چونکہ گھسورہ لوگ آنحضرت کے مرید اور ننگ و ناموس والے

marfat.com

مشہور آدمی تھے۔ اس لیے رحمت خاتون مذکورہ ملتان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی چونکہ وہ نادار اور مفلس تھی۔ آپ نے سینکڑوں روپے اور مال اسباب راہِ خدا میں اُسے دیا۔

جب شادی کا موقع آیا تو آنحضرت سے التماس کیا گیا کہ شادی سے پہلے محمد بخش مرحوم کے گھر تبرکاً ویُمناً تشریف لائیں۔ مجھے نقرئی گھوڑی پر اپنے، پیچھے بٹھا لیا۔ شرف الدین گھسورہ کو جو مرید تھا، ان کی قرابت کی وجہ سے ساتھ لیا۔ جب ہم محمد بخش مرحوم کے گھر رحمت خاتون کے پاس پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ جو سامان جمع کیا گیا ہے وہ برات کے لیے کافی نہیں۔

آخر آنحضرت نے فرمایا کہ اے شرف الدین! اندیشہ نہ کر۔ خدا کے بھروسے سارا کھانا۔ ایک مکان میں جمع کر۔ جب جمع ہوا تو سفید چادر سے ڈھانپ دیا اور خود اس مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ مجھے اسی گھوڑے پر سوار کر کے ایک ہشیار درویش کے ہاتھ میں اس کی باگ دے کر برات کے استقبال کے لیے بھیجا۔ جب برات آئی اور ہر شخص خدمت سے مشرف ہوا اور ہر شخص کو الگ الگ مکان میں بسیرا دیا۔ بعدازاں ہر شخص کے لیے دستر خوان بھیجا۔ جب روٹی دے رہے تھے تو آنحضرت نے فرمایا: بس ہے۔ دودھ لانا چاہیے تھا۔ انہوں نے عرض کیا: حضرت! وقت گذر گیا ہے۔ فرمایا: کوشش کرو۔ جتنا مل سکے۔

چنانچہ مٹی کے ایک برتن میں کوئی تین چار سیر دودھ لائے۔ آپ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ پڑھ کر برتن ہاتھ میں لیا اور اپنے پاس رکھ کر اس کے اوپر اپنا دامن رکھ کر آدھ سیر کا ایک آبخورہ پُر کر کے ایک ایک کو بلایا۔ آپ ہر دفعہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ لیتے۔ برات میں سینکڑوں آدمیوں نے دودھ پیا۔ جب فارغ ہوئے تو کھانے کی باری آئی۔ ہر جنس کی رسد میاں شرف الدین کے پاس تھی اور دودھ آپ کے پاس۔ دونوں چیزیں باقی بچ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ کے یُمن سے ہر چیز میں برکت دی اور اسی وقت خاص و عام میں آپ کی برکت اور کرامت مشہور ہو گئی۔

یہ سب کچھ اس واسطے ہوا کہ وہ بیوہ عورت اپنے دونوں یتیم بچوں سلطان محمود اور جان

marfat.com

محمد اور ایک یتیم لڑکی کو لے کر آپ کے دروازہ پر اپنی مجبوری اور لاچاری سے روئی تھی۔ اس واسطے آپ کو ان کے حال پر رحم آ گیا۔

ہر کجا آبِ رواں سبزہ دہد
ہر کجا اشکے رواں رحمت شود

جہاں کہیں بہتا پانی ہے وہاں سبزہ اُگتا ہے۔ جہاں آنسو بہتے ہیں وہاں رحمت ہوتی ہے۔

باش چوں دولاب اے نالاں خشک
تاز صحن جانت بر روید خضر

''اے نادوانِ خشک تو کنویں کی طرح ہو۔ تا کہ تیری جان کے صحن سے سبزہ اُگے۔''

اشک خواہی رحم کن براشکبار
رحم خواہی برضیعفاں رحم آر

''اگر تو آنسو چاہتا ہے تو آنسو برسانے والے پر رحم کر۔ اگر تو رحم چاہتا ہے تو کمزوروں پر رحم کر۔''

میرے بھائی حضرت صالح محمد فرماتے ہیں کہ میں والد بزرگوار قدس سرہٗ کے ساتھ احمد پور سیال میں احمد نام دھوبی کے گھر رات کو بسیرا کیے ہوئے تھے چونکہ سردی تھی اس لیے صحن کو چھوڑ ہم کوٹھری میں سوئے ہوئے تھی کہ اسی رات اس کوٹھری میں سے چور اسباب چرا کر لے گیا۔ صبح اس کی عورت روتی ہوئی میرے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ حضرت! جب آپ دور ہوتے ہیں تو آپ کی توجہ کی برکت سے ہم آفت سے محفوظ رہتے ہیں اور اب جبکہ آپ ہمارے گھر میں آئے ہوئے ہیں۔ ہمارا اسباب چور لے جائیں۔ بڑے اندھیر کی بات ہے۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے بھی عرض کیا کہ جو کچھ یہ کہتی ہے بالکل سچ ہے۔ آپ سن کر خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا: صالح محمد! اگر تکلیف گوارا کر سکتے ہو تو اُٹھو۔ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔

marfat.com

پھر مسکرا کر فرمایا کہ اس چور کو باندھ لاؤ۔ ایک عمدہ گھوڑا تیار کرا کے بذات خود اُٹھ کر اپنے دست مبارک سے میری کمر سے بغل تک کس کر چادر لپیٹی اور اس گھوڑے پر سوار کیا۔ میں نے پوچھا حضرت کس طرف جاؤں۔ فرمایا: بیٹا! قحط کے دن ہیں۔ کوئی بھوکا آوارہ کوٹھری کا دروازہ کھلا دیکھ کر اسباب اُٹھا لے گیا ہے۔ میں نے پوچھا: میں کس طرف اس کی تلاش کروں۔ فرمایا: تو قیاس نہیں کر سکتا کہ۔ یہ بھوکے اور آوارہ لوگ شمال کے علاقے کے ہوتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا: حضرت میں نے اُسے دیکھا نہیں۔ مجھے کیا معلوم کس عمر کا ہے۔ فرمایا: ایسی زبردستی جوان آدمی کیا کرتے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: اس کا رنگ ڈھنگ اور وضع قطع اور لباس معلوم نہیں۔ راستے میں سینکڑوں آتے جاتے ہیں۔ مجھے کیا معلوم کونسا ہے۔ فرمایا: صالح محمد! تو حد سے تجاوز کرتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ایسے آوارہ گرد، اور بھوکے بکھرے بالوں والے سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔

پھر اس کے لباس کی نسبت پوچھا۔ فرمایا: ایسے مصیبت زدوں کا لباس بھی میلا اور پھٹا ہوا ہی ہوتا ہے۔

جب یہ علامتیں پوچھ لیں تو پھر عرض کیا کہ کس طرح اور کہاں تک تلاش کروں فرمایا: دریا کے کنارے چولستان کی حد تک اور کوکارہ تک تلاش کرنا چاہیے۔ اور وہاں سے اور گھوڑی سواری کے لیے تبدیل کرنی چاہیے۔

میں آداب بجا لا کر خدا کے بھروسے پر روانہ ہوا۔ دو تین دفعہ راستے میں دو۲ راہ تھیں۔ حسب الارشاد رستہ اختیار کرتا رہا۔ حتی کہ سیالوں کے سیالکوٹ میں مصری خاں ہندرانی بلوچ کے کنویں پر پہنچا اور اُسے ماجرا سنایا۔ دن تھوڑا رہ گیا۔ میں نے کہا۔ گھوڑی درکار ہے۔ وہ فی الفور زین ڈال کر لے آیا۔ اپنا گھوڑا وہیں چھوڑا اور گھوڑی پر سوار ہو کر حسب الحکم کوکارہ تک جستجو کرتا گیا۔ پھر میں نے خیال کیا۔ ابھی چور یہاں تک نہیں پہنچا۔ وہ میرے پیچھے کہیں راستے میں رہ گیا ہے۔ انشاء اللہ گرفتار تو ضرور ہوگا۔ آنحضرت نے بھی یہیں تک آنے کا حکم دیا تھا۔

چنانچہ کوکارہ سے لوٹتے وقت جنوب کی راہ چلا۔ یعنی احمد پور اور گڑھ مہاراجہ کا رُخ

marfat.com

کیا۔ جب شام کے وقت گڑھ کے مغربی دروازے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مصری خاں میرے سبزہ گھوڑے پر سوار دو آدمی ساتھ لیے ہوئے ہے۔ میں بھی دروازے میں داخل ہو کر اس کے سامنے ہوا۔

مجھے دیکھتے ہی اس نے مبارکباد دی اور کہا کہ صاحبزادے! آپ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کے بتائے ہوئے حلیہ کا آدمی آ پہنچا۔ جسے پہچان کر اُس کے مال کی تلاشی لی گئی تو مال مسروقہ برآمد ہوا۔ اُسے گرفتار کرلیا گیا اور دارالحکومت میں لے جا کر اُسے قید کرا کے اب واپس جارہا ہوں چونکہ میرے پاس اور کوئی گھوڑا نہ تھا۔ اس لیے آپ کے گھوڑے پر سوار ہوا ہوں۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس کی گھوڑی اُسے دیکر خود اسی طرح سوار دارالحکومت کے دروازے پر پہنچا تو اُوپر سے ملازموں نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: میں صالح محمد۔ پوچھا: خیر ہے۔ کیسے آنا ہوا کہا۔ ہمارا چور مصری خاں یہاں لایا ہے۔ میں اُسی چور کی تلاش میں تھا۔ بالا بالا اس کی گرفتاری کے لیے آیا ہوں۔ حاکم نے سُن کر کہا کہ آپ کا مال امانت میں پڑا ہے۔ وہ لے جائیں اور چور قید میں ہے۔ بجنسہٖ سارا مال لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔

رات وہیں رہا اور صبح احمد پور میں جو وہاں سے سات کوس کے فاصلے پر تھا۔ پہنچا۔ دور سے میں نے دیکھا کہ میرے والد ماجدا کیلے راستے میں میرے منتظر کھڑے ہیں۔ مجھے دور سے آواز دی کہ اے صالح محمد! اگر کامیابی سے لوٹے ہو تو اپنا بازو اُٹھاؤ۔ میں نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر سلام کیا اور گھوڑے سے اُتر کر قدم بوسی کی۔ مال مالکوں کے حوالے کیا۔ فقط۔

یارو! میں مسکین سلطان حامد مہجور آپ کے مختصر حالات اس واسطے قلمبند کرتا ہوں۔ تا کہ آئندہ زمانے کے لیے اس سلسلہ مغفور اور خاندان معظم کی یادگار رہے اور پس ماندگان کے لیے مردانِ خدا کے احوال کا ذخیرہ ہو۔

آنحضرتؒ کے حالات لکھنے سے ہاتھ اور زبان مارے شوق کے نہ رُک سکتے ہیں نہ سیر ہوتے ہیں۔ وہی وقت اچھا گزرتا ہے جو آپ کی یاد میں گزرتا ہے۔

marfat.com

چویلہ یار و دیارم گذر کند بخیال
شود از اشک دیدۂ پر خوں مالا مال

"جب یار کی یاد اور اپنے وطن کا خیال آتا ہے تو لہو بھری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔"

حافظ نعمت اللہ ملتانی نابینا جو آپ کے مرید تھے۔ اس نے آپ کے تصرفات کے بارے میں مجھ سے بیان کیا کہ صاحبزادے (سلطان حامد) ایک روز حضرت صاحب ملتان میں عصر کی نماز کے بعد سوار ہوئے اور مجھے فرمایا کہ نعمت اللہ۔ ہمارے ساتھ چلو عبدالصمد خاں کی ملاقات کر آئیں۔ وہ قدیمی دوست ہے۔ اس کی ملاقات سے وقت اچھا گزرے گا اور ملال رفع ہوگا۔

ایک نوجوان خادم شمال کے علاقے کا جو ابھی ابھی آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ اُسے آگے آگے چلنے کا حکم دیا اور میں پیچھے پیچھے تھا۔ جب ہم عبدالصمد خاں مذکور کے مکان پر پہنچے تو آپ نے گھوڑی پر سے اُتر اُسے فرمایا کہ گھوڑی کو اچھی طرح مضبوطی سے پکڑے ہوشیاری سے ہمارے آنے تک بیٹھے رہنا۔

مجھے اپنے ساتھ مکان کے اندر لے گئے۔ ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر باہر آئے تو نہ گھوڑی نہ خادم۔ مجھے فرمایا کہ گھوڑی نہیں۔ لوگوں نے کہا صاحب! شائد وہ بیٹھے بیٹھی اُکتا گیا ہو اور کسی اور کوچے میں ہو۔ دوسری گلی میں تلاش کیا تو وہاں بھی نہ پایا۔

آپ نے فرمایا: آؤ حافظ ہم اپنے مکان پر چلیں۔ دور کا رستہ۔ رات اندھیری گلیوں میں سے گزرنا۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اس وقت سے آپ خاموش تھے۔ مکان پر پہنچے تو بھی خاموش۔ کسی کو جرأت نہ تھی کہ پوچھے۔

آخر بہت دیر کے بعد دروازے پر گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی تو آپ نے فرمایا: اُٹھ کر دیکھو کون ہے؟ ایک درویش نے جا کر دیکھا تو وہی خائن گھوڑی پر سوار تھا اور گھوڑی کا سانس پھولا ہوا اور پسینہ پسینہ ہو رہی تھی اور مارے دم کے بیمار سی معلوم ہوتی تھی۔ باہر سے

marfat.com

اس نے آواز دی۔ حضرت وہی خائن ہے۔ گھوڑی لایا ہے۔

آپ نے باہر آ کر درویشوں کو گھوڑی کی ساخت پرداخت کا حکم دیا اور آرام کرنے اندر تشریف لے گئے اور اس خائن کو بالکل کچھ نہ کہا۔

گھوڑی بہت ہی عجیب اور تیز تھی۔ واللہ اعلم کتنے فاصلے سے آپ اُسے کھینچ لائے۔ وہ خائن درویشوں سے صرف یہی کہتا کہ میں رستہ بھول گیا اور شرمندگی کے مارے سر جھکائے بیٹھا رہا اور تھوڑی دیر بعد خود بخود گم ہو گیا۔

آپ اس درجہ سخی اور پردہ پوش اور اوصاف الٰہی سے متصف تھے کہ کسی کو اس بات کے پوچھنے کی جرأت نہ تھی۔ اس لیے کسی نے اس خائن سے حقیقت دریافت نہ کی۔ والسلام۔

یہی حافظ نعمت اللہ ملتانی بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ملتان میں عشاء کے وقت میں آنحضرت کے سر مبارک پر خشخاش کے تیل کی مالش کر رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ آپ کی خدمت میں جو شخص مرید ہونے کے لیے آتا ہے۔ ظاہر میں تو اُسے بیعت و تلقین کرتے تھے لیکن باطن میں معلوم نہیں کسی مقام یا مُراد کو پہنچاتے ہیں یا نہیں۔

آپ نے اُسی وقت فرمایا: اے نعمت اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا اپنی مرضی سے کسی کو تلقین نہیں کرتے۔ جو شخص ظاہر میں ہمارے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے، باطن میں ہم اُس کا ہاتھ اسی وقت جناب غوث الاعظم حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک میں دیتے ہیں۔ ظاہر میں تو ہمارا نام ہوتا ہے لیکن باطن میں ہم مالکوں کے حوالے کرتے ہیں۔ ہم تو اس کام میں صرف دلال اور وکیل ہوتے ہیں۔

آنحضرت کے مرید خاص ملک حیات قوم جڑ اور ملک زمان قوم کھوکھر دونوں نے بدیں الفاظ متفقہ بیان کیا کہ حضرت صاحب ملک دامان کی طرف جا رہے تھے چونکہ اس وقت مجھے (سلطان حامد) کنواں چلانے والے ایک عمدہ بیل کی ضرورت تھی۔ میں نے آنحضرت کی خدمت میں ایک درویش کے ہاتھ عرض کر بھیجی۔ جب آپ ملک حیات اور ملک زمان کے گاؤں میں پہنچے تو میرے لیے زمان سے ایک بیل طلب کیا۔ وہ ایک عمدہ بیل

marfat.com

لے آیا۔ صاحبزادہ فتح محمد صاحب وہاں ہی تھے۔ انہوں نے ضد پر آ کر غائبانہ آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں رنگ کا بیل اس کے پاس ہے۔ وہ جھلار اور کنویں پر یکساں چلتا ہے۔ یہ بیل جو لایا ہے کنویں کے ڈھب کا نہیں۔ ان دنوں بارش نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے ملک زمان اور ملک حیات نے ایک جوہڑ کے کنارے جھلار تیار کر کے مال مویشی کے گزارا کے لیے گھاس اور شلغم بور کھے تھے۔ ملک زمان کی طرف سے صرف یہی ایک بیل جو نہایت عمدہ کام دیتا ہے اس کھیتی کے لیے مقرر تھا۔ جب آنحضرت نے فرمایا تو وہ وہی بیل لے آیا۔ جب آپ نے بیل دیکھا تو بہت ہی راضی ہوئے اور فرمایا اے زمان! اس آخری نوبت میں تو نے مجھے بہت ہی خوش کیا ہے۔ جو مراد چاہو اللہ تعالیٰ پوری کرے گا۔

زمان کہتا ہے کہ میرے دل میں ابھی یہی خیال تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ کے لیے عرض کروں کہ پاس سے ملک حیات نے میرے عرض کرنے سے پہلے عرض کر دیا کہ جناب ملک زمان کی بیوی مسماۃ جئی قریب المرگ ہے۔ طبیبوں نے اُسے لا علاج قرار دیا ہے۔ اگر اس دفعہ اس کی عورت بچ رہے اور جب تک ملک زمان جہان میں رہے وہ زندہ رہے تو ملک زمان کی یہ سب سے بڑی مراد ہوگی۔ کیونکہ اس کا بال بچہ چھوٹا ہے اور گھر میں کوئی عورت کام کاج کرنے والی نہیں۔

آپ نے تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا کہ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاؤ۔ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی اور خاموش ہو رہے۔

وہ وقت آپ کی سواری کا تھا۔ ملک حیات دریائے سندھ کے گھاٹ تک آپ کے ساتھ گیا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب ہم گھاٹ پر پہنچے اور لوگ کشتی پر سے اِدھر اُدھر جانے لگے تو ایک کو بلا کر پوچھا کہ یہ کدھر جا رہے ہیں۔ عرض کیا جمعہ اور زمان کھوکھر کے گاؤں میں۔

آپ نے فرمایا کہ ملک زمان کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دینا کہ فقیر غلام باہُو تمہیں سلام کے بعد کہتا تھا کہ تمہاری عورت بیمار ہے۔ گو اس کی قضا آ چکی تھی لیکن جناب باری سے اُسے مہلت مل گئی ہے۔ تسلی رکھنا۔

جب آپ کشتی پر سوار ہوئے اور مجھے (ملک حیات) رخصت کیا تو فرمایا: اے حیات!

marfat.com

ملک زمان کی عورت کی قضا آ چکی تھی لیکن ہم نے بارگاہ الٰہی سے اس کے لیے مہلت لے لی ہے۔ زمان کو کہہ دینا اور اس کو تسلی دینا اور ہمارا اسلام کہنا۔

جب میں ملک زمان کے پاس گیا تو اُسے پہلے بھی پیغام پہنچ چکا تھا اور میں نے بھی اس کی تسلی کی۔

اُس کی عورت جو مردہ کی طرح لیٹی ہوئی تھی اور اُس کے حلق میں سے پانی بھی نہیں گزرتا تھا اور بالکل بے ہوش تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے خاوند کی وفات کے بعد اتنی مدت زندہ رہی کہ اپنے بچوں کو پالا پوسا اور ہر ایک کا بیاہ کیا۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

''اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہے کہ چھوٹا ہوا تیر راہ میں لوٹا لیتے ہیں۔''

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

''اُن کا کہا ہوا اللہ تعالیٰ کا کہا ہوا ہوتا ہے۔ گو بظاہر اللہ تعالیٰ کے بندے کے حلق سے کہا جاتا ہے۔''

حافظ صادق خاں جو میاں دلیر مرالی ساکن ملتان کا مرید تھا اور میاں دلیر مرالی فقیر گل محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جن کا سلسلہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔

ایک روز حافظ صادق خاں نے ہمارے حضرت صاحب (حضرت غلام باہُو قدس سرہٗ) کے تصرفات کا ذکر کرتے ہوئے مجھے کہا کہ اے صاحبزادہ سلطان حامد! ایک رات میں ملتان میں آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ مجھے خیال آیا کہ حضرت شیخ غلام باہُو۔ فقیر کی ملاقات کے لیے اکثر آتے ہیں لیکن فقیر صاحب کبھی آپ کی ملاقات کے لیے نہیں آئے۔ مجھے صرف اتنا ہی خیال آیا اور بس۔

عشاء کی نماز کے بعد میں خدمات بجالا کر وہیں سو رہا۔ آدھی رات کے بعد دروازہ کے باہر سے میں نے آواز سنی کہ اے مردانِ خدا! برائے خدا مجھے رستہ دو۔ دروازہ کھولو۔ میں نے اُٹھ کر آنخضرت کی خدمت میں عرض کیا اور کچھ نہ فرمایا: مگر اشارہ سے دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ فقیر صاحب میاں دلیر ایک درویش کو ساتھ لے صرف ایک کپڑا اوڑھے کانپ رہے ہیں اور سردی کے سبب زبان سے درست بات بھی نہیں نکلتی۔ دیر بعد غور سے اُن کی بات سمجھ میں آئی۔ اور میں انہیں اندر لایا۔ فقیر صاحب کچھ دیر بیٹھے تو آنخضرت نے ازراہ ترحم فرمایا کہ اے فقیر! تو تیس سال سے اپنی جھونپڑی میں تھا۔ جس سے تو کبھی نہ نکلا تو بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے۔ گوشہ نشینی کے سبب تیرے اعضاء سست ہو گئے ہیں۔ ایسی سردی میں اتنی تکلیف کیوں اُٹھائی۔

فقیر صاحب نے سر جھکا کر آہستہ آہستہ عرض کیا کہ جب جناب نے غلام کو سرفراز فرمایا تو میں کیونکر عدول حکمی کر سکتا ہوں۔ میں نے تو اسے عین سعادت سمجھا ہے۔

آنخضرت نے اسی وقت فرمایا: اے حافظ صادق! فلاں گرم کپڑا فقیر کو دو اور اسے اس کے مکان پر پہنچاؤ۔ میں فقیر کو پیچ در پیچ گلیوں میں پہنچا کر اسی وقت حاضر خدمت ہوا۔

حافظ صادق خاں فرماتے ہیں کہ یہ سب میرے بیہودہ خیال کے سبب ظہور میں آیا۔ ورنہ حضرت صاحب کو ان باتوں کی خواہش نہ تھی۔ آپ اپنی کرامات اور تصرفات کا اظہار نہیں چاہتے تھے بلکہ ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔

باقر نامی قوم لدھیانہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ میرا بھائی چاکر نامی ایک اور آدمی کے ساتھ ملتان میں سردار خاں بادوزئی پٹھان کے پاس قید ہے۔ چاکر پہلے بھی اودی زئی کی جاگیرات سے بھاگ آیا تھا اور سردار خاں مذکور بہت ہی زبردست تھا۔ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ میں چاکر کو قتل کر کے سولی چڑھاؤں گا۔ آپ برائے خدا اپنے محب نواب محمد مظفر خاں کے پاس تشریف لے جائیں اور میرے بھائی کی جان بچائیں۔ ورنہ اس کی جان برباد ہو جائے گی۔

marfat.com

چونکہ آپ نہایت کریم النفس اور رحم دل تھے۔ اس لیے ملتان تشریف لے گئے اور سردار خاں سے چوروں کی رہائی کے لیے سوال کیا۔ سردار خاں نہایت جابر اور مغرور تھا اس لیے آپ کی پروانہ کی بلکہ سخت باتیں کیں اور چوروں کو بدستور قید رکھا اور کہا کہ میں نے حلف اُٹھایا ہے کہ ان کے سر قلم کر کے ان کے جسموں کو سُولی چڑھاؤں گا۔

آنحضرت اُس سے نا اُمید ہو کر اُٹھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کلمہ کسی درویش نے کہا لیکن ہم نے سنا ہے کہ خود آنحضرت نے فرمایا کہ اچھا تم نے ہمارا سوال نہیں مانا، تو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں مان لیں گی۔ اتنا فرما کر آپ اپنے مکان میں آئے اور ان چوروں نے آپ کے یہ الفاظ سن لیے اور یہ کہ آپ نا امید ہو کر گئے ہیں۔ اس معاملہ میں چوروں نے اپنی جان سے ہاتھ دھو کر مرنے کی ٹھان لی۔ اسی رات بارش ہو رہی تھی اور بادل اندھیرا کئے ہوئے تھے۔ جب آدھی رات ہوئی تو دوسرے چور نے چاکر کو کہا۔

"کہ اے چاکر! میری بیڑیاں اور ہتھکڑیاں خود بخود گر پڑی ہیں۔" چاکر نے کہا۔ میری بھی گر رہی ہیں۔ میں تو پہرہ داروں کے خوف سے انہیں بار بار پاؤں اور ہاتھوں پر رکھتا ہوں۔ اُس کے ساتھی نے کہا۔ او بُزدل! تو نے نہیں سنا تھا کہ آنحضرت نے خود سردار کو فرمایا تھا کہ اچھا اگر تو ہمارا سوال نہیں مانتا تو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں تو مانیں گی۔

اب جب کہ حضرت کی کرامت ظاہر ہوئی ہے۔ میں تو جاتا ہوں، کوئی غم نہیں چاکر نے کہا۔ او نادان! تو نہیں دیکھتا کہ محافظ ہمارے سر پر کھڑے ہیں۔ ہم جا کیونکر سکتے ہیں۔ دوسرا چور حوصلے میں تھا۔ وہ اتنا کہہ کر کودا۔ محافظ اس کے پیچھے دوڑے۔ پہلے محافظ نے جب ہاتھ مارا تو اس کے ہاتھ میں چور کے کندھے پر کی چادر آئی۔ جب باقی محافظ اُسے پکڑنا چاہتے تو ہاتھ کندھوں سے پھسل جاتے۔ کیونکہ بارش ہو رہی تھی اور بدن بھیگا ہوا تھا۔ وہ بیچارا پھسلتا ہوا، محافظوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

چاکر نے جب دیکھا کہ اب جیل میں کوئی محافظ نہیں تو نہایت اطمینان سے جیل سے نکلا اور دونوں چور اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت سے صحیح سلامت گھر پہنچ گئے۔

صبح نواب محمد مظفر خاں صوبہ دار ملتان نے سردار خاں کی چیخ پکار سنی تو نواب صاحب

marfat.com

نے نہایت آداب اور تواضع سے اپنے بیٹے محمد حق نواز خاں کو آنحضرت کی خدمت میں تشریف آوری کے لیے بھیجا۔ محمد حق نواز خان نواب صاحب نے خاص گھوڑے پر آنحضرت کو سوار کر کے اپنے ساتھ اپنا بارانی لباس پہنا کر بارش ہی میں لے گیا۔ نواب صاحب نہایت تعظیم و تکریم اور تواضع سے پیش آئے اور اپنی زبان سے آنحضرت کی کرامت کا اظہار فرمایا اور سردار خاں کی نالائقی اور ناسعادتمندی پر اظہار افسوس کیا۔

تمام خان اور نواب صاحب آپ کی کرامت کے مقر اور معتقد ہوئے اور کئی بقچے پوشاک آپ کی نذر کر کے رخصت کیا اور سعادتمندی حاصل کی۔ والسلام۔

میں (سلطان حامد) نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے کہ حضرت صاحب نے ڈیرہ اسماعیل خاں میں سردار خاں موصوف سے نہایت محبت سے ملاقات کی اور آپ خلقت سے انبیاء علیہم السلام کے طریق کے موافق سلوک کیا کرتے تھے۔ نہایت بردباری اور تحمل کے کام فرمایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے موصوف تھے۔

ہمچو صوفی در لباس صوف باش
باصفتہائے خدا موصوف باش

صوفی کی طرح صوف کا لباس پہنے رہ اور اللہ تعالیٰ کی صفتوں سے موصوف ہو جا۔

مسمی خیرا چدہڑ المعروف ڈھیرا ساکن واڑہ سلمان ایک صالح کم گو زمیندار آپ کا مرید تھا۔ اُسے ایک غدار دھوکا باز مسافر نے یہ دھوکا دیا کہ پہلے اپنا نام اور پتہ ٹھیک نہ دیا۔ صوفیوں کی شکل میں چند روز اس کی مسجد میں، درویشی علیت اور حکمت کا دعویٰ کر کے عبادت اور لوگوں کے علاج معالجہ میں مشغول رہا۔ بعد ازاں اُس نے اپنے آپ کو طبیب اور حکیم ظاہر کیا۔ پھر اپنے آپ کو کیمیا گر بتلایا۔

آخر اُس نے خیرا مذکور کو جو اس کا سب سے زیادہ معتقد تھا کہا کہ تو نے میری بہت خدمت کی ہے اور ویسے بھی تو صالح اور قرضدار ہے۔ مجھے تیری حالت پر رحم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے کیمیا کا علم عنایت فرمایا ہے۔ میں اس خدمت کے عوض تیری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ جتنے سیر چاندی تجھ سے ہو سکے جمع کر میں سونا بنا کر دے جاؤں۔

marfat.com

خیرا اندکور سادہ لوح اور معتقد تو تھا ہی، فوراً اپنے رشتہ داروں کے تمام زیوارات اکٹھے کر لایا۔ اس کیمیا گر نے مٹی کے ایک برتن میں وہ زیور خیرا کے سامنے ڈال کر اُسے مٹی سے خوب لیپا اور پھر اُسے کہا کہ تھوڑا سا سونا بھی درکار ہے کہ اس چاندی کے اُوپر رکھ کر اس سونے کے اُوپر دوائی ڈالوں گا اور اس کا سر بند کر کے تمہارے روبرو سونا بنا کر تمہیں دوں گا۔ خیرا کو سونے کے جس قدر زیور ہمسائیوں اور رشتہ داروں سے مل سکے' لے آیا۔ اس کیمیا گر نے تمام زیوارات برتن میں ڈال اس کے سامنے بند کیا اور ایک کونے میں تنور کے اندر رکھ دیا اور آگ دی اور خیرا کو کہا کہ تین دن رات میں سونا ہو جائے گا۔ اس کے بعد اسے نکالنا چاہیے۔ ہم تم دونوں کو اس کی نگہداشت کرنی چاہیے۔

شاید اس کیمیا گر نے چالاکی سے پہلی ہی اس برتن سے زیور اُڑا کر اس میں ٹھیکریاں بھر دی تھیں۔ وہ رات کو بھاگ گیا۔ خیرا بیچارہ دیہاتی آدمی نادانی سے کچھ دن تو اس کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ آخر اُس نے آگ بجھا کر دیکھا تو برتن ٹھیکریوں سے پُر تھا۔

بہت دوڑ دھوپ کی لیکن اس دغاباز کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اپنے پرائے سبھی خیرا کا دامن پکڑ کر اس پر ناراض ہوتے کہ تو نے ہمارا زیور کھو دیا ہے۔

جب گھر والوں نے بھی دِق کیا تو مصیبت کے مارے نے آنحضرت کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا:

میں (سلطان حامد) اس وقت حاضر خدمت تھا۔ اس وقت آنحضرت نے اس کی تسلی کی اور فرمایا کہ خیرا' ایسی ہمت اور توفیق ہمارے حضرت سلطان العارفین کو ہے۔ روٹی کھا لے اور رات حضرت کے مزار مقدس پر جا۔ وہاں سے فریاد کر کے مدد طلب کر۔ خیرا وہاں پہنچا۔ معلوم نہیں کہ دوسری رات یا تیسری رات اُس نے آ کر عرض کیا: یا حضرت مجھے خانقاہ سے خوشخبری ملی ہے کہ میرا چور جنوب کی طرف چولستان کے ایک گاؤں میں ایک مسجد کے اندر بیٹھا ہے۔ پہچان یہی تیرا چور ہے۔ اس سے اپنا مال مانگ اور اُسے پکڑ لے۔

ہمارے حضرت صاحب نے فرمایا: خیرا' تجھے مبارک ہو کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے تجھ پر توجہ فرمائی ہے۔ اسی وقت اپنے خاص خادم میاں احمد کو بلایا کیونکہ وہ اس

marfat.com

مُلک سے واقف تھا۔ آپ ہی اُس گاؤں کا نام ارائیں بتایا۔ یا اسرار میں اُسے بتایا دیا۔ دونوں کو رخصت کیا۔

اور خود بعد ازاں لیہ کمال خاں کے علاقے میں میرے بھائی محمد زبیر علیہ الرحمۃ کے گاؤں میں تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا کہ تم ارائیں سے لوٹتے وقت محمد زبیر کے گاؤں میں آنا۔

چنانچہ تھوڑے دنوں بعد میاں احمد اور خیرا مذکور دونوں خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے اس شخص کو قصبہ ارائیں کی مسجد میں جا کر پکڑ لیا ہے اور ارائیں کے دار الحکومت میں جا کر سارا ماجرا بیان کر کے اُسے قید کرا دیا ہے۔ اُسکی گرفتاری کا حال سن کر آپ کا چہرہ مبارک زیادہ منور ہو گیا اور فرمایا: اے سلطان حامد! کل تم یار خان اعوان کیساتھ سوار ہو جاؤ اور قصبہ ارائیں میں جا کر مقدمہ کی پیروی کرو اور خیرا کی طرف سے جھگڑو۔ ایسا نہ ہو کہ اگر مہلت مل جائے تو اس کا کام بگڑ جائے۔ میں علی الصبح قدم بوسی کر کے روانہ ہوا۔ منزل بمنزل ہم قصبہ ارائیں کے حاکم کے پاس پہنچے۔ اس سے سوال جواب ہوئے۔ حاکم ہندو تھا اور ملزم سے رشوت لے کر اس کی رعایت پر آمادہ تھا۔ آخر ہمارے حضرت صاحب جو ظاہر و باطن میں قوی ہمت تھے۔ مقدمہ کو ملتان کے صوبے دار کے پاس لے گئے اور سارا مال چور سے واپس خیرا کو دلایا اور خیرا کامیاب ہو کر چند ماہ بعد اپنے وطن چلا گیا۔

ایک روز آنحضرت موضع ڈب میں اپنے مرید مسمی میاں سلطان ولد میاں حافظ قوم کھوکھر کے گھر تشریف لائے۔ میاں سلطان آپ کا خاص مرید تھا۔ زیارت سے مشرف ہوا۔ جب کھانا کھا چکے تو دوپہر کے قریب مسمی طوطہ قوم وٹو آنحضرت کی خدمت میں بطور مہمان حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی روٹی کے لیے سلطان مذکور کو حکم دیا۔ وہ گھر میں گیا تو کچھ نہ پایا۔

آخر ظہر کے قریب گیہوں بھنے ہوئے ایک برتن میں ڈال کر لے آیا۔ آپ حیران ہو کر سلطان کو ایک کونے میں لے جا کر پوچھنے لگے کہ یہ کیا؟ عرض کیا: یا مرشد تنگدستی پرلے درجے کی ہے۔

marfat.com

فرمایا: پہلے تو تم نے مرغن کھانا ہمیں کھلایا۔ عرض کیا حضرت میری عورت کا چرخہ تھا۔ وہ بیچ کر میں نے ضیافت کی۔ اب کوئی چیز بھی فروخت کرنے کے قابل نہیں۔ اس لیے بھنے ہوئے گیہوں لایا ہوں۔

آپ نے فرمایا: سلطان! یہ طوطہ وٹو نہیں۔ اپنے لیے فرشتہ رحمت سمجھو۔ جو درگاہ الٰہی سے آیا ہے۔ اگر یہ نہ آتا تو ہمیں خبر نہ ہوتی۔ ہم تو تمہارے گھر سے مرغن کھانا کھا کر چلے جاتے۔ اگر یہ نہ آتا تو تمہارے حال کی کون خبر دیتا۔ اچھا! اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔

اے سلطان! تجھے واضح رہے کہ اگر صبح سورج نکلنے کے بعد تجھے مال ملے تو سمجھنا کہ کسی اور نے دیا ہے اور اگر سورج نکلنے سے پہلے تو مال دار ہو جائے تو سمجھنا کہ ہمارے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی امداد ہے۔

آپ اتنا فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ بعد ازاں عصر کی نماز کے بعد میرے (سلطان) دل میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کی زیارت کا شوق ہوا۔ جس نے مجھے بے قرار کر دیا۔ اسی وقت سرنا (تیرنے کی مشک) لے کر دریا سے گزر عشاء کے وقت خانقاہ مقدس میں جا پہنچا۔ زیارت کی اور رات وہیں رہا۔ صبح پھر دریا سے پار ہوا۔

وہ موسم ماہ مگھر کا تھا۔ میں شکستہ دل تھا کہ بال بچوں کو بھوکا چھوڑ آیا ہوں۔ آہستہ آہستہ اشراق کے قریب گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی چھاچھ والے برتن سے مکھن نکال پراٹھے (مرغن روٹی) توے پر ڈالے ہوئے ہے اور دوسری طرف جنسی دار غلہ رکھا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کہاں سے آیا ہے کہا جب تم دریا پار زیارت کے لیے گئے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ یہ چھاچھ اور مکھن اس بھینس کے دودھ کا ہے۔ جو تمہارے جانے کے بعد فوراً ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں فلاں شخص سے دلوائی۔ اسی طرح یہ غلہ وغیرہ بھی لوگ ہی دے گئے ہیں۔

میاں سلطان نیک۔ باہدایت۔ باطنی فیض سے مفیض۔ از حد کم گو۔ صوفیائے کرام

marfat.com

کے اخلاق سے متخلق اور نورانی شخص تھا۔اس نے اس مسکین (سلطان حامد) کو اس بات کی تحقیق کے موقع پر بتایا کہ صاحبزادہ صاحب! میں تیرنے کی تکلیف۔رات کے جاگنے۔ فاصلہ طے کرنے اور فاقہ کے سبب تھکا ماندہ آ کر روٹی کھانے لگا کہ لوگ گروہ در گروہ میرے گھر میں آئے۔ ہرایک یہی کہتا تھا کہ پہلے میرے گھر میں آؤ۔ ہرایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا تھا۔کھانا کھا کر میں اُٹھا۔ ہرایک مجھے اپنی ہی طرف کھینچتا تھا۔وہ باری باری مجھے اپنے گھروں میں بلاتے اور اپنی حیثیت کے مطابق مجھے مال متاع دیتے۔سارا دن مجھے گھر میں بیٹھنے کی مہلت نہ ملی۔طرح طرح کی چیزیں اور مال اسباب دیتے رہے۔ آنحضرت کی دعا کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے سورج نکلنے سے پہلے میری تنگی کو فراخی سے بدل دیا۔

اے صاحبزادہ سلطان حامد! اس وقت سے لے کر ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے کہ دن بدن مسخرات زیادہ ہی زیادہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔

میں (سلطان حامد) نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے کہ آنحضرت کی دعا سے آج تک یعنی ۱۲۹۸ھ ہجری تک میاں سلطان علیہ الرحمۃ کے خاندان میں مال۔اولاد عزت اور نعمت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دن دُگنی رات چوگنی ہے۔

ایک معزز ہندو شخص منشی ہوونہ نے آپ کا مرید ہو کر تلقین حاصل کی اور وہ ورد اور اد اور مراقبات پر قائم ہو کر صاحب استقامت وکرامت اور مستجاب الدعوات ہو گیا۔

اس کی ایک کرامت یہ ہے کہ سکھوں کی حکومت کے وقت دھرمسالہ اور گوردوارہ میں کلمہ لا الہ الا اللہ کے ذکر خفی میں مشغول ہوتا اور مستی میں آ کر خفی سے جہر میں آجاتا۔دھرم سالہ اور گوردوارہ والے ہاتھ باندھے اس کے پاؤں پڑتے اور وہ بدستور مستی کی حالت میں آ کر ذکر جہر کرتا رہتا۔ جب ٹر پڑتا تو پھر بغداد شریف یا مدینہ منورہ کی طرف حضوری حاصل کرنے کے لیے کھڑا ہو جاتا اور سارے وِرد بلند آواز سے ادا کرتا اور جو حالات اُسے منکشف ہوتے۔وہ بعینہٖ اس کے بیان کے مطابق ظہور میں آتے۔

ہر وقت باوضو رہتا۔عموماً قبلہ رُخ خدا کی یاد میں رہتا۔حتیٰ کہ ساری ساری رات

marfat.com

عبادت الٰہی مراقبہ اور مکاشفہ میں گزار دیتا اور جاگتا رہتا۔

کئی سال آپ کی خدمت میں رہا۔ آپ اس پر نہایت درجہ شفقت فرماتے۔ پہلے ہی روز نظر فیض اثر سے اس کے سینے کو نور الٰہی سے پُر کر دیا۔

منشی ہوونہ اس وقت مرید ہوا۔ جب وہ خیر پور کھرانی کے داؤد پوترہ امیروں کے ہاں ملازم تھا۔

جب مذکورہ بالا امیروں کو سنگھوں نے مغلوب کر لیا اور ان کے ہاتھ سے دوآبہ کا ملک نکل گیا تو منشی مذکور تنگ حال ہو کر آنخضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اُسے پورا ایک سال خانقاہ مقدس میں رکھا۔ پھر اُسے ملازمت کی اُمید پر ملتان لے گئے۔ تھوڑے دنوں میں حاکم ہو گیا۔

ایک سال بعد موقوف ہو کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام حالات عرض کیے۔ ان دنوں حضرت کی آنکھیں دُکھتی تھیں۔ عرض کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ آپ نے اُسے از راہ شفقت فرمایا کہ اچھا سحر کے وقت درد کی تخفیف ہوتی ہے۔ خلوت میں تمہارے حالات سنوں گا۔

منشی ہوونہ کہتا ہے کہ جب سحر کے وقت خدمت میں حاضر ہوا تو آنخضرت کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آنخضرت نے فرمایا: منشی ہوونہ! اب فراغ دلی سے اپنے حالات بیان کرو۔ اس وقت میں نے اپنے سارے حالات عرض کیے۔

پھر فرمایا کہ اپنی تمام مرادیں ایک ایک کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگ۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ برلائے۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور مجھے فرمایا کہ اپنی ایک ایک ضرورت خدا سے مانگ۔ آپ آمین کہتے گئے۔ میری حاجتیں یہ تھیں:۔

اول یہ کہ ملتان کے حاکم نے مجھے حجرہ شاہ مقیم علیہ الرحمۃ کا حاکم بنا کر بھیجا تھا تو میرے ساتھ ایک اور حاکم دیا۔ جو میرے ناموافق تھا۔ وہ معزول ہو جائے اور میں بدستور مامور ہوں اور ناظم خود بخود کہے کہ اے منشی ہوونہ! جو حاکم تمہاری مرضی کے مطابق ہو۔ وہ تمہارے ساتھ بھیجا جائے۔

marfat.com

دوسری مراد یہ تھی کہ جن زمینداروں نے حاکم ملتان کے ہاں میری شکایت کی ہے۔ ان کی شکایت سنی نہ جائے اور آئندہ کے لیے داخل دفتر کی جائیں۔

تیسرے یہ کہ مذکورہ بالا مرادوں سے مجھے پھر حجرہ شریف کا حاکم بنا کر بھیجا جائے۔

جب میں عرض کر رہا تھا۔ اس وقت حجرے کا ایک ہندو زمیندار بھی پاس تھا۔ میرے بعد اس نے بھی گذارش کی تو فرمایا: میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اگر میری صحت ہوتی تو میں تجھے دیکھتا لیکن تو نے درد کی حالت میں سر پر مالش کی اور پاؤں دبائے۔ اب آرام ہے۔ میں تیرے لیے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول کر کے تیری مرادیں برلائے گا۔

پھر آپ نے دعائے خیر فرمائی۔ اس ہندو زمیندار اور ہوونہ نے جو جو مرادیں مانگیں۔ آپ کی دعا کی برکت سے سب کی سب پوری ہوئیں۔

منشی مذکور کہتا تھا کہ جب ناظم ملتان کے دربار میں گیا اور سلام کر کے کچہری میں بیٹھا تو ناظم نے فرمایا: منشی ہوونہ تمہیں اجازت ہے۔ پھر حجرہ شریف کے حاکم مقرر کئے گئے ہو اور اپنی پسند کا اور حاکم ساتھ لے جاؤ۔ میں نے عرض کیا فلاں حاکم چاہیے کہا لے جاؤ۔ میں نے اُٹھ کر سلام کیا اور آداب بجالا کر چلا گیا۔

اسی اثناء میں حجرہ کے زمیندار شکایت کے لیے اُٹھے اور بڑی لمبی چوڑی شکائتیں کرنے لگے کہ ہمیں یہ حاکم درکار نہیں اور کوئی حاکم ہونا چاہیے۔ ناظم نے کہا چونکہ منشی ہوونہ سرکار کا خیر خواہ۔ دیانتدار اور امانت گزار ہے اور تمہارے کہنے پر نہیں چلتا اور سرکاری مال ضائع نہیں کرتا۔ اس واسطے وہ تمہیں منظور نہیں۔ جاؤ۔ تمہارا حاکم یہی ہے تم سب چلے جاؤ۔

پھر وہ اپنے مطالب اور معروضات پیش کرنے لگے۔ ناظم نے کہا۔ یہ تمام کام تمہارے حاکم کے متعلق ہیں۔ جاؤ۔ منشی ہوونہ وہاں قانون کے مطابق تمہارے کام سرانجام دیں گے۔ میں اسی وقت روانہ ہوا۔ تمام آدمی میرے پیچھے آنحضرت کی خدمت میں آئے اور التماس اور معروضات پیش کرتے اور آنحضرت سے سفارش کرواتے۔

جب میں حجرے میں گیا اور حکومت میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔ دوسرے سال جب میں ملتان میں حساب سپرد کرنے آیا تو اتفاقاً پھر آنحضرت ملتان میں تشریف فرما

marfat.com

تھے۔ پھر میں نے دنیاوی حرص اور لالچ کے سبب پھر حکومت کے لیے عرض کیا اور جتنا مال و دولت میں نے کمایا تھا۔ سارا نہ عرض کیا: اس دفعہ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر ایک دفعہ موقع پا کر عرض کیا: تو فرمایا: منشی! تو نے مجھے کہا تھا کہ اگر مجھے اس قدر دولت مل جائے جو میری ضروریات کے لیے کافی ہو، تو پھر میں نوکری نہیں کروں گا۔ اب حق تعالیٰ نے تمہاری مراد پوری کر دی ہے پھر کیوں نوکری اور حکومت چاہتے ہو۔

بعد ازاں جو مال و اسباب میں نے آپ چھپا رکھا تھا۔ سب ظاہر کر دیا۔ میں نے شرمندہ ہو کر عرض کیا: یا مرشد! حضور پر سب کچھ ظاہر ہے۔ میں سرکاری ملازمت سے باز آیا۔ مگر میری تین حاجتیں باقی ہیں۔ جو آپ کی دعا کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں۔

آپ نے فرمایا کہو۔ میں نے عرض کیا یا مرشد! ایک یہ کہ کئی سال ہوئے میں گھر سے نکلا ہوا۔ اس سے پہلے بھی قوت رجولیت میں کمی تھی۔ اب تو بالکل ناامیدی کی حالت ہے۔ میں گھر کیونکر جاؤں۔ فرمایا: جب گھر کے نزدیک جاؤ تو وضو کر کے قضائے حاجت کے لیے دوگانہ ادا کرنا اور یہی مراد اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔ وہ مجیب الدعوات اور قاضی الحاجات ہے۔ قبول کرے گا۔

دوسری عرض یہ کی کہ مال و دولت تو بہت کچھ موجود ہے لیکن مکان اور ملکیت جو تنگی کے وقت اپنے ہم وطنوں کے نام بیع کر دی تھی وہ پھر کیونکر ہاتھ آئے اور وطن میں کس طرح جمعیت کے ساتھ گزران کر سکوں گا اور میری عزت کیا ہو گی۔

آپ نے فرمایا: دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ وہ سب پر قادر ہے۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور میں نے بھی اُٹھائے فقط۔

تیسری یہ کہ جناب کا غلام زادہ شادی کے قابل ہے۔ ذی عزت اور خاندانی منشی قصبہ کہرور میں ہیں۔ میں چاہتا ہوں وہاں شادی ہو جائے۔ فرمایا: بہت خوب۔ ہمارے بھی وہاں دوست ہیں۔ انشاء اللہ تیرے لڑکے کی شادی پر آئیں گے اور اتفاق سے دوستوں کی ملاقات بھی کر لیں گے۔

میرے دل میں تردّد پیدا ہوا۔ اسی وقت میں نے اپنی عرض کو یوں بدلا کہ یا مرشد!

marfat.com

منشیوں کا ایک اور خاندان خاص خیر پور میں بھی ہے۔ جو میرا وطن اور جائے سکونت ہے۔ وہ بہت ذی عزت ہیں۔ اگر غلام زادہ کی شادی اس خاندان میں ہو جائے تو میری عین دلی مراد ہے۔ فرمایا: بہتر۔ کسی فراعت کے وقت مسجد میں جا کر یہی عرض اللہ تعالیٰ سے کرنا۔ انشاء اللہ قبول ہو گی۔

القصہ منشی ہوونہ نے کہا کہ صاحبزادہ سلطان حامد! جب میں گھر آیا تو میری قوت رجولیت کی کمی سے میرا دل دھڑکتا تھا۔ میں نے آپ کے حکم کے موافق پاک وضو کر کے گوشے میں جا سجدہ میں دعا کی۔ جب میں گاؤں کے قریب پہنچا، تو اپنے آپ کو ایسا قوی پایا جیسا میں جوانی کے وقت تھا۔ پھر میں نے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے دعا کی تو ابھی گھر میں نہیں پہنچا تھا کہ راستے ہی میں قاصد نے مجھے مبارک باد دی کہ خیر پور کے فلاں چودھری نے خود بخود اپنی لڑکی کا ناطہ آپ کے لڑکے کو دیا ہے اور مٹھائی تقسیم ہو چکی ہے۔

جب میں وطن پہنچا تو ہم وطن میری ملاقات کے لیے آئے۔ جن لوگوں نے میری زمینیں اور میرے مکان خریدے ہوئے تھے۔ وہ ہاتھوں میں قبالے اور تمسک اور بیعنامے لے کر آئے اور بغیر کسی انسانی مدد کے اللہ تعالیٰ نے مجھے بامراد کیا اور میں صاحب جمعیت ہو گیا۔ تمام شخصوں کو قیمت ادا کی گئی۔

یہ نقل منشی ہوونہ نے بیان کی بلکہ خود مصنف (سلطان حامد) نے بچشم خود دیکھا کہ خیر پور کھرانی کے سردار میر محمد خاں اور محمد مراد خاں وغیرہ میں باپ کی وفات کے بعد ملک مال اور اسباب کی بابت جھگڑا ہوا۔ آخر کار اس خیال سے کہ آنحضرت کے مرید تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرضیاں لکھ کر ایک معتبر آدمی کے ہاتھ بھیجیں جو ملتان میں حاضر خدمت ہو گیا۔

میں ان دنوں عاقل اور بالغ تھا۔ حاضر خدمت تھا۔ آنحضرت نے مجھے اور اپنے بڑے صاحبزادے شیخ محمد زبیر کو لے کر خیر پور میں تشریف لے گئے۔ پہلے ماتم پرسی کی، بعد ازاں ان کی خواہش کے مطابق مجھ مسکین سلطان حامد کے قلم سے ہر ایک نے اقرار نامہ لکھوایا۔ جس میں تمام ملک املاک۔ آلات جنگ۔ گھر کے سامان اور مکانات وغیرہ سب

marfat.com

کی مفصل تقسیم مہریں اور دستخط سمیت درج تھی۔ ان پر خود آنحضرت نے اپنی مہر لگائی اور ان کے اقرار نامے انہیں دیئے اور خود فراغت پا کر واپس تشریف لائے۔

بعد ازاں محمد مراد خاں کے چھوٹے بھائی احمد خاں نے جو شریر النفس تھا، فساد برپا کر کے اپنے بھائی محمد مراد خاں کو تنگ کیا اور اس سے اپنی مرضی کے مطابق اور اقرار نامہ لکھوا لیا۔

محمد مراد خاں نے اپنے ملازم منشی ہوونہ کو آنحضرت کی خدمت میں بھیج کر واویلا کیا۔ احمد خاں آنحضرت کی مہر لگے ہوئے اقرار نامہ سے پھر گیا اور ایک اقرار نامہ اپنی مرضی کے مطابق لکھوالیا۔ اس اقرار نامہ کو کلام اللہ شریف کے ورق پر چسپاں کیا اور مقدمہ کے لیے اپنے ثالث بہاول خاں والئے بہاولپور کے پاس گیا۔

جب منشی ہوونہ نے یہ حالات آنحضرت کی خدمت میں عرض کئے تو آنحضرت نے فرمایا: اے ہوونہ! اگر احمد خاں میری مہر لگے ہوئے اقرار نامہ سے پھر گیا ہے تو اللہ تعالیٰ قادر مطلق اسی پہلے اقرار نامہ کو قائم رکھے گا۔ ہوونہ نے عرض کیا: یا حضرت! احمد خاں نے دوسرا اقرار نامہ جو زبردستی اور شرارت سے لکھوالیا ہے، اُسے کلام اللہ شریف کے ورق پر چسپاں کر رکھا ہے اور وہ اقرار نامہ رکن الدولہ خان صاحب والئے بہاولپور کے پاس لے گیا ہے اور محمد مراد خاں یتیم پژمردہ دلی سے اُس کے پیچھے گیا ہے۔ اس فکر سے گویا اس کے بدن میں جان ہی نہیں۔ کیونکہ جب احمد خاں اقرار نامہ اور کلام اللہ شریف خان صاحب رکن الدولہ کی خدمت میں پیش کرے گا، تو خان صاحب اُسے تسلیم کر لے گا اور محمد مراد خاں تباہ ہو جائے گا۔

آنحضرت نے یہ سن کر جلال میں آ کر فرمایا: تمہیں رخصت ہے۔ جا کر محمد مراد خاں کو کہو کہ غم نہ کرے۔ احمد خاں کو دوسرے اقرار نامہ پر بھروسہ ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجلد کلام اللہ شریف سے زبان سے چاٹ لیا جائے گا۔

منشی ہوونہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آداب بجا لا کر سوار ہو کر رکن الدولہ خان صاحب کے دار الریاست کا رُخ کیا اور محمد مراد خاں کو احمد پور میں اسی غم میں چارپائی پر بیمار

marfat.com

پایا۔ مقدمہ دائر تھا۔

ایک روز احمد خاں کا معتبر عیسیٰ خان دوڑ کر ہمارے ڈیرے پر آیا اور کہنے لگا کہ محمد مراد خاں؟ اگر تم کہو، تو میں وہ کلام اللہ اٹھالاؤں جس میں اقرار نامہ چسپاں ہے۔ کیونکہ عام طور پر وہ گلے میں لٹکائے رکھتا ہے لیکن اسی وقت قضائے حاجت کے لیے گیا ہوا ہے اور قرآن شریف مذکور ڈیرے پر چھوڑ گیا ہے۔

محمد مراد خاں نے کہا۔ دیر نہ کر۔ عیسیٰ خاں دوڑا لیکن اتنی فرصت نہ ملی۔ اس نے جھٹ جا کر اس اقرار نامے کو زبان سے چاٹ دیا اور قرآن شریف مذکور کو اسی طرح غلاف میں لپیٹ وہیں رکھ دیا۔ جہاں پہلے تھا۔

جب احمد خاں نے ضرورت کے وقت قرآن شریف کو دیکھا تو بہت واویلا کیا اور رکن الدولہ کے وزیر محمد یعقوب اور محمد رمضان خان کے پاس لایا۔

جب انہیں نے دیکھا کہ اقرار نامہ کے حروف مٹے ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی بلکہ اُلٹی ملامت کی کہ تو کیوں اقرار سے پھرا۔

آخر کلام اللہ کو بجنسہٖ خان صاحب رکن الدولہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ خان صاحب نے فرمایا: احمد خاں! تو اپنے مرشد کے فرمان سے منحرف ہوا ہے۔ ہم بزرگوں کے فیصلہ سے منحرف نہیں ہو سکتے۔ جو کچھ تمہارے مرشد نے لکھ دیا ہے وہی جائز ہے۔ جس پر ان کی مہر لگی ہوئی ہے۔ احمد خان مایوس ہو کر گھر چلا آیا اور اس بد اعتقادی اور گستاخی کی شامت میں اطراف و جوانب میں آوارہ ہو گیا۔

احمد نام جولاہ ایک زبردست شخص کا ہمسایہ تھا۔ اس لیے وہ اس رئیس کی ہمسائیگی سے تنگ آ کر آنحضرت کا ہمسایہ بنا اور وہیں رہنے سہنے لگا۔ رئیس مذکور نے جو بڑا زبردست تھا۔ اس جولاہ کے نکلتے ہی اس کے مال مویشی پر زبردستی قبضہ کر لیا اور بیچ ڈالا اور حاکم سے کہہ کر اُسے قید کروا ڈالا۔

رئیس مذکور چونکہ بہت چالاک تھا۔ اس نے ایک اور شخص کو اس کے مال پر قابض کر کے مدعی بنا دیا۔ وہ رئیس حاکموں سے بہت میل جول رکھتا تھا اور بارسوخ آدمی تھا۔ آپ کو

marfat.com

اس بات کی فکر ہوئی۔ آخر ملتان میں صوبہ دار کے پاس مقدمہ لے گئے۔ اس رئیس نے اس شخص کو جس نے احمد خان مذکورہ کے مقدمہ پر آمادہ کیا تھا۔ وہ شخص اس رئیس کی حمایت کے لیے کچہری میں آیا۔ جب وہ آیا تو وقت تھوڑا تھا اس واسطے مقدمہ پیش نہ ہو سکا۔

اس رات مجھ مسکین سلطان حامد کو ملتان میں آنخضرت کے ساتھ بالکل نیند نہ آئی۔ کیونکہ مقدمہ پیچ دار تھا اور مخالف بڑا چلتا پرزہ تھا۔ اسی فکر میں رہا کہ کل مقدمہ صوبہ دار کے پیش ہوگا۔ مخالف نے بہت کچھ مکر و فریب پھیلا رکھا ہے۔ معلوم نہیں انجام کیا ہو گیا۔ اس میں عزت کا بھی خوف ہے اور وطن میں رہنا دشوار ہوگا۔ کیونکہ مخالف ہمارا سخت حاسد ہے اور ہم وطن ہے۔

تہجد کی نماز کے بعد جب کہ ہوونہ منشی دروازہ ملتان کی مسجد پاک میں آپ کی خدمت میں تھا۔ آپ نے اِسے فرمایا: اے ہوونہ! آج رات سلطان حامد کو مقدمہ۔ کہ اندیشہ سے نیند نہیں آئی۔ منشی ہوونہ نے عرض کیا: درست ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ہوونہ! مال مویشی اصل میں احمد جولاہ کا نہیں۔ یہ دراصل اسی عبداللہ لوہار کے ہیں۔ جو مدعی بنایا گیا۔ ہم احمد جولاہا کی حمایت کر کے اللہ تعالیٰ کے مجرم تو نہ ہوں گے۔ اُس نے عرض کیا: صاحب! آپ پر سب کچھ روشن ہے۔

پھر فرمایا: اے ہوونہ! احمد جولاہا کے یہ چوپائے مالدار مذکور نے خیانت سے خرد بُرد کر لئے۔ احمد جولاہا نے جب اس سے چوپائے مانگے تو مالدار مذکور نے عبداللہ لوہار کے چوپائے اپنے قرار دے کر اُسے دیئے۔ بعد ازاں یہ مویشی کئی سال احمد مذکور کے پاس رہے۔ جب زیادہ ہوئے تو عبداللہ اپنے چوپایوں کے پیچھے گیا تو اُسے معلوم ہوا کہ مالدار نے اُس کے چوپائے بدل ڈالے ہیں۔ احمد جولاہا کو کئی سال سے عبداللہ لوہار کا کھٹکا تھا۔ اس لحاظ سے تو احمد جولاہا خائن ہے۔ اس وقت دونوں فریق جب کہ یہ ہمارے مخالف کے ہمسایہ ہے مسلمان منصفوں کے انصاف کے مطابق جو چوپائے احمد جولاہ کے پاس تھے، وہ اسی کے پاس رہنے دیئے اور عبداللہ لوہار کو کہا کہ تم مال دار سے مال طلب کرو۔

دوسرے یہ کہ احمد جولاہ نے کئی سال مویشیوں کی پرورش کی اور اس کی پرورشِ سے

marfat.com

ان کی مقدار میں بیشی ہوئی۔ عبداللہ لوہار جو اس کا ہمسایہ تھا۔ ہر روز احمد کے دروازے پر اس کے قبضہ میں دیکھتا تھا اور علاوہ ازیں اس نے منصفوں کے فیصلے کے بعد احمد کی مزاحمت نہ کی۔ اب چونکہ مخالف نے اُسے ابھارا ہے اس لیے وہ مقدمہ بازی پر آمادہ ہوا ہے۔ احمد جولاہ کے بھی اس میں حقوق تو ظاہر ہیں۔ اگر اب ہم اس کی حمایت و رعایت کریں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک گنہگار نہیں۔ فقط۔

اے منشی! اُٹھ اور میرے بیٹے سلطان حامد کو تسلی دے اور کہو کہ تیرا باپ کہتا ہے کہ آئندہ غم نہ کرنا۔ تسلی سے سو جا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل میدان ہمارے ہاتھ رہے گا اور مخالف کو شرمندگی اور رسوائی ہوگی۔

منشی نے میرے (سلطان حامد) پاس آ کر مجھے میرے والد بزرگوار کے ارشاد کی خوشخبری دی اور میری تسلی کی۔

صبح جب ہم عدالت میں حاضر ہوئے تو کچہری کے بعض ارکان ہمارے مخالف کی مدد پر تھے لیکن اس وقت ہمارے حضرت صاحب نے اُٹھ کر صوبہ دار کو اصل کیفیت حرف بہ حرف سنا دی۔ صوبہ دار نے بپاس ادب آنحضرت کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور صوبہ دار نے احمد جولاہ کی بجائے جو ناواقف اور ناتجربہ کار تھا ہمیں سوال جواب کی اجازت دی۔

احکم الحاکمین کے حکم اور مرشد کامل کی امداد سے مقدمہ ہمارے حق میں ہوا اور مخالف کو نیچا دیکھنا پڑا اور اسی روز سے مخالف کے رعب و دبدبہ میں زوال آنے لگا اور صوبہ دار وقت ہمیشہ اُسے مفتری اور فسادی سمجھتا رہا اور چوپائے بجنسہٖ احمد جولاہ کو دیئے گئے۔

جس حاکم نے مخالف کے کہنے سے احمد جولاہ کو قید کیا تھا اور جو ہمارے حضرت صاحب سے بھی گستاخی سے پیش آیا تھا۔ جب آنحضرت دار الحکومت سے اُٹھ کر گھر تشریف لا رہے تھے تو اثنائے راہ میں مہر داد اور مہر بہاب کو جو آنحضرت کے مصاحب تھے۔ میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب کے روبرو آنحضرت نے پوچھا کہ بتاؤ اس ہندو حاکم نے جو ہم سے فضولی کی ہے اللہ تعالیٰ اُسے کیا بدلہ دے تاکہ ہمارا انصاف ہو جائے اور ہمارا حق ہمیں مل جائے۔

marfat.com

انہوں نے کہا۔ اے حضرت! یہ کتا مر جائے تو بہتر ہے۔ آنخضرت نے فرمایا: نہیں نہیں اس کے مرنے سے ہماری حق رسی نہیں ہوتی۔ البتہ اگر اس کا جوان لڑکا جو قابل ذی عزت اور قصبہ کروڑ متبرک کا چودھری ہے۔ وہ مر جائے تو ہمارا معاوضہ ہو جاتا ہے۔ فقط۔

بعد ازاں آپ اور باتیں کرنے لگے۔ تھوڑے عرصہ بعد خبر آئی کہ اس کا بیٹا کروڑ متبرک میں ناگہانی صدمہ سے ہلاک ہوا ہے اور اس حاکم کو بھی اس مقدمہ کے فیصلے کے بعد ملتان کے صوبہ دار کی طرف سے سزا ملی اور وہ دفع ہو گیا۔

شیخ حاجی شریف جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد سے ہے اور اب نہایت قابل اور دنیاوی آدمی ہے۔ اُسے سجادہ نشینی کا جو خیال آیا۔ اس وقت سلطنتوں میں گڑبڑ تھی۔ وہ حاکم سے مل گیا اور میرے والد بزرگوار کو جو پشت بہ پشت سجادہ نشین چلے آئے ہیں۔ تکلیف پہنچانے لگا۔ میں نے اس وقت کے حاضرین میں سے نہایت صالح مرد میاں نورنگ کی زبانی سنا ہے' کہ آنخضرت خانقاہ کی زیارت سے فارغ ہو کر گھر تشریف لا رہے تھے اور ابھی دربار فیض آثار کے بیرونی احاطہ میں تھے کہ حاجی شریف مذکور آپ کے سامنے آ کر گستاخی سے یوں کہنے لگا کہ ابھی تو خانقاہ میں آنے سے باز نہیں آتا۔ میں تجھے پاس بھی پھٹکنے نہیں دوں گا۔ تجھے کچھ خیال بھی ہے تو بار بار خانقاہ مقدس میں آتا ہے اور بہت زور شور سے بولنے لگا۔ آنخضرت نے صرف ایک دفعہ نہایت آہستگی سے فرمایا کہ یا تیری قبر یہاں نہ ہوگی۔ یا ہماری۔

اس وقت میاں عبداللہ فقیر کمال قصبہ مگھیانہ کے رہنے والے جو صاحب احوال عالی اور صاحب استقامت و کرامت اور مجاہدات میں زاہد عابد اور یکتائے زمانہ تھے اور بارگاہ الٰہی کے مقبول اور یگانہ تھے، کلام اللہ شریف کی تلاوت میں مشغول تھے۔ یہ گفتگو انہوں نے اپنے روبرو سنی۔

تلاوت سے فارغ ہو کر اپنی مجلس کے درویشوں سے پوچھا کہ درویشو! تم نے وہ گفتگو سنی ہے جو صاحبزادوں کے درمیان دربار شریف میں ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں سنی ہے۔ پوچھا کچھ تمہیں معلوم ہے کہا۔ نہیں کہا۔ جو باتیں دربار شریف میں ہوئی ہیں، ان میں

marfat.com

حضرت شیخ غلام باہو سجادہ نشین کی باتوں نے عروج پایا ہے اور صفحہ تقدیر قائم اور مشیت ہوگئی ہے۔ سجادہ نشین ممدوح کے کلام کی تلوار شیخ حاجی شریف پر کارگر ہوئی ہے اور اُسے نیچا دیکھنا پڑا کہ اُس کی قبر بھی یہاں نہیں ہوگی۔

بعدازاں ایسی صورت نکل آئی کہ ملتان کے صوبہ دار حاجی محمد مظفر خاں سدوزئی پر سنگھوں کی فوجیں غالب آئیں اور ملتان میں ہل چل مچ گئی۔ ہمارے حضرت صاحب جناب سرور کائنات ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے کہ **الفرار مما لایطاق من سنتی و سنن الانبیاء من قبلی**۔ ”ناقابل برداشت مصیبت سے بھاگ جانا میرا اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا طریقہ ہے۔“ خانقاہ مقدس سے جو ملتان کے مضافات سے ہے ہجرت کر کے ملک سندھ میں صوبہ بھکر اور جس کا ناظم اس وقت ملک نواب حافظ احمد خاں سدوزئی تھا، پہنچے اور نہایت جمعیت اور استقلال سے بود و باش اختیار فرمائی۔ مدت تک وہاں امن وامان سے رہے۔

ایک روز آنحضرت نے مجھ مسکین (سلطان حامد) کو ماجرا سنایا کہ بیٹا! مدت ہوئی ہم اپنے وطن سے بچھڑے ہیں لیکن وطن کی جدائی کا مجھے کبھی ملال نہیں آیا بلکہ خوشی سے زندگی بسر کررہے ہیں۔

ایک روز میں اپنے ڈیرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک میرا دل غمگین ہوگیا اور وطن کی کشش پیدا ہوئی۔ اس وقت میرا دل اور طرف مائل ہوا تو میں جناب رسول خدا ﷺ کے قول ”**اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور**۔“ ”جب تم کسی معاملے میں حیران رہ جاؤ تو اہل قبور سے مدد مانگو“ کے مطابق تن تنہا اپنے گاؤں سے جو صوبہ بھکر کی طرف سے لیہ کمال خاں کے قریب عطا ہوا تھا، سوار ہوا اور دریائے سندھ پار کر کے ملک مغربی دامن کوہ میں حضرت مائی فاطمہ مستوئن کی خانقاہ پر استمداد کے لیے حاضر ہوا۔

حضرت فاطمہ مذکور نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سے آپ کی زندگی ہی میں فیض حاصل کیا تھا اور اُن کی قبر زندہ ہے۔ میں اُن کی قبر پر بیٹھا۔ مائی صاحبہ علیہا الرحمۃ نے قبر سے نکل میرے ہاتھ میں پتھر دیا اور حاجی شریف کو جو کافر حاکموں کی مدد سے حضرت

marfat.com

سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ کا گدی نشین بنا تھا۔ حاضر کیا اور مجھے فرمایا کہ جو پتھر میں نے تمہیں دیا ہے اس کے سر پر مار کر اس کا کام تمام کر۔ بیٹا! اس وقت وہ پتھر میں نے مائی صاحبہ کے ہاتھ میں دیکر التماس کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے حکم ہوا ہے تو آپ ہی اپنے ہاتھ سے اُسے ماریں۔ اس وقت مائی صاحبہ وہ پتھر اپنے ہاتھ سے پھینک قبر میں چلی گئیں۔ میں نا اُمید ہو کر خانقاہ سے اُٹھا اور مغربی پہاڑ کے دامن میں آیا اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمۃ کی خانقاہ پر بیٹھا۔ انہوں نے بھی قبر سے نکل ایک پتھر میرے ہاتھ میں دیا اور حاجی شریف کو حاضر کر کے فرمایا کہ پتھر مار کر اس کا کام تمام کرو۔ میں نے وہ پتھر انہیں کے ہاتھ میں دے کر عرض کیا کہ اگر حکم ایسا ہی ہے تو آپ ہی اپنے ہاتھ سے ماریں آپ بھی پتھر پھینک کر قبر میں چلے گئے۔

جب وہاں سے بھی نا امید ہوا تو مجھے یاد آیا کہ حضرت سلطان احمد بن حضرت سلطان نور محمد بن حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا مزار بھی مائی صاحبہ ممدوحہ کے مقبرہ میں ہے اور نہایت کامل مرد ہیں۔ میں لوٹ کر انہیں سے مدد مانگوں۔ پھر میں مائی صاحبہ کی خانقاہ میں آ کر حضرت سلطان احمد قدس سرہٗ کے مزار پر بیٹھا اور مدد کی درخواست کی۔ آپ نے بھی فوراً قبر سے نکل کر وہ پتھر میرے ہاتھ میں دیا۔ میں نے ان کے ہاتھ میں دے کر عرض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو آپ ہی اپنے ہاتھ سے ماریں۔ حضرت سلطان احمد قدس سرہٗ نے فوراً وہ پتھر اُس کے سر پر مار کر اس کا کام تمام کیا۔

یہ دیکھتے ہی میں فوراً سوار ہو گیا اور منزل بمنزل مذکورہ بالا گاؤں میں اپنے گھر جا پہنچا۔ وہ تاریخ میں نے لکھ رکھی۔ تھوڑے دنوں بعد ملک داؤد پوترہ سے ایک قاصد نے آ کر بیان کیا کہ فلاں تاریخ فلاں وقت رونجھا خاں نے حاجی شریف کو شہید کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔

میرے والد بزرگوار نے صاحبزادوں کو جو جوان تھے اور کئی سوار پیادہ مسلحہ ہمراہ لیے اور داؤد پوترہ کے دارالحکومت میں گئے اور مقدمہ کیا۔ اگرچہ قاتل بھی والئے بہاولپور کے ہم قوم تھے لیکن رکن الدولہ صادق محمد خاں ثانی نے قاتلوں کے بازو شرع شریف کے مطابق

marfat.com

آنحضرت کے حوالے کئے۔

مگر آخر کار آپ نے شیخ حاجی شریف علیہ الرحمۃ کے فرزند شیخ غلام مرتضٰی سے عین قصاص کے وقت قاتلوں کا خون معاف کرایا اور شیخ حاجی شریف کی قبر داؤد پوترہ کے دارالحکومت خاص احمد پور میں اُن کے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان عظمت رحمہم اللہ کے مزار کے پہلو میں بنائی گئی۔

آنحضرت مقدمہ مذکور کے فیصلہ کے بعد اپنے دولت خانہ میں تشریف لائے اور پھر ساری عمر خانقاہ مقدس میں سجادہ نشینی اور فیض رسانی کی مسند پر قائم وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

آنحضرت نے دارالملک سندھ میں پردیس میں رب احب الی السجن مما یدعوننی الیہ کے مطابق سفر اختیار کئے رکھا اور پھر فلبث فی السجن بضع سنین کے موافق بارہ سال پردیس کی تکلیفیں سہیں اور انبیاء علیہم السلام کے طریقے کو نباہا اور یہ ظاہر ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ شدایدالدنیا ثلاثۃ الدین ولو کان درھم والسفر ولو کان میل والبنت ولو کان واحد۔ ”دنیا کی تین سختیاں ہیں۔ اول قرضہ خواہ ایک ہی پیسہ ہو دوم سفر خواہ ایک ہی میل ہو۔ سوم بیٹی خواہ ایک ہی ہو“۔

وفات کے بعد آنحضرت کا مزار شریف آپ کے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین اور اپنے والد ماجد کے مزار کے پہلو میں بنایا گیا۔

خلیفہ رمضان جو سفر و حضر میں حاضر خدمت رہتا تھا اور صاحب احوال تھا۔ ایک روز اُسے جب میں نے آنحضرت کے خوارق عادات کی بابت پوچھا، تو کہنے لگا اور اس کے کہنے کی تصدیق حافظ چوغطہ نے بھی کی جو ملتان سے لوٹتے وقت آپ کے ساتھ تھا کہ ماہ ساون میں دریا طغیانی پر تھا اور آنحضرت خانقاہ مقدس کی طرف آرہے تھے۔ سوائے چولستان کے اور کوئی راستہ نہ تھا۔ ناچار چولستان کی راہ جنگل طے کرنے پر آمادہ ہوئے اور سارا دن چولستان کی سختیاں سہتے رہے۔ آخر جب عصر کا وقت ہوا تو رمضان نے عرض کیا کہ حضرت سورج ڈوبنے کو ہے اور حضور نے اب تک کوئی راہ نہیں لی۔ سارا دن چولستان

marfat.com

کے عذاب میں نیچی اونچی جگہ طے کرتے آئے ہیں۔اب رات ہونے کو ہے۔اگر آپ کسی آبادی کی راہ لیتے تو کسی جگہ گھوڑوں اور آدمیوں کا گزارا ہو جاتا۔

آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ کیونکہ چولستان کی منزلیں طے کرتے تھکے ماندے اور ملول تھے۔اُس نے پھر گستاخانہ عرض کیا کہ حضرت آج ہم کس کے مہمان ہیں؟ کہ نہ پانی نہ دانہ، نہ گھاس، نہ آبادی، نہ جائے آرام ومکان۔اس کے بار بار کہنے سے آنحضرت پر جلالیت طاری ہوئی۔فوراً ریت کے ایک ٹیلے پر نزول فرمایا اور فرمایا:

''رمضان! آج رات ہم میزبانوں کی مہمانی نہیں کھائیں گے۔آج ہم محض اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔''

اتنا فرما کر آپ تیمم کر کے فرائض ونوافل اور یادالٰہی میں مشغول ہوئے۔درویشوں نے گھوڑوں کو جنگل کے درختوں سے باندھا اور ریت کے ٹیلے پر بیٹھ گئے۔جب عصر اور شام کی نماز سے فارغ ہوئے اور عشاء کا وقت ہوا تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انسانوں کی صورت میں آئے۔ان میں سے ہر ایک بوجھ اُٹھائے ہوئے تھا۔تمام ضروریات مہمانی یعنی گھاس دانہ۔روٹی۔پانی۔گوشت اور چارپائیاں وغیرہ لے آئے۔آپ اس وقت احیائے عشائین میں مشغول تھے۔درویشوں نے ان سے تمام چیزیں لے لیں اور گھوڑوں کو کھلایا پلایا۔وہ مزدور بدستور سر باندھے واپس چلے گئے۔کسی نے ان کے رعب کے سبب ان سے تفتیش نہ کی۔

جب آنحضرت فارغ ہوئے تو کھانا تقسیم کرنے کا حکم دیا۔درویشوں نے کھانا کھا کر خوش حالی اور فارغ البالی سے آرام کیا اور پھر آپ یادالٰہی میں مشغول ہوگئے۔

تہجد کی نماز کے بعد جب درویش جاگے اور تیار ہوئے تو نہ وہاں گھاس تھی۔نہ ہانڈی۔نہ کھانے پینے کے برتن نہ چارپائی اور نہ ان آدمیوں کا نشان فقط۔وہ آنحضرت کے ساتھ روانہ ہوئے۔

سکھوں کے عہد میں لاہور سے خزان سنگھ نام ایک سردار لیہ کمال خاں اور کچھی بھکر کا صوبہ دار مقرر ہو کر آیا جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔آنحضرت نے مسلمانوں کے عہد حکومت

marfat.com

میں وہاں جائداداور مکانات حاصل کئے تھےاور آتی دفعہ بڑے بھائی شیخ محمد زبیر علیہ الرحمۃ کو وہاں قائم مقام چھوڑ آئے تھے۔

خزان سنگھ مذکور ہمارے حاسدوں کے بہکانے سے میرے بھائی پر ناراض ہو گیا۔

ایک روز آنخضرت نے کچہری میں خزان سنگھ کو فرمایا کہ سردار صاحب! آپ حاسدوں کی شکایت سے میرے فرزند محمد زبیر پر ناراض ہو۔میرے چھ فرزند ہیں حق تعالیٰ نے پانچ کو وطن میں رزق دیا ہے اور محمد زبیر کو جو پردیس میں چھوڑا ہے تو محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور حاکموں کی شفقت کے بھروسے پر چھوڑا ہے اگر آپ کو محمد زبیر کا یہاں رہنا ناگوار ہے تو اُسے حق تعالیٰ وطن میں روزی اور رزق عنایت فرمائے گا۔

سردار مذکور نے غرور کے سبب آنخضرت کے فرمان پر توجہ نہ کی اور آپ کی تسلی اور تشفی نہ کی۔

آپ نے اسی اثناء میں جلال میں آ کر اٹھ کر فرمایا اور سردار! ہم اپنے گاؤں اور تمہارے ملک کو آگ لگا کر محمد زبیر کو بھی وطن لے جائیں گے۔اس جلالیت میں آنخضرت نے دست مبارک سے جنوب رخ اپنے گاؤں کی طرف اشارہ کیا اور اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ نے لیہ کے گردونواح کی طرف اشارہ کیا تھا۔بہت سی جگہوں میں غیب سے آگ بھڑک اُٹھی اور آپ کے گاؤں میں جو وہاں سے سات کوس کے فاصلہ پر تھا آگ بھڑک اُٹھی۔جدھر آپ نے اشارہ کیا تھا۔اس سارے علاقے میں جا بجا آگ بھڑک اُٹھی اور گاؤں اور پرگنے جل گئے۔اسی وقت شہر کے اطراف و جوانب میں جو آگ بھڑکی تو شور برپا ہوا اور حاکم نے حاضرین سے وجہ پوچھی، تو جو لوگ حضرت کی کرامات سے واقف تھے انہوں نے حاکم مذکور سے عرض کیا کہ چونکہ حضرت شیخ غلام باہُو کچہری سے ناراض ہو کر گئے ہیں اور جاتی دفعہ اپنے گاؤں اور ملک سندھ میں آگ لگنے کے لیے اشارہ کیا۔یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا اُدھر آگ لگی ہے۔یا کسی اور طرف۔

جب مختلف مقامات سے آتش زدگی کی خبر پہنچیں تو حاکم مذکور آپ کی کرامت دیکھ کر

marfat.com

نہایت عاجزی۔ فروتنی اور تواضع سے آنحضرت سے ملتجی ہوا اور شیخ محمد زبیر کو نہایت تعظیم و تکریم سے اسی جگہ بدستور بٹھایا۔

چونکہ آنحضرت ہمیشہ ہمارے حق میں شفیق تھے۔ خاص خاص وقتوں میں اسرار کے اظہار سے ہمیں سرافراز فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز حسب عادت اشراق کے بعد حافظ صالح محمد صاحب اور یہ بندہ سلطان حامد آپ کے سلام اور آپ کی زیارت کے لیے گئے تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

جب ہم نے وجہ پوچھی تو فرمایا: بیٹو! آج رات اسرار میں مجھے جناب سرور کائنات ﷺ نے زیارت دی اور توجہ کے لیے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور مجھے توجہ اور نظر کے فیض سے بہرہ یاب فرمایا: جب مجھ پر نگاہ کی تو آنحضرت ﷺ کے فیضان سے مجھے وجد اور سکر ہو گیا اور میں نے اپنی پگڑی سر سے اتار آنحضرت کے قدموں پر رکھ دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر توجہ کی اور میری پگڑی پر بھی نگاہ کی۔

پھر آنحضرت ﷺ کی توجہ سے فیض یاب ہو کر پھر مستغرق ہو گیا اور محض توجہ سے میری پگڑی میرے سر پر رکھی۔ میرا دل عشق واشتیاق کے سبب جوش مارتا تھا اور مجھے خیال آتا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی توجہ اور نظر سے بہرہ مند ہوا لیکن جیسے میری خواہش تھی کہ آنحضرت ﷺ مجھے ایک ہی نگاہ سے دونوں جہان سے بے پروا کر دیں گے۔ ویسے نہ ہوا۔ جب حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فارغ ہو کر اُٹھے اور اس وقت یہی عصا جو میرے ہاتھ میں ہے اس وقت بھی میرے ہاتھ میں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ عصا مجھے دو۔ آنحضرت ﷺ نے اُسے تھوڑی دیر دست مبارک میں رکھ کر پھر مجھے عنایت کیا۔ سو بیٹا! اس عصائے مبارک کو غلاف دیکر کسی مکان میں باادب رکھنا چاہیے۔ اسے بالکل نہ چھونا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسے چھوا ہے۔ میری اس پگڑی کو بھی تبرکاً نہایت ادب سے محفوظ رکھنا چاہیے۔

بعد ازاں وہ عصا مجھ بندہ سلطان حامد کو عطا کر کے فرمایا کہ جو مشکل پیش آئے اس

marfat.com

عصا کو ہاتھ میں لے جانا۔ اللہ تعالیٰ اس عصا کی برکت سے مشکل حل کر دے گا۔

اور دوسرے دن وہ دستار مبارک میرے بھائی حافظ صالح محمد کو دے کر سرفراز فرمایا اور نصیحت کی کہ اسے تبرکاً اپنے گھر میں محفوظ رکھو۔

چنانچہ اب تک وہ دونوں چیزیں تبرکاً ہم مسکینوں کے ہاں محفوظ وموجود ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

جب میں بچہ تھا۔ آنحضرت فرط شفقت کے سبب مجھے اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ ہم داؤد پوترہ کے دارالحکومت احمد پور میں تھے کہ ایک روز شیخ قطب علی شاہ بن احمد یار شاہ قریشی نے جو آنحضرت کا مرید اور صاحب احوال تھا۔ مجھے کہنے لگا کہ آج رات تہجد کی نماز ادا کرتے وقت میں آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ آنحضرت نے وظائف ادا کرتے وقت ناگاہ کلمہ ''الامان، الامان'' زبان مبارک سے نکالا۔ جب وظیفہ سے فارغ ہوئے اور میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

قطب علی شاہ! آج رات بڑی سخت حالت گزری۔ میں نے پوچھا: وہ کیا؟ فرمایا! حافظ شیخ احمد یار بن شیخ حافظ نور محمد جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ کسی ضرورت کے لیے حضرت مائی فاطمہ مستوئن کی خانقاہ سے علاقہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے کوہ مغربی کے دامن میں جا رہے تھے کہ راہزنوں نے ان کو سخت زخمی کیا۔

شیخ قطب علی شاہ نے وہ وقت اور تاریخ لکھ لی۔ چند دنوں بعد احمد آباد میں وہی خبر بعینہٖ سن لی۔ احمد پور سے وہاں کا فاصلہ دوسو میل سے زیادہ ہے۔

میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت کی خدمت میں تھا ایک روز آنحضرت کمال خاں کے لیہ میں سکھوں کے عہد کے وقت غلام محمد خاں ولد سردار مصری خاں پوپل زئی کے ڈیرہ پر تھے جو ان کا بڑا سردار اور لیہ کمال خاں کے صوبہ دار کا مصاحب تھا۔ اس وقت مسمی خزان سنگھ نے قصبہ کے باہر خیمہ لگایا ہوا تھا اور اس خیمہ کے پاس ہی سردار موصوف کا خیمہ تھا۔ آنحضرت خیمہ کے دروازے پر سردار مذکور کی مجلس میں

marfat.com

خیموں کے دروازوں کی طرف پشت کئے جنوب رُخ بیٹھے تھے۔ میں آپ کے سامنے شمال کی طرف منہ کئے بیٹھا تھا اور دروازوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ صوبہ دار کے خیمہ کی قنات کے اندر اس کا بھائی خزان سنگھ مذکور، جو قد آور خوبصورت جوان تھا، اپنے ہمسروں سے پہلوانی کی کسرت کر رہا تھا۔ میں اُن کا تماشا دیکھنے لگا۔

آنحضرت نے اگرچہ اس طرف پیٹھ کئے ہوئے تھے مجھے فرمایا کہ بیٹا! اس ناپسندیدہ کام کو چھوڑ دو۔ آنکھیں بند کر لو اور توبہ کرو۔ کیا تم کافروں کے ننگے جسم دیکھتے ہو۔ آپ بدستور خیموں کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے رہے اور سر پر چادر اوڑھ لی اور اس طرف سے پردہ کر لیا اور فرمایا: بیٹا! کیا تمہیں یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ اگر کافر پر ایک نگاہ جا پڑے تو اس کی شامت سے مومن کے دل پر چالیس سیاہ داغ پڑ جاتے ہیں اور جب تک کلمہ طیب لا الہ الا اللہ کی چالیس چالیس ضربیں ایک ایک نقطہ پر نہ پہنچائی جائیں۔ وہ داغ دور ہی نہیں ہوتے۔

میں چونکہ عالم جوانی میں تھا۔ اس لیے گستاخانہ جواب دیا کہ حضور بھی تو کافروں کی کچہریوں میں جاتے ہیں۔ فرمایا: بیٹا! ہمارے جانے میں مسلمانوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسی اثنا میں اچانک باہر دور سے ایک عورت آپ کا نام پکارتی ہوئی دوڑی آ رہی تھی اور کہتی تھی کہ غلام باہو کہاں ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے اُس نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صرف آپ کے اوصاف سنے تھے کہ آپ رحمدل اور اوصاف الٰہی سے متصف ہیں اور عاجزوں اور درماندوں کی مدد کرتے ہیں۔

آپ اس کی آواز سنتے ہی فوراً مجلس سے اُٹھے اور فرمانے لگے کہ مائی آیا ہوں۔ آیا ہوں۔ خدا معلوم آپ علم باطنی کے سبب اس کی مصیبت سے واقف ہو گئے۔ یا اس کو گھبرائی ہوئی دیکھ کر اس کے استقبال کے لیے جلدی جلدی اُس کے پاس جا پہنچے اور اس کا حال پوچھا: اُس نے کہا غلام باہو!

''اس خیمہ میں خزان سنگھ صوبہ دار ہے۔ اس نے حکم صادر کیا ہے کہ میرے بیٹے کو سولی چڑھایا جائے۔ چنانچہ جلاد اور سپاہی اُسے سولی کے پاس لے گئے ہیں۔ میں گھبرائی ہوئی تیرے پاس آئی ہوں۔ خدا کے واسطے میری فریاد سن

marfat.com

اور مدد کر۔"

آپ سوچ میں پڑ گئے اور جلدی جلدی اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ میں (صالح محمد) بھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔

جب ہم نے پھانسی کے مکان کی طرف دیکھا تو کئی آدمی تماشا دیکھنے والے تھے اور کئی حکم کی تعمیل کے لیے حاضر تھے۔ اُسے پھانسی دینے کے لیے درخت سے رسا لٹکا رکھا تھا۔ اُس لڑکے کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور باقی درختوں اور ٹیلوں پر تماشا دیکھنے والے لوگ کھڑے تھے۔

اس وقت آنحضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ صالح محمد! دیکھ یہاں خدا کی قدرت۔

بس ابھی آپ نے اتنا ہی فرمایا تھا کہ صوبہ دار کے خیمہ کی طرف سے ایک سپاہی (مسلمان) دوڑا دوڑا ہمارے پاس سے گزرا۔ آپ نے اُسے جذبہ سے پوچھا کہ کیوں دوڑتے ہو۔ اُس نے دوڑتے ہوئے سلام کے بعد عرض کیا کہ صوبہ دار کا حکم ہے کہ جلدی جا کر ان شخصوں کو کہو کہ مجرم کو پھانسی نہ دیں۔ صرف اس کی ناک اور کان کاٹ لیں۔

آنحضرت نے فرمایا: ٹھہر۔ سن۔ جس نے انہیں پھانسی دینے سے روکا ہے وہ ناک کان کاٹنے سے بھی روک دے گا۔ انہیں کہنا کہ دوسرے اور تیسرے حکم کے منتظر رہنا۔ جب تیسرا حکم پہنچے تو اس پر عمل کرنا جلدی نہ کرنا۔

وہ مسلمان آدمی دونوں ہاتھوں سے سلام کر کے آپ کے فرمان کو قبول کرتے ہوئے بہت جلدی وہاں جا پہنچا اور سپاہیوں کو اس کے پھانسی دینے سے روک دیا اور ناک کان کاٹنے کا حکم دے کر کہنے لگا کہ دوسرے اور تیسرے حکم کے آنے تک منتظر رہنا۔

اس مجرم کی ماں کو جو آپ کے ساتھ جا رہی تھی لوگ مبارکباد دیتے تھے اس عورت نے گڑگڑا کر آنحضرت سے عرض کیا کہ اگر اس کی ناک اور کان کٹ گئے تو مرنے سے بدتر ہو جائے گا۔ فرمایا! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امیدوار رہ۔ جس نے اُسے پھانسی سے بچا لیا ہے۔ وہ اس مصیبت سے بھی بچا لے گا۔

marfat.com

اتنے میں آپ اس مجرم کے قریب پہنچ چکے تھے۔ آپ نے اس کی ماں سے پوچھا کہ مدعی کون ہے۔ اس نے اشارہ سے بتایا۔ وہ مجرم کے سر پر کھڑا ہے۔ آپ نے آدمیوں کی صف کو چیرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کھینچ کر باہر لا کر اُسے فرمایا: اے بندۂ خدا! اگر یہ مجرم پھانسی دیا جاتا تو تیری مراد پوری ہوتی۔ اب صوبہ دار نے اُسے پھانسی معاف کر دی ہے اور صرف ناک کان کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ ایسا کرنے سے ہر وقت ہر جگہ سامنے اور پیٹھ پیچھے اور خاص و عام میں تازہ بدنامی کا الزام تمہارے ذمے عمر بھر رہے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم حاکم کے پاس جا کر یہ بھی اُسے معاف کر دو چونکہ اس کا دل مجرم کی طرف سے جلا ہوا تھا۔ اس نے کہا حضرت! اس نالائق نے میرے بھی ناک ہی کاٹی ہے۔

آخر آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر معافی کے لیے صوبہ دار کے پاس لے جا رہے تھے کہ خزان سنگھ کو سپاہیوں نے جا کر اطلاع دی۔ جب صوبہ دار نے آنحضرت کو آتے دیکھا تو کہا آپ کیوں آ رہے ہیں؟ اتنے میں آپ نے فرمایا: سردار صاحب! اگر خوفِ خدا کے سبب آپ نے اس کے خون سے درگزر کیا ہے تو ناک، کان کاٹنے سے بھی درگزر فرمائیں۔ کیونکہ اس مصیبت سے مرنا بہتر ہے چونکہ اس کے مدعی کو ساتھ ہی لائے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: سردار صاحب! یہ اس کا دشمن بھی اسے معاف کرتا ہے۔ صوبہ دار نے کہا کہ نہیں نہیں ناک کان ضرور کاٹنے چاہئیں۔ کیونکہ ایسے مجرم کو بلا سزا چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا: سردار صاحب! اگر انسان سے خون کی سرخی نکالنا مطلوب ہے تو اس کے کان سے تھوڑا سا خون نکال لیں۔

آپ کا یہ کلام سن کر صوبہ دار مسکرایا اور اُس نے مجرم کی آزادی کا حکم دیا۔ آپ پروانہ لے کر خیمہ سے پھانسی کے مقام تک پہنچے اور اُسے چھڑوا کر اس کی ماں کے حوالے کیا۔

جب فارغ ہو کر آرام گاہ کی طرف آئے تو راستے میں مجھے فرمایا کہ بیٹا! محمد صالح! کافروں کی کچہریوں میں ہمارے جانے سے مسلمانوں کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے۔

لیکن مجھ مسکین (سلطان حامد) کا خیال ہے کہ چونکہ آنحضرت نے میرے بھائی صالح محمد کو کافروں کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا تھا اور بھائی جان نے گستاخانہ جواب دیا تھا

جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس عورت اور اس کے لڑکے والا معاملہ محض آنحضرت کی کرشمہ نمائی تھی۔ جو آپ نے اپنے فرزند صالح محمد کو کراماتاً دکھایا اور تربیت اور تنبیہ کی۔ اولیاء اللہ کے کام ظاہر بینوں کی عقل فکر میں نہیں آ سکتے۔ والسلام۔

ایک روز اشراق کے وقت اوراد ادا کرنے کے بعد آپ حجرہ شریف کے اندر بیٹھے تھے۔ ہم حسب معمول سلام کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک ایک مرید کا نام پکارتے اور تسبیح کے دانے شمار کرتے جاتے اور ہر ایک کی ضرورت کے پورا ہونے کے لیے دعا فرماتے۔ کوئی سو ۱۰۰ سے زیادہ نام لئے۔ اسی اثنا میں مجھے خیال آیا کہ شاید آپ نے ہم دو بھائیوں یعنی حافظ صالح محمد صاحب اور بندہ سلطان حامد کو تسبیح پر نہیں گنا۔

مجھے خیال آتے ہی آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بیٹا! میں تم دونوں کا ہر روز خیال کرتا ہوں۔

ایک روز میری ہمشیرہ صاحبہ نے مجھے کہا کہ بھائی سلطان حامد! ایک روز میرے والد بزرگوار دعا اور ورد میں مشغول تھے۔ مجھے خیال آیا کہ آیا آپ دعا کے وقت مجھے بھی یاد فرماتے ہیں یا نہیں۔

آپ نے ورد سے فارغ ہوتے ہی میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بیٹی! میں ورد میں تھا تو تُو نے کہا تھا کہ شاید میرا باپ دعا کے وقت مجھے یاد کرتا ہے یا نہیں۔

میں نے کہا۔ ابا جان! میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ فرمایا: بیٹی! تیری طرف سے یہ آواز میرے کان میں پہنچی تھی۔

آنحضرت کی ستر سرائے کی ایک مستورہ نے ایک روز مجھ کو کہا۔ اے صاحبزادہ سلطان حامد! میں تمہاری دعا گو اور خدمتگار اور ہم دونوں بیمار محل کے اندر ایک گوشے میں کانوں کانوں میں بیماری کی شکائتیں کر رہے تھے۔

آنحضرت اس وقت صحن میں یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ آپ فوراً اُٹھ کر اندر آئے۔ ہم ادب کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے از راہ لطف و کرم فرمایا اے فلاں وفلانہ تم

marfat.com

بیماری کی شکایت کرتے ہو۔ بیماری اور صحت دونوں میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی قضا پر راضی رہنا چاہیے اور صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے۔ ہمیں یہ ارشاد فرما کر پھر جا کر یادِ حق میں مشغول ہو گئے۔ رحمہم اللہ وقدس اللہ اسرارہم۔

ایک روز مجھے اسماء الٰہی کی دعوت پڑھنے کی اجازت دی۔ جس کا ذکر آنحضرت کے اوراد میں کیا جائے گا۔ اجازت کے بعد فرمایا کہ بیٹا! اس دعوت کو عشاء کی نماز فریضہ اور سنتوں کے بعد اور وتروں سے پہلے، دنیاوی کلام کیے بغیر پڑھا کرو۔

نیز فرمایا: یہ دعوت اسماء الٰہی بہت مؤثر اور متبرک ہے۔ جس مراد کا خیال کیا جائے اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔ ایسی دعوتوں میں صرف نورِ الٰہی کی درخواست کرنی چاہیے اور کوئی خیال نہیں کرنا چاہیے۔ بیٹا! یہ ایسی پُر تاثیر اور بابرکت دعوت ہے کہ جب میں اُسے پڑھنے لگتا ہوں تو دنیا کے متعلق مختلف کارخانوں کے لیے موکل فرشتوں کے نام جو احکام عالم بالا سے صادر ہوتے ہیں۔ میں ایک ایک سنتا ہوں اور جس طرح مجھے سنائی دیتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ظہور میں آتے ہیں۔

آنحضرت ملتان میں تھے۔ ایک روز ظہر کی نماز کے بعد مجھے فرمایا! بیٹا! آؤ۔ بازار کی سیر کر آئیں۔ آپ پا پیادہ روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب بازار والوں کی بھیڑ میں پہنچے اور نواب ولی محمد خاں کی مسجد سے شمال کی طرف پھولاں ٹھان والہ مسجد کے قریب جا رہے تھے۔ جو صدر بازار میں ہے۔ آپ بوڑھے تو تھے ہی۔ بھیڑ میں جب آدمیوں کے پہلوؤں کا دھکا لگتا تو دوسری طرف اُلٹ جاتے۔ میں دل میں اللہ حافظ کہتا ہوا حتی الامکان ان کی حفاظت کی چارہ سازی کرتا اور انہیں دھکوں سے بچائے جاتا تھا۔ دائیں بائیں دیکھ بھال کرتا جاتا تھا چونکہ مجاہدات کے سبب آپ بہت دُبلے ہو رہے تھے، اس لیے آپ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ گھوڑوں کی دستیوں اور بہلیوں کا بہت خطرہ تھا۔ یہ دیکھ دیکھ کر میرا جی جلتا تھا۔ کیونکہ آنحضرت گھوڑوں اور جاہ وحشمت کے ہوتے ساتے۔ اس پیرانہ سالی میں زہیری اختیار کرتے تھے۔ ایک نقصان کا اندیشہ دوسری رسوائی۔ آدمیوں کی بھیڑ بکثرت تھی۔ ہم صدر بازار میں رُک گئے۔ آپ اس حالت میں سر جھکائے

marfat.com

ہوئے تھے۔ جب خطرے کا بہت اندیشہ ہوا تو سخت ملول ہو کر میرے منہ سے آہ سرد نکلی اور دل میں کہا کہ افسوس آنحضرت عمر میں مجذوب ہوئے اور ہم جہان میں رسوا ہوئے۔

یہ خیال آتے ہی آنحضرت سر اُٹھا سروقد ہو گئے اور اس انبوہ کثیر کی طرف دیکھا کہ سوار۔ پیادے۔ پھیری والے۔ چھابڑی والے۔ سوداگر اور تماشائی ٹیلے کی طرف پہلو بہ پہلو دیوار کی طرح تھے۔ آپ کے نگاہ کرتے ہی وہ انبوہ آپ کے سامنے سے ہٹ گیا اور رستہ بن گیا۔ وہ انبوہ دونوں جانب کھڑا ہو کر آنحضرت کو سلام و آداب بجالایا۔ حتیٰ کہ ہندو دکان دار دکان پر کھڑے ہو ہو کر دونوں ہاتھوں سے سلام کرتے تھے۔

نہیں معلوم ایسے وقت میں آپ کے پیادہ آنے میں کیا مصلحت تھی۔ اولیاء اللہ کے کام ظاہر بینوں کی سمجھ میں نہیں آسکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ۔ (۱۲-۶۸) بیٹا! ایک دروازے سے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے شہر میں آنا اور میں تم کو اللہ تعالیٰ کی کسی چیز سے نہیں بچا سکتا۔ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ نہ کر۔ میری عقل ناقص میں آیا کہ شائد آنحضرت نے کسر نفسی کے لیے ایسا کیا اور اس طرح اپنے نفس کو تکلیف اور ذلت اور سزا دیتے ہیں جیسا کہ عارف لوگ کیا کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

میں نے آنحضرت کی بابت سنا کہ ایک تاریک رات میں حکمت الٰہی سے آپ کے نیزے کے سرے پر روشنی کا شعلہ اتنی دیر چمکتا رہا کہ آپ درویشوں سمیت مکان میں پہنچ گئے۔ جب کسوانہ گاؤں میں پہنچے تو وہ روشنی بجھ گئی۔

جب درویشوں نے نیزے کی نوک کو چھوا تو بدستور سرد پائی۔ مطلب یہ کہ جنھوں نے نور محمد ﷺ سے پرورش پائی ہے اور محمدی اوصاف سے متصف میں وہ نور محمدی ﷺ پاتے ہیں۔

گفت پیغمبر بود از اُمتم
کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم

marfat.com

جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایسے آدمی ہوں گے جو میرے ہم گوہر اور ہم ہمت ہوں گے۔

یہ بھی جناب سرور کائنات ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔ چنانچہ قصیدہ بردہ شریف میں آیا ہے۔

وعنی ووصفی اٰیات لہ ظھرت
ظھور نار القری لیلاً علٰی علم

"مجھے اجازت دیں کہ میں اُس کے روشن معجزات بیان کروں۔ ایسے روشن جیسے اندھیری رات میں آگ روشن ہوتی ہے۔"

شیخ حسین نامی قوم رونگھا سکھوں کی عملداری کے وقت لیہ کمال خاں میں ایک نہایت زبردست رئیس تھا۔ اتفاقاً آنحضرت کو بھی اس کے مکان کے پاس ہی حاکموں نے جاگیر دی اور صاحبزادے حضرت شیخ محمد زبیر اور شیخ خدایار اس جاگیر میں رہتے تھے اور شیخ حسین مذکور دولت واقبال کے غرور سے خواہ مخواہ صاحبزادوں سے حسد وعداوت کرتا۔

ایک روز اُس نے صاحبزادوں کو پیغام بھیجا کہ خبردار! ہم تم کو آج کل ہی قتل کر کے تمہارے مال ومتاع کو لوٹ لیں گے اور مکان اور گاؤں کو آگ لگا کر برباد کر ڈالیں گے۔

اُسے دولت اور اقبال کا غرور یہاں تک تھا کہ اپنے فرزندوں اور بھائیوں کو قیمتی گھوڑوں پر سوار کر کے کئی سوار اور سینکڑوں پیادے ساتھ لے کر تلوار بندوق وغیرہ سے مسلح ہو کر شکاری کُتے لے کر شکار کو جایا کرتے اور علانیہ دن دہاڑے گاؤں بلا کسی قصور لوٹ لیا کرتے۔

جہاں اُس کی دشمنی ہوتی۔ اس پر چھاپہ مار کر ملک (علاقہ) کو تباہ کرتا۔ حکام اس کی متابعت اور تعظیم وتکریم کرتے۔ کیونکہ وہ فسادی آدمی تھا اور افغانستان اور بلوچستان کی سرحد پر رہتا تھا۔

آخر جب صاحبزادوں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ یقیناً وہ ہم پر حملہ کرے گا۔ اس لیے اس بات کا اندیشہ کر کے ایک قاصد آنحضرت کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت آپ

marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ داؤد پوترہ کے دارالحکومت احمد پور میں اپنے چچا بزرگوار حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کی خانقاہ پر تھے۔

جب قاصد پہنچا اور آپ نے خط پڑھا تو فوراً جلال میں آ کر قاسم خاں منشی کو جو آپ کا محب تھا بلا کر فرمایا کہ پہلے شیخ محمد حسین کو اس مضمون کا خط لکھو کہ اے شیخ محمد حسین! گو تجھ میں قوت اور ہمت ہے تو دشمنی کر کے ہمارا باغی نہ بن۔ تجھے اپنے پیر سے جو مدد کی امید ہے وہ تجھے نہیں پہنچ سکے گی۔ کیونکہ ہم تم سے پہلے اُن تک پہنچ گئے ہیں۔

واضح رہے کہ شیخ حسین مذکور کے پیر حضرت ابو بکر بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ تھے۔

آنحضرت کے کلام کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ وہ فسادی آدمی تھا اور اولیاء اللہ کے حق میں اُس نے بُرا ارادہ کیا تھا۔ اس لیے آنحضرت نے اُس کے پیر کو اپنا معاون و مددگار بنا لیا۔ کیونکہ اولیاء اللہ ایک جسم ایک جان ہوتے ہیں اس واسطے آپ نے پیر کی استمداد سے تنبیہ فرمائی تھی کہ تمہارے پیر بھی ہمارے ہی مددگار ہیں اور ایک اور خط صاحبزادوں کے نام اس مضمون کا لکھوایا کہ برخوردار! تم شیخ محمد حسین کی زبردستی کی بالکل پروانہ کرو اور خاطر جمع سے یادالٰہی، اور کاروبار میں بدستور مشغول رہو اور کچھ پروانہ کرو اور یہ خط شیخ مذکور کو فوراً پہنچا دو۔

نہیں معلوم صاحبزادوں نے وہ خط اُسے بھجایا نہیں۔ میں اس وقت آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ میرے سامنے دونوں خط منشی قاسم خاں سے لکھوا کر قاصد مذکور کے ہاتھ روانہ فرمائے۔

تب فوراً قادر ذوالجلال کے حکم سے کچھ ایسی بات ہوئی کہ سکھ حاکم بلا سبب شیخ حسین مذکور پر ناراض ہو گئے اور اس پر چڑھائی کر کے اچانک اس کے مکان پر حملہ کیا۔ شیخ اپنے آدمیوں سمیت مارا گیا اور اس کا خاندان قید ہو گیا۔ اس کا مال متاع لٹ گیا اور اس کے مکانوں اور گاؤں کو آگ لگائی گئی اور برباد کیے گئے اور ایک گھڑی میں تباہ ہو گیا۔

اولیاء اطفالِ حق اندائے پسر
از حضور و غیب آگہ باخبر

marfat.com

''بیٹا! اولیاء اللہ کے بچے ہوتے ہیں اور حضور وغیب سے واقف اور باخبر ہوتے ہیں۔''

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند'

''جب خدا کسی کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے تو اس کا میلان طبیعت پاک لوگوں کے طعن کی طرف کر دیتا ہے۔''

اتفاقاً آنحضرت دریائے چناب کے پار موضع کھرانوالہ جنجانہ اور جلالپور کے مابین تھے کہ دونوں گاؤں والوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ سیال جنجانہ والوں نے ظہر کے وقت شکست کھائی اور کملانہ کے لوگ غالب آ کر اُن کے تعاقب میں ہوئے۔ ان کے زخمیوں کو جہاں پاتے قتل کر ڈالتے۔

یکا نام ججیانہ کا بیٹا۔ جو باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور جس کی شادی ہونے والی تھی۔ میدان جنگ میں زخمی ہوا اور چونکہ آنحضرت کا مکان دونوں گاؤں کے بیچ میں تھا۔ اس لیے یکا مذکور عصر کے وقت گرتا پڑتا، اس میدان سے آنحضرت کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے اُسے پہچان کر از راہ ترحم رات کو اس کی ساخت پرداخت کی۔ اگرچہ اس کا مکان نزدیک تھا لیکن اس خیال سے کہ مخالف اس کی تلاش میں تھے۔ کیونکہ وہ نامی آدمی تھا اس لیے آپ نے رات اُسے وہیں رکھا اور صبح اُسے چارپائی پر اُٹھوا کر اس کے مکان پر پہنچانے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ اور راستے میں نماز فجر کا وقت تنگ ہونے لگا تو آپ گھوڑے سے اُتر کر نماز میں مشغول ہوئے۔

تو رو قوم کا ایک شخص دشمنوں کے لشکر میں سے یکا کی تلاش کر رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ آدمی بیمار کو چارپائی پر اُٹھائے لیے جا رہے ہیں تو اس نے تفتیش کی۔ معلوم ہوا کہ وہی یکا ججیانہ ہے۔ اُس نے گھوڑی کو ایڑی لگائی اور جن درویشوں نے چارپائی اٹھائی ہوئی تھی ان سے زبردستی زمین پر گرایا۔ درویشوں نے فریاد کی تو آنحضرت فوراً نماز کا سلام پھیر کر گھوڑے پر سوار ہو، ایڑی لگا آ پہنچے اور فرمایا:

''او سوار! یہ پہلے ہی سخت زخمی ہے۔ اسے نہ مارنا۔''

اُس نے غرور و تکبر اور دشمنی کے سبب فوراً اس کے سینے میں نیزہ گھونپ دیا۔ جو پار ہو گیا۔ جب کھینچا تو اس کی جان بھی ہوا ہو گئی اور کہنے لگا۔ او فقیر! لے تو ہی ہمارے خونی کو اپنی پناہ میں لے جا رہا تھا۔

اس وقت آنحضرت کی زبان سے نکلا۔ اے تورو! تو بھی خوشی خوشی نہ جا۔ کیونکہ تو نے یکا جھیانہ کو نیزہ مارا ہے تو بھی نیزہ کھا کر جا رہا ہے۔

جب اُس نے گھوڑی کی باگ پھیری تو جس مقام پر اُس نے یکا جھیانہ کو نیزہ مارا تھا اُس کے بھی درد اُٹھا اور گھر پہنچ کر جب گھوڑی سے اُتر کر چارپائی پر لیٹا تو فنافی النار ہو گیا۔

آپ نے اس مظلوم کا جنازہ اس کے باپ کے حوالے کیا۔

اس بات کو کوئی پچاس سال کا عرصہ گزر گیا۔ آنحضرت کی وفات کے بعد جب میں (مصنف) ایک روز دریائے راوی کے کنارہ پر قلعہ سدہ میں مقیم تھا تو فقیر محمد یار نامی درویش نے مجھے کہا کہ اگر اجازت ہو تو یہاں کچھ آدمی ملاقات کے شائق ہیں۔ انہیں حاضر خدمت کروں۔ میں نے اجازت دی۔

تھوڑی دیر بعد آئے تو میں نے دیکھا کہ جوان اور خوبصورت عورتوں کا جھنڈ تھا۔ جن کے ساتھ صرف ایک بڑھیا عورت تھی۔ میرے پاس آ بیٹھیں اور ایک روپیہ اور کھجوروں کا ایک تھال میری نذر کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ صاحب! ہم خلوت میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہیں۔ میں نے اجازت دی تو انہوں نے کہا۔ مدت کا واقعہ ہے کہ کھرانوالہ کے سیالوں اور کملانہ جلالپوری کے مابین لڑائی ہوئی۔ کملانہ لوگ غالب آئے اور کھرانوالہ کے سیال جنجانہ نے شکست کھائی۔ یکا نامی سیال جھیانہ زخمی آپ کے بزرگ حضرت غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ فقیر کی پناہ میں آیا۔ جن کا قیام ان دنوں دونوں گاؤں کے بیچ تھا۔ دشمنی سے کملانوں نے زخمیوں اور شکست کھائے ہوؤں کا پیچھا کیا اور جو جہاں ملا قتل کر ڈالا۔

القصہ! یکا مذکور نے زخمی حالت میں فقیر صاحب ممدوح کی خدمت میں رات بسر کی۔ صبح اُسے اُٹھا اس کے گھر لے جا رہے تھے کہ تورو قوم کے ایک شخص نے جو ہمارے بڑوں

marfat.com

میں سے تھا۔ تاڑا کہ زخمی مذکور نے رات فقیر صاحب کے ہاں بسر کی ہے۔ صبح ضرور اُسے اس کے گھر پہنچائیں گے وہ اس کی تلاش میں نکلا۔ فرصت کا موقع دیکھ رہا تھا۔ فقیر صاحب موصوف نماز میں مشغول تھے اور یکا مذکور کو درویش اٹھائے لیے جا رہے تھے تو رو مذکور نے باوجود فقیر کی ممانعت کے اس کے سینے میں نیزہ گھونپ دیا جس سے وہ مر گیا۔ اس وقت فقیر صاحب کی زبان سے نکلا اے تو رو! تو نے یکا زخمی نیم جان کو نیزہ مارا اور بے جان کیا ہے تو بھی خوش نہ جا تو بھی نیزہ کھا کر جا رہا ہے۔ اسی وقت تو رو مذکور کے سینے میں درد اُٹھا اور بمشکل تمام گھر پہنچا۔ جب گھوڑی پر سے اُترا اور چارپائی پر لیٹا اور حالات لوگوں کو بتائے تو پھر فقیر صاحب کی بہت منت سماجت کی لیکن بے سود۔ وہ اسی درد سے مر گیا۔

ہم اس واسطے حاضر خدمت ہوئی ہیں کہ یہ تمام نوجوان عورتیں جو آپ دیکھ رہے ہیں بیوہ ہیں۔ ہمارے خاندان کے جو مرد یکا جھیانہ کی عمر کو پہنچتے ہیں تو مر جاتے ہیں۔ یہ فقیر صاحب کی دعا کا اثر ہے۔ آپ فقیر صاحب موصوف کے فرزند ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ یہ مصیبت ہم سے رفع ہو جائے۔

چونکہ مجھے پہلے بھی اطلاع تھی کہ یہ ماجرا ہمارے خاندان کا ہے۔ اس لیے میں نے سر جھکا لیا اور انہیں کافی دیر تک جواب نہ دیا۔ کیونکہ یہ میرے امکان سے باہر تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ حالت اُن پر قیامت تک رہے گی۔ آنحضرت کی دعا کا تیر جو اس بدبخت کے حق میں چھوٹا۔ جب تک دنیا باقی ہے، ان کی اولاد میں پشت بہ پشت ایسا ہوتا رہے گا اور لوح محفوظ پر ایسا ہی لکھا گیا ہے۔

اتفاقاً ملک چولستان کی سیر کرتے ہوئے قلعہ منگیرہ کے قریب رات محمد یار بڑھئی کے کنوئیں پر گزاری۔ وہ محب تھا۔ رخصت کے وقت وہ چند قدم ساتھ گیا اور حضرت قدس سرہٗ کی کرامات اور فضائل کے بارے میں مجھے کہا کہ صاحبزادہ صاحب! ایک رات آپ کے والد ماجد قدس سرہٗ اسی غریب خانہ میں رونق بخش ہوئے۔ میرے دو عمدہ اُونٹ چند ماہ سے چوری ہو گئے یا آوارہ۔ بہت تلاش کی، لیکن نہ ملے چونکہ آنحضرت مشکل کشا اور مستجاب الدعوات تھے۔ انہیں قدموں پر کہ آپ جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: تو آنحضرت نے

فرمایا: محمد یار! ایک کلام مجرب ہے۔ اگر تو ہر رات عشا کی نماز کے بعد پانسو مرتبہ پڑھ کر اونٹوں کا نام لے کر بلند آواز سے پکارے۔ جب تک نہ ملیں ایسا ہی کرتے رہنا۔ جہاں کہیں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں یہاں لے آئے گا۔

میں نے عرض کی یا حضرت! میں نفسانی۔ غافل اور کاہل آدمی ہوں۔ نیز میں غریب ہوں۔ مجھ سے ایسے کام کہاں ہو سکتے ہیں۔

چند قدم اور جا کر آنخضرت نے فرمایا: محمد یار! تمہارے لیے اور تمہارے اونٹوں کے لیے ہم نے پڑھا ہے۔ اب تم تکلیف نہ کرنا۔ دوسری رات گزرنے پر صبح کے وقت جب میں گھر سے اُٹھا تو دونوں اُونٹوں کو صحیح سلامت اپنے گھر کے پاس پایا۔

آنخضرت کے رشتہ داروں میں سے ایک مستورہ جوانی کی عمر میں بیوہ ہو گئی۔ ایک روز آپ اس کے گھر تشریف لے گئے تو آپ نے ازراہ ترحم اس کے سر پر دعا کا ہاتھ رکھ کر فرمایا: بیٹی! تو اس گھر کے اندر بیٹھی رہنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس گھر میں پاکدامنی اور عزت سے خوش رکھے گا۔

وہ نیک دامن مستورہ آنخضرت کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہی۔ اُس کا یہ وطیرہ تھا کہ اپنے گھر کے صحن میں بہت کم بیٹھتی۔ ہر وقت گھر کے اندر بیٹھی رہتی باہر نہ نکلتی۔

میں نے اس کی عادت کے بارے میں اس سے پوچھا تو سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ جس روز سے آنخضرت نے مجھے دعا دی ہے۔ اگر کسی ضرورت کے سبب ایک گھڑی صحن میں بیٹھتی ہوں تو گھبرا جاتی ہوں۔ پھر فوراً اندر آ بیٹھتی ہوں تو میرا دل خوش و خورم ہو جاتا ہے۔ اس روز سے مجھے گھر کے باہر آرام نہیں آتا۔

میاں محمد فقیر بن غلام محمد قوم بھٹہ صاحب احوال و اعتقاد کامل بیان کرتے ہیں کہ میں ملتان سے آنخضرت کی خدمت میں آ رہا تھا۔ وہ دن عاشورہ شریف کا تھا۔ آنخضرت کا معمول بھی تھا اور اسی روز خانقاہ مقدس میں پہنچنے کا شوق بھی غالب تھا اور منزل بھی لمبی تھی۔ مجھے آپ نے اپنی سواری کے آگے چلنے کا حکم دیا اور فرمایا: اے فقیر محمد! آج خانقاہ مقدس میں ہمارا پہنچنا ضروری ہے۔ کیونکہ لوگ ہر جگہ ہمارے محب اور آشنا ہیں اور دن روشن ہے۔

marfat.com

لوگ ہمارے سد راہ ہوں گے اور جانے نہیں دیں گے۔ تم ہمارے آگے آگے چلو۔ اگر کوئی تم سے پوچھے تو جواب نہ دینا کہ میں کون ہوں۔

اے صاحبزادہ سلطان حامد! ہم راستے میں بانو۔ رنگپور۔ مقصود پور اور احمد پور سے ہو کر گزرے اور سینکڑوں آدمی ملے۔ اکثر اُن میں سے آشنا۔ مرید اور ہم وطن تھے۔ نہ کسی نے مجھ سے پوچھا اور نہ کسی نے آنحضرت کو پہچانا۔ جب میں آنحضرت کی طرف دیکھتا تھا تو شہدا علیہم الرضوان کے غم واندوہ کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

دھومہ خاں کا بیٹا جمعدار قادر بخش سکھوں کی طرف سے کوٹ شجاع آباد کا قلعہ دار تھا۔ ایک روز اس کا قاصد مع خط آیا۔ اس وقت آنحضرت اپنے ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے فرمایا: خط پڑھو۔ میں نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ملتان کا ناظم دیوان مولراج انگریزوں کے سلام کے لیے لاہور جاتا ہے۔ پہلے وہ سکھوں کا باغی تھا۔ اس کا حال کیا ہوگا۔

اس وقت خاموش رہے۔ اس روز یا دوسرے روز مجھے فرمایا کہ اب جمعدار قادر بخش کے نام خط لکھو کہ اس دفعہ دیوان مولراج لاہور سے بخیریت آئے گا۔

دیوان مولراج کو انگریزوں کی طرف سے بڑا خدشہ تھا چونکہ آپ اپنے خیالات کو چھپائے رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا بابا! کیا کسی درویش یا فقیر سے اس بارے میں استخارہ کرالیا ہے۔ فرمایا: ہاں ہاں! تم اس طرح لکھ دو۔

دیوان مولراج لاہور سے بخیریت سرافراز ہو کر آیا۔ مگر دوسرے سال کچھ ایسا معاملہ پیش آیا کہ انگریزوں نے محاصرہ کر کے ملتان کا قلعہ لے لیا اور دیوان مولراج کو قید کر کے اکبر آباد بھیج دیا اور وہ وہیں مر گیا۔

سید غلام محی الدین بن سید سرور شاہ ایک جوان صاحب دولت واقبال اور پرلے درجے کا عیاش، اس حالت میں آپ کا مرید ہوا اور بہت عرصہ اسی حال میں رہا۔

آنحضرت کی وفات کے بعد میں نے اُسے رقیق القلب اور خدا کے خوف والا دیکھ کر پوچھا کہ سید غلام محی الدین تیرا کیا حال ہے؟ کہا۔ اے مرشد زادے میں قصبہ فاضل شاہ میں ندی کے کنارے جا رہا تھا کہ آنحضرت نے ہاتھ میں عصا لیے ہوئے فرغل پہنے ہوئے

marfat.com

میری طرف کرشمہ کی نگاہ سے دیکھ کر فرمایا کہ سید غلام محی الدین۔ جو لوگ فقیروں کی ملاقات کرتے ہیں۔ یعنی اُن کے مرید بنتے ہیں۔ وہ فقیر کی صورت کو فراموش نہیں کرتے۔

چونکہ میں جوانی میں مست تھا۔ اس لیے مجھے کوئی ورد نہ فرمایا: اس روز سے آپ کی صورت مبارک میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ کسی وقت بھی دور نہیں ہوتی بلکہ وہی عصا اور فرغل ہر دم آنکھوں کے سامنے رہتا ہے اور کسی عبادت یا ریاضت کی مجھے خبر نہیں۔ مجھے وہی جمال کفایت کر گیا ہے۔

میں دریائے ستلج کا سفر کرتا ہوا بنگلہ فاضل میں مریدوں کی نذریں لینے گیا۔ اتفاقاً اس سفر میں کوئی نذر نہ ملی۔ میں پاک پتن شریف کی راہ لوٹا۔ عصر کی نماز کے وقت مسجد حضوری میں نماز فریضہ کا مقتدی بنا اور گھوڑے اور ساتھی باہر چھوڑے۔ آپ میرے سلام پھیرنے سے پہلے نماز سے فارغ ہو کر خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے مسجد معظم سے نکلے۔ میری ایک دو رکعتیں رہتی تھیں۔ میں ادا کرنے کے لیے اُٹھا۔ آپ مجھے نماز میں دیکھ کر آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ میں بھی نماز ادا کر کے خانقاہ مقدس کے دروازہ فیض آوازہ کے قریب آپ کی خدمت میں جا پہنچا۔ آپ کن آنکھوں سے مجھے دیکھ کر لوٹے اور میرے احوال دریافت کر کے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ فتوحات ہاتھ نہیں آئیں تو کوئی غم کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہیں نعمت عطا فرمائے گا اور رزق وافر بخشے گا۔

خالی ہاتھ آنے کے سبب میں پژمردہ دل تھا اور مجھے کچھ سے ملال سا تھا آپ کے فرمان کی تاثیر سے اسی وقت تمام سفر کی ملالتیں اور کلفتیں دور ہو گئیں اور کسی قسم کا غم نہ رہا۔ جب آپ خانقاہ کے اندر داخل ہوئے تو میں بھی زیارت سے مشرف ہوا۔

ایک روز آپ ڈیرے میں تھے اور میں بھی حاضر خدمت تھا۔ ایک مسافر درویش زیارت سے مشرف ہوا۔ اس کے ہاتھ میں نیا اور رنگین عمدہ عصا تھا مولوی محمد عثمان صاحب نوجوان ڈیرے پر ہمیں صرف ونحو پڑھانے کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے وہ عصا درویش کے ہاتھ سے لیا اور اس سے ہمیشہ کے لیے مانگا۔ اس نے انکار کیا۔ مولوی صاحب نے اچھی طرح پکڑے رکھا اور دینا نہ چاہا۔ درویش تذبذب میں پڑ گیا۔

marfat.com

آنحضرت کو مولوی صاحب کی یہ حرکت ناگوار گزری۔ فرمایا: مولوی صاحب! مسافر اور سیاح درویش کا عصا جبراً لینا مناسب نہیں۔ اسے دے دینا چاہیے۔

مولوی صاحب آپ کے فرمان کا انکار کر کے عصا کو مضبوط تھام بیٹھ گئے۔ آنحضرت نے مولوی صاحب کے ہاتھ سے زبردستی عصا چھین کر درویش کو دے دیا اور اُسے رخصت کیا۔

جب آنحضرت نے محفل برخاست کی اور ایک طرف کو تشریف لے گئے سراپردہ میں سے لونڈیاں مولوی صاحب کے لیے کھانا لائیں۔ مولوی صاحب نے کھانا بھی ناراض ہو کر لیا۔ شکایت بھی کی اور آنحضرت کے حق میں بے ادبی کے الفاظ بھی کہے۔ لونڈیوں نے وہی الفاظ میری والدہ صاحبہ محترمہ کی خدمت میں عرض کر دیئے۔ والدہ صاحبہ نے اس لحاظ سے کہ وہ بچوں کا اُستاد ہے۔ لونڈیوں کو تنبیہ کی کہ خبردار کسی سے یہ بات نہ کہنا۔ تا کہ آنحضرت نہ سن پائیں۔ ایسا نہ ہو، مولوی صاحب پر ناراض ہو جائیں۔ لونڈیوں نے اس بات کو چھپائے رکھا۔

جب رات کو تہجد کے وقت آنحضرت نے مجھے جگایا تو فرمایا: بیٹا! میرا فرغل پہن کر میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور فلاں گاؤں میں جا کر لقمان اور محرم بڑھئی کو بلا لاؤ۔ انہیں کہنا کہ صبح آ کر نئے کنویں کا چک (لکڑیوں کا دائرہ سا جس پر کنویں کی عمارت تیار کی جاتی ہے) تیار کرو۔ پھر بیلداروں کی تلاش میں گل شاہ کی حویلی میں جانا۔ وہاں سے کنواں کھودنے کے لیے بیلدار بھی لانا۔

میں نے عرض کیا: حضرت! جو کنواں آپ کھدوانا اور بنوانا چاہتے ہیں وہ مدت سے اپنوں کے جھگڑے کے سبب ویران پڑا ہے اور سرکاری محکمہ سے بھی اجازت حاصل نہیں ہوئی۔ مخالف جھگڑے کے لیے موجود ہیں۔ کنویں کی کاروائی کیونکر ہوگی۔

آپ نے فرمایا: بیٹا! کنویں کی بابت جھگڑا کرنے والوں کا حال ابتر ہو گیا ہے کسی میں ہم کو روکنے کی طاقت نہیں۔

پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کھول کر بیان فرمائیں۔ میں سمجھ نہیں سکا۔ آنحضرت

marfat.com

نے فرمایا: آج رات میرے والد بزرگوار یعنی تمہارے جد امجد نے مذکورہ بالا کنویں کی تیاری کا حکم دیا ہے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: بیٹا! جب کبھی تمہارے جد امجد مجھے ملتے ہیں، اور مجھ پر رحم فرماتے ہیں، تو میرے کام کو رونق ہوتی ہے۔ پھر مجھے مذکورہ بالا کام کے لیے رخصت فرمایا۔

جب میں ڈیرے میں آیا تو مکان کے اندر مولوی صاحب کی چیخ و پکار سنی۔ میں گھبرایا ہوا اندر گیا تو اس تاریکی میں مولوی صاحب کو چارپائی تلے پڑا ہوا دیکھا چونکہ میرے استاد تھے میں نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا اور دوسرا آپ کی ڈاڑھی اور چہرے پر۔ اتفاقاً میرے دونوں ہاتھ مولوی صاحب کے براز سے لتھڑ گئے۔ میں نے وہ دونوں ہاتھ اپنی پوشاک سے علیحدہ رکھے اور حیران ہو کر پردہ سرا میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس وقت آپ ورد وظیفہ میں مشغول تھے۔ آپ کے پاس آگ جل رہی تھی میں نے اس کی روشنی میں دیکھا تو نہ صرف دونوں ہاتھ آلودہ تھے بلکہ فرغل مبارک کی آستینیں بھی لت پت ہو رہی تھیں۔ میں نے خادم کو اشارہ کیا۔ وہ گرم پانی لایا۔ میں نے پہلے ہاتھ صاف کیے۔ پھر فرغل مبارک کی آستینیں دھو کر اچھی طرح نچوڑیں۔

بعد ازاں آنحضرت کی خدمت میں ماجرا عرض کیا: آپ بدستور درود و وظیفہ اور یاد الٰہی میں مشغول رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔

میں لوٹ کر اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ازراہ شفقت حجرہ شریف کے باہر تک میرے پیچھے آئیں اور مجھے مولوی صاحب کی گستاخی اور اس کے چھپائے رکھنے کا حال بتا کر فرمایا: تمہارے والد صاحب بزرگوار نور سینہ کے سبب مولوی صاحب کی اس حرکت سے واقف ہو کر اس پر ناراض ہوئے ہوں گے۔ جس کے سبب مولوی صاحب کی یہ حالت ہوئی ہے۔ تم جو کہتے ہو کہ مولوی صاحب بول و براز میں لت پت ہو رہے ہیں اور نہایت تکلیف میں ہیں۔ اب تو آنحضرت کی طبیعت کو ملال ہے۔ تم خدا کے بھروسے پر اپنے کام کے لیے جاؤ۔ ہم پہلے آنحضرت سے مولوی صاحب کا قصور معاف کرائیں گے اور پھر اُن کے بدن۔ پوشاک۔ چارپائی اور لحاف کو پاک صاف کرائیں گے۔

marfat.com

میں نے والدین کے فرمان کے مطابق اپنی راہ لی۔ جب اس گاؤں میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لقمان بڑھئی اپنے گھر سے نکل کر اپنے بھائیوں اور لڑکوں سمیت کنویں پر آگ تاپ رہا ہے اور ہمارا منتظر ہے۔

جب اُس نے میرے گھوڑے کے سموں کی آواز سنی تو میرے بات کرنے سے پہلے اُٹھ کر کہنے لگا۔

مرحبا! مرحبا! سلطان حامد مرحبا! آپ دیر سے آئے۔ آدھی رات کے وقت مجھے آپ کے حضرت نے جگا کر فرمایا کہ تم سب آدمی اُٹھو اور فوراً ہمارے نئے کنویں پر آکر چک تیار کرو۔ اُس وقت سے ہمیں نیند نہیں آئی۔ کیونکہ ہم آپ کے منتظر تھے۔ اب چونکہ صبح صادق ہو چکی ہے۔ اس لیے آنے کے لیے خود بخود تیار بیٹھے ہیں۔ ہم نے تھوڑا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ جنگل میں آگ جلتی ہوئی دکھائی دی۔ ہم ادھر گئے تو دیکھا کہ خانہ بدوش بیلداروں نے آگ جلا رکھی ہے اور گدھوں پر اپنا اسباب لاد رہے ہیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ہم مزدوری کی تلاش میں ہیں۔ کیونکہ یہاں کام ختم ہو چکا ہے۔ اب ہم جنوب کی طرف روزگار کی تلاش میں جاتے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ تم اپنا اسباب یہیں رکھ دو۔ جب دن چڑھے تو فلاں طرف حضرت شیخ غلام باہو صاحب کی حویلی ہے۔ کدال ہاتھ میں لے کر وہاں آجاؤ۔ تمہیں کام مل جائے گا۔

پھر میں فجر کے وقت حاضر خدمت ہوا اور میں نے مولوی صاحب کی حالت پوچھی تو ان کو چارپائی پر آرام سے دیکھا۔

پھر میں نے پردہ سرا میں جا کر والدہ محترمہ سے پوچھا تو فرمایا: بیٹا! جس وقت تم گئے تھے۔ اس وقت میں نے تمہارے والد ماجد کی خدمت میں التماس کیا کہ یا حضرت! یہ مولوی بیچارہ غریب الوطن ہے۔ آخر عالم اور آپ کے فرزندوں کا اُستاد ہے۔ اس بے کس پر رحم کرنا چاہیے اور اس کا قصور معاف کرنا چاہیے۔

میرے التماس کرنے سے آپ رحم کھا کر اُٹھے اور سلیم خاتون لونڈی کے ہاتھ میں روشنی دی اور مولوی صاحب کے پاس تشریف لے جا کر مولوی صاحب کے سینے پر ہاتھ رکھ

marfat.com

کر فرمایا کہ مولوی صاحب ہائے ہوں نہ کریں۔ تسلی رکھیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی ہے۔ اب خیریت ہے۔ مولوی صاحب لیٹتے۔۔۔ گھبراتے اور چیختے چلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی وقت صحت عطا فرمائی۔

بعد ازاں میں نے جا کر سلام کیا اور حالات عرض کیے کہ بڑھئی اور بیلدار مل گئے ہیں۔ والسلام۔

وہ کنواں بفضل خدا کھودا اور آباد کیا گیا۔ واللہ اعلم ان جھگڑا کرنے والوں کا کیا حال ہوگا کہ اس کے بعد ان کا حال دن بدن بدتر ہو گیا اور مدت تک تنگی کی حالت میں رہے۔

میاں سلطان ولد میاں حافظ کھوکھر جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت کے ساتھ خاص لیہ کمال خان میں آ رہا تھا۔ آپ کو ایک قلعہ کے اندرونی حالات دیکھنے منظور تھے لیکن دیکھنے ممکن نہ تھے۔ آپ نے گھوڑے کی زین پر کھڑے ہو کر اس کے اندر کے حالات اس طرح دیکھ لیے جیسے میں نے روز روشن میں اندر جا کر دیکھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ شورکوٹ شریف سے سوار ہو کر دوپہر کے قریب بدھوانہ گاؤں میں پہنچے اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مریدوں میاں نور محمد اور نور رنگ قوم سگنہاں کے ہاں ٹھہرے۔ ان کے گھر میں شادی تھی اور حضرت سلطان العارفین کی اولاد میں سے صاحبزادے جو مذکورہ بالا مریدوں سے نذر لیا کرتے تھے ان کی شادی پر آئے ہوئے تھے۔

جب مریدان مذکور آنحضرت کی تعظیم و تکریم اور میزبانی کے لیے گئے اور صاحبزادوں نے یہ بات سنی کہ وہ آنحضرت کی خدمت میں جا رہے ہیں اور انہوں نے مریدوں کو منع کیا کہ اگر تم نے حضرت شیخ غلام باہو کی خدمت اور مہمانی کی تو ہم دونوں صاحبزادے فی الفور تمہاری شادی سے اُٹھ کر چلے جائیں گے۔

مطلب یہ کہ ان صاحبزادوں نے ان مریدوں کو کھانا۔ گھاس اور گھوڑوں کا دانہ بھیجنے نہ دیا اور نہ ان اس کے بعد ملنے دیا۔

دوپہر کے وقت جب کہ عین گرمی تھی۔ آپ کے گھوڑے اسی طرح بالگام کھڑے تھے

marfat.com

اور درویش بھی فاقے سے تھے۔ آنحضرت ظہر کی نماز ادا کر کے جھنگ مگھیانہ کی طرف روانہ ہوئے اور ایک مقام پر رات گزاری۔

آپ کی روانگی کے بعد ایک درویش اس صاحبزادہ کی سواری کی گھوڑی دریا کی شاخ کے کنارے زمین پر چرنے کے لیے چھوڑ آیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس کے پاس سے ایک نر شیر نکل آیا۔ جس نے اس گھوڑی کو ایک دم میں ہلاک کر دیا اور نورنگ فقیر کا اکلوتا بیٹا فوت ہوگیا۔

صاحبزادوں کے کہنے سے جو آنحضرت کی خدمت نہ کی۔ اس کی شامت سے یہ نحوست ان پر پڑی کہ بعد ازاں ان کے گھر نرینہ اولاد پیدا نہ ہوئی۔ اگر ہوتی تو زندہ نہ رہتی۔

آخر اپنے گناہ کو دامن میں لے کر خانقاہ مقدس میں میرے والد ماجد قدس سرہٗ کی خدمت میں معافی کے لیے آئے۔ آنحضرتؒ نے از راہ ترحم دعا فرمائی اور اُن کی تقصیر سے درگذر کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں نرینہ اولاد بخشی اور پھر وہ ہمارے حضرت صاحب کے نذر گذار رہے۔

آنحضرت خانقاہ مقدس اور وطن سے باطن میں دانہ پانی اور باطنی حکمتوں کے سبب کہ اولیاء اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور بظاہر مہر رجب سیال کی ناموافقت کے سبب ہجرت کر کے جلاوطن ہو کر ملک کچھی لیہ کمال خاں میں پہنچے۔ وہاں کابل کی طرف سے نواب محمد خان سدوزئی ناظم کچھی تھا۔ آپ روحانیت کی کشش اور جذبہ سے اپنے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مبارک کی زیارت کے لیے آتے تھے اور پھر مشرف ہو کر فیض حاصل کر کے واپس جاتے تھے۔

ایک روز لیہ مذکور سے اپنے مکان سے زیارت شریف کے لیے آئے اور خانقاہ مقدس سے مشرف ہوئے۔ اتفاقاً انہیں دنوں مہر رجب کا بڑا بیٹا میاں عنایت، جو مہاراجہ گڑھ کا حاکم تھا۔ بدرجہ غایت بیمار ہوگیا کہ سانس کی آمد و رفت بند ہوگئی اور مردہ کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس کی ماں دل میں آنحضرت کی ناراضگی سے ڈرتی تھی اور جب آنحضرت خانقاہ مقدس میں آئے، انہیں دنوں اس لڑکے کی یہ حالت ہوئی۔

marfat.com

جب اُس نے سنا کہ آپ خانقاہ مقدس میں ہیں تو اپنے دارالحکومت مہاراجہ گڑھ سے جو خانقاہ سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ ننگے پاؤں روتی ہوئی فریاد کرتی ہوئی استمداد کے لیے آپ کے قدموں پر آ گری اور خدا کے نام کو وسیلہ بنا کر عرض گزار ہوئی کہ آپ نے میرے خاوند مہر رجب کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور طرح طرح کے ظلم و ستم سہے ہیں۔ میں ایک غریب عورت ہوں۔ آپ اُس کے قصور سے چشم پوشی فرمائیں اور مجھ بیچاری پر رحم کریں اور بنام خدا میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں۔ تا کہ خدا آپ کی تشریف آوری کی برکت سے شفا اور زندگی بخشے۔

آپ چونکہ اہل اللہ اور بے نفس تھے۔ اس لیے فرمایا: اے نور بھری۔ میں تمہارے شوہر سے فرزندوں کا بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ میں تو مقام اور مکان کا معاوضہ لینا چاہتا ہوں۔ اُس نے ہمیں ہمارے مکان سے جدا کیا ہے، ہم بھی چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مکان سے جدا ہو جائے۔ جب وہ جلاوطن ہو جائے گا تو ہم اپنے مکان میں آئیں گے۔ اُٹھو ہمارے ساتھ چلو۔ ہم برائے خدا تمہارے گھر جاتے ہیں اور تیرے بیٹے کو دیکھتے ہیں۔

جب آپ اس کو ساتھ لے گھر آئے تو اس کے لڑکے کو مردہ کی طرح پایا۔ آپ کا نور منزل دل اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس عورت اور اس کے لڑکے کی عاجزی اور حالت دیکھ کر رحم میں آیا۔

آپ نے فرمایا: نور بھری! اگر تیرا بیٹا آج آدھی رات کے وقت تمہارا نام لے کر آواز دے اور اُٹھ کھڑا ہو تو سمجھنا ہماری مدد سے ہوا ہے۔ پھر آپ خانقاہ مقدس میں چلے آئے۔ آنحضرت کی وہ دعا مقبول ہوئی کہ آدھی رات کے وقت اس بچے نے آواز دی کہ اے اماں! میں حکم الٰہی سے شفایاب ہو گیا ہوں۔ طبیب کہتے تھے کہ اس بچے کو سکتہ ہو گیا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

ایک روز آپ خوابِ قیلولہ سے بیدار ہو کر ظہر کی نماز ادا کر کے دولتخانہ سے اُٹھے۔ اس وقت حافظ صالح محمد صاحب کے صاحبزادہ نور محمد جن کی عمر ساڑھے تین سال تھی، آنحضرت کی خوابگاہ کے حجرہ کے دروازے پر درخت کے سایہ تلے گھوارے میں سویا ہوا

marfat.com

تھا۔ اسی وقت بیدار ہو کر گہوارے کو ہلانا شروع کیا۔ جب والدہ ماجدہ صاحبہ نے عرض کیا: یا حضرت آپ باہر جاتے ہیں۔ نور محمد بیدار ہوا ہے۔ آپ ذرا گہوارے کو ہلائیں تا کہ سو جائے۔

اُس وقت یہ عاصی پُر معاصی مغفرت کا امیدوار سلطان حامد بھی حاضر خدمت تھا۔ آپ گہوارے کے قریب آئے اور قادری کلاہ جو آپ کے سر مبارک پر تھی۔ ولایت کی شفقت اور نصیبہ ازلی کے سبب اپنے سر سے اُتار نور محمد کے سر پر رکھی اور گہوارے کو اسم اللہ ذات اور کلمہ اثبات کے ذکر سے اپنے دست مبارک سے ہلانا شروع کیا اور زبان مبارک سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ شروع کیا۔

اس ٹوپی سے اس بچے کا سر اور منہ بالکل چھپ گیا اور آنحضرت کی تلقین اور ارشاد سے وہ بچہ کلمہ الا اللہ کا ذکر جہر کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اُسے وجد اور جذبہ ہو گیا اور جذبہ کی گرمی کے سبب اسے اس قدر پسینہ آیا کہ اس کا کرتہ اور بستر دونوں بھیگ گئے اور اس کے ذکر کی آواز تمام ستر سرا کے ہر گوشے میں ہر شخص سن سکتا تھا۔

ہم تینوں یعنی حضرت والدہ ماجدہ اور بھائی حافظ صالح محمد صاحب اور یہ مسکین سلطان حامد فوراً وہاں پہنچے اور دیکھا کہ آپ سر برہنہ کھڑے آہستہ آہستہ کلمہ الا اللہ پڑھ رہے ہیں اور ایک طرف سے پنگھوڑے کو اپنے دست مبارک سے ہلا رہے ہیں۔ میں پنگھوڑے کے پاس جا کھڑا ہوا اور والدہ ماجدہ نے بھی پنگھوڑے کے پاس کھڑے ہو کر عرض کیا:

''کہ یہ بچہ گہوارے میں ہے اور اس کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ آپ کو اپنے فقر کی ہمت اس پر آزمانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا کیا حال ہو گا۔''

اس وقت اسم اللہ ذات کی تاثیر اور توجہ کے باعث آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بدستور کھڑے توجہ فرماتے رہے اور گہوارے کو ہلاتے رہے اور میری والدہ ماجدہ کی طرف توجہ نہ کی اور کوئی جواب نہ دیا۔

نور محمد لحظہ بہ لحظہ اسم اللہ ذات کے جذبات میں زیادہ مست ہوتا جاتا تھا۔ جب میری

marfat.com

والدہ محترمہ نے یہ حال دیکھا تو بے اختیار زار زار روئیں اور پھر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! حضرت!! آپ اس معصوم ضعیف الجسم اور لطیف القلب کو ان جذبات کی حالت میں توجہ دے رہے ہیں۔ یہ کب زندہ رہ سکتا ہے۔

اس وقت نور محمد کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ اس کے جسم سے خون نکل آیا تھا اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور اس کے بدن کا تنور اسم اللہ ذات کے ذکر سے پھولا ہوا تنگی میں تھا کہ اس کے پیٹ کے پردے پھٹے چاہتے تھے۔ اس وقت میرے والدہ کے گڑگڑانے اور منت سماجت سے آپ اس حال سے نکلے اور اپنی ٹوپی اس بچہ کے سر سے اُٹھائی اور چپ چاپ ڈیرے میں چلے گئے اور وہاں وضو کیا۔

والدہ صاحبہ نے نور محمد کو گھوارے سے اُٹھا کر گود میں لیا اور اپنے حجرے میں لے گئیں اور اس کے بدن سے پسینہ صاف کرتیں۔ اُسے اپنی چارپائی پر لٹا کر پنکھا کرنے لگیں۔ مگر رات تک نور محمد کی وہی حالت رہی۔ بدستور جذبات میں رہا۔

صبح میں نے جدّہ ماجدہ کی گود میں دیکھا تو قدرے آرام میں تھا لیکن چہرے کا رنگ بدستور زرد تھا اور بیماروں کی طرح لیٹا ہوا تھا۔

اس روز سے اس کی یہ حالت ہوگئی کہ جب اس کے سامنے کوئی شخص بھی اسم اللہ ذات کا ذکر جہر کرتا وہ فوراً مست ہو جاتا اور پہلی طرح دیر تک جذبات میں رہتا اور بڑی مشکل سے ہوش میں آتا۔ گاؤں کے بچوں کو اس کی اس حالت کی خبر تھی۔ ایک روز بچے اُسے فریب دیکر گاؤں کے باہر لے گئے اور کھیل کے طور پر اس کے سامنے ذکر جہر کرنے لگے۔ ذکر جہر سنتے ہی نور محمد کی وہی حالت ہوگئی۔ جن لوگوں کو خبر ہوئی۔ اُنہوں نے ستر سرائے کے دروازے پر اطلاع دی۔ خدمتگار نور محمد کو اسی حالت میں اُٹھا کر لے گئے اور جدہ ماجدہ کے سپرد کیا۔ کیونکہ اس کی والدہ اس کے بچپن ہی میں گزر گئی تھی اور اس کی ساری ساخت پر داخت جدّہ ماجدہ کے سپرد تھی۔

پھر منع کر دیا گیا کہ نور محمد کو ستر سرائے کے باہر نہ لے جائیں اور بچوں میں اسے کھیلنے نہ دیں بلکہ ان سے محفوظ رکھیں اور اس کی جدہ ماجدہ ہر وقت اُس کی محافظ رہتیں۔ اگر اتفاقاً

marfat.com

خانقاہ مقدس کی زیارت کے وقت یا مسجد منور کے دروازے پر اسم اللہ ذات کا ذکر سن پاتا تو اسی وقت جذبات وسکر میں ہو جاتا۔ اگر موسم گرما میں مکھیاں دور کرنے کے لیے منہ پر نقاب ڈالا جاتا تو اسی وقت اسم اللہ ذات کی مستی میں آ جاتا جیسا کہ پہلے دن آیا تھا جب کہ آنحضرت نے اپنی ٹوپی اسؒ کے سر پر پہنائی تھی۔ جب اس کا چہرہ ڈھنپ جاتا۔ وہی پہلے دن کی تاثیر از سرِ نو ہو جاتی۔

نیز بچپن میں نور محمد کی یہ عادت تھی کہ خود بخود سو جاتا اور نقاب سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیتا اور اسم اللہ ذات کے جذبات سے مست ہو جاتا۔

واضح رہے کہ آنخضرت اس درجہ تارک الدنیا تھے کہ اپنے والد بزرگوار یعنی ان مسکینوں کے جدامجد کا مال و اسباب یعنی گھوڑوں سے بھرا ہوا اصطبل۔ بھینسوں کا گلہ۔ اونٹ۔ زراعت کا اسباب۔ چالیس جوڑی بیل۔ کتب خانہ۔ زراعت اس قدر کہ پانسو اُونٹ کے بوجھ کے برابر گیہوں ہوتے تھے اور باقی قسم کے غلے اس کے علاوہ تھے۔ یہ سب چیزیں اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد چالیس دن کے اندر اندر راہِ خدا میں خرچ کر دیئے اور باقی اپنے اور اپنے عیال کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کا توکل رکھا اور جو کھیتی کھڑی تھی وہ سب خشک ہوگئی۔ کیونکہ بیل اور باقی اسباب خدا کی راہ میں دے دیا تھا۔

اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح تارک اور فارغ تھے۔ آپ کا طریقہ فقرِ محمدی ﷺ تھا۔ ظاہر میں سفید پوش اور صاحب سلوک لیکن باطن میں بے سروسامان قلندر تھے۔

ہزار نکتہ باریک تر رموز اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری دارند

یہاں بال سے باریک ہزار نکتے ہیں۔ جو سر منڈائے ضروری نہیں کہ قلندری سے واقف ہو۔

جب یہ مسکین (سلطان حامد) بلوغت کو پہنچا تو اس نے بغور دیکھا تو فقیر خانہ میں دو تین چار پائیاں۔ ایک دو تھال۔ دو تین پیالے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ جو تازہ بتازہ فتوحات ہوتی تھیں وہ راہ خدا میں صرف کر دیتے تھے۔ باقی کچھ نہیں رہنے دیتے تھے۔ ایک ہاتھ

marfat.com

لیتے تو دوسرے ہاتھ سے مسکینوں اور مستحقوں کی دستگیری میں صرف کر دیتے۔ انشاء اللہ اس کا ذکر کیا جائے گا۔

میں خیر پور کے سفر میں آنحضرت کے ساتھ تھا۔ خیر پور میں آنحضرت کے مرید بڑے دولتمند بلکہ امراء صاحب ملک تھے۔ ان کے بڑے بڑے محاصل تھے۔ اس شہر میں میرا تہبند پورانہ ہونے کے سبب پھٹ گیا کہ کمر سے ٹخنے تک کئی جگہ پھٹا ہوا تھا۔ جو چادر میرے کندھوں پر تھی اُسے قمیص پر دھوتی کی طرح باندھا اور پاؤں تک ڈھانپا۔ تاکہ میرا ننگا ہونا معلوم نہ کر سکیں۔ حالانکہ میری اُٹھتی جوانی تھی۔ ان دنوں ہر ایک کا جی عمدہ پوشاک پہننے اور کامرانی پر آمادہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت مجھے بہ نسبت خورد سالی کے بہت پیار کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں کا مال اسباب بطور نذر آتا لیکن آپ ہر روز خرچ کر دیتے اور ایک پیسہ تک باقی نہ چھوڑتے۔

میرے بڑے بھائی محمد زبیر بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ جب انہوں نے میری یہ حالت دیکھی۔ اگرچہ وہ حقیقی بھائی نہ تھے لیکن میرے حال پر رحم کھا کر آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! سلطان حامد تہ بند کے پُرانا ہونے سے بہت ہی لاچار ہے۔

میرے بھائی کی سفارش سے تہ بند کے لیے حکم دیا۔ جو اُسی روز مل ملا کر تیار کیا گیا اور میں نے پہنا۔

آنحضرت بہت دنوں تک ملتان میں رہا کرتے تھے اور آپ کا معمول تھا کہ فضائل حاصل کرنے کے لیے ملتان میں رہا کرتے تھے۔ مثلاً نماز جمعہ کا ادا کرنا۔ علماء کی زیارت کا حاصل کرنا۔ اولیاء اللہ کے مقبروں کو دیکھنا۔ واعظوں کا وعظ سننا۔ انہی باتوں کے لیے آپ ملتان متبرک میں رہا کرتے تھے۔ خلق خدا کو فائدہ پہنچایا کرتے تھے۔ عاجزوں کا بوجھ اپنے ذمے لیا کرتے تھے اور ان کی مدد اور اعانت کیا کرتے تھے۔

چنانچہ مریضوں' اندھوں' فریاد خواہوں' مظلوموں اور طالبوں کو حکام کے محکموں سے فائدہ پہنچواتے اور غربا کو امداد دلواتے۔ یعنی اُن کی ضروریات کے لیے مال دلواتے اور مال واسباب غریبوں کے بیٹیوں بیٹوں کی شادی کے واسطے امراء سے لے دیتے۔ جن کو ناداری

marfat.com

کے سبب لڑکے لڑکیوں کی شادی کی توفیق نہ ہوتی۔ انہیں آپ گردونواح سے بلاتے اور اپنی طرف کھینچتے اور مریضوں کو ٹھہرا کر طبیبوں سے ان کا علاج کرواتے اور بذاتِ خود مریضوں کے ساتھ طبیبوں کے پاس جاتے۔ ایک دوائی فروش نوکروں کی طرح تھا۔ جو اکثر وقت دوائیاں تیار کرتا رہتا تھا۔ اس کی دکان سے سینکڑوں روپیہ کی دوائی استعمال ہوتی۔

داد خواحوں کی ظاہر و باطن میں مدد کرتے۔ یعنی حکام سے اُن کی مرادیں پوری کرواتے اور امیدواروں کو سرکار کی طرف سے سندیں اور دستاویزات دلواتے۔ ''خیر الناس من ینفع الناس ''انسانوں میں نیک وہی ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور ہر وقت ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے کام میں رہتے اور دادخواہوں کی دلجوئی اور عاجزوں کی مدد کرتے۔

ایک دفعہ میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب ملتان میں آپ کی خدمت میں تھے کہ اسی اثناء میں حضرت مخدوم حسن بخش شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سجادہ نشین غوث الملک حضرت شیخ ابوبکر محمد بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کے پوتے کے پیدا ہونے کی خوشی تھی۔

مخدوم صاحب ممدوح نے ہمارے حضرت صاحب کو خوشی کی محفل میں طلب فرمایا۔ میرے بھائی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت کی خدمت میں تھا کہ حضرت مخدوم صاحب کی طرف سے عشاء کی نماز کے بعد محفل شادی میں شامل ہونے کا بلاوا آیا۔ سونے کا وقت تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ بیٹا! صالح محمد! ہم جو محفل میں جاتے ہیں تو وہاں رقص و سرود ہوتا ہے۔ وہ دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ ملتان کی رسم ہے اور وہاں رنڈی کو کچھ دینا پڑے گا۔ کیونکہ یہ بھی رسم ہے۔ اس وقت میرے پاس تو کچھ نہیں، کیا تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا: حضرت صرف دو ۲ روپے ہیں ایک نانک شاہی اور دوسرا بہاول خانی۔ فرمایا: بیٹا! نانک شاہی رنڈی کو بطور (ویل) دینا۔

میں نے عرض کیا کہ بڑا روپیہ تو آپ نے مجھے چادر کے لیے بخشا تھا۔ میری چادر پھٹی ہوئی ہے۔ کل میں نے اسی روپیہ سے چادر خریدنی ہے۔

اس وقت آپ کا مرید محمد امین درزی حاضر خدمت تھا۔ اُسے پوچھا کہ محمد امین! بازار

میں بزازوں کی دکانیں کب کھلتی ہیں۔ عرض کیا! پہر دن چڑھے ہندو لوگ اشنان اور پوجا پاٹ کر کے دکانیں کھولتے ہیں۔

پھر فرمایا: بیٹا! بڑے روپے کا دینا مناسب ہے۔ تجھے اللہ تعالیٰ چادر دے گا۔ میں خاموش ہو رہا۔

میں نے بڑے روپے کو تہ بند کی کئی تہوں میں اور چھوٹے روپے کو ایک تہ میں اُوپر رکھا۔ اس واسطے کہ جب محفل میں روپیہ دینے کی نوبت آئے گی تو چھوٹا روپیہ کھول کر دے دونگا اور بڑا روپیہ بدستور چادر کے لیے رکھوں گا۔

جب ہم شادی کی محفل میں گئے اور مخدوم صاحب کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھے۔ اہل محفل نے رنڈی کو روپے دینے شروع کیے۔ مخدوم صاحب نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن لوگ دیتے رہے۔ جب ہماری باری آئی، تو آپ نے میری طرف اشارہ کیا۔ میں نے اُوپر کے پیچ میں چھوٹا روپیہ رکھا ہوا تھا۔ وہ کھول کر رنڈی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ فوراً مخدوم صاحب نے روپیہ واپس لینے کے لیے رنڈی کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور مخدوم صاحب کے ہاتھ پر آپ نے ہاتھ مارا تا کہ مخدوم صاحب رنڈی سے روپیہ واپس نہ لیں۔

اس وقت مجھے سخت تشویش ہوئی اور میں نے دل میں کہا' صالح محمد! تو نے بہت بے جا حرکت کی' اب تو ظاہر ہو گئی کہ حضرت صاحب اور مخدوم صاحب دونوں نے میرا نقص تاڑ لیا یعنی چھوٹا روپیہ دیکھ لیا۔ اس وقت میں ایسا شرمندہ ہوا کہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔

مختصر یہ کہ حضرت صاحب نے مخدوم صاحب کو رنڈی کے ہاتھ سے روپیہ نہ لینے دیا لیکن میں اپنے فعل سے بہت ہی شرمندہ تھا۔

جب صبح میں نے تہ بند کے پیچ سے روپیہ کھولا تو دیکھا کہ بجائے بڑے کے چھوٹا رکھا ہے۔ یعنی بڑا روپیہ آنحضرت کے تصرف کے سبب نیچے کے پیچ سے اوپر کے پیچ میں آ گیا اور چھوٹا نیچے کے پیچ میں چلا گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر آنحضرت سے اور بھی شرمندہ ہوا کہ آنحضرت نے میری نافرمانی سے واقف ہو کر اپنے تصرف سے بڑے روپے کو چھوٹے سے بدلا ہے۔ میری چادر بھی نہ بنی اور نافرمانی بھی ہوئی۔ میں خاموش ہو رہا۔ کہ مصلحت کا وقت

marfat.com

بھی ہاتھ سے نکل گیا۔

صبح فجر کی نماز ادا کر کے آنحضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور ہم ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ جماعت میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر سفید کاغذ میں لپٹی ہوئی ایک چیز آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ اس میں کمرخ سفید کی ایک چادر ہے جو میں نے محفل کے دن کے لیے سلائی تھی۔ رات مجھے آرام نہ آیا کہ کب دن نکلے تو اسے آنحضرت کی خدمت میں نذر کروں۔ پھر آپ نے اشارہ کیا کہ کھولو۔ اس نے کھول کر پھیلائی تو بہت عمدہ چادر تھی۔ آپ نے مجھے عنایت کی جو میں نے سورج نکلنے سے پہلے پہن لی۔

ایک روز میں ملتان میں آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ آپ نے اپنے مرید ملا راجو نامی نیک مرد کو فرط شفقت کے سبب اپنے مرید جمعدار غلام حسن خاں سے گھوڑی لے کر عنایت فرمائی۔

چونکہ وہ مسافر تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ زین اور اسباب بھی عنایت کیا جائے تو بہتر ہو گا۔ آپ نے اس کا سامان بازار سے خرید کر عطا فرمایا۔

ملا مذکور نے پھر عرض کیا کہ یا حضرت! گھوڑی کا اور ساز و سامان تو بالکل درست ہے۔ صرف غاشیہ نہیں چونکہ میں کمزور اور لاغر ہوں اور سفر درپیش ہے آپ کی عنایت کردہ زین غاشیہ بغیر اچھی نہیں لگتی۔ اگر ایک چوتھی غاشیہ زین کے لیے عطا فرمائیں تو عین عنایت ہے۔

اس وقت آپ اُٹھ کر گھوڑی کو ساز و سامان سے خود دست مبارک سے آراستہ فرما رہے تھے۔ عصر کا وقت تھا۔ چھت پر حضرت صاحب اور صاحبزادہ حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ کے لیے بستر خواب آراستہ تھے۔ آنحضرت کو معلوم تھا کہ سب سے عمدہ بچھونا حافظ غلام محمد کا ہے۔ آپ نے ایک درویش کو فرمایا کہ حافظ غلام محمد کے بستر میں سے ایک چوتھی لے آؤ۔ اس نے لا دی۔ آپ نے خود وہ چوتھی ملا راجو کی گھوڑی کی زین پر ڈالی اور اُسے سرفراز کر کے رخصت فرمایا۔

پھر آپ چھت پر آ کر اپنے بستر مبارک پر بیٹھے۔ میں بھی آپ کی خدمت میں تھا۔

marfat.com

ایک گھڑی بعد صاحبزادہ غلام محمد موصوف نے آ کر جب اپنی چارپائی بغیر بستر کے دیکھی تو چونکہ ان کا مزاج لا اُبالی تھا، جھنجھلائے اور پوچھا کہ ہمارا بستر کہاں ہے۔ درویشوں نے کہا کہ حضرت صاحب نے ملا راجو کو بخش دیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت صاحب نہ اپنے واسطے کوئی چیز چھوڑتے ہیں نہ دوسرے کے واسطے۔ اب میں کیا کروں گا۔

آنحضرت نے فرمایا: بیٹا! تم نے مجھ سے بستر لینا ہے یا کچھ اور، یہاں پر کلام قطع ہو گیا۔

چند گھڑی گزری تھیں کہ مغرب کی نماز کے بعد ایک مسلح سوار آ کر آنحضرت کی بابت پوچھنے لگا۔ اُس نے فوراً گھوڑے پر سے اُتر ایک نئی قیمتی چوتہی جس کے کنارے بیل بوٹے دار تھے اتار کر آنحضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کی۔

آپ نے فرمایا حافظ غلام محمد کی چارپائی پر بچھا دو۔ درویشوں نے ایسا ہی کیا۔ جب صاحبزادہ موصوف چھت پر آئے تو اپنی چارپائی پر پہلے سے بھی اچھا بستر پایا۔
وہ مسلح آدمی سرکاری ملازمت کے لیے ملتجی ہوا۔ آنحضرت کی توجہ سے صبح ہی حسب دلخواہ آسامی اور تنخواہ پر مقرر کیا گیا۔

میں خانقاہ مقدس کے پہلو میں ایک نیا کنواں کھدوانا چاہتا تھا اور زمین جوہڑی تھی یعنی گہری۔ اس میں بہت گہرائی تک سرخ مٹی نکلتی تھی۔ ریت کا نام ونشان نہ تھا۔ اس واسطے اس جوہڑ میں کنوئیں اچھے نہ نکلتے تھے۔ میں اسی فکر میں اس زمین پر پھر رہا تھا کہ ایک مقام پر جوہے کابل نظر پڑھا جس میں ریت تھی۔ میں نے ٹھان لی کہ اگر اس جگہ کنواں کھودا جائے تو دوسری زمینوں کی نسبت عمدہ ہوگا لیکن اس بات کو میں نے دل ہی میں رکھا۔ کیونکہ جگہ کا مقرر کرنا آنحضرت کے اختیار میں تھا اور آپ ہی نے خود دست مبارک سے نشان لگانا تھا۔ ہمیں کوئی اختیار نہ تھا کہ یہاں کھودا جائے یا وہاں بلکہ ایسا کہنے میں بے ادبی تھی۔

القصہ! حضرت قدس سرہٗ بڑے بڑے سیدوں۔ درویشوں اور صوفیائے کرام کو تبرکاً اس تالاب میں لائے اور عین گہرائی میں کنواں کھودنے کی تجویز ہوئی۔ زمینداروں نے بھی

marfat.com

یہی رائے دی۔ تمام شخص اس مقام پر کنواں کھودنے پر متفق ہوئے۔ جب اس جگہ کے گردا گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت کدال لے کر نشان لگانے کے لیے تیار ہوئے اور ایک سید کو آگے آگے چلنے کے لیے کہا تو میں متفکر ہوا کہ جو جگہ سب نے بالاتفاق کنوئیں کے لیے قرار دی ہے اور جس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور آنحضرت بھی نشان لگانے کے لیے تیار ہو گئے ہیں، یہاں کنواں کھودنا مفید نہیں پڑے گا۔ کیونکہ یہ زمین اس قابل نہیں لیکن جو جگہ میں نے تجویز کی تھی، اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا گستاخی تھا چونکہ یہ کام آنحضرت کی مرضی پر منحصر تھا۔ مگر افسوس میری وہ مراد پوری نہ ہوئی۔

میں ادب کے سبب خاموش ہو رہا۔ اس وقت آنحضرت نے ان سب کی رائے کو پیچھے ڈالا اور خاموش قدم بقدم اس مقام کی طرف آئے جو میں نے تجویز کیا تھا۔ میں بھی معاملہ باطنی کا تماشا دیکھنے کے لیے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہاں سے دور میری تجویز کردہ جگہ پر آ پہنچے۔ یعنی چوہے کے بل پر اور وہاں کھڑے ہو کر فرمایا بیٹا! تم یہاں کنواں کھدوانا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا: جناب یہیں چاہتا ہوں۔

پھر دستِ مبارک سے وہاں نشان لگایا۔ بعد ازاں سیدوں اور درویشوں کو بلا کر دعا خیر کہہ کر مٹھائی تقسیم کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا اور توجہ کی برکت سے اس کنوئیں کی کھدائی کا کام اور اس کا آباد کرنا سہل کر دیا۔ اس کنوئیں سے ہمیں بہت فائدہ ہوا اور چالیس سال ہونے کو آئے کہ دن بدن اُس سے زیادہ ہی فائدہ پہنچتا ہے۔

اس کنوئیں میں اتنی رونق ہوئی کہ وہاں ایک گاؤں آباد ہو گیا۔ جو شخص اس گاؤں میں سکونت اختیار کرتا۔ وہ آسودہ حال ہو جاتا۔ اس کا نام غوث والا مشہور ہوا۔ علاوہ بریں سرکار کی طرف سے اس کا لگان بھی ہمیں بطور انعام مل گیا۔

ہمارے ایک کنویں کی بابت حضرت صاحب اور آپ کے رشتہ داروں میں کچھ تنازع تھا۔ ایک روز وہ رشتہ دار بہت سے دوستوں کو آپ کی خدمت میں بطور سفارش لائے۔ تا کہ وہ کنواں انہیں مل جائے۔ آپ وہ کنواں انہیں بخشنے کے لیے وہاں تک تشریف لے گئے اور

marfat.com

اُس کی حدود کی تجویز فرمائی۔

جب وہاں سے واپس آئے تو مجھے فرمایا: بیٹا! گھر جا کر ان مہمانوں کی ضیافت کا جلدی انتظام کرو چونکہ میرے دل میں خدشہ تھا۔ میں نے جواب نہ دیا اور نہ گھر کی طرف گیا۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ میں نے پھر تعمیل نہ کی بلکہ سر جھکائے ان لوگوں کے ساتھ آ رہا تھا۔

پھر آپ نے مجھے فرمایا: بیٹا! تو ہمارے کہنے پر نہیں چلتا۔ کیا تیرے دل میں یہی ہے نہ کہ اگر میں جاؤں گا تو میرا باپ میری غیر حاضری میں کنواں بخش دے گا تو میرا محافظ بن کر آ رہا ہے۔ حالانکہ میں چاہتا ہوں کہ میں اُن لوگوں کے لحاظ سے انہیں کنواں بخشوں مگر میرے رشتہ دار مجھے یہ کہیں گے اور کہتے بھی ہیں لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ والد بزرگوار نے جو کچھ انہیں بخشا ہے میں وہ بھی ان سے واپس لوں۔ بیٹا! تم مطمئن ہو کر ضیافت کے کام کو سرگرمی سے سرانجام دو اور وقت پر کھانا لاؤ۔ میں اپنے خدشہ سے شرمندہ ہوا اور جا کر مکلف کھانا تیار کرا لایا۔

میں نے محفل میں دیکھا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو کنواں بخشتے ہیں اور لوگ جو آپ کے رشتہ داروں کی سفارش کے لیے آئے تھے۔ آنخضرت کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ ہم پر راضی اور آپ کا خدا آپ پر راضی۔ آپ یہ زمین مفت میں نہ دیں اور اپنے بیٹوں کا حق ضائع نہ کریں۔ آپ کے یہ گستاخ رشتہ دار نہ ہم پر راضی ہوں گے اور نہ آپ پر اور نہ مخالفت سے باز آئیں گے۔ حتیٰ کہ ان سفارش کرنے والوں نے خود اپنی زبان سے آپ کے رشتہ داروں کو رخصت کر دیا اور محروم رکھا۔

آپ کی یہ کرامت میں نے بچشم خود دیکھی ہے۔ ہم نے اس سرزمین میں کاشت کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں اور اب تک آباد ہے۔ والسلام۔

رنگپور کے رئیس مہر الہ دتہ کا بیٹا مسمی مہر سجاول بیان کرتا ہے کہ سرحدی زمینداروں کی قوم تھہیم کے ساتھ زمین کے بارے میں جھگڑا تھا۔ جس کا مقدمہ چل رہا تھا۔ حاکم ہمارے

marfat.com

مخالفوں کی طرفداری کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں مخدوم صاحب گدی نشین غوث الملک حضرت شیخ ابوبکر محمد بہاؤ الدین زکریا کی سفارش پہنچ چکی تھی۔ مجھے اور کوئی حیلہ نہ سوجھا چونکہ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ ملتان میں تھے۔ میں نے آپ کو وسیلہ بنایا اور آپ کو ناظم ملتان کے وزیر منشی فتح محمد کے پاس لے جانا چاہا۔ آپ قدم رنجہ فرما کر میرے ساتھ منشی مذکور کے پاس تشریف لے گئے اور مجھے اس کے گھر کے باہر چھوڑ گئے۔

جب آپ واپس آئے اور میں ساتھ ہولیا تو آپ نے فرمایا: اے مہر سجاول، منشی فتح محمد نے ہمارا کہنا قبول نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو گیا ہے۔ کوئی فکر نہ کرنا۔ یہ زمین جو تمہارے مخالفوں نے تم سے لی ہے۔ وہ تم سے کوئی نہیں لے گا۔ تسلی رکھ۔ مخالفوں نے بہت کچھ مقدمے کئے لیکن آخر شکست کھائی۔

آخرکار جب اور کوئی چارہ نہ چل سکا تو مخالفوں نے یہ حیلہ کیا کہ مخدوم صاحب ممدوح اور حضرت مخدوم سید راجن بخش بخاری کو ہمارے دروازے پر زمین مذکور لینے کے لیے بطور وسیلہ وسفارش لائے۔ ہم نے دونوں صاحبوں کی سفارش کو قبول کیا اور ہم دونوں فریق زمین مذکور پر گئے اور ہر دو ۲ صاحبان کو اختیار دیا کہ جہاں فریق ثانی اور دونوں صاحبان چاہیں، سرحد قائم کریں۔

چنانچہ اس مطلب کے لیے دونوں صاحب کدال لے کر نشان لگانے گئے اور دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ حالانکہ ہمارے مخالف ہر دو صاحبان کے نہایت ہی خاص محبّ و مرید تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت سے جس طرح دونوں صاحب گئے تھے بغیر نشان لگائے یا کوئی کام کئے واپس تشریف لے آئے۔ ہم دونوں فریق خاموش بیٹھے تھے۔ دونوں نے آکر فرمایا: مسلمانو! دعائے خیر کہو کہ یہ زمین جس کے لیے ہمیں قوم تھہیم کے لوگ بطور سفارش لائے تھے۔ وہ بدستور مہر اللہ دتہ اور مہر سجاول کے قبضہ میں رہے اور کسی اور کو اس پر کسی قسم کا اختیار یا قبضہ نہیں۔ سب نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

اے صاحبزادہ سلطان حامد! میں نے آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان غلام باہو کی یہ کرامت دیکھی۔ حالانکہ ہم نے اختیار دے دیا تھا کہ مخالف اور اُن کے حامی جس

marfat.com

قدر زمین چاہیں لے لیں لیکن انہیں اس بات کی طاقت اور توفیق نہ ہوئی اور وہ زمین بدستور ہمارے قبضہ میں رہی۔ کیونکہ آپ کے والد بزرگوار کی دعا لوح محفوظ پر ثبت ہو چکی تھی۔ فقط والسلام

میاں چراغ بخش ولد میاں امیر بخش صاحب پیرزادہ بھوتہ علیہما الرحمۃ (ہمارے حضرت صاحب اور ان صاحبان میں بڑی گہری دوستی تھی) کی زبانی سنا جب کہ آنحضرت کی کرامات کا ذکر ہو رہا تھا کہ آپ کے والد بزرگوار میری شادی پر تشریف لائے۔ ہم نے مہمانوں کی ضیافت کا سامان کافی سے زیادہ تر رکھا تھا لیکن دو وقت کے کھانے میں وہ سارا سامان ضائع ہو گیا۔ میں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا:

یا حضرت! کُل سامان جو ہمارے پاس تھا۔ وہ دو وقت کے کھانے میں صرف ہو چکا ہے اور ابھی پانچ چھ وقت کا کھانا اور کھلانا ہے۔ ہم مہمانوں کو کیا کھلائیں گے۔ فرمایا کہ ہر جنس سے تھوڑی تھوڑی لے آؤ۔ ہم لائے تو کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا: انہیں باقی ماندہ جنسوں میں ملا دو اور اندیشہ نہ کرو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔

ہزاروں آدمی خدمتگار اور عام سائل پانچ چھ وقت کھانا کھا کر گئے اور طرح طرح سے ہم نے صرف کیا۔ جب شادی سے فارغ ہوئے تو جس قدر اجناس پر آنحضرت نے دعا کی تھی، اتنی کی اتنی باقی تھیں۔ آپ کی یہ کرامت ہم نے بچشمِ خود دیکھی ہے اور آپ کی دعا کے یمن و برکت سے فائدہ اُٹھایا ہے۔

ملتان میں میاں سوہارا نامی سفید ریش عزت دار اعلیٰ درجہ کا اُستاد۔ پاکباز صالح آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ یا حضرت! ایک مست قلندر موسوم بہ میاں ریحانہ نے میری بیٹی مسمات پیڑی کو اپنا نشانہ بنا رکھا ہے اور کبھی کبھی ہمارے گھر میں آ کر بیٹھتا ہے بلکہ کبھی ہر روز آ جاتا ہے اور میری لڑکی کو کام کاج سے روکتا ہے۔ اگر میں اُسے روکتا ہوں، تو اپنی روحانی طاقت سے مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ ہم میں اُسے روکنے کی طاقت نہیں۔ ہمارے ہاں پردہ کی رسم ہے وہ بے دھڑک ہمارے ستر خانہ میں آ گھستا ہے اور قلندرانہ باتیں کرنے لگتا ہے ہماری عزت و حرمت کو برباد کر رہا ہے۔ جس سے خاندان کے آرام و آسائش میں

marfat.com

خلل عظیم ہے۔ برائے خدا ہماری فریاد سنو اور ہمیں اس مست کے مظالم سے چھڑاؤ۔

آنخضرت نے فرمایا: میاں سوہارا! اگر وہ مست تمہارے گھر آئے تو ہمیں اطلاع دینا۔

ایک روز میں مسجد میں ظہر کی نماز کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ میاں سوہارا مذکور گھبرایا ہوا اپنی لڑکی مسمات پیڑی کو لے کر مسجد میں دوڑتا ہوا داخل ہوا اور آپ کی خدمت میں آ بیٹھا۔ آنخضرت نے پوچھا کیا حال ہے؟ اُس نے عرض کیا: حضرت! میاں ریحانہ مست نے ہمارے گھر میں آ کر میری لڑکی کا بازو پکڑ لیا۔ ہم بھاگ کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ مست مذکور بھی آ گیا۔

اُسے دیکھتے ہی آنخضرت نے فرمایا: ریحانہ! اُلٹے پاؤں چلے جاؤ۔ پھر ان کے گھر میں نہ آنا۔ وہ اُٹھ کر چلا گیا۔

آنخضرت نے سوہارا کو فرمایا کہ کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ جاؤ خاطر جمع رکھو۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور آپ کی دعا سے وہ مست اسی روز ملتان سے جو اس کا قدیمی مسکن تھا۔ چلا گیا۔ اُسے کہیں پناہ نہ ملی۔ آخر سلطان العارفین حضرت سلطان باہُو قدس سرہٗ کے دربار فیض آثار میں ٹھکانا کیا اور حضرت صاحب کے ستر سرائے کے دروازے پر ملتمس ہوا کہ ملتان میں آنخضرت کی خدمت میں سفارش کریں کہ آنخضرت مجھے ملتان میں جگہ دیں اور آپ جو مجھ پر ناراض ہیں معاف کریں۔

میں اُس وقت ملتان میں آنخضرت کی خدمت میں تھا کہ حضرت والدہ ماجدہ کی طرف سے ملتان میں آنخضرت کی خدمت میں مست مذکور کا سفارش نامہ پہنچا لیکن منظور نہ ہوا۔

آنخضرت سفر میں رہے اور میاں ریحانہ مذکور پورے چار مہینے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کے حضور میں بیٹھا رہا۔ آخر مایوس ہو کر چلا گیا۔ پھر اوچ جا کر نظام بخاری کے مزارات پر معتکف ہوا اور وہاں نیاز و پیغام آنخضرت کی خدمت میں

marfat.com

پہنچوائے لیکن نامنظور ہوئے۔ آخر اُس نے ساری عمر وہیں بسر کر دی۔ ملتان میں آنا نصیب نہ ہوا۔ بڑھیوں کا سارا محلہ آنحضرت کا مرید ہو گیا اور امن چین سے رہنے لگا۔

میرے بھائی میاں برخودار علیہ الرحمۃ اونٹ پر سوار ملتان کی طرف جانے کو تیار تھے۔ لقمان بڑھئی بھی حاضر خدمت تھا۔ آنحضرت نے میاں برخودار کو بہت کچھ نصیحت کی لیکن بے سود۔ اُس نے قبول نہ کیا۔

آپ جو ناراض ہوئے تو فرمایا کہ کیا اُونٹ پر سے بھی نہیں گرتا۔ ابھی جناب کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلنے نہ پائے تھے کہ وہ اُونٹ پر سے زمین پر آ رہا۔

میرے بھائی حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ مزاج کے لاأبالی واقع ہوئے تھے۔ ایک روز موسم گرما میں عین دوپہر کے وقت اپنی والدہ محترمہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر سوار ہو کر چل دیئے اور مہر وہاب دراج گاؤں کے باہر شیشم کے ایک درخت تلے جا آرام کیا۔ میں توت والے کنویں پر آنحضرت کی خدمت میں تھا کہ ایک درویش گھر سے خبر لایا کہ حافظ غلام محمد ناراض ہو کر چلے گئے ہیں۔ اس موسم گرما میں اس نازک بدن اور نازک طبیعت کا حال کیا ہوا ہوگا۔ آپ از راہِ ترحم اُسے واپس لائیں۔

آپ سوار ہوئے اور میں پاپیادہ آگے آگے تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ درخت کے سایہ تلے چارپائے پر بیٹھے ہیں اور گھوڑی سامنے بندھی ہوئی ہے اور دایہ نور سامنے ہاتھ باندھے خدمت میں بیٹھا ہے۔

جب آپ نے جا کر سلام علیکم کہا تو صاحبزادہ ممدوح نے رنج کے مارے جواب نہ دیا۔ دایہ نور ادب کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے سلام کا بھی جواب دیا۔ آنحضرت نے از راہ ترحم فرمایا۔ بیٹا! اُٹھو سوار جو جاؤ۔ تمہاری ماں بیقرار ہے۔ یہ گرمی کا وقت کسی مکان میں گزارو۔ یہاں تو آگ برس رہی ہے۔ یہاں تم کیونکر بسر کرو گے۔ اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ اصرار سے فرمایا۔ پھر بھی کچھ جواب نہ دیا۔

آپ نے صاحبزادہ کی بے توجہی سے ناراض ہو کر فرمایا کہ اے غلام محمد! اگر ہم اس شیشم کے درخت کو بھی کہتے تو ہمارے ساتھ روانہ ہو جاتا لیکن تم ہمارے اتنی دفعہ کے کہنے

marfat.com

سے جگہ سے بھی نہیں ہلے۔

آنحضرت کے جذبہ سے حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ نے بے اختیار مستوں کی طرح ننگے پاؤں آپ کی سواری کے آگے دوڑنا شروع کر دیا۔

آپ نے بھی اس کی کوئی پروانہ کی۔ آپ نے پھر اسے جوتا پہننے کے لیے بھی نہ کہا۔ دایہ نور بھی اُٹھ کر گھوڑی اور اسباب لیے ہمارے پیچھے آیا۔ اساڑھ کے دن دوپہر کا وقت ریگستانی زمین دو میل کا فاصلہ اور صاحبزادہ موصوف کا مزاج نہایت ہی لطیف۔ پاؤں جو اطلس کی طرح نرم تھے، اس ریت میں بھن رہے تھے لیکن آپ کی سواری کے آگے آگے دوڑا آ رہا تھا۔

جب گھر پہنچا تو والدہ نے حال دیکھ کر رو دیا اور پانی سے سر منہ اور پاؤں دھو کر مکھن ملا اور مہندی لگائی اور ہر طرح سے سردی پہنچائی۔ پہلے تو صاحبزادہ کی وہ حالت دیکھی کہ ادب کے لیے اُٹھنا تو کجا سلام کا جواب تک نہ دیا اور پھر یہ حالت کہ پاؤں جلنے کی خبر تک نہیں۔

ایک نوجوان مسمی حافظ غلام مرتضیٰ خان ولد حافظ محمد یار اعوان ملتان میں آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔ جو آنحضرت کے فرزندوں کے ساتھ قرآن شریف حفظ کیا کرتا تھا۔ اس کے کسی کام سے آنحضرت کے مبارک دل پر جو ملال آیا تو آپ نے اپنے خاص خادم خلیفہ رمضان کو فرمایا کہ اُسے لا کر سزا دو۔ پھر فرمایا اُسے کچھ نہ کہو۔ اسے مکان سے نکال دو۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمارے پاس نہ آئے بلکہ اس ملک و ولایت میں نہ رہے۔ خلیفہ رمضان نے اُسے رخصت کیا۔ حافظ غلام مرتضیٰ پنجاب۔ سندھ۔ مارواڑ۔ مغربی ہندوستان اور شمالی ہندوستان سے ہوتا ہوا گجرات دکن میں جا ٹھہرا۔ اس کے بھائی اُسے لینے کے لیے گئے لیکن واپس آنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہیں عمر بسر کر کے فوت ہو گیا۔

ایک روز آنحضرت گڑھ مہاراجہ جانے کے لیے خانقاہ مقدس سے ایک ترکی یابو پر سوار ہوئے۔ مجھے پیادہ لے جا رہے تھے۔ ساون کا مہینہ دوپہر کا وقت تھا۔ آپ نے وہاں کچھ دیر آرام کیا۔ بارش بہت ہوئی۔ پھر فوراً ہی بادل پھٹ گیا اور سورج نکل آیا۔ آپ پھر خانقاہ مقدس میں آنے کے لیے سوار ہوئے اور میں آگے آگے دوڑا جاتا تھا۔ آفتاب کی

marfat.com

گرمی سے پانی گرم ہورہا تھا اور کیچڑ پانی اور کانٹے گھاس پھونس کے باعث رستے میں بہت تکلیف تھی لیکن میں صدق ارادت سے برابر آگے جارہا تھا۔ میرے بدن سے پسینہ بہہ رہا تھا اور راستے کی تنگی سے بہت سختی جھیلی۔

جب میری حالت دیکھی تو شفقت پدری کے سبب گھوڑا ٹھہرا کر مجھے فرمایا کہ میرے پیچھے سوار ہو جاؤ۔ میں نے عذر کیا کہ ابا جان! یہ ہلکا پھلکا چھوٹا سا ٹٹو ہے۔ یہ دو کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ ایسا نہ ہو کوئی نقصان پہنچ جائے آپ نے فرمایا: بیٹا! یہ گھوڑا شہزور ہے۔ اسے کوئی پروا نہیں۔ آؤ میرے پیچھے ہو بیٹھو۔

میں نے رحم کا وقت اور خلوت و شفقت کا موقع پا کر جو مراد میرے دل میں تھی میں نے عرض کی۔ وہ یہ کہ ابا جان! اگر جناب کے دل میں شفقت نے جوش مارا ہے تو مدت سے ایک سوال میرے دل میں ہے۔ اس کے جواب سے سرافراز فرمائیں۔ فرمایا: کہو۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! یہ عام طور پر مشہور ہے کہ اولیاء اللہ کی اولاد میں سات پشت تک پورا اثر رہتا ہے۔ میری دانست میں آنحضرت بھی کامل ہیں اور آپ کے والد بزرگوار یعنی میرے جدامجد بھی کامل تھے۔ ان کی نسل سے میں دوسری پشت ہوں لیکن مجھ میں کوئی اثر نہیں۔

اس کے جواب میں فرمایا۔ بیٹا! واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ مشہور ہے لیکن اس کے معانی سمجھنے میں مغالطہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس قدر مردوں کو آبائے کامل و اکمل کا قرب یا بُعد ہوتا ہے اُسی قدر اُسے اُن کی کمالیت کی تاثیر پہنچتی ہے۔ بشرطیکہ طالب اور محنت کرنے والا ہو۔ ورنہ کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔

مثلاً جو کنواں دریا کے کنارے کھودا جائے اس میں تھوڑی گہرائی پر پانی نکل آتا ہے۔ جس قدر کنواں دور ہو اسی قدر پانی گہرائی سے نکلتا ہے۔ اگر عین دریا کے کنارے پر کھودنے کی تکلیف نہ اُٹھائی جائے تو بھی پانی نہیں نکلتا۔

مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی تاثیر اولاد میں ضرور ہوتی ہے لیکن جو اُن کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرے تو اُسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اپنے آباؤاجداد کی تاثیر ہوتی ہے اور اس کے آبائے کامل اس کی دستگیری کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو نہیں۔ سید السادات

marfat.com

حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

بجد لا بجد کل مجد

ولا جد بلا جد بمجد

''ہر ایک بزرگی کوشش سے ہے نہ کہ جد سے۔ کسی جد کو کوشش کے بغیر بزرگی حاصل نہیں ہوتی۔''

ایک روز میں آپ کی خدمت میں تھا۔ مجھے آپ اپنے ساتھ میرے بھائی شیخ برخوردار صاحب کے لیے نئے مکان پر لے گئے۔ جب ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ شمال کی طرف پس پشت ایک دریچہ خانقاہ مقدس کے مقابل ہے۔ پوچھا: بیٹا! اس جگہ دریچہ کس واسطے رکھا؟ عرض کیا! ابا جان! اس واسطے کہ چونکہ یہاں سے عام لوگ گزرتے ہیں۔ انہیں دیکھنے کی خاطر رکھا ہے۔ تب صاحبزادہ صاحب موصوف کو رخصت کر کے آپ خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں مجھے فرمایا کہ بیٹا جو کچھ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر کرنا چاہیے۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر میرا فرزند یہ کہتا کہ میں نے یہ دریچہ اس واسطے رکھا ہے کہ اذان بہ سہولت سن لوں۔ تاکہ نماز باجماعت ادا کر سکوں اور یہ کہ خانقاہ مقدس اور مسجد کی زیارت کر سکوں۔ اگر اس کی نیت ان کاموں کی ہوتی تو یہ ساری عمارت اللہ تعالیٰ کے کام میں شمار ہوتی۔

پھر مجھے فرمایا: بیٹا! میری عمر گزر گئی ہے۔ میں نے کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضامندی بغیر نہیں کیا۔ جو کیا اسی کے واسطے کیا۔

آنحضرت کے مذکورہ بالا قول کے مطابق اور موافق یہ حکایت مشہور ہے کہ دو بزرگ ایک دریا کے کنارے ایک دوسرے کے بالمقابل بیٹھ کر ریاضت کیا کرتے۔ تھے۔ ایک دریا کی اُس طرف دوسرا اس طرف۔ ان میں سے ایک شادی شدہ تھا۔ ایک روز اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ عمدہ کھانا تیار کر کے گرما گرم اس پاکباز زاہد کو جو دریا کے اس طرف رہتا ہے کھلا آ۔

وہ کھانا تیار کر کے لے آئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے مقدور کے موافق کھانا تو تیار

marfat.com

کرلیا ہے لیکن اس کا گرما گرم وہاں پہنچانا میری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ یا مجھے دریا میں سے گزرنا ہے جس میں دیر بہت لگے گی۔ یا کشتی پر سوار ہو کر پار ہونا پڑے گا۔ جو یہاں سے کافی فاصلے پر ہے۔

اُس نے کہا۔ دریا کنارے جا کر دریا کو میرا سلام عرض کر کے میری طرف سے کہنا کہ اے دریا! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے عورت سے کبھی صحبت نہیں کی۔ اگر میرا یہ کہنا سچ ہے تو مجھے رستہ دے۔ اس نیک دامن نے ایسا ہی کیا۔

جب دریا کنارے پہنچ کر سلام کے بعد پیغام پہنچایا تو رستہ ہو گیا اور وہ زاہد کی خدمت میں پہنچی اور گرم گرم کھانا اس کے سامنے رکھا۔ جو اس نے کھالیا۔ پھر رخصت کے وقت عرض کیا کہ اے مرد خدا! آتی دفعہ تو میں خاوند کے وسیلے دریا سے بآسانی گزر آئی۔ اب جاؤں کیونکر۔ اس نے کہا۔ دریا کنارے جا کر میرا سلام عرض کرنا اور میری طرف سے کہنا کہ تجھے اچھی طرح معلوم ہے، میں نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔ اگر میرا یہ کہنا سچ ہے تو رستہ دے دے۔

اس نیک دامن نے ایسا ہی کیا اور دریا نے رستہ دیدیا اور وہ صحیح سلامت خاوند کے پاس جا پہنچی اور اس کے پاس مؤدب بیٹھ کر کہنے لگی۔ اے خدا پرست مرد! تو میرا خاوند ہے اور تجھے معلوم ہے کہ ضرورت کے وقت مجھ سے مباشرت کرتا رہا ہے۔ دریا کی طرف جو تم نے پیغام دیا۔ وہ بالکل خلاف واقعہ تھا لیکن پھر بھی دریا نے راستہ دے دیا اور گزر کر اُس کے پاس کھانا رکھا تو اُس نے میرے سامنے کھایا۔ جب اس سے التجا کی تو اُس نے یہ پیغام دیا کہ دریا کو کہنا کہ جس نے کبھی کھانا نہیں کھایا وہ کہتا ہے۔ اگر میرا کہنا درست ہے تو رستہ دے۔ اس نے بھی جھوٹ ہی کہا۔ کیونکہ اُس نے میرے سامنے کھانا کھایا یہ کیا بات ہے؟

اس کے خاوند نے کہا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ ہم دونوں سچے ہیں اور جو کچھ ہم نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ میں جو تم سے مباشرت کرتا ہوں محض تمہاری حق ادائی کے لیے کرتا ہوں نہ کہ نفسانی خواہش سے اور زاہد نے جو تمہارے روبرو روٹی کھائی ہے، اُس نے بھی دعوت قبول کی ہے، نفسانی خواہش سے نہیں کھایا۔ ہم دونوں کے یہ کام اللہ تعالیٰ کی خاطر تھے۔ اس واسطے ہم دونوں کے وسیلے سے تو دریا میں سے صحیح سلامت گزری۔

marfat.com

اللھم اجعلنا منھم بحرمة الصدیقین و الشھداء و الصالحین آمین ۔

ایک روز آنخضرت اپنے دولت خانہ سے خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے جارہے تھے اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ وصیت کا موقع پا کر میں نے عرض کیا: ابا جان! توجہ فرمائیں کہ میرا کام بن جائے۔ فرمایا: بیٹا! رشد کے طالب نہ بنو۔ میں نے تمہارے جدامجد یعنی اپنے والد بزرگوار سے اس بارے میں یہ سنا تھا۔

از دروں شو آشناء وزِبروں بیگانہ وش

ایں چنیں زیبا روش کم مے شود اندر جہاں

''اندر سے آشنا اور باہر سے بیگانہ بنا رہ۔ ایسا عمدہ طریقہ جہان میں بہت کم ہوتا ہے۔''

ایک روز مجھے آہ وبکا کرتے اور روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔

در وداعِ دوست چشم اشکبارانی نہ کرد

چوں کبابے پختہ گردد گریہ کم تر میکند

''دوست کے وداع ہوتے وقت میری آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے۔ کیونکہ جب کباب پک جاتا ہے اس میں سے پانی کم نکلتا ہے۔''

ایک روز میں حاضر خدمت تھا کہ ایک درویش نے تنگی کے اندیشہ سے اپنے رات کے اسرار آنخضرت کی خدمت میں عرض کئے کہ یا حضرت جس شخص کو غسل کی ضرورت ہو اور اسی ناپاک حالت میں سو جائے اور اس حالت میں اعلیٰ مقامات پر مشرف ہو اور تجلیات کا مشاہدہ کرے۔ آپ نے فرمایا: وہ ناپاکی جسم کے متعلق ہے اور یہ اسرار روح سے تعلق رکھتے ہیں اور روح پاک ہوتی ہے۔ جس نے عروج حاصل کیا۔

آنخضرت حسب معمول ایک حاجتمند کی کاروائی کے لیے حاکموں کی طرف ملتان گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد والدہ محترمہ سخت بیمار ہوگئیں۔ یہاں تک کہ قریب المرگ ہوگئیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ بیٹو! میں چاہتی ہوں کہ تمہارے والد ماجد کی خدمت میں قاصد روانہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ آخری وقت ان کی زیارت نصیب ہو

marfat.com

جائے۔ہم نے ان کے فرمان کے مطابق قاصد روانہ کیا۔قاصد راستے میں ہی آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوا اور خط پیش کیا۔مطالعہ کے بعد ایک رقعہ ہماری طرف لکھ بھیجا کہ بالفعل ہمیں اس ضروری کام سے فرصت نہیں۔اگر زندگی باقی ہے تو ملاقات ہو کر رہے گی۔ اگر مقدر ہے تو ضرور ملاقات ہوگی۔ہم نے وہ رقعہ والدہ ماجدہ کو سنایا۔اس کے خاتمہ پر یہ شعر لکھا تھا۔

در طریقت پیش سالک ہر چہ آید خیر اوست
در صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

جب قاصد رقعہ لایا اور ہم نے والدہ محترمہ کو سنایا تو معاملہ کے کشف اور مسئلہ رضا کے بارے میں زار زار روئیں اور رضائے حق پر قائم ہوگئیں۔شافی مطلق نے انہیں تھوڑے ہی عرصہ میں شفائے کامل عطا فرمائی اور تنومند ہوگئیں۔

ایک روز ہمارے بڑے بھائیوں نے ہم پر تشدد کیا۔رات کو جب آنحضرت کے گھر میں تھے اور ہم بھی حاضر خدمت تھے۔آپ نے یہ بات سن کر ہمیں فرمایا کہ بیٹو! یہ ظاہر ہے کہ تمہارے بڑے بھائی تم سے اس واسطے خلش رکھتے ہیں کہ تم اپنے جدامجد کی خانقاہ مقدس میں نہ رہو اور وہ غالب آئیں۔بیٹو! تمہارا جی نہیں چاہتا۔ورنہ چونکہ ہر ذی روح نے موت کا مزا چکھنا ہے۔میں تمہیں اس بات کا وثیقہ لکھ دیتا ہوں کہ میرے مزار کے متولی تم ہو گے۔ میری وفات کے بعد مجھے اُٹھا کر وادی چولستان میں دفن کرنا۔جو اسرار تمہارے جدامجد حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس میں ہیں۔انشاءاللہ اسی قدر اس بندے کی قبر پر بھی ہوں گے۔ہم چونکہ آنحضرت کی زیارت کے ازحد مشتاق تھے۔آپ کی جدائی کا ذکر سن کر زار زار روئے اور بے ہوش ہوگئے۔بات بھی یہیں تک رہی۔آپ کی توجہات سے خانقاہ مقدس کی سجادگی ان مسکینوں کو عطا ہوئی۔

ایک روز آپ اپنے دولت خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ستر سرا کے درویشانہ مکان کی عمارت تیار ہو رہی تھی۔ہمارے بڑے بھائی حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ جو لاابالی مزاج تھے۔ اسم مقدس اللہ اللہ کا ذکر جہر کرتے ہوئے نعرہ مارتے تھے۔آپ نے فرمایا: بیٹا! اسم اللہ

marfat.com

ذات کا ذکر اس طرح پر نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے نہ مانا اور جواب دیا کہ حضرت اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو ہم خدا کا نام ہی نہ لیں گے۔ آنحضرت نے بھی جواب میں یہ فرمایا کہ بیٹا! کہتے ہیں کہ شہباز ایک سال بعد پروردگار کا نام صرف ایک دفعہ اشتیاق سے لیتا ہے تو اس کے تمام پر و بال جھڑ جاتے ہیں۔

چناں کن اسم را در جسم پنہاں
کہ مے گردد الف در بسم پنہاں

''اسم کو جسم میں اس طرح پوشیدہ کرو جیسے کہ بسم میں الف پوشیدہ ہو جاتا ہے۔''

اس معاملہ کے موافق ایک روز یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص نے شادی کی۔ ایک روز حرفت سے فارغ ہو کر گھر میں آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی نہایت مکلّف کھانا تیار کر رہی ہے۔ پوچھا: یہ کیا؟ کہا۔ جب سے میں تیرے نکاح میں آئی ہوں میں نے کبھی تجھے خدا کا نام لیتے نہیں سنا۔ گذشتہ رات جب تو گہری نیند سویا ہوا تھا تو تیری زبان سے اللہ کا نام نکلا۔ میں نے چونکہ عہد کر لیا تھا کہ جب تیرے منہ سے اللہ کا نام سنوں گی تو اس قدر طعام پکا کر راہ خدا میں مستحقین کو کھلاؤں گی۔ اس لیے اب وہ کھانا تیار کر رہی ہوں۔ پوچھا ٹھیک تو نے سنا ہے۔ اس نے کہا۔ واقعی تیری زبان سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہے۔

وہ مرد یہ سن کر اندر جا کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ جس وقت کھانا تیار ہو گیا اور عورت اُسے بلانے اندر گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ مرا پڑا ہے۔ کیونکہ اُسے افشاء راز سے شرم آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اتفاقاً ایک بوڑھی گھوڑی جو جوانی کے وقت بہت قیمتی تھی میرے ہاتھ آئی میں نے اُس کی از حد خدمت کی کہ کسی طرح تیار ہو جائے لیکن بے سود! اس پر عمدہ زین ڈال کر سوار ہوتا۔

ایک روز آنحضرت نے اس کا حال پوچھا تو میں نے عرض کیا: یا حضرت یہ موٹی تازی تو ہو گئی ہے لیکن سات آٹھ میل چلنے کے بعد تھک جاتی ہے اور سست ہو جاتی ہے۔

فرمایا۔ بیٹا! ہر ایک حیوان کا یہی حال ہے کہ بڑھاپے میں بیمار ہو جاتا ہے اور جو کچھ وہ

marfat.com

کھاتا ہے۔ گویا ریت پر پانی ہے۔ صرف فقیر جس قدر بوڑھا ہوتا ہے۔ وہ زیادہ جوان ہوتا ہے۔ یعنی اُس کی روح کی قوت زیادہ ہو جاتی ہے۔ فقط۔

مجھے شروع میں زراعت کا شوق بدرجہ غایت تھا۔ میں اپنے ہاتھوں سارا کام کاج مزدوروں کے برابر کیا کرتا تھا اور رات آنحضرت کی خدمت میں بسر کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! فلاں بزرگ نے بیان کیا کہ ایک نیک بخت نے خواب میں دیکھا کہ میدان قیامت قائم ہے اور نیکیاں بدیاں تل رہی ہیں۔ ایک شخص کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا۔ وہاں وہ زمین موجود تھی جہاں ہل چلایا کرتا تھا۔ اس شخص نے اس زمین میں سے ڈھیلے اٹھا اٹھا کر پلڑے میں رکھنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا اور اسے نجات ہو گئی۔

جب اس بیان کنندہ شخص کی نیکی بدی وزن کرنے کا موقع آیا تو اُسے بھی وہی صورت پیش آئی۔ اس نے بھی پہلے شخص کی طرح ڈھیلے اُٹھا کر پلڑے میں رکھنے چاہے۔ جب اس نے ڈھیلے کو ہاتھ لگایا تو فرشتہ نے جھٹ اس کے ہاتھ پر کوڑا مارا کہ وہ ڈھیلا اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

وہ یہ تکلیف اُٹھا کر رونے لگا اور اُس نے عرض کیا کہ میں بھی تو پہلے شخص کی طرح ڈھیلے اُٹھاتا تھا۔ اے خدا کے فرشتے! تو نے مجھے کیوں سزا دی۔

فرشتے نے کہا۔ اے مرد! وہ پہلا شخص اپنے ہاتھوں سے زراعت کیا کرتا تھا اور یہ ڈھیلے اس کے ہاتھ کے چلانے سے پیدا ہوئے۔ اس نے اپنے نیک عمل سے پلڑے کو بھاری کیا تو نے کوئی کام نہیں کیا۔ ہل نہیں چلایا تو بیہودہ کیوں اس کا رشک کر کے اس کی نقل کرتا ہے۔

تجھے ڈھیلے اُٹھا کر نیکیوں کے پلڑے میں رکھنے کی اجازت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ بیان کنندہ شخص کوڑے کی چوٹ سے کانپ اٹھا اور بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے ہاتھ کی انگلی گر گئی۔ مدت تک اس زخم سے تکلیف اُٹھاتا رہا۔

بعد ازاں کاشتکاری شروع کی اور ہل بکثرت چلایا کرتا تھا۔ اس کی اصلی مراد یہ تھی کہ کسی طرح ہل چلانے سے ڈھیلے زیادہ ہوں۔ خواہ کھیتی ہو یا نہ ہو۔

marfat.com

وہ شخص جب تک زندہ رہا۔ ہل چلانے کے سوا اور کوئی کام نہ کیا۔ آنحضرت نے اس کا نام بھی لیا۔ جو میری یاد سے اُتر گیا۔ آپ نے اُسے بچشم خود دیکھا تھا۔

دوستو! یہ ظاہر ہے کہ کھیتی باڑی عین حلال اور سب سے پہلا کسب ہے یہی آدم علیہ السلام ابوالبشر کا عمل تھا۔

میں ملتان کی مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد حاضر خدمت تھا اور آنحضرت عشائین کے اوراد میں مشغول تھے۔ میں نماز اور نوافل سے فارغ ہو کر دل میں اپنے نزدیکی رشتہ داروں کے حق میں دعا مانگ رہا تھا۔ آپ نے نوافل کا سلام پھیر کر مجھے فرمایا کہ بیٹا! تو اپنی دعا کا وقت ان شخصوں کے لیے دعا مانگنے میں ضائع کر رہا ہے۔ جن کے حق میں دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔ تمہاری نسبت مجھ پر زیادہ واجب ہے کہ ان کے حق میں دعا کروں۔ اگرچہ میری دعا کو کبھی رد نہیں کیا لیکن جن چار شخصوں کے لیے تو دعا مانگ رہا ہے، ان کے بارے میں صریحاً مجھے حکم ہوا ہے کہ ان کے حق میں دعا نہ مانگنا۔

پھر آپ نے ایک ایک کا نام لیا اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ فقط تو اس بات کا ہرگز سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں۔

آنحضرت میں ایسی روحانی قوت تھی کہ جس کام پر آپ کی روحانی توجہ ہوتی اس کی ماہیت اسی وقت متجلی ہو جاتی۔

چنانچہ کابل کے بادشاہ محمود درانی کا وزیر عثمان خاں ولد حبیب اللہ خاں جو آنحضرت کا محب تھا۔ شہر بھکر میں باغ دلکشاء کی سیر آنحضرت کے ساتھ کر رہا تھا۔ جب سیر کرتے کرتے ایک سیب کے درخت کے پاس پہنچے تو اُسے ایسی حالت میں دیکھا کہ اس کے پھول گرتے تھے اور پھل لگ رہا تھا۔ وزیر عثمان خاں نے ایک فرد مناسب حال پڑھی۔

اس وقت کو بہت عرصہ گزر گیا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے۔ جب میں بچہ تھا اور بہاولپور میں آپ کے ساتھ تھا تو وہی موسم تھا جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ آنحضرت باغ کی سیر کو گئے اور درختوں کو اسی حالت میں پایا کہ ان کے پھول گر رہے تھے اور پھل بندھ رہے تھے۔ آپ کو اس وقت گذشتہ وقت یاد آیا۔ جبکہ وزیر عثمان خاں کے ساتھ باغ دلکشا کی سیر کو گئے

marfat.com

تھے۔مگر وہ شہ فرد مناسب وقت جو وزیر موصوف نے کہی تھی۔ یاد سے اتر گئی۔آپ نے خیال کیا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ شاہ فرد بھول گئی۔ جب رات کو آپ نے آرام کیا، اور تہجد ادا کرنے کے لیے اُٹھے تو فرمایا بیٹا! میں نے عجب اسرار دیکھا ہے کہ مدت ہوئی شہر بھکر میں وزیر عثمان خان کے ساتھ باغ دلکشا کی سیر کر رہا تھا اور سیب کے اسی درخت کے پاس پہنچا تو وزیر عثمان خان نے وہی شاہ فرد مناسب حال کہی تھی اور مجھے یاد رہی۔ وہ یہ ہے۔

شگوفہ برگ ریزان است بلبل شد ازاں حیراں
درختاں بارے بندو گل عزمِ سفر دارد

"شگوفے کے پتے گر رہے ہیں۔بلبل اس واسطے حیران ہے کہ پھول سفر کا ارادہ کرتا ہے اور درخت بوجھ باندھ رہے ہیں" (پھل لگ رہا ہے)۔

ایک روز جھنگ سیال میں صوفی علماء کی مجلس میں خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ کے حسب ذیل شعر کی بابت بحث ہو رہی تھی۔

تاچہ بازی رخ نماید بیذقے خواہیم راند
عرصہ شطرنج رنداں رامجال شاہِ نیست

صوفی لوگ اس کی کئی تاویلیں کرتے تھے لیکن آپ خاموش تھے۔ جب صوفیوں نے آپ سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حافظ صاحب نے اعلیٰ استعاروں کو چھوڑ کر ادنیٰ درجے کا استعارہ اختیار کیا۔ یعنی رُخ۔ وزیر۔ فیلہ اور گھوڑے کو چھوڑ بیذق اختیار کیا تو آپ نے فرمایا: صاحبو! مجھے شطرنج کی خبر تو نہیں، ہاں اتنا ضرور معلوم ہے کہ مخالف کے غلبہ کے وقت تمام نردوں کو مختلف خانوں میں چلایا جاتا ہے۔ شطرنج کے خانوں میں مختلف مہرے پھرتے ہیں۔ کبھی آگے بڑھتے ہیں کبھی پیچھے ہٹتے ہیں اور مہرے سب پیچھے ہٹ سکتے ہیں لیکن بیذق پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اگر جنگ کے وقت چلے تو آگے کی طرف چلتا ہے اگر زور پڑے تو ثابت قدم ہو جاتا ہے۔ لوٹتا کسی طرف بھی نہیں۔ علاوہ ازیں جنگ جب شدت کی ہوتی ہے تو سوار بھی پیادے ہو جاتے ہیں اور پیادگی کی حالت میں لڑائی بڑی سخت ہوتی ہے۔ فقط۔

marfat.com

علماء اور صوفیاء مان گئے۔ مگر آپ کے دل میں خدشہ رہا کہ میں نے صوفیوں کو جو جواب دیا ہے۔ وہ عقلی ڈھکوسلا تھا۔ معلوم نہیں مؤلف علیہ الرحمۃ کی اصلی مراد کیا ہے۔ واللہ اعلم مصنف نے بیذق رانی کس واسطے کی۔

جب رات ہوئی اور آپ سوئے تو آپ نے حافظ شرازی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا۔ جو سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ صاحب! بیذق رانی کی جو تعبیر آپ نے کی ہے درست ہے۔ والسلام۔

آنخضرت کا معمول تھا کہ کھانا کھاتے وقت اگر اپنے خاندان کے چھوٹے بچے موجود ہوتے تو اُن کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔

ایک روز آپ کے پوتے یعنی شیخ حافظ صالح محمد کے فرزند نور محمد کو بلا ہاتھ منہ صاف کئے اپنے ساتھ کھانا کھانے میں شامل کیا۔ مجھے بھی حکم دیا کہ آؤ بیٹا کھانا کھالو۔ مجھے یہ دیکھ کر ملال آیا کہ آپ مستوں کا سا کام کرتے ہیں کہ ایک نادان بچے کو جسے پاکی پلیدی کی کوئی خبر نہیں اور جابجا ہاتھ مارتا پھرتا ہے۔ اُسے بلا ہاتھ دھلائے اپنے ساتھ کھانا کھانے میں شامل کرلیا ہے۔ میں تو جان بوجھ کر اس کھانے میں ہم نوالہ نہیں ہوتا۔ میں نے عذر پیش کیا اور کھانا نہ کھایا۔

مدت بعد عالم علم ربانی صاحب انوار جمالی وجلالی حضرت امام محمد غزالی قدس سرہٗ کی کتاب فیض انتساب ''کیمیائے سعادت'' کا مطالعہ کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا کہ جناب سرور کائنات ﷺ معصوموں کو بلوا کر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے اور جب آنخضرت ﷺ کو بذریعہ باطن معلوم ہو جاتا کہ اس معصوم کے ہاتھ پاک ہیں تو ہاتھ دھلائے بغیر اسے اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں شامل کرلیتے۔

اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ چونکہ ہمارے حضرت صاحب اخلاق محمدی ﷺ سے متخلق ہیں اور نور محمدی ﷺ سے آپ نے پرورش پائی۔ اس لیے آپ سنت نبوی طور پر ادا کرتے ہیں۔ یعنی اس دن آپ نے نور باطنی سے معلوم کرلیا تھا کہ نور محمد کے ہاتھ پاک ہیں۔ اس واسطے بن دھلائے اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں شامل کرلیا۔ تاکہ آنخضرت ﷺ

marfat.com

کا پورا پورا اتباع حاصل ہو۔

جناب رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص چھوٹے بچوں سے مل کر کھاتا ہے وہ بھوکا اور تنگدست نہیں ہوتا یعنی رزق کی تنگی نہیں دیکھتا۔

قاضی مولوی غلام محمد علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک روز فرمایا کہ بھائی سلطان حامد! ایک روز میں آپ کے والد ماجد کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ کھانا کھا رہے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ اگر آنحضرت اپنا پس خوردہ مجھے تبرکاً عطا فرمائیں تو میری عین سعادت ہے۔ آپ بڑی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ جب آپ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا: قاضی! ہمارا جی چاہتا ہے کہ میں اپنا پس ماندہ طعام تجھے دوں۔ اگر تیری مرضی ہو تو میرے سامنے کھا لے۔ قاضی نے فی الفور اپنی مراد کی موافق حکم کی تعمیل کی اور شکر بجالایا۔

حضرت صاحب چونکہ حجرہ میں تھے۔ قاضی صاحب نے حجرہ سے نکل کر اپنی مراد کے پورا ہونے کا شکریہ کا اظہار مجھ سے کیا کہ آنحضرت کے علم باطنی سے میرے خیال سے واقف ہو کر اپنا پس خوردہ عطا فرمایا اور مجھے کامیاب فرمایا۔ فقط۔

شمالی ملک سے سجادہ نامی ایک نوجوان طلب و ارادت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے منظور فرما کر اپنی خدمت کے لیے رکھا۔ جو ہر وقت حاضر خدمت رہتا تھا۔

آخر وہ بارگاہ الٰہی کا مقبول اور صاحب احوال ہو گیا۔ جو کچھ آنحضرت کی صحبت و خدمت میں اُسے حاصل ہوا۔ آنحضرت کی وفات کے بعد جب اس سے آپ کے حالات دریافت کیے تو اس نے کہا۔ میں ایک روز ملتان میں حاضر خدمت تھا۔ ظہر کا وقت اور پوس کا مہینہ تھا۔ مجھے فرمایا کہ سجادہ آج تم ممدال گاؤں میں پہنچ جاؤ اور صبح موضع فاضل شاہ میں جا کر سید گل جہانیاں کو ہمارا اسلام پھیر کر اپنے ساتھ یہاں لے آؤ۔

جب میں ملتان سے نکل کر حضوری باغ میں پہنچا تو وہاں عصر کی نماز ادا کر کے اپنی راہ لی۔ ابھی چند قدم گیا تھا کہ ایک عجیب سبزہ گھوڑی کا سوار آ پہنچا۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ کہا۔ میں گڑھ مہاراجہ جاتا ہوں۔ آنا ہے تو آؤ میں اس کے پیچھے دوڑا لیکن وہ

marfat.com

آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ اسی اثنا میں شام ہو گئی اور میں ایک کنوئیں پر پہنچا اور مسجد میں جا کر نماز ادا کی۔ جب میں مسجد سے نکلا تو دیکھتا ہوں کہ میں ایک گاؤں کے قریب کھڑا ہوں۔ میں نے گاؤں کا نام پوچھا تو کہا۔ ممدال۔

میں اللہ اللہ کہتا ہوا متعجب ہو گیا کہ میں ملتان سے کوئی تئیس چوبیس ۲۴ میل نکل آیا ہوں اور وقت بھی کوئی اتنا نہیں گزرا۔

وہ سبزہ سوار جو میرے پیچھے سے آیا تھا۔ اُسے بھی نہ پہچانا۔ میں اس کے پیچھے بہت دوڑا لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچا۔ اس سوار نے اتنا کہا تھا کہ میں گڑھ مہاراجہ جاتا ہوں تو بھی میرے پیچھے آ جا۔ یہ کرشمہ خاص آنخضرت کا ہے کہ اپنا نام اور مقام بتایا اور کرشمۂ کرامت سے فاصلہ طے کرایا اور خود پوشیدہ چلے گئے۔

رات ممدال کی مسجد میں رہا اور صبح موضع فاضل شاہ میں پہنچ کر آپ کے حکم کے مطابق سید گل جہانیاں کو ملتان لے آیا۔

نیز سجادہ مذکور بیان کرتا ہے کہ ایک روز آنخضرت نے مجھے رنگپور بھیجا۔ میں آپ کا فرمان بجالا کر واپس حاضر خدمت ہو رہا تھا کہ رات احمد پور سیال میں میاں احمد دھوبی کی مسجد میں بسر کی۔ میاں احمد آپ کا مرید تھا۔ اس نے میری خاطر تواضع نہ کی۔ روٹی کے چند خشک ٹکڑے لایا۔ میں نے خورد سالی اور کم حوصلگی کے سبب نہ لیے اور بھوکا ہی سو گیا۔ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ اُٹھ کر راہ لی۔ اشراق کے بعد ڈیرہ میں آ کر قدم بوسی حاصل کی۔ آپ نے منشی ہوونہ مل کو فرمایا کہ کسی کے ہاتھ مسمات دائی مٹھو سے رات کی امانت منگا لو۔ فوراً حلوہ اور روٹی پیالے میں ڈال حاضر خدمت کیا گیا۔ فرمایا: یہ تیرا حصہ ہے چٹ کر جا۔

میں نے ہوونہ مل سے پوچھا کہ اسے میرا حصہ کیوں فرمایا؟ اور کس واسطے میرے لیے رکھا۔ ہوونہ مل نے دائی مذکور سے پوچھا: اس نے کہا۔ یہ حلوا اور ایک روٹی خود دست مبارک سے پیالے میں ڈال کر مجھے فرمایا کہ اے دائی مٹھو! آج رات سجادہ فقیر میاں احمد دھوبی کی مسجد میں بھوکا سویا ہوا ہے۔ صبح بھی بھوکا ہی آئے گا۔ اس کے واسطے رکھ چھوڑ و۔ فقط۔

آخری عمر میں آنخضرت کی چشم مبارک میں پھنسی نکل آئی۔ جس سے اتنی تکلیف

marfat.com

ہوئی کہ وہ پھٹ گئی۔ میں ان دنوں سفر میں تھا۔ جب واپس آیا تو والدہ محترمہ نے پوشیدہ طور پر مجھے فرمایا کہ بیٹا! اپنے والد ماجد کی قدم بوسی کرتے وقت اظہار افسوس کرنا۔ کیونکہ انہوں نے بہت تکلیف اُٹھائی ہے اور ایک آنکھ کو بھی نقصان عظیم پہنچا ہے۔

مجھے سن کر سخت قلق ہوا۔ جب زیارت کی اور آنکھ کی حالت پوچھی تو آنکھ پر سے پٹی اتار مجھے دکھلائی۔ میں نے دیکھا کہ آنکھ کو کونا پُھولا ہوا ہے اور مردم چشم نیچے کو بیٹھ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر میں اور بھی مغموم ہوا۔

میں نے عرض کیا: حضرت! چشم مبارک میں غیر پڑھ گیا ہے۔ فرمایا: نہیں نہیں۔ یہ غیر نہیں، عین ہے۔ یہ چونکہ دوست کی طرف سے ہے۔ اس لیے اس کی مہربانی ہے۔ فرمایا: بیٹا! کیوں غم کرتے ہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی لیکن اس سے ان کے درجے میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے۔

آنحضرت کی روحانی صفات وقوت کا ذکر ہے کہ آنحضرت کا پوتا شیخ شرف الدین ولد شیخ محمد زبیر علیہما الرحمۃ چودہ سال کی عمر میں بحالت طلب علمی تقدیر الٰہی سے فوت ہو گیا۔ جواز حد حسین تھا۔ آپ کو بہت رنج ہوا اور مجلس خاص میں فرمایا کہ فلاں وقت شرف الدین فلاں لباس میں میرے پاس آیا اور یہ یہ باتیں کر کے چلا گیا۔

اس بارے میں ایک یہ واقعہ ہے کہ حضرت حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ کا ایک فرزند جس کا قد سرو سہی کی طرح تھا اور شکل وصورت بدر منیر کی طرح تھی۔ تیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ آپ نے بدرجہ غایت غم کیا اور اس کے اخروی معاملہ کے بارے میں فکر کرتے رہے۔ بظاہر تو ماتم کے فرش پر تھے لیکن باطن میں اسی طرف دھیان تھا۔ دو۲ دن رات بعد مجھے بلا کر فرمایا کہ بیٹا سلطان حامد! مجھے حافظ غلام محمد کی وفات کے بعد بائیس پہر تک نیند نہیں آئی۔ میں اس فکر میں تھا کہ وہ نوجوان لا اُبالی مزاج صاحبزادگی میں دنیا سے گزر گیا۔ واللہ اعلم آخرت میں اس سے کیا سلوک کیا گیا ہے اور اس کی کیا حالت ہوئی۔

میں اسی فکر میں تھا کہ حافظ غلام محمد سُرخ پوشاک پہنے آیا اور اس نے مجھے تسلی دے کر

marfat.com

کہا کہ جب غسل وکفن سے پہلے آپ نے شفقت ورحمت پدری کی نگاہ سے مجھے دیکھا اور میری آنکھوں کی طرف نگاہ کی۔ اس سے پہلے تو مجھے تکلیف ہوئی لیکن پھر آپ کی شفقت کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ یہاں تک کہ نماز جنازہ کے وقت میں آپ کے ساتھ تھا۔

میں اس واسطے حاضر خدمت ہوا ہوں کہ آپ کو اس بارے میں تسلی ہو، اور آپ آرام کریں۔ اتنا کہہ کر وہ چلا گیا۔ فقط۔

پھر آپ نے فرمایا: اے سلطان حامد! میرے لیے چارپائی لاؤ۔ تاکہ میں لیٹ جاؤں۔ میں لایا اور آپ نے آرام کیا۔

پُرانے خلفاء میں سے خلیفہ خیر محمد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی پھلواڑی کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ عاشق باللہ۔ باصفا۔ زاہد اور رند با خدا تھا۔ ہر وقت غلبہ شوق سے مزار مبارک کو پھولوں سے آراستہ رکھتا تھا۔ اور پروانوں کی طرح مزار مبارک کے گرد پھرتا تھا اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی رو جاری رہتی تھی۔ انہیں جذبات وخدمات میں عمر بسر کر دی۔ آنحضرت اس پر ناراض ہوئے تو اُسے رخصت کر دیا۔ خلیفہ مذکور دو ۲ میل کے فاصلہ پر گڑھ مہاراجہ میں جا مقیم ہوا۔ وہاں پھول وغیرہ بہت میسر ہوئے۔ ہر روز پھولوں کا ٹوکرا بھر کر حضور میں لاتا اور بدستور دربار اور مزار کو آراستہ کرتا اور جس طرح پہلے خدمت کیا کرتا تھا۔ اسی طرح اب بھی غلاف وطاؤس کو سجاتا اور پھر اپنے ٹھکانے چلا جاتا۔ روزمرہ اس کا یہی کام تھی۔

ایک روز حسب معمول پھول لا رہا تھا کہ میں نے راستے میں اُسے سردی اور بخار کی وجہ سے لاچار دیکھا۔ مجھے اس کی حالت پر رحم آیا۔ میں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا: ابا جان! آج میں نے خلیفہ کو بہت بیمار اور لاچار دیکھا ہے۔ اس میں آنے جانے کی طاقت نہیں۔ آپ اُسے پھر خانقاہ میں لے آئیں اور یہیں رہنے کی اجازت عطا فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: بیٹا! ہمارا اپنا اختیار ہے خواہ کسی کو خانقاہ میں رہنے دیں' یا رخصت کر دیں۔ خیر محمد کو ہم یہاں رہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ جب تک ہم زندہ ہیں۔ وہ یہاں

marfat.com

رہنے نہیں پائیگا۔ میرے بعد تمہیں اُسے لے آنا۔ مگر جب وہ یہاں مقیم ہوگا۔ اپنے پاس ایک عورت رکھے گا۔

میں نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ خلیفہ مذکور مزارات سے فارغ ہوکر حویلی حضور کے مشرقی دروازے سے باہر جارہا تھا۔ اس وقت لنگر شریف کے لیے کھانے کی ایک دیگ تیار ہورہی تھی۔ میں نے خلیفہ کو کہا کہ ایک گھڑی ٹھہر جاؤ۔ تاکہ لنگر سے اپنا حصہ لے جاؤ۔ میرے اصرار سے خلیفہ مذکور نے چند مرتبہ بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ مگر حکمت الٰہی سے بیٹھ نہ سکا۔ آخر چلا گیا۔

ہم اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد خلیفہ مذکور کو خانقاہ میں لے آئے۔ اُس نے یہیں رہنا اختیار کیا چونکہ آنحضرت کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ خلیفہ مذکور نے باوجود کمزوری اور بڑھاپے کے ایک گھوسٹ بڑھیا سے شادی کرلی۔ جو مجذوب تھی اور دن رات اسم اللہ ذات کے ذکر میں مشغول رہتی تھی اور اُسے اپنے مکان میں جگہ دی اور ہر طرح سے آنحضرت کا فرمایا ہوا پورا ہوا۔

میں ملک راوی اور بار کے علاقے کی طرف سفر کو جارہا تھا۔ پہلے میرا کارِخیر میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے خاندان میں ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقے میں ہوا تھا۔ آنحضرت کسی سے مشورہ کئے بغیر اس ملک میں تشریف لے گئے اور میری شادی کی میعاد تین مہینے مقرر کر کے واپس تشریف لائے تو فی الفور اپنے خادم خاص میاں رمضان کو سوار کر کے میرے پیچھے روانہ کیا۔ وہ میری تلاش کرتے کرتے بار میں میرے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ آپ سیر کر رہے ہیں اور حضرت صاحب آپ کی شادی کا وقت بھی مقرر کرآئے ہیں۔ آپ سوار ہوکر میرے ساتھ چلیں۔ کیونکہ میعاد تھوڑی باقی ہے۔ میں سن کر حیران رہ گیا اور سوار ہوکر چند روز بعد آنحضرت کی قدم بوسی حاصل کی۔

آپ نے خوش ہوکر مرحبا فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ رمضان فقیر جو کچھ کہتا ہے۔ یہ کیونکر ہے۔ مجھے یہ ضروری کام سے روک لایا ہے۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! جو کچھ کہتا ہے ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک مہینہ گزرا ہے کسی کو خبر تک نہ تھی نہ کوئی مشورہ ہوا۔ دفعۃً اس

marfat.com

تھوڑے سے عرصہ میں شادی کا سامان کیونکر مہیا ہو سکتا ہے۔

فرمایا۔ بیٹا! روپے سے ہر چیز بآسانی مل سکتی ہے۔ تم ملتان جاؤ۔ وہاں فلاں شخص کے پاس نقدی ہے۔ اس سے لے کر جو ضروری سامان ہے وہ ملتان سے ایک ہفتہ میں تیار ہو سکتا ہے اور تمہارا بھائی حافظ صالح محمد یہاں مکانات کی تیاری کر لے گا۔ مجھ سے اور تو کچھ نہیں ہوتا صرف چولستان سے بھیڑ بکری لاؤں گا۔

جب آپ ڈیرہ اسماعیل خاں سے واپس آ رہے تھے۔ تمام دوستوں کو جو راستے میں تھے۔ شادی کی تاریخ کی اطلاع دیتے آئے اور میرے آنے سے پہلے اطراف و جوانب کے دوستوں کی طرف دعوت شادی کے رقعے لکھ دیئے۔ یہ سن کر میرا دل اور بھی کڑھا۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! آپ نے اتنی جلدی کیوں کی۔ فرمایا: بیٹا! تمہیں معلوم ہے کہ اب میری عمر تھوڑی رہ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی اپنے ہاتھوں سے کروں۔

میں نے عرض کیا: بجا فرماتے ہیں لیکن درویشی طریقہ کے موافق کرنی چاہیے۔ فرمایا: بیٹا! یہی میری آخری خوشی اور مراد ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ شادی ہو اور دھوم دھام سے ہو۔

میں سن کر خاموش ہو رہا اور ملتان جا کر تمام چیزیں حسب الحکم خرید لایا۔ میرے آنے سے پہلے بہت دوست اور رشتہ دار شادی کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ہم توکل بخدا شادی کا کام سرانجام کرنے لگے۔ راستے میں آپ کی طبع مبارک کچھ علیل سی ہو گئی۔

جب ساتویں منزل پر پہنچے تو آنحضرت میں اتنی طاقت نہ رہی کہ مجلس میں بیٹھ سکیں۔ حجرہ میں چارپائی پر لیٹے رہتے۔ نکاح کے موقع پر فقیر رمضان پر تکیہ لگا کر تھوڑی دیر تبرکاً نکاح کی مجلس میں بیٹھے اور پھر حجرہ میں چلے گئے۔

مجھے شگن شگون کے لیے بھائی حافظ صالح محمد اور دیگر عزیزوں کے ساتھ ستر سرائے کے اندر بھیجا۔ بیرونی دروازے کے فرش پر مجلس قائم کر رکھی تھی۔ مجھے عورتیں اندر لے گئیں جہاں عورتوں کی مجلس تھی۔ میں عین شگون کے وقت اچانک مدہوش ہو گیا۔ کیونکہ آنحضرت نے از راہ شفقت مجھے توجہ دی تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اور چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

marfat.com

جسم پسینے میں غرق۔ دل بیقرار۔ میری خفقانیوں کی سی حالت ہوگئی۔ اس حال سے بے خبر عورتیں چہ میگوئیاں کرنے لگیں۔ متعجب ہو کر کہتی تھیں کہ اسے کیا ہوگیا۔ میں بہت چہرے پر نقاب ڈالتا کہ سوائے حضرت صاحب کے کسی کو نہ دیکھوں اور بھید چھپا رہے لیکن۔ مصرعہ

نہاں کے ماند آں رازے کزد سازند محفلہا

''وہ بھید کیونکر پوشیدہ رہ سکتا ہے جس کے بارے میں محفلیں بنائی جائیں۔''

مطلب یہ کہ مجھے جذبہ توحید سے اپنی طرف کھینچا۔ میں منہ چھپائے گذر گیا اور جا کر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بے ہوش ہوگیا۔

آپ چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ تجاہل عارفانہ کے طور پر رمضان خادم سے پوچھا کہ کون ہے؟ اُس نے عرض کیا: صاحبزادہ سلطان حامد ہیں۔ سلام کے لیے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔

آپ نے رحم میں آ کر فرمایا کہ جو کچھ ہمارے پاس تھا۔ وہ ان کے سپرد کر دیا۔ اب ہمارے پاس اور کچھ نہیں۔ ہاں صرف ایک چیز ہے۔ رمضان مجھے اُٹھا کر بٹھانا۔ اُس نے سر اور پہلو کی طرف سے سہارا دیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے پاس دعا ہے۔ ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور پھر لیٹ گئے۔ مجھ گنہگار پر جو حالت گزری سو گزری۔ فقط۔

دوسرے روز وہاں سے رخصت ہو کر گھر کی طرف پھرے تو حضرت صاحب میں گھوڑے کی سواری کی طاقت نہ رہی۔ آپ کجاوہ میں ایک طرف سوئے اور دوسری طرف میں اور فقیر رمضان ہماری خدمت میں تھا۔ ہم منزل بمنزل آ رہے تھے لیکن کچھ خوشی نہ تھی۔ کیونکہ آنحضرت کی طبیعت زیادہ علیل تھی۔ حتیٰ کہ نہ کچھ سنتے نہ فرماتے۔ اُٹھا کر کجاوہ میں رکھتے اور اٹھا کر کجاوہ سے نکال کر چارپائی پر لٹاتے۔

جب ہم آخری منزل پر پہنچے تو صبح میری اہلیہ کی طرف سے مسمات دائی غلام فاطمہ نے آپؒ کو آواز دی کہ یا حضرت آپ کے بھائی کی بیٹی آپ کی خیر و عافیت پوچھتی ہیں۔ اُس کے آواز دیتے ہی آپ نے چہرہ پر سے نقاب اُٹھا کر فرمایا کہ میرے بھائی یار محمد کی بیٹی میرا حال پوچھتی ہے۔ دایہ نے عرض کیا جناب۔ ہاں! فرمایا۔ دایہ تم جا کر اُسے کہو بیٹی! خوش

marfat.com

ہو جاؤ۔ اگرچہ میرا وقت قریب آ گیا ہے لیکن تاہم اللہ تعالیٰ نے مجھے اور مہلت عنایت فرمائی ہے۔ تاکہ تجھے طعن نہ ہو کہ تیرا قدم بڑا منحوس تھا کہ تیرے آنے سے غلام باہو مر گیا۔ جاؤ اُسے تسلی دو۔

آپ نے یہ کلمات بھی کئی روز بعد فرمائے۔ آخر منزل بمنزل جب آخری منزل خیرانوالہ میں کی تو یہ بندہ (سلطان حامد) اور میرے بھائی حافظ صالح محمد رات کے آخری حصہ میں حاضر ہوئے تو فرمایا: بیٹا! لوگوں کے لیے روٹی تیار ہو چکی ہے۔ عرض کیا: تیار ہے۔ فرمایا: فوراً تقسیم کرو۔ تاکہ کھالیں۔

پھر ہم نے مزاج پرسی کی تو فرمایا: بیٹا! خیریت ہے۔ میرے دل میں وسوسہ پڑ گیا کہ اہل اللہ ہر وقت خیریت میں ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم آپ نے یہ الفاظ کس لحاظ سے فرمائے ہیں۔ اسی وقت آپ نے فرمایا: بیٹا! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخشی ہے۔ تمہارے جد بزرگوار اور میرے فرزند محمد زبیر علیہما الرحمۃ ابھی آئے اور تمہارے جد امجد نے مجھے فرمایا کہ ناراض نہ ہو۔ تمہاری خیریت نے مجھ سے دیر کرائی۔ اب ہم آتے ہیں۔ جلدی کرو۔ روٹی کھلاؤ اور برات کو تیار کرو۔

بیٹا! جب کبھی تمہارے جد بزرگوار آتے ہیں تو میری حالت اچھی ہو جاتی ہے۔ جا کر جلدی تیار ہو جاؤ۔

ہم نے آپ کے فرمان کے مطابق کیا اور اونٹ کا کجاوہ بھی تیار کر کے دروازے پر لا بیٹھایا۔ پہلے تو یہ حالت کہ دو۲ دو۲ تین تین آدمی مل کر آپ کی کروٹ بدلا کرتے تھے۔ یا اب یہ حالت کہ آپ نے فرمایا: ٹوپی چادر مجھے دو۔ چنانچہ روئی دار ٹوپی سر پر رکھی اور چادر کندھوں پر۔ روئی دار فرغل پہنا اور کمربستہ ہو کر فرمایا کہ میرا عصا لاؤ۔ ہم ہاتھ پکڑنے کے ارادہ سے آگے بڑھے تو فرمایا نہیں نہیں عصا دو اور ہٹ جاؤ۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ عصا ہاتھ میں لے کر اُٹھے اور داڑھی مونچھ ہاتھ سے سنوار جوانوں کی طرح اچھل سواری کے ارادہ سے باہر آئے اور پوچھا سواری کہاں ہے؟

میں نے کہا حضرت اونٹ کا کجاوہ حاضر ہے۔ فرمایا: دور کرو۔ میں نے کبھی اونٹ کی

marfat.com

سواری کی ہے کہ تم اُونٹ لے آئے ہو۔ میری سیاہ گھوڑی لاؤ۔ وہ گھوڑی تیز اور خوش رفتار تھی۔ آپ کسی کی مدد بغیر خود سوار ہوئے۔ جب زین پر بیٹھے تو فرمایا کہ میرا ساتھی لاؤ۔ اپنے پوتے صاحبزادہ محمد بخش معصوم کو اپنے پیچھے بٹھا کر رومال سے اُسے اپنی کمر سے باندھ لیا اور تمام سواروں سے آگے آگے چلنے لگے۔

ہم ظہر کے وقت چولستان سے نیچے علاقہ چناب کے کپوری گاؤں میں پہنچے۔ فرمایا کہ ہر شخص نماز ادا کر لے۔ مجھے اپنے کپڑوں اور بدن پر شک ہے۔ میری نماز نہیں ہوتی۔

وہاں پر مسکین۔ مطرب اور رنڈیاں بہت جمع ہو گئیں۔ کیونکہ اُنہوں نے سنا ہوا تھا کہ آپ فلاں روز اس راستے سے گزریں گے۔ ہر شخص کو جو اُس کا نصیبہ تھا بخشا اور وہاں سے سوار ہوئے۔ جب خانقاہ مقدس کے قریب پہنچے تو گھوڑ دوڑ کا حکم دیا۔ آپ دیکھتے رہے۔ شام کے وقت ستر سرائے کے دروازے پر پہنچے اور آپ حجرہ شریف میں چلے گئے۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو افاقہ بخشا ہے۔ آپ کھانے کے لیے ارشاد فرمائیں۔

پھر میں نے عرض کیا کہ مدت سے آپ نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ لعاب تیار کریں تا کہ آپ پئیں۔ بھیڑ کے بچے کی یخنی بنالیں۔ فرمایا: بیٹا! ہم نے کبھی یخنی نہیں پی۔ وہی دودھ درکار ہے۔ مہیا کرنا چاہیے۔ میں گائے کا دودھ دوہ لایا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پیا۔ تناول کے بعد میں نے مزاج پُرسی کی تو فرمایا: بیٹا! میری طبیعت ذکر قبول نہیں کرتی۔ یہ باجرہ کی روٹی چاہتی ہے۔ اُسی وقت باجرے کی روٹی پکا، گھی ڈال چوری تیار کی۔ آپ نے کھائی۔ ایک دو گھڑی بعد آپ نے فرمایا کہ گرم دودھ میں میٹھا ڈال کر پلاؤ۔ وہ بھی پیا اور آرام سے سو رہے۔

رات کے آخری حصے میں حسب معمول حاضر خدمت ہو کر مزاج پرسی کی تو فرمایا: بیٹا بفضل خدا مجھے بالکل صحت ہے۔ مجھے تین عارضے تھے۔ ایک تپ جو راستے میں اُتر گیا۔ دوسرے کھانسی جو باجرے کی روٹی سے زائل ہو گئی اور تیسرا ضیق النفس جو میٹھے دودھ سے دور ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تینوں چیزیں علاج ہو گئیں۔

marfat.com

اس کے بعد باوجود یکہ آپ کی عمر بیاسی ۸۲ سال کی تھی۔ آپ بعض اوقات عصا کو ترک کرتے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: بیٹا! ایک روز تمہاری شادی کی آخری منزل پر مجھے زیارت اور بشارت ہوئی۔ ان اسرار میں میں نے یہ بھی دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان عورت میرے پاس آئی اور دو تین گولیاں میرے ہاتھ میں دے کر کہنے لگی کہ یہ گولیاں کھالو۔ ان کے کھانے سے تم صاحب قوت جوان ہو جاؤ گے۔ وہ اس قسم کی بے حجابانہ باتیں کہتی تھی اور نفس کراہت کرتا تھا۔ میں نے اُسے کہا۔ یہاں سے دور ہو جا۔ اُس نے کہا۔ کوئی عیب نہیں۔ میں تیری ہی ہوں۔ بیٹا! اُس روز سے قوی بدن جوان ہو گیا ہوں۔ مجھے عصا وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

آپ نے جو میری شادی کے لیے اتنی جلدی کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا وقت قریب آ گیا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ ان احوال کے بعد آپ صرف چار مہینے دنیا میں رہے۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ　　　تیر جستہ باز گرداند زراہ

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کو یہ قدرت حاصل ہے کہ چھوٹا ہوا تیر راستے سے لوٹا دیتے ہیں"

ان دنوں آپ دن رات پردہ سرا کے اندر حجرہ شریف میں خلوت میں رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر دوست اور محب زیارت کو آتے ہیں تو ایک لحظہ کے لیے باہر آ کر زیارت کرا کر فوراً اندر چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یارو! ہمارا وقت قریب آ گیا ہے۔ جو حاجت ہو ہم سے سوال کرو۔ ہر شخص اپنا اپنا نصیبہ لیتا ہے۔ والسلام۔

میاں نور محمد ولد میاں سلطان قوم کھوکھر بیان کرتے ہیں کہ میرا بیٹا! مسمی گودا بدکاری کے سبب آوارہ ہو گیا اور کسی طرف نکل گیا۔ اتفاقاً آنحضرت ہمارے گاؤں کے قریب موضع ڈب میں تشریف فرما ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں بیٹھا رو رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: نور محمد! کیوں اسقدر غمگین ہو۔ میں نے عرض کیا: حضرت مدت سے میرا بیٹا گودا

marfat.com

مفقود الخبر ہے۔ آپ نے فرمایا نور محمد! جب تیرا بیٹا اس قدر بدکار ہے تو پھر اُس کے واسطے تو کیوں غمگین ہے۔ میں نے عرض کیا: حضرت مجبور ہوں۔ شفقت پدری کے سبب صبر نہیں ہو سکتا۔ اے نور محمد! فلاں حرف رات کے وقت پانی میں کھڑے ہو کر پڑھو۔ جتنے گہرے پانی میں کھڑے ہو کر پڑھو گے اتنی جلدی وہ آئے گا۔

جب رات ہوئی تو میں نے حسب الارشاد عمل کیا۔ دوسرے روز ہمسایوں نے گھر کے باہر آواز دی کہ اے نور محمد! مبارک ہو تیرا بیٹا گودھا آ گیا ہے۔

نور محمد حیران رہ گیا کہ مدت کا گم ہوا ہوا اتنی جلدی کہاں سے آ گیا ہے۔ شفقت پدری کے جذبہ سے باہر نکلا تو دیکھا اُس کا لڑکا گودھا باہر کھڑا ہے اور اُس کے دونوں ہاتھ مٹی سے آلودہ ہیں۔

ملاقات کے بعد اُس سے پوچھا کہ تیرے ہاتھ مٹی سے کیوں آلودہ ہیں؟ تو کہا کہ فلاں وقت فلاں علاقہ میں مزدوری کا کام کر رہا تھا کہ اچانک میرے دل کو کشش ہوئی۔ میں بے اختیار اس ملک (علاقہ) کی طرف دوڑا اور اس قدر مدہوش تھا کہ اب آلودہ ہاتھوں کی اطلاع بھی تم ہی نے دی ہے۔ فقط۔

ایک روز انہیں مذکورہ بالا مریدوں کے گھر میں آپ تشریف فرما تھے کہ ایک خورد سالہ لڑکی مسمات جندوڈی آپ کی خدمت میں آ کھڑی ہوئی۔ آپ نے از راہ شفقت اُس کی کاکل کے بال دست مبارک سے اُوپر کو اُٹھا کر ہرن کے سینگ کی طرح کر دیئے۔ ایک دن گزر گیا۔ اُس کی ماں نے بہت دھویا۔ کنگھی کی۔ تیل ملا لیکن وہ اسی طرح کھڑے رہے۔ بہت نیچے کرتے تھے لیکن نہ ہوتے تھے۔

آخر وہ تاڑ گئے کہ آنحضرت نے دست مبارک سے چھوا تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت اس لڑکی کے بال سینگوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ ہم سے نیچے نہیں ہو سکتے۔ آخر لڑکی ہے معیوب ہو جائے گی۔

آپ نے ان کی التماس پر خود دست مبارک سے ان بالوں کو درست کیا۔ جو پھر اصلی حالت میں آ گئے۔

marfat.com

اِسی گاؤں میں جب آپ ان کے گھر سے نکلے تو ان کے صحن میں ایک بچھڑا بندھا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ عرض کیا ہمارا۔ فرمایا: یہ اچھا بیل ہوگا۔ اسی وقت وہ بچھڑا گھومنے لگا اور بیلوں کی طرح چکر لگانے لگا۔

جب آپ پھر تشریف لائے تو وہ بدستور گھوم رہا تھا۔ عرض کیا حضرت! بچھڑا کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ ابھی بچہ ہے۔ آپ نے پھر دعا کا ہاتھ اُس کی پیٹھ پر پھیرا تو وہ آرام میں ہوگیا۔

شورکوٹ اور جھنگ سیال کے سفر میں آپ خانقاہ مقدس میں اپنے دولت خانہ میں تھے کہ شیخ محمد یار جو ہمارے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں اور ایک متبرک اہل علم نص اور حاذق طبیب ہیں۔ اتفاقاً خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آ نکلے۔ اسی اثنا میں غلام حسن خاں افغان درانی بابی جو آپ کا مرید تھا، ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے ملازمت چھوڑ کر عیال و اسباب سمیت خانقاہ مقدس پر اعتقاد کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ انہیں دنوں ایک معتبر ایک متمول امیر مسمی میاں عبدالرحیم قوم مگو کی طرف سے جھنگ مگھیانہ سے آپ کی خدمت میں عریضہ لایا کہ میاں عبدالرحیم بیمار ہیں اور شیخ محمد یار صاحب آپ کے ہاں ہیں۔ ازراہ شفقت آپ انہیں معالجہ کے لیے معتبر کے ساتھ سوار کر کے روانہ فرمائیں۔ کیونکہ ہمیں سخت ضرورت ہے۔

آپ نے وہ خط بجنسہ شیخ محمد یار صاحب کے پاس بھیج دیا اور مطالعہ کرا کر انہیں اس طرف روانہ کرنے کا حکم دیا۔

شیخ صاحب نے بہت کچھ عذر پیش کیے۔ کہ بھائی جان اس وقت دیوان ساون مل ناظم ملتان شورکوٹ میں آئے ہوئے ہیں اور دیوان صاحب اس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بڑے معتبر ہیں۔ یہ بھی یقین ہے کہ آپ کا ملک (علاقہ) بھی انہیں دیدے۔ آج بلا ضرورت دیوان صاحب کی ملاقات کرنا زیادہ مناسب ہے۔ دس میل کا فاصلہ بھی ہے نیز دیوان صاحب بیمار رہتے ہیں۔ وہ آپ کو طبیب سمجھ کر آپ سے اپنا علاج بھی کرائیں گے۔

marfat.com

جب شیخ صاحب موصوف نے آپ کا فرمان قبول کر لیا تو اس کے بعد جمعدار غلام حسن کو فرمایا کہ تم بھی اپنی فوج کے سوار اور خیمہ اور اسباب لے کر تیار ہو جاؤ۔ تاکہ کل شور کوٹ میں دیوان ساون مل ناظم ملتان سے ملاقات کی جائے چونکہ دیوان صاحب کا ارادہ راجہ گلاب سنگھ سے مقابلہ کرنے کا ہے اور امیروں کو مہم کے وقت فوج اور افسروں کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور تم بیکار بیٹھے ہو۔ اس لیے موقع خوب ہے۔ حسب دلخواہ ملازمت اور تنخواہ مل جائے گی۔

جمعدار بھی آپ کے فرمان کے مطابق تیار ہو گیا۔ آپ بھی ان کے ساتھ سوار ہو گئے اور چند اور آدمی بھی ساتھ لئے۔

جب شور کوٹ پہنچے تو اترتے ہی دونوں کو لے کر ناظم موصوف کی ملاقات کو گئے۔ جمعدار موصوف تو اسی روز حسب دلخواہ تنخواہ پر ملازم ہو گیا۔ ناظم نے جب آپ سے حکیم شیخ محمد یار کے آنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میاں عبدالرحیم کے معالجہ کے لیے جھنگ مگھیانہ میں لے جا رہا ہوں۔ اس راہ سے محض حضور کی ملاقات اور سلام کے لیے آئے ہیں۔ دیوان صاحب نے فرمایا کہ آج ہمارے پاس خط آیا ہے کہ میاں عبدالرحیم فوت ہو گئے ہیں۔ گرمی کا موسم بیساکھ کا مہینہ تھا۔ اس واسطے دوپہر کو کچہری برخاست ہوئی اور ہر شخص نے آرام کیا۔

جب ظہر کا وقت ہوا تو ناظم نے اپنا ایک معتبر شخص حکیم صاحب کو بلانے کے لیے بھیجا۔ ناظم نے حکیم صاحب سے خالی وقت میں اپنی بیماری کا سارا حال بیان کیا۔ شیخ محمد یار صاحب حکیم نے آ کر سارا ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کیا مغرب کے بعد پھر معتبر مذکور شیخ صاحب کو ناظم کی خدمت میں لے گیا۔ جب واپس آ رہے تھے تو آنحضرت نے فرمایا کہ بھائی شیخ محمد یار دیوان صاحب کے مصاحب ہو گئے ہیں۔

دیوان صاحب کا راجہ صاحب سے مقابلہ تھا۔ اس ارادہ سے جھنگ مگھیانہ کی طرف روانہ ہوئے چونکہ دیوان صاحب کا ڈیرہ مع فوج جھنگ اور مگھیانہ کے مابین تھا اور راجہ صاحب کا لاؤ لشکر جھنگ سے چند منزلیں شمال کی طرف شہر چندروٹ میں تھا۔ اس لیے

marfat.com

دونوں فریق چندروز اپنے اپنے ڈیروں پر رہے۔

بعدازاں سرکاری حکم پہنچا کہ راجہ صاحب واپس آجائیں اور دیوان ساون مل کو نہ چھیڑیں۔ پھر حکم آیا علاقہ کچھی لیہ کمال خاں اور منکیرہ بھکر وغیرہ بھی دیوان ساوَن مل کے سپرد ہیں۔

ان دنوں آنحضرت بھی لشکر میں تھے اور بندہ بھی حاضر خدمت تھا۔ شیخ غلام میراں صاحبزادہ کا مقدمہ جو حضرت سلطان العارفین کی اولاد سے تھے دیوان ساون مل کے بیٹے دیوان مولراج کے پیش ہوا' جو ناظم جھنگ تھا۔ صاحبزادہ کے پیش ہوتے ہی ضبطی کا حکم ہوا۔ آنحضرت جھنگ میں دیوان مولراج کے پاس صاحبزادہ موصوف کی سفارش کے لیے گئے تو دیوان موصوف نے جو خود نوجوان اور تیز طبع تھا۔ آپ کو کہا کہ لوگ کہتے ہیں تم سینکڑوں روپے دے کر قیدیوں کو چھڑاتے ہو۔ پھر اس شخص کے عوض اتنے سو روپیہ دے کر کیوں نہیں چھڑاتے۔ حالانکہ یہ تمہارا اپنا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہم درویش آدمی ہیں۔ ہمارے پاس روپیہ کہاں۔ آپ کا اختیار ہے، خواہ معاف کریں خواہ لیں۔

کچہری سے اُٹھے۔ کیونکہ دیوان ساوَن مل کا ڈیرہ کوچ کر گیا تھا۔ ایک سوار مع دو ۲ درویشوں مسمی فتح خان اور دایہ ممّوں اور شیخ غلام میراں صاحبزادہ کا چچا شیخ خیر محمد آپ کے منتظر بیٹھے تھے۔

جب آپ واپس آئے حاضرین سے دریافت ہوا کہ صاحبزادہ غلام میراں رہا ہو گئے۔ دیوان مولراج اور حضرت صاحب میں سخت باتیں ہوئیں۔ جب آپ روانہ ہونے لگے تو شیخ موصوف نے عرض کیا: یا حضرت! مجھے جو اس جگہ اس حالت میں چھوڑتے ہیں کس کے سپرد کرتے ہیں۔ فرمایا: تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوا۔ آپ پژمردہ نہ ہوں۔ انشاء اللہ ہمارے پیچھے مع میاں غلام میراں آجاؤ گے اور خود ڈیرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ راستے میں صاحبزادہ شیخ غلام میراں کا بھائی شیخ غلام مرتضیٰ گھوڑے پر سوار ملا اور ماجرا پوچھا: آپ نے فرمایا: غلام میراں اور تمہارا ماموں خیر محمد بخریت آجائیں گے۔ تم ہمارے ساتھ واپس آجاؤ۔ اُس نے کہا۔ میں ماموں کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا اپنے

marfat.com

ماموں خیر محمد کو ہمارا پیغام دینا کہ ہمت نہ ہارے۔ انشاء اللہ مطلب حاصل ہو جائے گا۔ یعنی غلام میراں کا بازو اُسے مل جائے گا۔

اپنے ساتھی فتح محمد درویش کو فرمایا کہ تم بھی شیخ غلام مرتضیٰ کے ساتھ جاؤ اور میرے بھائی شیخ خیر محمد اور غلام میراں کو مع تمام رفیقوں کے خواہ رات کتنی ہی گئی ہو لے کر ہمارے ڈیرے پر آ جانا۔

یہ فرما کر آپ مغرب کے وقت فقیر گل محمد صاحب بخاری علیہ الرحمۃ کی اوچ متبرک میں ہمارے پاس ڈیرے میں تشریف لے آئے۔ کسی سے کوئی بات نہ کی۔ نہ کسی کو حال بتایا۔ نماز میں مشغول ہو گئے۔

بعد ازاں حسب معمول عشائین کا وظیفہ شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا۔ اتنے میں فتح محمد خاں مگھیانہ نے آ کر سلام کیا۔ اگر چہ آنحضرت کا معتاد تھا کہ اس وقت دنیاوی کلام نہیں کیا کرتے تھے لیکن ضرورتاً روزہ کھولا اور پوچھا: فتح محمد خاں! صاحبزادے کیوں نہیں آئے۔ انہیں کہاں چھوڑ آئے؟

اس نے عرض کیا: یا مرشد! سارے صاحبزادے سلام کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ چونکہ بہت بے وقت ہو چکا ہے۔ ہم رات وساوا گاؤں میں بسر کرتے ہیں۔ صبح حاضر خدمت ہوں گے۔

آپ پھر نفلوں میں مشغول ہو گئے۔ ہم نے متعجب ہو کر حالات فتح محمد سے پوچھے۔ جس نے سارے حالات بلا کم و کاست بتائے۔ یعنی جب سوار ہو کر جھنگ سے نکلے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیوان مولراج کا دل بیقرار ہو گیا۔ اس نے پوچھا: کیا غلام میراں کے وارثوں میں سے کوئی یہاں ہے۔ عرض کیا: صاحب! اُس کا حقیقی چچا مسمی خیر محمد ہے۔ حکم دیا اُسے فوراً حاضر کرو۔ جب حاضر ہوا تو دیوان مولراج نے صاحبزادہ غلام میراں کو اُس کے سپرد کیا کہ جاؤ لے جاؤ۔ فقط۔

میں فتح محمد آپ کے حکم کے موافق ان کے ساتھ آیا۔ ہم ڈیرے والے آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے اور خاموش ہو گئے۔ کیونکہ آنحضرت ایسی باتیں سن کر ناراض

marfat.com

ہوا کرتے تھے۔

سحر کے وقت خود بدولت جمعدار غلام حسن خان اور شیخ محمد یار صاحب دیوان ساون مل کے ڈیرے پر علاقہ کچھی میں رونق بخش ہوئے۔ کیونکہ نئے انتظام کے لیے نئے ناظم کے پاس جانا ضروری تھا۔ کیونکہ اس علاقہ میں آنحضرت کی جاگیر تھی اور صاحبزادہ شیخ محمد زبیر اس علاقہ میں رہا کرتے تھے۔ وہاں سے بندہ کو خانقاہ مقدس کی طرف رخصت کیا۔

آپ سے خوارق عادات اس قدر ظہور میں آئے کہ عشق اور مشک کو چھپا نہیں سکتے۔ یارو! یقین کی آنکھ اور کان کھول کر انصاف کرنا چاہیے۔ ظاہر میں تو آپ نے شورکوٹ کے سفر کا ارادہ کیا۔ جو دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس میں آپ کی کئی پیش بینیاں اور کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ یعنی جمعدار غلام حسن خاں بابی کو نوکر کرایا۔ شیخ محمد یار صاحب جو ملک کچھی کا صاحب گذران اور ذی شان آدمی تھا اُسے نظامت کچھی کے بدلنے سے پہلے ناظم سے ملا دیا اور مصاحب کرادیا اور صاحبزادہ غلام میراں کی مذکورہ بالا مقدمہ میں مدد کی اور خود بھی نئے ناظم کے ساتھ کچھی تک گئے اور اپنے فرزند شیخ محمد زبیر وغیرہ مستحقین کی مدد کی۔

بنگاہِ انصاف دیکھنا چاہیے کہ آپ کا نور بھرا سینہ جام جہاں نما تھا اور آپ کا نور منزل دل اسرار خدا کا آئینہ تھا۔ **رحمھم اللّٰہ وقدس اللّٰہ اسرارھم و نور اللّٰہ مرقدھم ابداً ابداً ورزقنا اللّٰہ توجہات ارواح مقدسا تھم و نفعنا اللّٰہ تعالیٰ عن تاثیر توجھا تھم فی الدارین۔ آمین۔**

شرف الدین گھسورہ نے بیان کیا کہ ایک شخص ہراج قوم کا اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کرنے کی اُمید پر بہت عرصہ اس چچا کی خدمت کرتا رہا۔ آخر جب اُسے اُمید نہ رہی تو میرے پاس آ کر محنت مزدوری کرنے لگا۔ مجھے اپنی سرگذشت سنا کر رویا کرتا تھا۔ میں اُس سے وعدہ کرتا کہ جب حضرت صاحب تشریف لائیں گے تو اُن کی خدمت میں عرض کیا جائے گا۔

ایک روز آنحضرت رونق بخش ہوئے۔ میاں غلام حسن اویسی بھی وہیں تھے۔ میں نے اس حاجتمند شخص کے التماس کے بموجب گذارش کی اور بہت کچھ گڑگڑایا۔ تو آنحضرت

marfat.com

نے رحم کھا کر فرمایا کہ اچھا آؤ اس کے چچا کے پاس چلیں اور سفارش کریں۔ آپ سوار ہو گئے اور میں اور میاں حسن ساتھ ہو لئے۔ اس کے چچا کا مکان دریا پار تھا۔ جب وہاں جا کر اُترے تو اُس کے چچا نے اپنے بیٹوں سے چارپائیاں اٹھوا کر لا رکھیں اور ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے رہے۔

جب اُنہیں آنحضرت کے آنے کا سبب معلوم ہوا تو جوانی کی مستی اور جہالت کے سبب وہ جھگڑنے لگے اور آنحضرت سے گستاخانہ کہنے لگے کہ اے فقیر! جا سوار ہو جا۔ تجھے کیا طاقت ہے کہ ایسے معاملات کے لیے سفارش کرے۔ آپ خاموش ہو کر بیٹھے رہے۔

ہمیں ان دہقانوں کی رعونت کا سخت ملال ہوا اور شرم بھی آئی۔ میں نے دست بستہ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت! اب یہاں بیٹھنا بے سود ہے۔ اُٹھ کر سوار ہوں۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔

پھر میں نے عرض کیا: یا مرشد۔ آپ دیکھتے ہیں۔ دہقان کیسی گستاخی سے پیش آئے ہیں۔ اب سوار ہونا چاہیے۔ پھر بھی آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔

پھر میں نے گڑگڑا کر عرض کیا: تو فرمایا: شرف الدین آنے کے لیے بھی جلدی اور پھر جانے کے لیے بھی اتنی جلدی۔ نہ تو نے وہاں بیٹھنے دیا اور نہ اس جگہ۔ ایک گھڑی ٹھہر اور آرام کر تا کہ کام نکل آئے۔

آپ کے فرمان کی تاثیر سے میں خاموش ہو رہا۔ ابھی ایک لحظہ گزرا تھا اور مجلس میں بالکل خاموشی تھی کہ آپ نے فرمایا: اے شرف الدین میرا اور میاں غلام حسن کا گھوڑا لاؤ تا کہ ہم سوار ہوں۔ جس کام کے لیے ہم آئے تھے، اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا ہے۔ پس ہم سوار ہوئے اور دہقان ہمارے پیچھے کھڑے ہو کر سخت سست کہتے تھے۔ اگرچہ آپ سنتے تھے لیکن کچھ نہ کہتے تھے۔ ہم اپنے مکان پر آئے۔ ایک دو روز میرے ہی غریب خانے پر تشریف فرما رہے۔ تیسرے دن میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان کنواری عورت میرے ڈیرے پر آ بیٹھی۔ میں نے اُسے پوچھا تو کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟ اُس نے کہا میں وہی بدبخت ہوں۔ جس کے لیے تو اپنے مرشد کو میرے باپ کے مکان پر لے گیا۔ میں

marfat.com

نے پوچھا: یہ کیا حال ہے تو کیسے آئی کہا۔ جب کوئی چارہ نہ رہا تو یہاں چلی آئی۔

گذشتہ رات چوروں نے میرے باپ اور بھائیوں کو قتل کر ڈالا اور مال واسباب لوٹ لیا۔ مجھے یہاں کے سوا اور کوئی راہ دکھائی نہ دی۔ اگر چہ میرا دل خستہ تھا لیکن ناچار کمر ہمت باندھ گھڑے کے وسیلے دریائے امواج سے گزر کر حاضر خدمت ہوگئی۔ مجھے اپنے مرشد کے پاس لے چلو۔ تاکہ جس سے چاہیں میرا نکاح کر دیں۔

میں حیران ہو گیا اور جا کر آپ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا اور اُسے بھی حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا: شرف الدین! اس بیچاری کو تسلی دیں۔ اپنے گھر میں بٹھاؤ اور اس کے چچا کے لڑکے سے عزت کے ساتھ اس کا نکاح کر دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے حق دار کو حق دیا ہے۔

آنحضرت کے شروع زمانہ میں خاندان تیموریہ میں زوال آ جانے کے باعث دہقان لوگ راہزنی۔ چوری۔ ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ کیا کرتے تھے اور ہر وقت برسر فسار رہتے تھے۔

ایک رات خاص آپ کے گاؤں سے آپ کے ایک خادم حمید کی چتکبری گائے جس کا رنگ سیاہ۔ سفید اور پاؤں سُرخ و سفید تھے۔ چُرا کر لے گئے۔ اُس کا سراغ دریا پار باقر کملانہ کے گاؤں تک پہنچا۔ آپ اُسے واپس لانے کے لیے چند درویشوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ چند روز وہاں رہے۔ زمینداروں نے انکار کیا۔

ایک بڑھیا نے رحم کھا کر ایک درویش کو کہا کہ اے درویش! تمہاری گائے بجنسہٖ فلاں مکان میں جس میں تالا لگا ہوا ہے بند ہے۔

درویش نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: آپ نے فرمایا کہ اس مکان کے پیچھے سے ہو کر چھپر اُٹھا کر دو درویش دیکھ آئیں۔ حسب الحکم دیکھ آئے۔ پھر آ کر عرض کیا: یا حضرت! ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔

درویشوں نے دل تنگی کے سبب عرض کیا کہ یا حضرت! اگر آپ میں اتنی توفیق بھی نہیں کہ کئی روز سے ہم بیٹھے ہوئے ہیں اور گائے مکان کے اندر ہے اور آپ دکھلا نہیں سکتے

marfat.com

تو پھر آپ ایسے منکروں کے دروازے پر ایسے معاملات کے لیے کیوں آتے ہیں۔ ابھی اُٹھ کر سوار ہو کر چلیں۔

تب آنحضرت نے درویشوں کی دلداری کے لیے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہے کہ گائے باہر نکل کر دکھائی دے تو ایک گھڑی اور ٹھہر جاؤ اور دیکھ لو۔ جب درویشوں نے یہ بات سنی تو آرام سے بیٹھ گئے۔ ایک گھڑی گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود بخود آگ بھڑکی اور گاؤں جل گیا۔ لوگ اپنے اپنے مکانوں سے اسباب نکالنے لگے اس مکان کے مالک بھی آئے اور انہوں نے اپنا مال اسباب مع اس گائے کے نکالا۔

تب آنحضرت نے فرمایا: درویشو! تمہارا مدعا صرف اس گائے کو دیکھنا تھا جو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ اب اُٹھ کر سوار ہو جاؤ۔ تا کہ ہم چلیں۔

پھر ایک دفعہ باقر کملانہ کے آدمیوں نے آنحضرت کے مزارعوں کے ایک جوڑی بیل چرا لئے۔ آپ پھر اس گاؤں میں بیل لوٹانے گئے۔ آپ کئی روز تک وہاں بیٹھے رہے لیکن باقر نے بیل نہ دیئے بلکہ صبح متکبروں کی طرح آپ کے پاس سے گزر کر کہنے لگا کہ فقیرو! چلے جاؤ۔ ہم بیل نہیں دیں گے۔

درویشوں نے عرض کیا: یا حضرت! اب یہاں بیٹھنا لا حاصل اور غیر مناسب ہے آپ نے فرمایا: درویشو! اتنے روز ہم یہاں بیٹھے رہے ہیں۔ اب ایک اور گھڑی کے لیے کیوں عجیب تماشا کھوتے ہو۔ درویشوں نے پوچھا: وہ کیا۔ فرمایا: ایک گھڑی صبر کرو خود بخود دیکھ لو گے۔

درویش بیٹھ گئے۔ ایک گھڑی گزری تھی کہ اتنے میں ایک شخص نے باقر کو اطلاع دی کہ سیال دریا پار سے چڑھ آئے ہیں اور تمہارا مال مویشی زبردستی لے گئے ہیں۔ باقر گھبرا کر اُٹھا اور ہتھیار لگا آپ کی خدمت میں آیا۔ بدبختی سر پر سوار تھی۔ آپ سے گھوڑا مانگا۔ آپ نے فرمایا: اپنے گھوڑے پر سوار ہو۔ ہم تمہیں گھوڑا نہیں دیں گے۔ باقر اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے آدمیوں کو جمع کر کے سیالوں کے مقابلہ کے لیے گیا۔ جو اس کے گاؤں کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سیال کے لشکر نے سب کو قتل کر ڈالا۔ دو ۲ گھڑی کے بعد مہر باقر کی لاش اور

marfat.com

مقتولوں سمیت چارپائیوں پر ڈال لائے۔

آنحضرت نے جو محض حکمت خدا دیکھنے کے منتظر تھے۔ فرمایا:

''درویشو! اب تم نے اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھ لی ہے۔ آؤ چلیں''۔ آپ سوار ہو کر درویشوں سمیت خانقاہ مقدس میں چلے گئے۔

یارو! چشم عبرت کھول کر دیکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کے وقت سے لے کر اب تک اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرتا آیا ہے کہ جب کبھی منکروں کا انکار حد سے گزر جاتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کے جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں۔ منکر ہو جاتے ہیں اور انہیں تکلیف دیتے ہیں تو خود بخود اُن پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ خود ان منکروں کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ یہ میرے بندوں کو ستاتے ہیں تو غضب میں آ کر اُن کے اعمال کی سزا انہیں دیتا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

''جب خدا کسی کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے۔ اُس کا میلان طبیعت پاک لوگوں کے طعن کی طرف کرتا ہے۔''

قولہ تعالیٰ: یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○(۸۹-۲۸)

ترجمہ۔اے نفس مطمئنہ راضی خوشی اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ اور میرے بندوں میں شامل ہو کر بہشت میں آ جا۔

جناب سرور کائنات ﷺ کے حق میں آیا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ وہ خواہش سے بات نہیں کرتے تاوقتیکہ انہیں وحی نہ ہو۔

گفت پیغمبر بود از امتم
کہ بود ہم جوہر وہم ہمتم

جناب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایسے آدمی بھی ہوں گے جو

marfat.com

میرے ہم جو ہر اور ہم ہمت ہوں گے۔

مسمی جہانہ ولد باقر قوم لدھیانہ سیاہ پنج کلیان گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ ہاتھ میں لے کر خانقاہ مقدس سے ہو کر جنوب کی طرف گزرا۔ اتفاقاً آنحضرت دروازہ شریف کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ جہانہ ولد باقر مذکور نے اپنی جہالت یا مخموری سے غرور میں آ کر نیزے کو پھیرایا اور گھوڑے کو کدایا اور سخت سست الفاظ سے آنحضرت سے مخاطب ہوا کہ اے فلاں فقیر! کسی روز ہم تمہاری خبر لیں گے۔

آپ جو اخلاق محمدی سے متخلق تھے۔ آپ نے فراخ حوصلگی سے اُسے کچھ جواب نہ دیا اور چہرہ مبارک پر بھی ملال کا کوئی اثر نہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کی جس کی پسندیدہ باتیں وہ کرتے ہیں۔ وہ ان کی عزت کی محافظت کرتا ہے اور ان کے دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے اور ہر وقت اُن کی خاطر ملحوظ ہوتا ہے۔ احکم الحاکمین خود بخود ان کی رعایت کرتا ہے۔ فقط۔

جہانہ ولد باقر مذکور حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ کے میلے پر جا رہا تھا۔ اُسی روز قضائے الٰہی سے اُس نے اپنا گھوڑا میدان میں کدایا اور نیزہ پھیرایا تو امر الٰہی سے نیزے کا ایک سرا زمین پر آ رہا اور دوسرا سرا گھوڑے کے پہلو میں کُھب گیا۔ گھوڑا مع سوار زمین پر آ رہا اور مر گیا۔

اس کے پاس اور کوئی گھوڑا نہ تھا۔ پا پیادہ زین اور اسباب سَر پر رکھ اپنے گھر پہنچا۔ شامتِ اعمال سے دن بدن اس کے مال میں کمی آنے لگی اور وہ بہت ہی خستہ حال ہو گیا۔ یہاں تک کہ بھیک مانگ کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔

میرے بھائی حضرت صالح محمد صاحب شروع شروع میں نماز میں سستی کیا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے گستاخانہ ان کی خدمت میں عرض کیا: بھائی جان! آپ نماز میں کیوں غفلت کرتے ہیں۔ فرمایا: بھائی۔ نماز خدا کی ہے۔ تمہاری نہیں۔ میں نا امید ہو کر افسوس کرتا ہوا اُن کی خدمت سے واپس آیا اور فرصت کے وقت آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا: تو فرمایا: بیٹا اندیشہ نہ کرو۔ جب میں سفر کے لیے جاؤں گا۔ اپنے بیٹے حافظ صالح محمد کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

نہ چلانگ لگانا

marfat.com

اتفاقاً جلدی ہی بہاولپور کے سفر کا ارادہ ہو گیا۔ مجھے فرمایا کہ حافظ صالح محمد کو میرے ساتھ تیار کرو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ پہلی رات جب احمد پور سیال میں جا کر اُترے تو آپ نے میرے بھائی صالح محمد کو سوتے وقت فرمایا۔ بیٹا! چونکہ کھانا کھانے کے بعد مجھے غفلت سی ہو جاتی ہے۔ اس لیے سو کر اُٹھیں گے تو نماز ادا کریں گے۔ تم بھی عشاء کی نماز اسی وقت ادا کر لینا۔ اب ملتوی رکھو۔

حافظ صالح محمد آپ کا فرمان بجا لائے اور سو گئے۔ جب آپ حسب معمول آدھی رات کے وقت جاگے تو حافظ صالح محمد کو بھی جگایا اور وضو کرنے کے لیے فرمایا۔ باقی درویش جو حاضر خدمت تھے جاگے اور وضو کر کے نماز کے لیے تیار ہوئے۔

جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے حافظ صالح محمد کو امام بنایا۔ نماز فریضہ۔ سنتیں اور زوائد ادا کرنے کے بعد تہجد کی نماز کے لیے ارشاد فرمایا۔

حافظ صالح محمد فرماتے ہیں کہ بعد ازاں مجھے نماز پنجگانہ اور تہجد کے ادا کرنے کی ایسی توفیق حاصل ہوئی کہ پھر اس بارے میں غفلت نہ ہوئی۔

میں (فقیر سلطان حامد) اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں مدت سے اپنے بھائی حافظ صالح محمد کی خدمت میں رہتا ہوں۔ یعنی ۱۲۹۹ھ ہجری ہے۔ ابتک آپ کی خدمت میں فیض اُٹھا تا رہا ہوں۔

میں نے عبادت الٰہی کی ایسی توفیق اور استقامت حضرت صاحب (والد ماجد) کے سوا کسی درویش یا شیخ میں نہیں دیکھی کہ سخت سے سخت بیماری کے وقت باوجود ناطاقتی اور کمزوری کے بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے اور عمر بھی ۷۰ ستر سال کی تھی لیکن خداداد توفیق سے حتی الامکان اُٹھ کر ہی نماز ادا کرتے تھے اور سردی کے موسم میں خادموں سے پوشیدہ رات کے آخری حصے میں بیدار ہو کر ستر سرائے سے اکیلے نکل کر بہتی ندی یا کنویں پر غسل کر کے میدان میں تہجد کی نماز ادا کرتے تھے اور خادم باخبر ہو کر آپ کی تلاش میں نکلتے تو آپ کو بیماری ضعف اور ناطاقتی کے سبب صحن میں بے ہوش پڑا ہوا پاتے اور اُٹھا کر لاتے۔

میں یہ حالت سن کر جب آپ کی خدمت میں پہنچتا تو بھائی جان کو ایسی حالت میں پاتا

marfat.com

کہ نہ آپ کلام کرتے۔ نہ ہوش ہوتی۔ نہ لوگوں کو پہچانتے۔ چہرے کا رنگ سبزی مائل ہوتا۔ جسم مبارک پسینے میں غرق ہوتا اور حرارت غریزی کالعدم ہوتی سینکڑوں حیلوں سے تیل مل کر گرم دھونیوں اور دوائیوں کے کھلانے سے دیر بعد ہوش میں آتے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا کر آپ کی خدمت میں التماس کرتے کہ آپ رات کو اُٹھ کر سردی میں باہر جا کر نہایا نہ کریں تو آپ خاموش رہتے۔ کچھ جواب نہ دیتے اور پھر آپ ایسا ہی کرتے۔ فَاللّٰهُ خَيْرًا حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

میرے بھائی مخدومی حافظ صالح محمد صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مسلمانوں اور مریدوں کو نفع پہنچائے فرماتے ہیں کہ مسمی میاں احمد رنگریز ساکن احمد پور سیال نے جو ہمارے جد بزرگوار قدس سرہٗ کے مرید باصفا تھا۔ ایک روز مجلس راز میں عرض کیا کہ صاحبزادے! جس روز سے میں آپ کے جدامجد قدس سرہٗ کا مرید ہوا ہوں پورے تیس سال گزرے ہیں۔ آپ کی توجہ کی برکت سے تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی

میں ملک راوی کی سیر و سیاحت کو گیا اور مہر حاجی قوم دوانہ کے گاؤں میں تھا کہ ایک نوجوان نورانی پیشانی کثرت سجود سے پیشانی پر نشان۔ ہاتھ میں تسبیح لیے میرے پاس آیا اور ادب سے بیٹھا۔ میں نے پوچھا تو کون ہے کہا۔ میرا نام عظیم ہے۔ میں جوسا قوم بھٹی شتربان کا بیٹا ہوں۔ میں نے پوچھا: تیرا باپ بیابانی اور تم لوگ جاہل۔ یہ نعمت کہاں سے ہاتھ آئی کہا۔ حضرت! اتفاقاً آپ کے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہُو قدس سرہٗ قیدیوں کو چھڑانے کے لیے اس دارالحکومت میں آئے۔ میں قیدیوں کے وارثوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ آپ وضو کے لیے اُٹھے اور کوزہ ہاتھ میں لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے آپ کے ہاتھ سے کوزہ لیا اور آپ کے ساتھ روانہ ہوا اور ایک جگہ جا کر بیٹھ رہا۔ آپ نے فارغ ہو کر وضو کیا اور مجھ سے پوچھا تو کون ہے۔ میں نے اپنا حسب نسب عرض کیا: فرمایا لڑکے تو نیک بخت اور نیکوکار ہوگا۔ میرے سر پر دعا کا ہاتھ پھیر کر مجھے رخصت کیا۔

اے صاحبزادے! آپ چونکہ میرے مرشد زادہ ہیں۔ اس لیے میں آپ سے راز

marfat.com

بیان کرتا ہوں۔ کہ اس روز سے مجھے ایسی توفیق حاصل ہے کہ نماز ادا کرتا ہوں رات جاگتا ہوں اور میرے دل پر اسرار اور انوار متجلی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ سے مجھے حلال روزی عنایت کرتا ہے اور یہ سب کچھ آپ کی توجہ کی برکت سے ہے۔

آپ کا مرید چراغ نام سُنار اپنے بیٹے فتح محمد کو جس کے ہاتھ پاؤں نہ تھے اُٹھا کر حضور میں لایا اور عرض پرداز ہوا کہ اس عاجز بچے نے مجھے اور بھی عاجز کر دیا ہے میں اس کا متکفل نہیں ہوسکتا۔ آپ دعا کریں آپ نے اُس کے حق میں دُعا کی اور اس کے سینے پر دست مبارک ملا اور فرمایا۔

''چراغ! اس کا ذمہ دار اب خدا ہوگا۔ تجھے اس کی تکلیف نہ ہوگی۔''

یارو! ہم نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کے سینے کو ایسا روشن کر دیا کہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتا اور ذکر الٰہی میں ایسا مستغرق اور صاحب وجد ہوگیا کہ دن رات، بلکہ ہر دم ذکر الٰہی میں رہتا۔ اور لوگ اُسے کندھوں پر اور گود میں اُٹھائے پھرتے اور اُس کی خدمات بجالاتے۔ مدت العمر زندہ رہا۔ اس کی یہ ہی حالت رہی۔

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حلم۔ اِتباعِ اخلاقِ محمدی ﷺ

کی

سنت اور مستحب کو زندہ کرنے کے بیان میں

محمد انور نام کا ایک شخص جو اپنے آپ کو قریشی بتلاتا تھا۔ متوکل۔ درویش طبیعت۔ آزاد۔ مہوس اور بہت بڑی امیدوں والا تھا۔ شیر گڑھ واقعہ چولستان کے ایک پنوار زمیندار کے ہاں نکاح کا دعویٰ کرتا تھا۔ یعنی شادی ابھی نہیں ہوئی تھی اور نہ اس نے زفاف کیا تھا۔ کیونکہ اس کی منکوحہ اس کی تنگدستی کے سبب بحالت بکریت (کنوارپن) اپنی ماں کے ہاں رہتی تھی۔ محمد انور نے اپنے زندگی کیمیا گری میں بسر کردی کہ جب مجھے سونا بنانا آجائے گا تو پھر اپنی دلی مرادیں پوری کروں گا اور اپنی پسند کا اسباب مہیا کروں گا۔ اسی ہوس میں وہ

marfat.com

بوڑھا اور کمزور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے تمام دانت گر گئے اور اس کی ڈاڑھی سفید ہو گئی۔ وسمہ لگا کر اپنے آپ کو جوان بناتا تھا۔ آخر کار لاچار ہو کر آنحضرت کی خدمت میں ملتمس ہوا۔

آپ اخلاق محمدی ﷺ سے متصف تھے اور مشکل کشا شیر خدا حضرت مولےٰ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی طرح ہر وقت خلق خدا کی مشکل کشائی کے لیے تیار تھے۔ اپنی ہمت راہ خدا میں صرف کیا کرتے تھے۔ خیر الناس من ینفع الناس ۔ اچھا آدمی وہ ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ کے مطابق ہر شخص کو فائدہ پہنچانے کے لیے مستعد رہتے بلکہ اپنے مال اور اپنے آپ کو عاجزوں اور محتاجوں کی چارہ سازی کے لیے خرچ کر دیا کرتے تھے۔

آپ اس کے التماس کے مطابق بذات خود موسم اساڑھ میں ملک چولستان مذکور میں گئے اور ساتھ محمد انور اور درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ ان میں سے بعض سوار تھے اور بعض پیادہ۔

آخر جب منزل مقصود پر جا پہنچے تو دیکھا کہ اس کی منسوبہ بھی عمر بسر کر چکی ہے چونکہ اس کے وارث بھی آنحضرت کے مرید تھے اس لیے انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی محمد انور کے ساتھ کر دینے سے انکار کر دیا چونکہ محمد انور محض مفلس اور قلاش تھا اس لیے آپ نے مجھ مسکین (سلطان حامد) کو رقعہ بھیج کر اطلاع دی کہ شادی کے لیے فلاں سامان کی ضرورت ہے۔ میں مطلوبہ سامان تیار کر کے فوراً حاضر خدمت ہوا۔ اس طول طویل سفر کو طے کر کے جب آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ میں نے جا قدم بوسی حاصل کی اور دست بستہ خدمت میں بیٹھ گیا۔ فجر کی نماز کے وقت اشارہ فرمایا اور نماز با جماعت ادا کی۔ بعد ازاں پھر اوراد میں مشغول ہو گئے۔

اشراق کی نماز کے بعد مجھے مرحبا فرمایا اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور ریت کے ایک پاک ٹیلے پر جا بیٹھے اور گھر کے حالات پوچھنے شروع کئے۔ ابھی میں تمہید ہی باندھ رہا تھا کہ ایک کھوست عورت ریوڑ چرانے والی۔ بکھرے ہوئے بال۔ میلا لباس پہنے جس سے سخت گھنی بو آتی تھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہوا کے رخ بیٹھ گئی کہ نسیم عنبری اس کی بو سے

marfat.com

بدبودار ہوگئی۔ اس نے آتے ہی گستاخانہ ہمارا کلام قطع کر کے واہیات ۔ فضول بکواس شروع کی۔ آپ نہایت توجہ اور تحمل سے اس کے کلام کا ایک ایک حرف سنتے رہے اور اس کی ہر بات کا مناسب جواب دیتے رہے۔ حتیٰ کہ اس بادیہ نشین کی بدبو سے میرے سر میں درد ہونے لگا لیکن میں آپ کے پاس ادب کے سبب وہاں سے نہ ہلا بدستور بیٹھا رہا۔ کیونکہ آپ نہایت توجہ سے اس کی دلداری کرتے رہے۔

القصہ وقت بہت گزر گیا اور گرمی سخت ہوگئی اور ریت تپنے لگی۔ آپ سورج کی گرمی اور ریت کی تپش سے کسی قسم کا ملال نہ لا کر فرخندہ پیشانی اور رحمدلی سے اس کی طرف متوجہ رہے۔ حتیٰ کہ وہ خود جب گرمی سے تکلیف محسوس کرنے لگی تو بات چیت کی مجلس سے اُٹھ گئی۔

پھر آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ بیٹا! اب گرمی بہت ہوگئی ہے۔ اب درویشوں کے پاس کسی سایہ دار درخت تلے چلنا چاہیے چونکہ اس کے سوا اور کوئی درخت نہیں۔ اس لیے چلو وہیں چلیں۔ یہ بات کسی اور وقت کرینگے۔

پھر آپ وہاں سے اُٹھ کر درویشوں کے پاس درخت تلے آئے۔ گو مدت بعد ملاقات نصیب ہوئی تھی اور ضروری باتیں کرنی تھیں لیکن بدستور بن بات کیے آ کر مجلس شریف میں بیٹھ گئے۔

آپ نے اس بڑھیا سے نہ منہ پھیرا نہ اس کا کلام قطع کیا۔ میں نے کتاب فیض انتساب ''مدارج النبوۃ'' میں اخلاق محمدی ﷺ کے باب میں لکھا دیکھا ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ جب کوچہ یا بازار سے گزرا کرتے اور کوئی بڑھیا سامنے آ کر آنحضرت ﷺ سے ہم کلام ہوتی تو آپ وہیں کھڑے ہو کر اُس کی بات اتنی دیر تک سنتے کہ وہ خود تھک کر چلی جاتی۔ آپ کبھی قطع کلام نہ کرتے۔ پھر آپ آگے بڑھتے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ و محبوبہٖ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

آپ کسی ضروری کام کے لیے ملتان سے خیر پور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے بندہ بھی حاضر خدمت تھا۔ دن بھر بھی چلتے رہے اور آدھی رات تک بھی۔ جنگل میں رستہ

marfat.com

بھول گئے۔ ایک آبادی میں جا نکلے۔ جو ایک قلعہ تھا۔ جس کا دروازہ بند تھا۔ آپ نے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا کہ ہمیں ایسا شخص مطلوب ہے، جو راستے کا واقف ہو۔ قلعہ والوں نے خوف کے مارے دروازہ نہ کھولا۔ اندر ہی سے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ڈرو نہیں میں فقیر غلام باہُو ہوں اور خیر پور کھرانی میں ضروری کام کے لیے جا رہا ہوں۔ دیکھ لو ہم تمام سوار خالی ہاتھ ہیں۔ ہمارے پاس کوئی اوزار نہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں تسبیح ہیں۔ دروازہ کھولو اور راستے کا واقف شخص ہمیں دو۔ تا کہ اس کی رہبری سے ہم مقصود پر پہنچیں۔ اس کا حق خدمت بھی ہم ادا کریں گے۔

چونکہ قلعہ والے بادیہ نشین اور قزاق سیاہ دل تھے۔ اس لیے بُرے بُرے خیال میں پڑ گئے اور آپ کا فرمان قبول نہ کیا۔ ان میں سے ایک عمر رسیدہ آدمی خدایار ملائی نے آواز دی کہ کیا تو خود غلام باہو ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس ملا نے فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا اور آ کر قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ بندہ حاضر ہے۔ آپ نے اس کو ایک گھوڑے پر سوار کر کے رہبری کے لیے اپنے آگے روانہ کیا۔

جب عین جنگل کے وسط میں پہنچے تو گھات میں سے رہزن نکل ہم پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے جھٹ ہمارے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں چونکہ آنحضرت نے میرے گھوڑے پر رہبر کو سوار کیا تھا۔ اس لیے مجھے اپنے گھوڑے پر اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا۔ دو لٹیروں نے حضرت صاحب کی گھوڑی کی باگ پکڑ لی اور تلواریں سونت لیں اور سخت سست کہنے لگے کہ گھوڑوں سے اُتر جاؤ۔

جب سخت مجبوری ہوئی اور آپ ان کی بدگوئی سے ناراض ہوئے تو آپ نے دایہ چوغطہ کو جس کے گھوڑے کی باگ بھی لٹیروں کے ہاتھ میں تھی اور جو اپنے پاس ایک تلوار چھپائے تھا۔ فرمایا کہ دایہ جو کچھ ہو رہا ہے تو دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ گھوڑے کو چھوڑ اور ان کے حوالے کر۔ ایسی بُری زندگی سے مرنا بہتر ہے۔

دایہ نے عرض کیا: حاضر صاحب اور فوراً گھوڑے سے کود نعرہ حیدری مار تلوار سونت لی۔

marfat.com

آنحضرت کے فرمان کی برکت سے تمام لٹیروں کے چھکے چھوٹ گئے اور گھوڑوں کو چھوڑ بھاگ اُٹھے۔

میرے بھائی شیخ محمد زبیر علیہ الرحمۃ نے جو تازی سوار تھے گھوڑے کو ایڑ لگا ان سے باہر نکل کر آواز دی کہ اے لٹیرو! یہ میرے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے سجادہ نشین حضرت غلام باہُو ہیں اور میں آنحضرت کا فرزند محمد زبیر ہوں۔ تم کس ملک (علاقہ) اور قوم کے ہو کہ ہمیں نہیں پہچانتے۔ اتنا کہہ کر ان میں سے ہر ایک کا نام، قوم اور گاؤں بتایا اور مختلف تمہیدوں سے انہیں نصیحت کی لیکن بے سود۔ میرے بھائی محمد زبیر خالی ہاتھ تھے۔ اس لیے مجبور تھے۔

اسی اثنا میں رستم وقت دایہ چوغطہ کی شمشیر خارا گذار نیام معارہ سے اژدہا کی طرح نکل آشبار ہوئی اور وہ ان بھگوڑوں کے پیچھے بھاگا۔ ان میں سے ایک نے دایہ چوغطہ پر نیزے کا وار کیا۔ نیزے کی نوک دایہ مذکور کی تلوار کے نیام میں سے ہو کر کمر بند تک پہنچی۔ دایہ نے نیزہ اس سے چھین محمد زبیر کے حوالے کیا اور پھر ان کا پیچھا کیا۔ وہ تمام ون کے ایک گھنے درخت تلے آ گئے۔ دایہ نے میرے بھائی کو آواز دی کہ صاحبزادہ محمد زبیر پہنچو۔ میں نے ان بھگوڑوں کو اس درخت تلے گھیر لیا ہے۔ میں اب اندر جاتا ہوں اور ان موت کے منہ میں گھُسے ہوؤں کو ایک ایک کر کے نکالتا ہوں۔ جو زندہ نکل آئے اور بھاگنے کا ارادہ کرے۔ تم تازی سوار ہو۔ نیزے سے اُس کا بدن چھید دو۔

اسی اثنا میں وہ بوڑھا آنحضرت کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ یا حضرت میں ان بدبختوں کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ یہ چک مغل مذکور کے سید ہیں چونکہ انہوں نے آپ کو بلا ہتھیار دیکھا اس لیے مال کی طمع کی اور راستے میں آ چھپے اور حملہ آور ہوئے۔ میں آپ کو خبر کیئے دیتا ہوں۔ آگے آپ مالک ہیں۔

آپ نے سنتے ہی دایہ مذکور اور میرے بھائی محمد زبیر کو بلند آواز سے فرمایا کہ خبردار! ان پر وار نہ کرنا۔ زخمی نہ کرنا۔ انہیں صحیح سالم میرے پاس لاؤ۔ آپ کے حکم کے موافق چوغطہ نے انہیں آواز دی: او نامرادو! اگر زندگی چاہتے ہو تو باہر نکل آؤ۔

marfat.com

چونکہ وہ بزدل ہو گئے تھے۔ انہوں نے باہر نکل چوغطہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور عاجزانہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے سادات کا نام سن کر درگزر کیا چونکہ اب ادب ولحاظ سے آئے تھے۔ اس واسطے آپ نے فرمایا: جوانو! تمہیں رخصت اور اجازت ہے کہ اپنے گھروں کو چلے جاؤ اور دایہ کو فرمایا کہ ان کے ہتھیار اٹھالو اور سوار ہو جاؤ۔

پھر ہم آگے بڑھے اور ایک آبادی میں پہنچ کر باقی وقت آرام کر کے صبح اُن کے ہتھیار انہیں پہنچا دیئے اور آپ خیر پور کی طرف روانہ ہوئے۔

خیر پور میں وہ رہزن جو اپنے آپ کو سید بتلاتے تھے لیکن دراصل بیہودہ اور آوارہ تھے۔ آنحضرت کے ڈیرہ پر بہت نعمت دیکھ کر کھانا کھانے کی خواہش لیے ڈیرہ پر پہنچے۔ درویشوں نے انہیں پہچان لیا اور ان کو سزا دلانے کے لیے آنحضرت کے پاس لے گئے اور عرض کیا کہ یا حضرت وہ ڈاکو سب کے سب دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ نے یہ سنتے ہی دسترخوان پر سے اُٹھ کر طرح طرح کی نعمتوں سے بھرے ہوئے تھال خود دست مبارک سے اُٹھا اور کچھ درویشوں سے اٹھوا۔ اُنہیں کھانا کھلایا اور پوشیدہ طور پر انہیں کچھ اور بھی عطا فرمایا اور نہایت عزت کے ساتھ روانہ کیا اور درویشوں کو تنبیہ کی کہ خبردار یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے اور نہ اُن کی ہتک کی جائے۔

یہ تمام اخلاق کریمانہ اور حکم خدا پر عمل درآمد اس واسطے تھا کہ **امر بالمعروف واعرض عن الجاهلين** پر کاربند ہوں۔

آپ اکثر ملتان میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ مفلس بیماروں کا علاج معالجہ کیا جائے جو اطراف وجوانب سے آتے ہیں۔ انہیں اپنے مکان میں رکھ کر خود طبیبوں کو بلانے جاتے اور ان کا علاج کرواتے اور ان کا سارا خرچ خود براشت کرتے تھے اور جمعہ کے روز عموماً اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کیا کرتے۔ جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرتے۔ واعظوں کا وعظ سنتے۔ دادخواہوں کو ناظم کی سرکار سے ظاہری باطنی مدد دے کر بامراد کرتے اور بے خرچ مسافر جو آپ کے ڈیرے پر آتے، انہیں لنگر میں سے کھانا کھلاتے۔

marfat.com

جب آپ ملتان سے لوٹتے تو لنگر فیض اثر کے اخراجات کے قرض خواہ آ جاتے جن کا قرضہ فوراً ہی راہ میں ادا کرتے چونکہ یہ آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ ایک دفعہ جب ملتان سے چلے تو ازراہ شفقت مجھے قرضہ کی فہرست دکھائی۔ میں نے وہ فہرست دیکھ کر گستاخانہ عرض کیا کہ آپ نے اتنے سو روپے خرچ کر ڈالا لیکن اپنی نادانی کے سبب یہ نہ سمجھا کہ یہ سب خدا کی راہ میں صرف ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا: بیٹا! دیکھو میں نے اتنا روپیہ خرچ کر ڈالا لیکن اپنے لیے جوتا نہیں خریدا۔ حالانکہ پرانا جوتا مجھے تکلیف دے رہا ہے اور ملتان میں عمدہ۔ نرم اور نفیس جوتے تیار ہوتے ہیں اور میرے پاؤں بھی ملتانی جوتا کے خوگر ہیں۔ میں نے قناعتاً نیا نہیں خریدا اسی پر اکتفا کیا ہے۔

جب میں نے بغور دیکھا تو واقعی آپ کے پائے مبارک کو پرانے جوتے کے سبب تکلیف تھی اور جوتی بھی تین چار مقام پر مرمت کی ہوئی تھی۔

آنخضرت کا معمول تھا کہ آپ کے تھیلے میں سرمہ دانی۔ قلم دوات اور تھوڑا اتریھلہ یعنی اطریفل خشک شیشی میں بند پڑا رہتا۔ آپ وقت بے وقت بلا ضرورت ظاہری اس میں سے تھوڑا استعمال کرتے۔

جب آپ ملتان سے تشریف لاتے تو ایک ۲ دو بوتلیں خالص سرکہ کی ہمراہ لاتے اور گھر میں رکھتے۔ گو آپ کو قدیم سے نزلہ کا عارضہ تھا اور کھٹی چیزیں خصوصاً سرکہ نزلہ کے لیے بہت مضر ہوتا ہے لیکن پھر بھی کبھی کبھی اتباع سنت کے لیے استعمال کرتے کیونکہ گھر میں سرکہ رکھنا ثواب اور سنت نبوی ﷺ ہے۔

حافظ مسلم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ لیہ کمال خاں کی اسی مسجد میں ٹھہرے جہاں میں رہا کرتا تھا۔ لیہ کمال خاں میں بہت سے مسلمان قیدی آئے۔ اس رات ماہ رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ آپ نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ اتنے قیدی آج جیل میں آئے ہیں ان کے لیے دال روٹی علیحدہ تیار کرنا۔ وہ وقت پر تیار کر لایا تو آپ نے پوچھا: کیا کوئی مجلس میں ایسا شخص ہے جو ان بے چاروں کو کھانا پہنچائے تاکہ وہ سحری کھا کر روزہ رکھیں۔ کسی نے

marfat.com

جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا کہ یہ میرا ہی کام ہے میرے سوا کسی کو سپاہی لوگ پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے چونکہ سردی کا وقت تھا۔ آپ نے کمبل اوڑھ لیا اور دال کا دیگچہ سر پر رکھ لیا اور روٹیاں ہتھیلی پر اور اندھیری رات میں اکیلے روانہ ہو گئے۔

قید خانے کے دروازے پر جا کر آواز دی کہ سپاہیو! فقیر غلام باہو قیدیوں کی روٹیاں اُٹھائے دروازے پر کھڑا ہے۔ محافظوں نے دست بستہ آ کر دال اور روٹیاں آپ سے لیں۔ اور قیدیوں کو کھلائیں۔ آپ پھر مسجد میں آ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

ایک دفعہ آپ نے ماہ رمضان میں چند روز متواتر نہ سحر کے وقت کچھ کھایا نہ افطار کے وقت۔ مجھے اس حال کی کوئی خبر نہ تھی۔ آپ عصر کی نماز کے وقت جامع مسجد حضوری میں پہنچ جاتے۔ تاکہ نمازیں باجماعت ادا کریں۔ قرآن شریف سنیں اور وہیں تراویح ادا کریں۔ ایک روز میں نے افطار کے وقت پہلے ایک خادم کے ہاتھ کھانا بھیجا۔ پھر خود افطار کیا اور اس کے بعد فوراً ہی نماز مغرب باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجد پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ورد وظیفہ میں مشغول ہیں اور دوسرے لوگ روزہ افطار کر رہے ہیں۔ میں حیران رہ گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو آپ کے پاس کھانا نہ پایا۔ میں نے پوچھا: حضرت آپ کو کھانا پہنچا۔ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا کھالیں۔ کچھ جواب نہ دیا۔ پھر میں نے عرض کیا: حضرت کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ فرمایا: قیامت تک گرم رہے گا۔ پھر میں نے پوچھا: کیونکر ٹھنڈا ہوگا۔ آہستہ سے میرے کان میں فرمایا۔ میں نے گرما گرم ایک درویش کو کھلا دیا۔ اس لیے وہ قیامت تک سرد نہیں ہوگا۔ میں سن کر خاموش ہو رہا۔

اس کے بعد میں نے خیال رکھا۔ جب سحر کا وقت ہوا اور میں حاضر خدمت تھا آپ ورد وظیفہ میں مشغول تھے۔ میری چھوٹی بہن جو ابھی کم سن تھی، آپ کے لیے کھانا لے کر مصلے کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو وہ آہستہ اور نرم آواز میں کھانا کھانے کے لیے عرض کرتی۔ آپ اور نفل شروع کر دیتے۔ حتیٰ کہ جب وقت اخیر پر پہنچا اور پھر عرض کیا: تو فرمایا کہ دیکھو فلاں ستارہ کس مقام پر ہے۔ خدمت گار نے باہر جا کر دیکھا اور ستارے کا حال عرض کیا: تو فرمایا کہ کھانا لے جاؤ اب وقت نہیں رہا۔ آپ نے بن

marfat.com

کھائے پئے روزے کی نیت کرلی اور یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

میں یہ حالت دیکھ کر حیران باہر نکل آیا۔ ہم نے ایک دوسرے سے پوچھا تو اس معصومہ نے کہا کہ بھائی جان آج کئی روز سے ابا جان اسی طرح کرتے ہیں کہ کھانا نہیں کھاتے اور روزہ رکھ لیتے ہیں۔ افطار کی مجھے خبر نہیں کہ کھاتے ہیں یا نہیں کیونکہ کھانا مسجد میں بھیج دیا جاتا ہے۔

چونکہ گذشتہ افطار کے وقت کی مجھے خبر تھی۔ میں نے بیان کیا۔ ہم سب حیران رہ گئے۔ آنحضرت کے ملال کے خوف سے ہم نے بات چیت نہ کی۔

آپ نے ماہ رمضان کے کئی روزے اسی طرح رکھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر حدیث "ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" میں رات اپنے پروردگار کے ہاں رہا۔ اُسی نے مجھے کھانا کھلایا اور اُسی نے پلایا۔

گفت پیغمبر بود از امتم
کو بود ہم جوہر وہم ہمتم

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایسے شخص بھی ہوں گے جو میرے ہم جوہر اور ہم ہمت ہوں گے"۔ کیونکہ آپ نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پرورش پائی تھی۔

ایک روز میں حاضر خدمت تھا۔ کہ دولت خانہ میں آنحضرت کے سامنے تازہ پراٹھا رکھا گیا۔ آپ نے وہ اُٹھا کر ایک درویش کو دے دیا اور خود مسکینوں کے لنگر سے جو کی روٹی منگا کر کھانی شروع کی۔ مجھے فکر ہوئی کہ آپ کی حالت بڑھاپے کی ہے اور دانت کمزور ہیں۔ آپ کو تکلیف ہوگی۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! آپ کے دانتوں کا حال معلوم ہے۔ کمزوری حد سے زیادہ ہے۔ یہ سخت روٹی کیونکر کھائیں گے۔ فرمایا: ہمارے دانت ہیں۔ میں نے پوچھا کیونکر؟ فرمایا: دیکھو۔ اس روٹی کا ٹکڑا توڑ کر دونوں ہتھلیوں میں مل کر کھایا اور ساتھ پانی کا ایک گھونٹ پیا۔ اس طرح حسب ضرورت تناول فرمایا۔ والسلام۔

آنحضرت کا معمول تھا کہ جب آپ ماہ محرم الحرام کا چاند دیکھتے تو آپ پوشیدہ طور پر روزہ رکھنا شروع کر دیتے۔ محرم شریف ختم ہوتے دس روزے ضرور رکھتے اور آنحضرت

marfat.com

ﷺ کی ذریت اوراہل بیت کی مصیبتوں کے غم میں اس قدر مغموم رہتے کہ کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ آپ کی خدمت میں حالات عرض کرتے۔

ان دنوں آپ اکثر چادر بطور برقع اوڑھے رہتے۔ اس واسطے کہ ہر وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے اور بہاری بادل کی طرح آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے اور غم واندوہ کی زیادتی کے سبب آپ بات نہیں کر سکتے تھے۔ دن رات ماتم زدہ رہتے تھے۔

آپ کو مرثیہ یا کتاب روضۃ الشہداء کے سننے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ان دنوں جو کوئی آپ کی صحبت مبارک میں بیٹھتا۔ اس پر بھی تاثیر ہو جاتی۔

عشرہ کے روز ضرور خانقاہ مقدس کے سامنے مجلس قائم ہوتی اور اہل بیت اور ذریت خصوصاً دشت کربلا کے مصائب کا ذکر ہوتا یعنی جنگ نامہ پڑھا جاتا اور وہ بھی اہل سنت و لجماعت کے عقائد کے موافق اور اس مجلس میں اس قدر غم واندوہ ہوتا کہ کئی درویش بے ہوش اور نیم جان ہو جاتے۔

جب قصہ ختم ہونے کو آتا تو آپ پر ایسی حالت طاری ہوتی کہ آپ کی جان کا خطرہ ہوتا اور درویش پاس ادب کے لیے قصہ خوانوں کو قصہ پڑھنے سے باز رکھنے کے لیے اشارہ کرتے اور آپ غم میں غوطہ لگا کر ایسی حالت میں رہتے کہ تحریر وتقریر سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ معاملہ حال کا ہوتا نہ قال کا۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ و ذریتہٖ اجمعین ابداً ابداً ط

آنحضرت کے نور منزل دل میں سادات عظام کا ادب اس درجہ تھا کہ جب کوئی سید آپ کی مجلس میں شریک ہوتا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوتے اور اس قدر فروتنی سے کام لیتے کہ ایسا معلوم ہوتا کہ آپ نے خاص اسی سید سے فیضان باطنی حاصل کیا ہے اور یہی شخص آپ کا پیر ہے۔

ایک روز ایک رئیس کی شادی کے موقع پر میں حاضر خدمت تھا چونکہ اس ملک (علاقہ) چناب میں بے علمی اور جہالت خصوصاً دہقانی رسومات اور جاہلانہ تشیع بکثرت

marfat.com

ہیں۔ایک نوجوان سید بڑا رئیس اور دولتمند جو بدکار۔شرابی۔زرد لباس پہنے خوب اکڑ کر منہ میں حقہ لیے چارپائی پر بیٹھا تھا۔اسی اثنا میں آنحضرت چند درویشوں سمیت تجدید وضو کے لیے وہاں سے گزرے۔اس کے حالات دیکھ کر آپ نے پہلوتہی کی اور منہ موڑ کر ابھی چند قدم گئے تھے کہ اچانک لوٹ کر اسی سید کی خدمت میں آئے اور سلام کلام کے بغیر اس سید کے قدموں کے پاس ناپاک زمین پر ہی بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اس سید کے پاؤں پر رکھ کر اپنے چہرے اور ڈاڑھی پر ملے اور چپ چاپ اٹھ کر وضو کے لیے چلے گئے۔

ہم سب اس وقت آپ کی پیٹھ پیچھے کھڑے تھے۔میری ناقص عقل میں آیا کہ آنحضرت نے اس سید کی ظاہری حالت اور ٹیپ ٹاپ دیکھ کر اس سے چشم پوشی کی اور پہلوتہی کی۔پھر جب اس کے اصل نسب پر نگاہ کی تو جو اس جناب کے شایانِ شان تھا۔آنحضرت رسالت مآب صلی اللہ کے باطنی فیضان سے آپ کے فیض منزل دل پر فیضان متجلی ہوا اور مریدانہ آداب کامل عقیدہ سے بجالائے۔**والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔**

آپ کے قریب وجوار کے زمیندار ہمسائے مہرداد اور مہر بہاب کسی ضرورت کے لیے آپ کو اس گاؤں میں جہاں کے مالک سید کہلاتے تھے لے گئے۔آپ رات کو ان کے مکان پر رہے۔جاڑے کا موسم تھا۔اس گاؤں کے مالک مذکورہ بالا سید کی طرح جہالت اور ہرزہ کاری کی بدمستی میں مشہور تھے۔اسی خاص مکان میں اُترے۔گویا ضدین جمع ہوئیں۔عشاء کے وقت آنحضرت کے سامنے ہی شراب خوری کی محفل آراستہ کردی۔آپ عشاء کی نماز کے بعد تمام رات نہایت وسیع حوصلہ سے ورد وظائف میں مشغول رہے اور خدا کی یاد کرتے رہے۔اس شراب خوری کا اثر آپ کے دل پر کچھ بھی نہ ہوا اور نہ کسی قسم کا خلل یا فتور آپ کے مبارک دل پر آیا۔وہ پژمردہ گروہ خود بخود اس اپنی بدعملی اور بداقوالی سے کثرت نشہ اور لغویات کے سبب تھک کر چلا گیا اور اپنا مکان خالی کردیا۔

آپ ساری رات خالی مکان میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے۔گویا کہ دونوں جہان سے قطع تعلق کر کے حضور میں رہے۔آپ نے نہ ماسوی اللہ کو دیکھا نہ سنا۔

marfat.com

دوسرے روز جب وہاں سے واپس تشریف لائے اور خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے گذشتہ رات کا ذکر تک نہ کیا۔ حالانکہ آپ ازراہ شفقت مجھ مسکین کو اپنے تمام حالات بتا دیا کرتے تھے بلکہ مدت تک آپ نے اس بارے میں کوئی بات نہ کی۔ اتنا بھی ہم نے مذکورہ بالا شخصوں سے پوشیدہ طور سنا جنہوں نے آنحضرت کو وہاں لے جانے کا افسوس کیا۔

ایک سرکش بیدین پرلے درجے کا جاہل اور شرارتی اور غلیظ اپنے آپ کو سید کہلواتا تھا اور دنیاوی مردار کی طمع سے ہمارے ایک حاسد کی انگیخت میں آ کر طرح طرح کے فتنہ وفساد برپا کر کے ہمیں تکلیف دیتا تھا اور تنگ کرتا تھا۔ اُس نے ایک روز ہمارے پڑوس کے بعض دوستوں کے سامنے ہمیں بُرا بھلا کہا اور گالیاں دیں۔

دوستوں نے غائبانہ طور پر آنحضرت کو سارا ماجرا سنایا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا۔ اے سلطان حامد! فلاں شخص نے بلا سبب اور بے وجہ بیہودگی کی ہے۔ تم وہ گالیاں انہیں الفاظ میں بیان کرو کہ اُس نے کیا کہا۔ تاکہ ہمارا دل بھی جوش میں آئے۔ کیونکہ مجھ سے بغیر جوش کچھ نہیں بن پڑتا۔ میں اُس کے حق میں نہ کچھ کہہ سکتا ہوں نہ کچھ کر سکتا ہوں چونکہ خاندان کے حق میں میری زبان سے گالی کا نکلنا ناممکن تھا۔ آپ بہت فرماتے رہے لیکن میں خاموش رہا۔

اس وقت آپ تانبے کا لوٹا لے کر وضو کر رہے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر آپ نے لوٹا لڑھکا دیا اور مجھے فرمایا کہ جا تو نے کچھ نہیں کہا۔ مجھے اس اسم مبارک کا ادب ملحوظ ہے یعنی ''سید'' کا۔ اب ہم اپنا انصاف جناب سرور کائنات ﷺ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ خود ہی عدالت کرینگے۔

اتنا فرما کر خاموش رہے اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑے عرصے بعد وہ شخص اور اُس کا بڑا لڑکا حکم الٰہی سے مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر راہیٔ مُلک عدم ہوئے۔

مجھے یاد ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے دو تین لڑکے مفلسی کی حالت میں آنحضرت کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہمارا باپ مر گیا ہے اور چور زبردستی ہمارا مال

marfat.com

اسباب لوٹ کر لے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی لے گئے ہیں۔ بھوکے ننگے گڑ گڑائے۔ آپ نے اُن کا حال دیکھ کر ان کے سر پر دست شفقت رکھا اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے۔ انہیں نئے کپڑے پہنائے۔ اور، اور بھی کچھ عطا فرمایا۔ گویا ان میں باہمی کوئی شکوہ شکایت نہ تھا۔ یہ سب کچھ جناب سرور کائنات ﷺ کے اسم مبارک کے ادب اور بے کینہ سینہ کی صفائی کی وجہ سے ہوا۔

آنحضرت کی یہ عادت تھی کہ سادات عظام سے آگے نہ بڑھتے۔ اگر سید پا پیادہ چلتے تو آپ بھی گھوڑی پر سوار نہ ہوتے بلکہ لگام ہاتھ میں لے کر پا پیادہ چلتے اور سیدوں کے گھر پا پیادہ ننگے پاؤں جاتے۔

ایک روز ایک صحیح النسب سید نے از راہ ارادت آنحضرت کے نعلین مبارک صاف کر کے آپ کے پائے مبارک کے پاس رکھے۔ آپ نے جس مکان میں جانا تھا ننگے پاؤں روانہ ہوئے۔ آپ کے خادم نعلین مبارک اُٹھائے آپ کے پیچھے آ رہے تھے لیکن آپ نہ پہنتے تھے۔

سید صاحب نے جب بہت منت وسماجت کی تو آپ نے فرمایا: اے سید امیر شاہ! اگر تم اس بات کا پکا اقرار کرو کہ پھر ایسا نہ کرو گے تو تمہارے کہنے سے پہن لوں گا۔ نہیں تو ساری عمر ننگے پاؤں رہوں گا۔ سید صاحب نے اقرار کیا اور آپ نے پائے مبارک نعلین میں رکھے۔

ایک دفعہ آپ کسی ضروری کام کے لیے پاس کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ رات وہیں رہے۔ آپ عصر کی نماز کے ارادہ سے ایک کنویں پر گئے اور پاس کی مسجد میں نماز ادا کرنے لگے۔ گاؤں کی عورتیں جو اس کنویں پر پانی بھرنے آئیں۔ وہاں انہوں نے بے ہودہ گوئی شروع کی چونکہ آنحضرت کا معمول تھا کہ عصر کی نماز ادا کر کے نماز مغرب تک اور پھر عشائین کا ورد وظیفہ بھی اسی مصلے پر بیٹھ کر ادا کرتے تھے۔ اس واسطے آپ کو ضرورتاً وہاں بیٹھنا پڑا۔

جب پھر تشریف لائے تو مجھے فرمایا: بیٹا! کل میں نے عجب حالت دیکھی کہ ایسی فحش

گوئی میں نے اپنی ساری عمر میں نہیں سنی چونکہ ایسی حالت میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اس لیے مجھے فکر ہوئی کہ بڑا نیک زمانہ ہے کہ اُمت کا یہ حال ہو گیا ہے۔ سونے تک اسی سوچ بچار میں رہا۔ حتیٰ کہ سو گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک مسجد میں نہایت لطیف اور پاکیزہ فرش بچھا ہوا ہے اور اس میں عورتوں نے محفل جما رکھی ہے اور ان میں سے ایک عورت بلند مقام پر بیٹھ کر سر حلقہ بن کر آیات واحادیث شریفہ کا وعظ ساری رات کرتی رہی ہے۔ جس سے حالتِ جذبہ اور وجد ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ تہجد تک یہی حالت رہی۔ میں اُس کے اثر سے متاثر ہو کر اُٹھا اور اپنے آپ میں تاثیر پائی۔ میں اس حال سے بہت ہی حیران ہوں کہ دن کے وقت تو عورتیں اس قدر فحش بکیں جو میں نے پہلے کبھی نہ سنا اور رات کو عالم اسرار میں اُن کا یہ معاملہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ دن کے وقت فحش سننے سے جو ملال ہوا تھا۔ اس کے بجائے اب اللہ تعالیٰ کا ذوق وشوق پاتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتا ہوا قدرت حق سے متعجب رہا۔ فقط۔

اے دینی بھائیو! اور یقینی یارو! میرے نیاز منزل دل میں تو اس کا سبب یوں گزرا ہے کہ آنحضرت کو مادر زاد دولت اور خداداد عصمت حاصل تھی۔ عورتوں کی واہیات بکواس سن کر آپ کا نور منزل دل ملول اور فکر مند ہو گیا تھا۔ پس حق تعالیٰ کی ذات نے جو اپنے اولیاء اللہ کے نور منزل دل پر رحمت اور انوار کا فیضان کرتی ہے۔ آنحضرت کے دل کو پُر ملال پا کر فرشتوں کو عورتوں کی صورت میں کہ واصل فرشتے بھی انسانی شکل کے ہوتے ہیں بھیجا۔ تا کہ آنحضرت کے دل سے ملال دور ہو جائے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

مُلکِ کچھی بہاول خاں کا سفر کرتے ہوئے خاص بہاولپور میں بمقام طویلہ رنگا پٹولی میں حاضر خدمت تھا۔ تہجد کی نماز کے بعد یاد الٰہی میں مشغول تھے اور چراغ روشن تھا اور اس طویلے میں گھوڑے بندھے ہوئے سبز گیہوں کھا رہے تھے۔ میری سواری کی گھوڑی اچانک بیٹھ گئی۔ پھر اُٹھی پھر گری اور گھبرائی۔ معلوم ہوا کہ اسقاط حمل ہوا چاہتا ہے آپ نے فرمایا: اے سلطان حامد! تمہاری گھوڑی عمدہ اور اچھی نسل کی ہے اور پہلی دفعہ گابھن ہوئی ہے۔ اسے تکلیف ہے۔ دیکھ اس کی کیا حالت ہے۔ جب میں گیا تو دیکھا کہ اسقاط حمل کی تکلیف

marfat.com

میں ہے۔ میں نے آ کر عرض کیا: آپ نے گھڑی سوچ کر فرمایا بیٹا جاؤ دیکھو، کچھ آرام ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کیا ابھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: تازہ گھاس اس کے سامنے رکھو۔ میں نے ویسا ہی کیا تو گھوڑی فوراً اُٹھ کر کھانے لگی۔ آپ نے فرمایا: آؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تمہاری گھوڑی تندرست ہو گئی ہے۔

جب میں نے آپ کو متوجہ پایا تو عرض کیا: یا حضرت! بھائی حافظ صالح محمد جو اس ملک (علاقہ) میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں منسوب ہے اور ابھی معرض التوا میں ہے آپ توجہ فرمائیں کہ سرانجام ہو جائے۔ فرمایا: بیٹا! دو ۲ ہزار روپے چاہئیں۔ تب کہیں اسم و رسم کے مطابق شادی سرانجام ہو۔ بلا سوچے میری زبان قاصر بیان سے آپ کی مرضی کے خلاف یہ الفاظ نکل گئے کہ یا حضرت آپ کے لیے دو ہزار روپیہ جمع کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔

آپ کو افشائے راز یا تعریف وغیرہ بہت ہی ناپسند تھے۔ یہ الفاظ سن کر آپ کے چہرہ مبارک پر ملال کے آثار نمایاں ہوئے اور مجھے جھڑک کر فرمایا کہ ہمیں دو ہزار کی کہاں توفیق ہے۔ ہم ایک ایک روپیہ کے لیے دربدر مارے پھرتے ہیں۔

حضرت نے بارہا ازراہ شفقت مجھے فرمایا تھا کہ بیٹا! ہمارے پاس اور تو کچھ نہیں صرف اتنا ہے کہ میرا سوال رد نہیں کیا جاتا۔ قبول کیا جاتا ہے۔ اس لیے میں نے عرض کیا ابا جان! خود فرمایا کرتے ہیں کہ میرا سوال درگاہ کبریا سے لوٹایا نہیں جاتا۔ وہ مجیب الدعوات جل جلالہٗ قبول فرمالیتا ہے۔ تاکہ وہ قبول کر کے ہماری مراد پوری کرے۔

چونکہ آپ نے بارہا فرمایا تھا۔ اس لیے اس سے پہلو تہی نہ کی اور ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھ کر فرمایا۔ بیٹا! تم ہمارا ستر سالہ روزہ تڑوانا چاہتے ہو۔ ہماری اتنی عمر ہونے کو آئی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں مانگا اور کوئی مراد نہیں مانگی۔

جب بات یہاں تک پہنچی تو جواب سوال بند ہو گئے۔

یارو! چشم عبرت کھول کر عارفوں اور عاشقوں کی ہمت دیکھنی چاہیے کہ ظاہر میں دنیاوی تعلقات میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور باطن میں ہر دم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے

marfat.com

ہیں۔ظاہر میں عوام سے گفتگو کرتے ہیں لیکن باطن میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتے ہیں بلکہ اس کی ذات میں محو رہتے ہیں۔

باوجود اس قدر تعلقات۔رکاوٹوں۔مصیبتوں اور ضرورتوں کے اس سے اُس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے اور مقام وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا ''اور ان کے سینوں میں اس کے سوا جو نہیں دیا گیا ہے کوئی حاجت نہیں'' میں قائم ہے۔ (۵۹-۹)

شروع عمر میں مجھے کھیتی باڑی کا بہت شوق تھا۔میں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا: یا حضرت! اگر اجازت ہو تو ملک ناڑی کی سیر کو جا کر وہاں کی نذروں سے بیل خرید کر کھیتی باڑی کروں۔آپ نے اجازت دی۔ہم اسباب گھوڑے خیمے اور رفیق لے کر روانہ ہوئے۔آپ از راہ شفقت ملتان تک خود میرے ساتھ آئے اور ملتان میں قیام کیا۔ وہاں سے رخصت ہوتے وقت مجھے نصیحت کی کہ بیٹا! فلاں راستے جانا اور بہاولپور میں رنگا پٹولی کے مکان پر رات گزارنا۔پھر دوسری طرف ٹبی میں لعل خاں داؤد پوترہ کے مکان پر قیام کرنا۔اگر میرے بھائی حافظ احمد دین وہاں تم سے ملاقات کریں تو سلام کے بعد میرا یہ پیغام دینا کہ بھائی حافظ احمد دین اگر آپ کی لڑکی کے بال اُس کے دانتوں کی طرح سفید ہو جائیں۔ہم مُلکِ داؤد پوترہ میں شادی کے بندوبست کے لیے نہیں آئیں گے۔اگر آپ مع اعیال واطفال اپنے جد بزرگوار کی خانقاہ مقدس میں آجائیں تو وہاں شادی کا انتظام کیا جائے گا۔

پھر وہاں سے سوار ہو کر تین رات احمد پور میں عبداللہ شاہ سید کے مکان پر رہنا۔میں نے آپ کے حکم کے موافق منزل بمنزل بہاولپور پہنچ کر رات بسر کی صبح سوار ہو کر ٹبی میں لعل خاں کے مکان پر اُترا۔عصر کے وقت میں نے دیکھا کہ میرے چچا حافظ احمد دین صاحب اپنے گھر سے یہاں آپہنچے ہیں۔میں نے ملاقات کی۔لوٹتے وقت پھر آپ کی خدمت میں جا کر اپنے ہاتھ سے آپ کے پاؤں کو دبانا شروع کیا۔اس موقع پر باادب آنحضرت کا پیغام لفظ بلفظ عرض کیا: چچا جان نے فرمایا: اگر تمہارے باپ کو بلندی اور عروج حاصل ہے تو ہم رشتہ دار ہیں۔یہ برادری کا معاملہ ہے۔اس میں ہم برابر ہیں۔ہماری لڑکی ہمارے گھر

marfat.com

میں ہے۔ اگر باپ کے گھر میں رہے گی تو بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔ ہم شریف خاندان کے ہیں۔ ہم ہندوؤں کی طرح وہاں جا کر شادی نہیں کریں گے اور اپنی لڑکی تمہارے گھر لے جا کر نکاح نہیں کریں گے۔ اگر تم اونچے ہو تو اپنے گھر۔ ہم مسکین ہیں تو اپنے گھر۔ فقط۔

صبح میرے چچا جان واپس اپنے گھر گئے۔ گویا صرف پیغام سننے آئے تھے میں حسب الحکم احمد پور پہنچ کر آنحضرت کے مرید عبداللہ شاہ کے مکان پر اُترا۔ پہلی ہی رات وہاں اعلیٰ درجے کے اسرار، مقامات اور وجد پائے۔ اگرچہ ظاہر میں چارپائی پر تھا لیکن حقیقت میں اسرار علیا مجھے عروج پر لے گئے۔ ساری رات انہیں معاملات میں گزری وہ معاملہ حال کے متعلق ہے قال میں نہیں آ سکتا۔

یہ سب کچھ اس واسطے تھا کہ آنحضرت گو بظاہر ملتان میں بیٹھے تھے لیکن باطن میں توجہ کی نگاہ مجھ پر تھی۔ کسی منزل پر آپ کی توجہ سے خالی نہ رہا۔ یہ معاملات آپ کی نظر فیض اثر اور توجہ کے سبب سے ظہور میں آتے تھے۔ خواہ آپ سو ۱۰۰ میل کے فاصلے پر تھے لیکن توجہ کی تاثیر ایسی تھی جیسے ایک قدم پر ہوتی ہے۔

اولیاء اللہ حاضر مے بود در ہر مقام
گرچہ باشد ظاہرش باخاص و عام

''اگرچہ اولیاء اللہ ظاہر میں خاص و عام سے ملے رہتے ہیں لیکن باطن میں ہر مقام پر موجود ہوتے ہیں۔''

دوسری رات بھی میں عبداللہ شاہ کے مکان پر تھا۔ جب ایک آدھ پہر رات گزر گئی تو دروازے کے باہر کسی نے آواز دی۔ سلطان حامد یہاں ہے۔ میں سویا ہوا تھا آواز جو سنی، سر اُٹھایا اور خادم کو کہا دروازہ کھولو اور دیکھو کون آواز دے رہا ہے۔ خادم نے باہر جا کر پوچھا تو کون ہے؟ کہا۔ حافظ احمد دین کا بیٹا خدایار سلطان حامد کا چچیرا بھائی۔ ملاقات کے لیے آیا ہوں۔ میں متعجب ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا کہ اللہ اللہ اسے کس نے خبر دی کہ میں یہاں ہوں۔ پھر سمجھ میں آیا کہ اسے اس کے والد بزرگوار نے ملاقات کے حالات بتائے ہوں گے۔

marfat.com

القصہ چراغ روشن تھا۔ اندر آیا گلے ملے۔ اپنے پاس بٹھایا۔ اس کا گھوڑا بندھوایا۔ کھانا کھانے کے بعد جب ہم مجلس میں بیٹھے تو میں نے پوچھا کہ بھائی صاحب! ایسے اویرے (دیر گئے) کیسے آنا ہوا کہا۔ کل جب میرا باپ تم سے جدا ہو کر گھر پہنچا تو اُس نے مجھ سے ناراض ہو کر گھر سے نکل جانے کا ارادہ کیا چونکہ میرے لیے جائے ادب تھے اور آنکھوں سے معذور۔ اس لیے میں نے کہا۔ ابا جان! آپ کیوں جاتے ہیں؟ فرمایا: ہمارا تمہارا نباہ نہیں ہوسکتا چونکہ ابا جان نے مجھے بتایا تھا کہ آپ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اس لیے میں آپ کی طرف آیا ہوں۔ غنیمت ہے آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ چل کر ہماری صلح کرادیں۔

چونکہ قریبی رشتہ دار تھے۔ اس لیے صبح میں سوار ہو کر وہاں پہنچا۔ میں نے چچا جان سے وجہ پوچھی تو فرمایا: سلطان حامد اس کا اختیار ہے۔ اگر یہ نہیں جاتا تو میں جاتا ہوں اگر وہ جائے تو میں یہاں رہوں گا۔ بس یہی دو ۲ باتیں ہیں۔ ان میں سے جونسی چاہے منظور کرے۔

میں نے خدایار سے بیان کیا تو اُس نے کہا۔ میرا باپ آنکھوں سے معذور ہے۔ وہ ستر داری کو کہاں لے جائے گا۔ میں جوان ہوں۔ میرے لیے کوئی عیب نہیں۔ جہاں چاہوں بیٹھ جاؤں۔ وہ اپنے گھر بیٹھے رہیں۔

تب خدایار نے اُٹھ کر اُونٹ اور سامان جمع کیا اور ظہر تک وہاں سے کوچ کیا۔ شام تک فارغ ہوگیا۔

رات جب ہم نے آرام کیا تو ایک پہر رات باقی ہوگی کہ میرے چچا حافظ قرآن حافظ احمد دین صاحب اپنے معتبر حیدر نام کا ہاتھ پکڑے میرے خیمہ میں آئے اور فرمایا: سلطان حامد جاگتے ہو۔ میں نے عرض کیا: صاحب جاگتا ہوں۔ فرمایا: اُٹھو۔ ہمارا حال سنو۔ میں نے چارپائی پر بٹھایا۔ آپ نے تمہید باندھی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ اب ہم بھی یہاں نہیں رہیں گے۔ ہمیں بھی کہیں اپنے ہاتھ سے بٹھا جاؤ۔

میں نے عرض کیا چچا جان! آپ نے اپنے بیٹے کو بھی نکالا اور اب خود بھی یہ مقام

marfat.com

چھوڑتے ہو۔ یہاں آپ خسراچیوں کے مکان میں رہتے ہیں۔ دوسرے نامحرموں میں ستر داری کیونکر قائم رہے گی۔ آپ نے اصرار کیا۔ میں نے کہا۔ صاحب آپ گھر جا کر اپنے تمام آدمیوں سے مشورہ کرلیں۔ پھر جس طرح آپ فرمائیں گے کیا جائے گا۔

میرے عرض کرنے کے مطابق گھر تشریف لے گئے اور ایک گھڑی بعد حیدر مذکور کے ہاتھ مجھے بلا بھیجا۔ میں نے حیدر سے پوچھا: تم تو واقف کار ہو، میرے چچا جان کو یہ کیا خبط ہوا ہے کہا۔ صاحبزادہ سلطان حامد! آپ خود دانشمند ہیں۔ کیا آپ اس معاملہ کو نہیں سمجھتے۔

کئی سال گذرے آپ کے والد ماجد شیخ غلام باہو احمد دین صاحب کو اس ملک (علاقہ) سے لے جانے کے لیے تشریف لائے لیکن حافظ صاحب نے اُن کے کہنے پر عمل نہ کیا چونکہ وہ صاحب تصرف ہیں۔ اس لیے ان کے دلوں کو رسی ڈال کر کھینچے لیے جا رہے ہیں۔ اے صاحبزادہ! میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں یہاں کا خادم ہوں۔ آپ کو نہیں معلوم تمام رات میں آگ جلاتا رہا ہوں اور خاندان کے سارے آدمی بیٹھے رہے سب کے سب جاگتے رہے۔ کسی کو اونگھ تک نہ آئی۔ انہیں خانقاہ مقدس میں لے جائیں۔

میں اُٹھ کر چچا جان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے تمام آدمیوں کو ایک ہی جگہ بیٹھے دیکھا۔

جب میں نے اس معاملہ کی بابت سلسلہ جنبانی کی کہ صاحبان کیا یہ مناسب ہے کہ آپ بھی یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا چونکہ تم جنوب کی طرف سفر کے لیے جا رہے ہو۔ بہتر ہے کہ ہمیں خود اپنے ہاتھ سے کسی جگہ بٹھا جاؤ۔ میں نے کہا۔ اگر آپ اس جگہ کو چھوڑتے ہیں تو پھر اپنے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ پر جانا چاہیے۔

فرمایا۔ بیٹا! ہمیں منظور۔ ہمیں کسی جگہ بٹھا کر جانا۔ جب سفر جنوب سے بخیریت لوٹو گے تو ہمیں بھی ساتھ لے جانا۔ میں نے کہا۔ ملک تاڑی کی سیر کوئی ضروری نہیں۔ میں یہاں ہی سے آپ کے ساتھ خانقاہ مقدس تک چلتا ہوں۔ انہوں نے خوش دلی سے اجازت دی۔ میں اُٹھ کر اپنے خیمے میں آیا اُونٹ اور کجاوے لائے گئے اور منزل بمنزل شجاع آباد کی

marfat.com

راہ ملتان میں آئے۔

تمام اونٹ مال اسباب اور سوار پیادے تمام رفیق ملتان کے عالم پناہ دروازے کے باہر براہ راست روانہ کر کے خود اکیلا پاک دروازے سے گزرا اپنے والد بزرگوار کے ڈیرے پر پہنچا۔ آپ نے حالات پوچھے۔ میں نے تمام ماجرا عرض کیا: سنتے ہی آپ کا چہرہ مبارک دمک اُٹھا۔ فرمایا: بہت اچھا ہوا۔ یہ بھی تم نے اچھا کیا کہ محمل کو شہر کے باہر باہر روانہ کیا۔

آپ نے خادم کو فرمایا کہ میرے گھوڑے پر فوراً زین ڈالو۔ ہم بھی بھائی حافظ احمد دین اور اُس کے خاندان سے ملاقات کر آئیں اور ایک رات ان کے پاس گزار آئیں۔ فوراً میرے ساتھ روانہ ہو لئے اور لاہوری دروازے کے باہر محمل تک جا پہنچے۔ آپ نے میرے چچا جان اور اس کے خاندان کو مرحبا کہا اور قدم بقدم انکے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہر طرح سے ان کی دلداری کرتے رہے۔

جب ہم شہر سے نکلے تو آنحضرت نے اپنی سواری کی باگ آہستہ کر لی اور اپنے ہمراہیوں سے پیچھے رہ گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ مجھ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اشارہ سے فرمایا: بیٹا! جنوب کے سفر سے رہ جانے کا اندیشہ نہ کرنا۔ کیونکہ تم دو ہزار روپیہ کی فتوح کر آئے ہو۔ اب ہمیں اختیار ہے خواہ پانچ روپے سے برخوردار حافظ صالح محمد کی شادی کر لیں تو بھی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ یہ بھی خاندانی رسم ہے۔ اس میں آپ نے یہ بھی اشارہ کیا۔ جو میں نے بہاولپور میں رنگا پٹولی کے مکان پر تہجد کے وقت آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ یعنی میں نے دو ہزار روپے کے لیے عرض کیا تھا۔ یہ کام محض آپ کی باطنی توجہ سے سرانجام پایا۔ مجھے بھی شفقت سے اشارہ کیا۔ والسلام

میں آپ کی مرضی اور اجازت کے بغیر سفر کے لیے روانہ ہوا اور بڑے لمبے سفر کے ارادے سے نکلا۔ آپ بھی چند درویشوں کو ساتھ لے کر میرے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب ملتان پہنچے تو وہیں قیام فرمایا۔ بظاہر آپ فرماتے تھے کہ سفر بہت لمبا ہے۔ سامان کی تیاری کے لیے یہاں ٹھہرے ہیں۔ لیکن باطن میں آپ میری طرف متوجہ تھے۔ مجھے اپنے تصرف اور جذبہ سے اپنی طرف کھینچا۔ جہاں میں تھا وہاں سے بے اختیار آپ کی قدم بوسی کے لیے

marfat.com

واپس آیا اور منزل بمنزل ملتان پہنچا اور رات گزارنے کے لیے آنحضرت کے ڈیرہ میں آیا۔ ناگاہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھا۔ آپ اس وقت چھت پر بیٹھے تھے۔ لوگ مبارک مبارک کہتے تھے اور آپ سن کر خاموش تھے۔ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ میں نے اُتر کر قدم بوسی کی۔ شفقت کے مارے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا: بہتر ہوا آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ ورنہ ہمیں منزل بمنزل پہنچنا پڑتا۔ ہمارا اس ملک (علاقہ) میں کیا کام تھا۔

رمضان فقیر سے جو کہ خادم اور راز دار تھا۔ اس بارے میں پوچھا تو اُس نے کہا: میں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ جب آپ ملتان تک مار مار آئے تو یہاں آ کر کیوں بیٹھ رہے۔ فرمایا: ٹھہر ٹھہر یہیں آ جائے گا۔

آپ کو شیخ محمد یار صاجزادہ کی طرف سے رقعہ آیا کہ اپنے پوتے صاجزادہ غلام یٰسین کے ختنہ کی رسم شادی ہے فلاں تاریخ پر مع برادری مُلک (علاقہ) سندھ میں فلاں مقام پر تشریف فرما ہو کر رونق افروز مجلس ہوں۔

آپ بھائیوں اور صاجزادوں سمیت روانہ ہوئے۔ منزل بمنزل مسافت طے کرتے آئے۔ حتیٰ کہ قریب آ پہنچے۔ وہاں مقام کا ارادہ کیا۔ آپ نے بھائیوں اور صاجزادوں سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ گو انہوں نے شادی (خوشی) کا دن جمعہ لکھا ہے، لیکن آج جمعرات کو ظہر کے وقت ختنہ کی رسم ادا کی جائے گی۔ آج ہم نے پہلے ہی بہت فاصلہ طے کیا ہے۔ تب یہاں پہنچے ہیں اور ابھی بیس ۲۰ میل اور باقی ہیں۔ ہم پہنچ نہیں سکتے۔ تم جوان ہو۔ تازی سوار ہو۔ اگر گھوڑوں کو تیز کرو، تو بلا شک شادی (خوشی) کے موقع پر پہنچ سکتے ہو۔ صاجزادہ خیر محمد نے عرض کیا: یا حضرت! ان کی مہر لگا خط موجود ہے کہ جمعہ کے روز ختنے بٹھائے جائیں گے پھر وہ کیونکر آج کر سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے لیکن آج جمعرات کو ظہر کے وقت وہ ضرور ختنہ کی رسم ادا کریں گے۔

بھائیوں نے دوڑنے سے انکار کر دیا۔ میرے بھائی حافظ صالح محمد بیان کرتے ہیں:

marfat.com

کہ آپ نے میری طرف پورے طور پر متوجہ ہو کر فرمایا۔ بیٹا! تم بفضلِ خدا نو جوان اور توانا ہو اور تمہاری گھوڑی بھی بہت عمدہ اور تیز ہے۔ اگر گھوڑی دوڑاؤ تو ظہر کی نماز سے پہلے وہاں پہنچ سکتے ہو۔ اگر اس طرح کرو تو وقت پر حاضر ہو کر تنبول اور نثار شادی ادا کر سکتے ہو۔ میں آپ کا فرمان بجا لایا اور گھوڑی دوڑائی ظہر کے وقت وہاں پہنچا تو انہیں شادی کے کام میں مشغول پایا۔ میں بھی شریک محفل ہوا اور تنبول اور نثار شادی ادا کی۔

دوسرے روز جمعہ کے دن بھائیوں اور باقی صاحبزادوں سمیت تشریف لائے۔ مالک خلافِ وعدہ ہونے کے سبب شرمندہ ہوئے اور جو بھائی آنحضرت کے ساتھ تھے۔ انہوں نے متعجب ہو کر ماجرا بیان کیا۔ حاضرین مجلس نے جب آنحضرت سے اس معاملہ کی بابت پوچھا تو فرمایا: ہمیں قرینہ سے معلوم ہوا تھا۔ سب کے سب آنحضرت کی روشن دلی کے معترف ہوئے۔ والسلام۔

میری بھائی حافظ صالح محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں حیدر آباد کے سفر میں آنحضرت کے ساتھ تھا۔ آپ موضع کاٹھری میں جو پھلیلے کے کنارے پر ہے۔ اپنے محبوں کے ساتھ جو سادات عظام اور معشوق الٰہی ہیں ٹھہرے ہیں تو مجھے سفر کے رفع ملال کے لیے فرمایا کہ روزمرہ گھوڑے پر سوار ہو کر پیر عبدالرحمٰن مکی قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے جایا کرو اور پھر حیدر آباد کی سیر کر کے آیا کرو۔ میں آپ کے حکم کے موافق ایسا ہی کیا کرتا تھا۔

ایک روز راستے میں جب گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ عقیق کی تسبیح جو آپ نے وہاں سے لے کر مجھے مرحمت فرمائی۔ اتفاقاً ٹوٹ گئی اور تمام دانے بکھر گئے۔ میں نے گھوڑے پر سے اُتر کر تلاش کی اور دانے تو مل گئے صرف ایک دانہ نہ مل سکا۔ مجبوراً سوار ہو کر راہ لی۔

دوسرے روز پھر جب اس مقام سے گزرا تو بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ اسی طرح ہر روز تلاش کرتا لیکن وہ دانہ نہ ملتا۔ آخر میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حیدر آباد کی راہ میں ایک گم شدہ دانہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

ایک روز آپ مجھے ہمرکاب کر کے مذکورہ بالا زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاں دانہ گم ہوا تھا۔ اس جگہ کی آپ کو اطلاع نہ تھی۔ بغیر اطلاع آپ گھوڑے پر سے اترے اور

marfat.com

فوراً مٹی میں سے دانہ نکال کر فرمایا۔ دیکھو یہ تمہاری تسبیح کا دانہ ہے۔ میں نے آپ کا ہاتھ چوما اور دانہ مذکورہ لے لیا۔ فقط۔

ایک روز میں (سلطان حامد) اور حضرت شیخ محمد زبیر دونوں آنحضرت کے ساتھ تھے اور ملک چولستان میں پنوار نام کنویں پر عصر کی نماز کے وقت پہنچ گئے۔ پوس کے دن تھے کیا دیکھتے ہیں کہ اس کنویں پر کے مکانوں سے جنازہ نکلا ہے۔ جسے قبرستان میں لے جا رہے ہیں اور مرد عورت سبھی اُس کے گرد روتے ہیں۔ میرے بھائی محمد زبیر نے جو نہایت دانا اور ذکی تھے۔ عرض کیا: یا حضرت! ہم اچانک مصیبت زدوں کے مکان میں آ نکلے اور مشکل ہے کہ ہم ایسے وقت میں جب کہ سردی کا غلبہ ہے اور، اور کوئی گاؤں موجود نہیں کہاں جا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: آؤ۔ جب ہم آئے اور ماتم زدوں کی نگاہ آپ کے چہرہ مبارک پر پڑی اور آپ کی نورانی پیشانی دیکھی تو بے اختیار آپس میں خوشی کے نعرے بلند کرنے لگے کہ آیئے آیئے۔ مبارک مبارک۔ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں۔ سب کے سب آپ کی خدمت میں آ گئے اور جنازہ کو فراموش کر دیا۔ آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر خدمت ہو گئے اور آپ گھوڑی پر سوار آہستہ آہستہ اُن کے خالی گھروں کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور سب کے سب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو مبارک کہتے تھے۔

میں نے بچشم خود دیکھا کہ ان کا جنازہ آبادی کے باہر اکیلا چھوڑ دیا اور ایک بھی اُس کے پاس نہ رہا۔ اس حالت میں آنحضرت نے دیر کے بعد انہیں فرمایا کہ تمام شخصوں کو اجازت ہے کہ جنازہ لے جا کر دفن کریں اور مسمی بخش اور ابراہیم کو ہماری خدمات کے لیے یہاں چھوڑ جائیں۔

پھر آپ کے حکم کے موافق انہوں نے جنازہ اٹھایا اور قبرستان میں جا کر دفن کیا۔ آپ رات وہیں ٹھہرے۔ بخدا معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہاں ماتم ہوا ہے کیونکہ ان گھروں کے باشندے آنحضرت کی تشریف آوری پر اس طرح خوش تھے۔ جیسے عید کے موقع پر ہوتے ہیں۔ تمام زن و مرد نہایت خوشی سے آپ کی خاطر و مدارات کرنے لگے۔ یہ سب

marfat.com

کچھ آپ کے تصرف و یمن کے سبب تھا۔

آنحضرت کے صدق وعدہ کے بیان میں

آپ وعدہ کے اس قدر سچے تھے کہ ایک دفعہ ایک طالب علم جندوڈا قوم باٹہ نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے وعدہ کیا کہ اس سال موسم سرما کا لباس ہم دیں گے۔ جب جاڑے کا موسم آیا تو آپ انتظار کرتے رہے۔ آخر پتہ لگا کہ وہ شہر لیہ کے قریب قاضی صاحب کے گاؤں میں علم حاصل کرتا ہے۔ آپ اُس کی پوشاک مع کمبل لے کر اتنا فاصلہ طے کر کے اس گاؤں میں پہنچے اور اُسے کپڑے پہنائے۔ گاؤں والے جو اہل فضل و دل تھے۔ یہ بات دیکھ کر متعجب رہے کہ حضرت صاحب نے باوجود اس قدر حشمت و تمکنت اور سجادہ نشینی کی عزت کے اکیلے ایک درویش کی خاطر بذات خود اتنی تکلیف اُٹھا کر تشریف لائے۔

آپ کے بذات خود جانے کا مطلب یہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے پہنا کر زیادہ ثواب حاصل کریں۔ یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ شائد وعدہ کرتے وقت آپ نے فرمایا ہو کہ ہم خود تمہیں پہنچائیں گے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ اولیاء اللہ کے کام سراسر بھید ہوتے ہیں۔

آنحضرت جنوب کا سفر کرتے ہوئے بہاولپور داؤد پوترہ کے علاقہ کے شہر خیر پور ٹانویں میں تھے۔ گوٹہ قائم رئیس کے گردونواح سے مرید حاضر ہوئے اور چندروز رہ کر جاتی دفعہ آپ سے اقرار لیا کہ لوٹتے وقت ادھر تشریف لائیں۔ خیر پور کے محبوں کی دعوتوں میں بہت دن صرف ہوگئے اور جاتی دفعہ وہ وعدہ بھول گئے اور سیدھے نکل گئے۔

جب ملتان اور خیر پور کے درمیان پہنچے تو ان محبوں کا وعدہ یاد آیا۔ آپ وہیں سے لوٹے اور پھر دریائے نیلی سے مشرق کی طرف دو تین منزلیں طے کر کے منزلِ مقصود پر پہنچے۔ وعدہ پورہ کرنے اور محبوں کو راضی کرنے کے بعد پھر واپس تشریف لائے اور دریائے مذکور کو مغرب کی طرف سے عبور کر کے ملتان کی طرف روانہ ہوئے۔

جب میری شادی کے لیے آپ برات ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی طرف لے گئے اور سات منزلیں طے کر کے منزل مقصود کے قریب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مرید

marfat.com

حضرت شاہ مراد علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں پہنچے تو آپ نے مستورات کے کجاوؤں اور ہودوں کے اُترنے کا حکم دیا۔ مستورات نے وہاں ستر سرائے میں چند گھڑی آرام کیا اور اسباب وغیرہ کے لدے ہوئے اونٹ اور برادری کے سارے سوار اور معتبر سب پیادہ منتظر کھڑے رہے۔ آپ نے کسی کو آگے جانے کا حکم نہ دیا۔

جب میں نے بارہا آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ وقت تنگ ہو جائے گا اور لوگ گھبرا جائیں گے تو آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ اس وقت ستر سرائے کی لونڈیوں سے کانوں میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے اور مستورات کا ایما لیتے اور کسی کو اس حال کی خبر نہ تھی۔ آخر اپنی اور مستورات کی مرضی سے تیاری اور سواری کا حکم دیا۔ وقت' بے وقت ہو گیا تھا۔ اس لیے سواریوں اور لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ مجھے فرمایا: بیٹا! پہلے روز برات کی روانگی کے وقت مستورات نے مجھ سے اقرار کیا تھا کہ جب ہم بفضل خدا منزل مقصود پر پہنچیں گی تو ہمیں دو تین گھڑی اتر کر لباس بدلنے۔ زیور وغیرہ پہننے اور سفر دراز کی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے دو تین گھڑی اترنے کی اجازت دینا۔ تا کہ ہم اپنے عزیزوں کے گھر بن سنور کر جائیں۔ سو میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ اس لیے یہاں اتنی دیر ٹھہرنا پڑا اور دیر ہو گئی۔ آپ نے میرے سوا کسی کو یہ بھید نہ بتایا۔

ایک روز کسی تقریب سے سید بدرالدین شاہ بھاکری اوچ معظم والہ قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ایک سفید پوش سادہ لوح سید مسمّی زندہ شاہ ولد سید خیر شاہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ غلام باہُو صاحب کی خدمت میں سوال کیا۔ اس وقت جوار کا غلہ لنگر شریف میں برتا جا رہا تھا۔ آپ نے مجھے وہی غلہ دینا چاہا۔ میں نے قبول نہ کیا اور ناراض ہو کر چلا آیا۔ شاید اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا اور شاید آپ نے دِل میں اقرار کر لیا ہو گا کہ جب نقدی مل جائے گی۔ فوراً سید صاحب کی خدمت میں پہنچاؤں گا۔ عصر یا شام کے قریب آپ کے پاس ایک روپیہ نقد بطور نذر پہنچا۔ آپ اسی وقت سوار ہوئے اور ایک خادم ساتھ لیا اور چھ سات میل کے فاصلہ پر عنایت شاہ کے گاؤں میں جہاں میرا گھر تھا جا پہنچے۔ بہت دیر ہو گئی تھی۔ لوگ سوئے پڑے تھے۔ آپ خالی

marfat.com

مسجد میں یادالٰہی میں مشغول رہے اور درویش ہاتھ میں گھوڑا تھامے دیوار سے لگا رہا۔ کیونکہ پوس اور ماگھ کے دن تھے۔ صبح میاں امام بخش علماء مسجد میں آیا تو اُس نے آپ کو ایک گوشے میں شاغل دیکھ کر تشریف آوری کی وجہ پوچھی تو فرمایا: یہاں کچھ کام تھا۔ اُس نے پوچھا کہ آپ نے کسی کو اطلاع نہ کی۔ فرمایا: اویر (دیر) ہوگئی تھی اور سب سوئے پڑے تھے۔

بعدازاں اس سے پوچھا کہ یہاں سید زندہ شاہ ہیں۔ عرض کیا: ہیں۔ فرمایا: انہیں بلا لاؤ۔

پس میاں امام بخش نے میرے گھر آ کر میرا نام لے کر آواز دی۔ میں اُٹھ کر دروازے پر آیا۔ وہ میاں صاحب مجھے مسجد میں لے گئے۔ آنحضرت مجھے دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت تواضع سے وہ روپیہ پوشیدہ طور پر میرے ہاتھ میں دیا اور سوار ہو کر چلے گئے۔

یہ سب کچھ اس واسطے تھا کہ آپ نے نور محمدی ﷺ سے پرورش پائی تھی اور آپ جناب سرور کائنات ﷺ کے غلاموں کے غلام تھے۔

جناب سرور کائنات ﷺ کے وعدہ کی سچائی میں: ''آنحضرت ﷺ نے کسی کے ہاتھ ایک چیز بیچی۔ خریدار کے پاس پوری قیمت نہ تھی۔ جو موجود تھی وہ دی اور باقی کے لیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے آنے تک آپ یہیں تشریف رکھیں میں گھر سے روپیہ لے آؤں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھا۔ وہ گھر جا کر کسی اور کام میں مشغول ہوگیا اور اُسے وعدہ یاد نہ رہا۔

دو دن رات بعد جب اُسے یاد آیا تو کہنے لگا کہ آنحضرت ﷺ وعدے کے سچے ہیں۔ ایسا نہ ہو وہیں منتظر بیٹھے ہوں۔ جب آیا تو آنحضرت ﷺ کو اسی مقام پر بیٹھے پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔''

جب آنحضرت ﷺ کی یہ حالت ہے تو اخلاق محمدی ﷺ سے متخلق اولیاء اللہ ظاہر د باطن میں کیوں ایسے نہ ہوں۔

حضرت شیخ سلطان غلام باہُو رحمۃ اللہ علیہ فقرِ محمدی ﷺ میں یگانۂ آفاق تھے اور مادرزاد ولی

marfat.com

تھے۔نورمحمدی ﷺ کے پرورش یافتہ تھے۔حقیقت محمدی ﷺ میں محو تھے۔ظاہر و باطن میں اوصاف واخلاق محمدی ﷺ سے متصف اور متخلق تھے۔آنحضرت کے اتباع کے بغیر آپ سے کوئی صفت یا خلق ظہور میں نہ آیا۔جوعمل۔خصلت اور وصف آپ سے ظاہر ہوتا یا وقوع میں آتا وہ عین اتباع محمدی ﷺ ہوتا۔

آپ عالم،عاقل،صاحبِ انصاف،صاحب اعتقاداورعلم احادیث اورآنحضرت ﷺ کے احوال سے کماحقہ بہرہ مند تھے۔آپ کو ہر معاملہ کی اطلاع ہو جاتی۔اس بیچارے گنہگار (سلطان حامد) کوآپ کے احوال فیض مآل کی بابت آپ کی توجہ کے بغیر کیا علم ہوسکتا ہے۔کیونکہ حدیث قدسی ہے۔**ان اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی۔**

"میرے دوست میری قبا تلے ہیں۔انہیں میرے سوااور کوئی نہیں پہچانتا۔"

آپ اس درجہ تارک الدنیا تھے کہ تحریر میں نہیں آ سکتا۔آٹھویں باب میں سجادہ نشینوں کاذکرکرتے ہوئے آپ کے حالات میں کہ آپ چوتھے سجادہ نشین تھے کچھ ذکر کیا گیا ہے۔اب اس موقع پر بھی مجمل طور پر کچھ لکھا جاتا ہے۔تاکہ پکے دوستوں اور سچے طالبوں کے لیے باعث ہدایت ہو۔

آنحضرت نے فقراورترک اس درجہ اختیارکررکھے تھے کہ آخران کے بیان سے عجز کامعترف ہونا پڑتا ہے۔آپ بدرجہ غایت تعلق دار۔کثیرالعیال جہاں داری۔اسم و رسم والےاورمہمان نواز تھےلیکن پھربھی اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔فقراء کا قاعدہ ہے کہ صبح کی چیز صبح خرچ کر دیتے اور شام کی شام۔آپ صبح بھی لنگر کے واسطے کچھ نہ رکھتے۔تازہ بتازہ سائلین دیا کرتے۔

چنانچہ ایک روزایک مرید بہت سی نقدی بطورنذرلایا۔آنحضرت وہ نقدی راہ خدامیں صرف کررہے تھے۔میں اس وقت حاضر خدمت تھا۔لنگراورگھرمیں فاقہ اور ناغہ تھا۔میں منتظراورامیدوارتھا کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا۔آپ نے توجہ تک نہ کی۔آخرمیں نے دیکھا کہ اب تھوڑاسارو پیہ باقی ہے۔خیال کیا کہ خود ہی ہاتھ بڑھا کراُسے لےلوں تاکہ آج کا خرچ تو چلے۔ابھی میں ہاتھ بڑھانے نہیں پایا تھا کہ آپ نے وہ روپیہ اٹھا کراور کسی مستحق کی

marfat.com

طرف بھیج دیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ ہم بدستور فاقہ سے رہے اور اپنی کارسازی کے لیے قرضہ لیا۔

آپ کے فضائل ہی اس قسم کے تھے کہ جن کی تاثیر سے فقر و فاقہ زیادہ ہو جاتا تھا اور انہیں خصلتوں پر آپ کاربند رہتے۔ چنانچہ جمعہ آپ مناتے جو دنیا میں باعث فقر ہے اور آخرت میں باعث ترقی درجات ہے۔ تہجد کے وقت ہر ہر رکعت میں سورۂ اخلاص ایک ایک مرتبہ کم کرتے جاتے تھے اور درویشوں کو فرماتے تھے کہ اس طرح کرنا دنیاوی معیشت کی کمی اور دین کی ترقی کا باعث ہے۔ اگر تم ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ زیادہ کرو تو دنیا کے کام میں زیادتی ہو جائے گی۔ آگے تمہارا اختیار ہے۔

ایک روز مجھے فرمایا: بیٹا! میں چارپائی پر روٹی کھاتا ہوں۔ اس لیے میری عمر فاقے میں گزری۔ تم نے ایسا نہیں کرنا۔ میں نے آپ کے فرمان کی تاثیر سے اب تک چارپائی پر روٹی نہیں کھائی۔ اس لیے عزت و توقیر اور معیشت بھی دن بدن ترقی پر ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ جہاں آپ مغرب کی نماز ادا کرتے عشا تک وہیں نوافل اور وظائف میں مشغول رہتے اور احیاء العشائین کا شغل ضرور کرتے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص احیاء العشائین نہیں کرتا اُسے تہجد کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔

میں نے (مصنف) توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ ہر ایک نبی علیہم السلام نے احیاء العشائین اور سحر خیزی کو قائم رکھا۔ میں ساتھ آٹھ سال کی عمر سے لے کر تیس سال کی عمر تک آپ کی خدمت میں رہا۔ آپ کے ظاہری معمول اکثر ملحوظ تھے۔

ایک روز میں نے آپ کو ماہ رمضان المبارک میں احیاء العشائین کے وقت معمول سے زیادہ نفل ادا کرتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو بار بار کے اصرار پر فرمایا۔ بیٹا! مجھے قضا شدہ نمازوں کی فکر بہت رہا کرتی تھی۔ کسی نے مجھے اسرار میں کہا کہ تجھے ہر وقت قضا شدہ نمازوں کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ اس ماہ مبارک رمضان میں نماز فریضہ کے بعد ایک اور نماز ادا کر لیا کرو۔ تم نے بہر حال ایک لاکھ نماز قضا نہ کی ہو گی۔ اس واسطے میں ہر ایک فریضہ کے

marfat.com

بعد ایک اور نماز ادا کرلیا کرتا ہوں۔ بنظر تعمق دیکھا تو معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں سے کہیں بڑھ کر آپ نمازوں کا اعادہ کرتے ہیں۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: بیٹا! یہ اس واسطے ہے کہ جب مجھے خیال آتا ہے کہ میں نے جو فریضہ نماز فوت کی ہے اگر وہ نہ کرتا تو اُس کے ساتھ اس قدر سنتیں اور نفل بھی تو ادا کرتا اس خیال کے آتے ہی میں انہیں مع سنت ونوافل ادا کرتا ہوں۔

جب رمضان المبارک گزر گیا تو پھر بھی آپ کو اسی طرح شاغل پایا۔ میں نے پوچھا: ابا جان! اب رمضان گزر گیا اور آپ بدستور فوت شدہ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ فرمایا: بیٹا! رمضان شریف کے بعد مجھے خیال آیا کہ چالیس دن تو پورے کروں۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو خیال آیا کہ بزرگان دین کا قول ہے کہ جو شغل اور عبادت چالیس دن تک کی جائے۔ اگر پھر چھوڑ دیں تو رجعت میں پڑتے ہیں۔ اب میں رجعت کے خوف سے ترک نہیں کرتا۔ میں سن کر خاموش ہو رہا۔ آنحضرت کو دوسرے ماہ رمضان تک یعنی برابر یک سال تک مذکورہ بالا شغل میں مشغول پایا۔

اور علاوہ بریں ایک اور شغل شروع کیا۔ وہ یہ کہ عشاء۔ تراویح۔ وظائف اور معمولی (اپنے معمول کے مطابق) فوت شدہ نمازوں سے فارغ ہو کر مصلے میں کھڑے ہو کر تمام رات نماز ادا کرنے میں مشغول رہتے۔ پھر اپنی کچہری میں فیضان کی مسند پر بیٹھ کر مہمان نوازی۔ غریب نوازی۔ درویشوں کے خرچ برداشت کرتے۔ زخمی دلوں کی دلداری اور چارہ سازی اور درویشوں سائلوں اور محتاجوں کی امداد کے لیے دوپہر تک بیٹھے رہتے۔ اگر دوپہر تک مذکورہ بالا کاموں سے فارغ نہ ہوتے تو دوپہر کو سونے کا وقت بھی انہیں کاموں میں خرچ کر دیتے۔ اس کے بعد آپ چند سال دنیا میں رہے۔ بدستور اسی طرح کرتے رہے۔ مرتے دم تک رات کو سونا مطلق چھوڑ دیا۔ مردان خدا اور شہسواران ومجاہدین میدانِ وفا کا کیا کہنا۔ بوڑھے جن کو دیکھ کر جوان بھی رشک کریں۔ زہے صاحبان استقامت کہ ہر وقت اور ہر دم اللہ تعالیٰ میں شاغل ہیں۔ کیا ہی صاحب ریاضت ومجاہدات اور بے ریا عبادات کرنے والے ہیں کہ بشریت سے بھی گزر کر فرشتوں کے مقام پر پہنچتے ہیں اور

marfat.com

تجلیات اور مشاہدات سے مشرف ہوئے ہیں اور تزکیہ اور تصفیہ سے اجسام میں روح کی سی لطافت پیدا کر دی ہے۔ جہاد اکبر کے وہ غازی ہیں کہ قد رجعنا من جهاد الاصغر الیٰ جهاد الاکبر ۔ واقعی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹتے ہیں۔ کی تکور سے مُوتوا قبل ان تموتوا ۔ ''مرنے سے پہلے مرجاؤ'' کے مقام پر پہنچ کر دائمی زندگی حاصل کی ہے۔

حدیث۔ قد رجعنا . . . . اُس ہستی پاک کا قول ہے جس کی شان میں وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔ ''تا کہ وقتیکہ اُنہیں وحی نہ ہو وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے آیا ہے۔ پس حکم تنزیل کے موافق یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (۲-۱۵۴) جو لوگ وراہ خدا میں قتل ہوئے ہیں۔ انہیں مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں۔ تم اسبات کو سمجھ نہیں سکتے۔ کے زمرہ میں جا ملے ہوں اور وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ (۳-۱۶۹، ۱۷۰)

''جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردے نہ خیال کرو۔ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں عنایت کرتا ہے اس پر خوش رہتے ہیں اور اُن کو ان سے پیچھے آنے والوں کی خوشخبری دیتے ہیں انہیں نہ کسی قسم کا ڈر ہے اور نہ غم کے قریب ہوں اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔''

ایک روز آپ نے مجھے اشراق کی اجازت عنایت فرمائی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر تم باترتیب نہیں کر سکتے تو فجر کی نماز فریضہ کے بعد اتنی دیر بیٹھو کہ سورج ایک دو نیزے نکل آئے۔ پھر دو ۲ رکعت نماز ادا کرو۔ بعد ازاں تمہارا اختیار ہے۔ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو جاؤ۔ ایسا کرنے سے اجر عظیم حاصل ہوتا ہے۔

آپ کو ظاہری علم چنداں نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لدنی علم عطا کیا ہوا تھا۔ چنانچہ بعد میں میں نے صحیح حدیث میں دیکھا کہ جو شخص نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ اُسے حج مبرور

marfat.com

اور عمرہ تامہ کا ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حدیث میں **حجتہ مبرورۃ وعمرۃ تامۃ** کو تین دفعہ دہرایا ہے۔ **صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و الہٖ و اصحابہٖ و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین و علیٰ عباده اللّٰہ الصالحین۔**

درانی پٹھانوں کے صاحب اقتدار خانوادہ سے مائی روئداد خاتون نہایت پارسا اور سخی عورت تھی۔ کسی اور خاندان کی بیعت شدہ تھی لیکن حضرت سلطان العارفین سلطان باہُو قدس سرہٗ اور حضرت سلطان غلام باہُو کی بڑی معتقدہ تھی اور اکثر زیارت شریف کے لیے آیا کرتی تھی۔ آخری دفعہ جب زیارت کے لیے آئی، تو آپ اُسے رخصت کرنے اس کے ہودج تک گئے اور بہشتی دروازہ کے باہر جب وہ ہودج میں بیٹھی تو باطن میں اُس پر توجہ کی اور ظاہر میں اُس کے مرشد کا نام لے کر یہ الفاظ مبارک زبان سے فرمائے کہ وہ صاحب دنیا تھے اور سلطان، صاحب عشق خدا ہیں۔ اسی وقت مائی مذکورہ ہودج میں بے ہوش ہو کر گر پڑی اور اُس کا چہرہ عرق آلود ہو گیا اور زرد پڑ گیا۔ وہ کجاوہ میں بے ہوشی کی حالت میں چلی گئی۔ منزل پر پہنچ کر ایک دو دفعہ پانی مانگا اور اُس کا مکان خانقاہ مقدس سے ایک سو پچیس میل تھا۔ جب مکان پر پہنچی تو اپنا سارا مال واسباب خدا کی راہ میں دیا۔ لونڈیوں کو آزاد کیا اور مکان کے اندر ایک گوشے میں ہر وقت یادالٰہی میں مستغرق رہنے لگی۔ اسی طرح زندگی بسر کر دی اور اُس کا خاتمہ بالخیر ہوا۔

آپ کے ظاہری شغل اور ورد مثلاً تہجد۔ اشراق اور احیاء العشائین کا مجملاً ذکر ہو چکا ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ آپ کے ظاہری شغل یہ تھے کہ دوپہر کی نیند لے کر جب اُٹھتے تو فوراً وضو کرتے اور تسبیح لے کر مسجد میں یا جائے نماز پر چلے جاتے اور نماز با جماعت ادا کرتے۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر دو رکعت نماز نفل اس طرح ادا کرتے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری میں فاتحہ کے بعد **قل یا ایھا الکفرون** پڑھتے اور اُس کا ثواب امیر المومنین دُلدُل سوار، مشکل کشا، شیر خدا مولانا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، کی روح پر فتوح کو بخشتے۔ کیونکہ اس کا پڑھنے والا ہمیشہ عمدہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ بعد ازاں عصر تک کچہری میں اجلاس فرماتے۔ پھر عصر کی نماز کے لیے بڑی مسجد میں جاتے۔ اگر تازہ

marfat.com

وضو کرتے تو پہلے دو۲ رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا کرتے۔ پھر عصر کی نماز فریضہ سے پہلے چار سنتیں بلا ناغہ ادا کرتے۔ عصر کی نماز کے بعد مغرب تک کبھی اُسی جگہ بیٹھے رہتے، کبھی گھر چلے جاتے لیکن جہاں مغرب کی نماز با جماعت ادا کرتے وہیں بیٹھ کر احیاء العشائین کے شغل میں مشغول رہتے کہ مغرب کی سنتوں کے بعد دو نفل زائد معمولی ادا کرتے۔

بعد ازاں دو۲ رکعت نفل اس طرح ادا کرتے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد **والضحٰی واللیل اذا سجٰی** اور دوسری رکعت میں **الم نشرح لك صدرك** پڑھتے اور اس کا ثواب جناب سرور کائنات ﷺ کی روح مبارک کو بخشتے۔

بعد ازاں دو رکعت نماز نفل اس طرح ادا کرتے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ درود شریف پڑھتے اور اس کا ثواب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرفتوح کو بخشتے۔ اس کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کو دانت درد نہیں ہوتا۔

بعد ازاں چھ رکعت نماز دو۲ دو۲ کر کے اس طرح ادا کرتے کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھتے۔ اس کا پڑھنے والا ثواب عظیم حاصل کرتا ہے۔ **قولہ تعالیٰ کان للاوابین غفوراً۔**

بعد ازاں دو۲ رکعت نفل اس طرح ادا کرتے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھتے اور اس کا ثواب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح پُرفتوح کو بخشتے۔

بعد ازاں اُٹھ کر سات قدم عراق یعنی بغداد شریف کی طرف چلتے۔ ان قدموں کا یہ طریقہ ہے کہ اُٹھ کر دست بستہ عراق یعنی شمال مغرب کی طرف پہلے دایاں پاؤں اُٹھائے پھر بایاں۔ اسی طرح باری باری قدم اُٹھاتا جائے۔ حتیٰ کہ ساتویں یا گیارہویں قدم پر دونوں قدم برابر ہو جائیں۔ پھر دائیں پاؤں کے انگوٹھے کو بائیں پاؤں کے انگوٹھے پر رکھے۔ پھر ایک سو مرتبہ اسم مبارک ''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ اَمْدُدْنِیْ فی سبیل اللہ'' اور ہر مرتبہ اپنی دینی یا دنیاوی مراد کا خیال کرتے۔ اللہ تعالیٰ اس اسم شریف کے

marfat.com

یمن و برکت سے مراد پوری کرتا ہے۔ حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ العزیز کا بھی قول ہے کہ میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے۔ اسی جگہ کھڑے ہو کر ایک دفعہ یا تین دفعہ قصیدہ غوثیہ شریف پڑھے۔

بعد ازاں کھڑے کھڑے ہمارے جد امجد حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہُو قدس سرہٗ کی بنائی ہوئی مناجات ایک مرتبہ پڑھے۔ یہ مناجات آنحضرت کی مؤلفہ کتاب کلید التوحید کلاں میں مندرج ہے لیکن طالبوں کی سہولت کے لیے یہاں بھی لکھی جاتی ہے۔

وہ مناجات یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ط

شفیع اُمت سرور بود آں شاہ جیلانی
تعالیٰ اللہ چہا قدرت خدائش داد ارزانی
سکندر میکند دعویٰ کہ ہستم چاکر آں شاہ
فلاطوں پیش علم تو نظر آمد بنا دانی
گلہ دادانِ ایں عالم گدایان گدائے تو
تراز بید تراز بید کلا ہدارئے سلطانی
گدا سازی اگر خواہی بیکدم بادشاہاں را
گدایاں را دہی شاہی بیک لحظہ بآسانی
گدائے در گہت خاقاں غلام حضرتت قیصر
چہ عالی شان سلطانی الادے غوث ربانی
بایں عظمت بایں حشمت بایں قدرت بایں شوکت
نبودست و نخواہد بود الحق مثل تو ثانی
چہ ناسوت و چہ ملکوت و چہ جبروت و چہ لاہوت
ہمہ در زیر پائی تو چہ عالی شان سلطانی
حقیقت از تو روشن شد طریقت از تو گلشن شد

marfat.com

سپہر شرع را ماہی زہے خورشید نورانی
ولا گشتی مرید او ببیں لطف مزید او
چہ اوصاف حمیدہ او گہ و بیگاہ میخوانی
زبان را شست و شو باید بآب جنت الکوثر
وزاں بس نام محی الدین بپا کی برزباں دانی
بزرگ و خورد و مرد و زن مریدت شد ہمہ عالم
خطا پوشی عطا بخشی ودیں بخشی جہانبانی
تو شاہ اولیاء و اولیا محتاج درگاہت
مشائخ را سرزیردر گہت از فخر دربانی
مطیع حکم دیوان ملائک چوں پری بندہ
شہنشاہ شہنشاہاں امام انس و روحانی
تو عبد القادری قدرت چنیں دادی کہ یک لحظہ
براری آشکارا از کرم حاجات پنہانی
بدنیا درعدن بخشی بہ عقبیٰ جنت الماویٰ
برحمت بحر الطافی بہ شفقت کانِ احسانی
ملاذادستگیری تو معاذا و پسندیری تو
بلطف خود رہائی دہ زگرداب پریشانی
مراد جز آستانت نیست گردانی و گرخوانی
بلطف خود رہائی دہ زگرداب پریشانی
ندادرم اندریں عالم بجز درد دل شیدا
خلاصی دہ ازیں دردم کہ دردم را دوا دانی
منم سائل بجز تو نیست غمخوارم کہ گیرد دوست
نظر رحمت کنی برمن توئی مختار سبحانی

marfat.com

سگ درگاہ میراں شو چو خواہی قرب ربانی
کہ برشیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی
بدہ دست تو دست اندر بدست شاہ جیلانی
کہ دست اوست ہست اندر بدست شاہ جیلانی
مدد یا قطب ربانی مدد یا غوث صمدانی،
مد یا پیر عرفانی مدد یا غوث جیلانی
یا شاہ میراں تو مشکل کشاء مدد یا محمد ﷺ بنام خدا
یا شاہ میراں تو مشکل کشاء مدد یا محمد ﷺ بنام خدا

پھر بغداد کی طرف سلام کر کے اُلٹے پاؤں جائے نماز پرآ جاتے اور اوراد میں مشغول ہوتے اور عشاء کی نماز تک احیاء العشائین میں مشغول رہتے۔ کبھی وہیں نماز عشا با جماعت ادا کر کے اُٹھ بیٹھتے اور کبھی عشا کی نماز ادا کئے بغیر اپنے مقام پر آ جاتے اور کھانا کھا کر بظاہر بستر پر نیند کے لیے دراز ہو جاتے اور باوضو ذکر کرتے ہوئے **سبحنك ربی رضعت جنتی فاغفرلی ذنبی وا ستغفراللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ** دائیں پہلو پر قبلہ رخ سو جاتے۔

آپ فرماتے تھے کہ قبر اور لحد کی طرح قبلہ رخ لیٹنا چاہیے۔ ہمارے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں کہ جب رات ہو تو درویش کو چاہیے کہ اکیلا ہو جائے اور قبر کی طرح ذات حق کو اپنا انیس بنائے اور جب دن ہو تو اُسے روز حشر کی طرح سمجھے اور محاسبہ نفس میں مشغول رہے۔ آرام کرتے وقت ایک گھڑی دونوں کندھوں کو دبواتے۔

آپ کی عادت تھی کہ اگر آپ کی چارپائی تلے سے بلی بھی گذرتی تو اُسی وقت آپ آنکھیں کھول لیتے اور فرماتے کون ہے؟ مصرعہ

دلش بیدار چشمش در شکر خواب
''اس کا دل جاگتا ہے اور اُس کی آنکھیں سوتی ہیں۔''

marfat.com

پھر آدھی رات کے وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہوئے اُٹھتے اور ساتھ ہی غفلت اور سستی دور کرنے کے لیے کلمہ توحید پڑھتے خواہ بدن ناپاک ہی ہوتا تاہم اس وقت کلمہ توحید بہت دفعہ پڑھنا چاہیے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ تاکہ غفلت اور سستی دور ہو جائے۔ آپ فرماتے تھے کہ اس کے پڑھنے سے غفلت بدن میں سے اس طرح نکلتی ہے گویا چیونٹیاں بدن میں سے پاؤں کی طرف چلتی ہیں۔

پھر آپ اُٹھ کر باترتیب مع ادعیہ ماثورہ وضو کرتے جیسا کہ وضو کی فصل میں لکھا ہے۔ پھر مصلے پر آ کر دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھتے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے۔ سلام کے بعد دعائے حاجات پڑھتے۔ احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص تحیۃ الوضو ادا کر کے دعا نہ مانگے تو اس کا ذمہ اگر وہ مانگے اور میں قبول نہ کروں تو میرے ذمہ۔ فقط۔

بعد ازاں جس طرح تہجد کی فصل میں لکھا گیا ہے۔ اس ترتیب سے بارہ رکعت نماز تہجد ادا کرتے۔ پھر شکرانہ توفیق کے دو نفل ادا کرتے۔ جن میں فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھتے۔ بعد ازاں اوراد میں مشغول رہتے۔ جب معمولہ اوراد سے فارغ ہو چکتے تو پھر اپنے فوت شدہ بزرگوں۔ رشتہ داروں۔ اولاد ۔ دوستوں' ہمسایوں۔ آشناؤں۔ مسکینوں۔ فقیروں اور درویشوں میں سے ہر ایک کا نام لے کر صبح تک زار زار روتے رہتے۔ بعد ازاں حجرہ سے مسجد شریف میں جا کر فجر کی نماز باجماعت ادا کرتے۔ پھر اپنے جد امجد کی خانقاہ اور باقی مزارات کی زیارت کر کے دائرہ دولت میں تشریف فرما ہوتے۔

اگر سفر میں ہوتے تو مسجد سے اُٹھ کر سیدھے اپنے ڈیرے پر رونق بخش ہوتے اور اشراق کی نماز ادا کر کے مہمانوں۔ مسکینوں۔ سائلوں اور حاجت مندوں کی ساخت پرداخت میں مشغول ہوتے اور اصطبل کے گھوڑوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ حتیٰ کہ دوپہر ہو جاتی۔ پھر فارغ ہو کر گھر تشریف لے جاتے اور کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر خواب قیلولہ (دوپہر کا سونا) فرماتے۔ والسلام۔

marfat.com

آنحضرت قدس سرہٗ کے ظاہری اشغال واوراد میں

آپ نماز فریضہ۔ نماز موکدات۔ زوائد اور نوافل معمولہ ظہر کے بعد بظاہر ۲۰۰ مرتبہ اسم اعظم اللہ الصمد اور دو ۲۰۰ سو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھ کر تسبیح جیب میں پوشیدہ رکھتے اور عصر کے وقت پہلے چار سنتیں بلاناغہ ادا کرتے اور عصر کی نماز فریضہ کے بعد دو ۲۰۰ سو مرتبہ اسم اعظم اللہ الصمد اور دو ۲۰۰ سو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھتے اور نماز مغرب کے فرضوں۔ سنتوں اور زوائد کے بعد صرف دو سو مرتبہ اسم اعظم اللہ الصمد اور دو ۲۰۰ سو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھا کرتے تھے۔ بعد ازاں احیاء العشائین مذکور میں مشغول رہتے۔ نماز عشا کے ادا کرنے کے دو طریقے تھے۔ ایک یہ کہ کبھی احیاء العشائین کے بعد ہی ادا کر لیتے اور پھر جن اوراد کا ذکر آئے گا اُن میں مشغول رہتے۔ پھر دولت خانہ میں تشریف لیجا کر کھانا تناول فرماتے اور آرام کرتے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر اُس وقت عشا کی نماز نہ ادا کرتے تو سونے کے بعد حافظ صالح محمد کو امام بنا کر باقاعدہ باجماعت اس طرح ادا کرتے کہ پہلے دو ۲ رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا کرتے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتے اور دعائے حاجات مانگ کر نماز باجماعت ادا کرتے۔ پھر سنتیں اور زوائد ادا کر کے وتر باقی رہنے دیتے اور پانسو ۵۰۰ مرتبہ دعوت اسمائے الٰہی۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم۔ یا قیوم، پڑھتے۔ یہ محض ذات حق کے نور کی خاطر۔ بعد ازاں وتر ادا کر کے دو رکعت نماز نفل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روح پاک کو ثواب پہنچانے کی خاطر پڑھتے۔ بعد ازاں دو سو مرتبہ اللہ الصمد الصمد۔ دو سو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھ کر بدستور نماز تہجد ادا کرتے۔ بعد ازاں دو رکعت شکرانہ توفیق اس طرح ادا کرتے کہ ہر ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے۔ اغلب ہے کہ اس کے بعد دو سو ۲۰۰ مرتبہ یہ درود شریف پڑھتے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اور شاید ہزار مرتبہ ہی پڑھتے ہوں۔ کیونکہ مجھے ہزار مرتبہ پڑھنے کی اجازت عنایت فرمائی تھی۔ پھر دو سو ۲۰۰ مرتبہ اللہ الصمد اور دو سو ۲۰۰ مرتبہ استغفر اللہ پھر ایک مرتبہ قصیدہ بردہ

marfat.com

شریف اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام اور بعد ازاں حضرت فرید الدین عطار قدس سرہ کی مناجات پڑھا کرتے، تھے۔

مناجات

بادشاہا جرم مارا در گذار
ما گنہگاریم تو آمرزگار
تو نکو کاری و مابد کردہ ایم
جرم بے انداز بیحد کردہ ایم
سالہا درفسق و عصیاں ماندہ ایم
ہمقرین نفس و شیطاں ماندہ ایم
بیگناہ نگذشت برما ساعتے
با حضور دل نہ کردم طاعتے
بردر آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود زعصیاں ریختہ
مغفرت داریم امیدازلطیف تو
زانکہ خود فرمودہ لا تقنطوا
بحر الطاف تو بے پایاں بود
نا امید از رحمت شیطان بود
نفس و شیطاں زد کریما راہ من
رحمت باشد شفاعت خواہ من
چشم دارم کز گنہ پاکم کنی
پیش زاں کاندر لحد خاکم کنی
امید رحمت آں کردگار
میکنم ہر دم گناہ بے شمار

marfat.com

جان جانم راز لطف آگاہ کن
ہم زخویشم ہمدم و ہمراز کن
یا غیاث المستغیثن یا کریم
رب اغفرلی ذنوبی یا رحیم

علاوہ ازیں حسب ذیل شعر بھی پڑھتے۔

یا رب تو چناں کن کہ پریشان نشوم
محتاج برادران و خویشاں نشوم
بے منت مخلوق بمن روزی دہ
تا جز در تو بردر ایشاں نروم

اگر دعوتم رد کنی در قبول
من ودست و دامان آل رسول ﷺ
الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ برقول ایماں کنی خاتمہ

بعدازاں سورۃ فاتحہ شریف کا ہفت روزہ وظیفہ پڑھتے۔ جس کی ترتیب یہ ہے کہ ہفتہ کے روز تین پہر رات گزرنے کے بعد سے شروع کر کے طلوع آفتاب تک اور بعدازاں دو پہر تک۔ بصورت قضائے فوائت روزمرہ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی ہفتے کے روز ۷۰ ستر مرتبہ بلاتسمیہ پڑھ کر پہلے مشرق کی طرف پھونکتے۔ پھر ستر ۷۰ مرتبہ پڑھ کر شمال کی طرف پھر ستر مرتبہ جنوب کی طرف۔ اتوار کے روز ساٹھ مرتبہ پڑھ کر پہلے مشرق کی طرف پھر مغرب کی طرف پھر شمال کی طرف پھر جنوب کی طرف۔ سوموار کے روز پچاس پچاس مرتبہ پہلے مشرق کی طرف پھر مغرب کی طرف۔ پھر جنوب کی طرف۔ منگل کے روز چالیس ۴۰ چالیس ۴۰ مرتبہ علی الترتیب مشرق۔ مغرب۔ شمال اور جنوب کی طرف۔ بدھ کے روز تیس

marfat.com

تیس مرتبہ پڑھ کر علی الرتیب مشرق' مغرب' شمال اور جنوب کی طرف۔ جمعرات کے روز بیس ۲۰ بیس ۲۰ دفعہ پڑھ کر علی الترتیب مشرق۔ مغرب۔ شمال اور جنوب کی طرف اور جمعہ کے روز دس ۱۰ دس ۱۰ مرتبہ پڑھ کر علی الترتیب مشرق۔ مغرب۔ شمال اور جنوب کی طرف دم کرتے اور ہفتہ کے روز پھر ستر ۷۰ ستر ۷۰ مرتبہ پڑھتے۔ علی القیاس ہفتہ۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات اور جمعہ کو ۷۰ ستر و ۶۰ ساٹھ و پچاس ۵۰ و چالیس ۴۰ و تیس ۳۰ و بیس ۲۰ اور دس ۱۰ دس ۱۰ مرتبہ پڑھ کر دم کرتے۔ مطلب یہ کہ اس ترتیب سے پڑھا کرتے تھے۔

نیز فرمایا کرتے تھے کہ اگر صبح سے پہلے پڑھے تو سونے کا سا۔ اگر صبح کے بعد سورج نکلنے سے پہلے تک پڑھے تو چاندی کا سا۔ اگر سورج نکلنے سے آدھے پہر تک یا زیادہ سے زیادہ دوپہر تک پڑھے تو تانبے کا سا فائدہ ہوگا۔ بہر حال ناغہ نہ کرے۔ کیونکہ دونوں جہاں کی حاجت براری کے لیے از بس مفید ہے۔

بعد ازاں ایک سو مرتبہ سورۃ لایلٰف قریش پڑھا کرتے تھے۔ پہلی دفعہ مع تسمیہ باقی مرتبہ بلا تسمیہ۔ مگر پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھ کر اپنے گرد حصار کی طرح دم کر لیتے۔ بعد ازاں سورۃ مذکورہ پڑھتے۔ وہ دعا یہ ہے:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ علٰی اَهۡلِیۡ وَ مَالِیۡ بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰی مَا اَعۡطَانِیۡ رَبِّیَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِمَّا اَخَافُ وَاَحۡذَرُ ۔ اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۔ وَمِنۡ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیۡهِ تَوَکَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمُ ۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ وظیفہ ہر آفت و مصیبت۔ دشمن اور مالی و جانی نقصان سے بچاؤ کے لیے بمنزل حرز ہے۔ آپ تاکید کیا کرتے تھے کہ سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا چاہیے۔ اگر نہ ہو سکے تو قضا کے طور پر آدھ پہر دن نکلنے تک۔ مگر بہر حال ترک نہ کرے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ساری عمر میں صرف دو دفعہ ناغہ ہوا۔ ایک مرتبہ مالی نقصان ہوا اور دوسری مرتبہ جانی۔ اگر ناغہ نہ ہوتا تو امید کامل تھی کہ یہ نقصان بھی نہ ہوتے۔ تقدیر نے

marfat.com

پہلے ناغہ کرایا۔ پھر نقصان کیا۔

ان وظائف سے فارغ ہو کر مصلے سے اُٹھ کر مسجد منور میں داخل ہوتے اور فجر کی سنتیں ادا کر کے یہ دعا پڑھتے:۔

اللھم رب جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و محمدصلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اعوذبك من النار و من عذاب القبر ۔ اللھم رب یا حی یا قیوم یا حنان یا منان یا بدیع السمٰوات والارض اسئلك ان تحی قلبی بنود معرفتك یا اللّٰہ یا اللّٰہ یا اللّٰہ

تین مرتبہ پڑھ کر دائیں ہاتھ پر دم کر کے سینے پر ملتے۔ بعدازاں ایک سو مرتبہ اسم اعظم یا حافظ یا حافظ پڑھ کر صبح کی نماز فریضہ باجماعت ادا کرتے۔ بعدازاں کلمہ شریف کا ذکر جہر کرتے اور اس کے اختتام پر

افضل الذکر لا الٰہ الا اللّٰہ و اللھم اجد وایمانی بقول لا الٰہ الا اللّٰہ و اللھم اجعل اخر کلامی بالتصدیق لا الٰہ الا اللّٰہ محمدرسول اللّٰہ ط

چندمرتبہ کہے۔ پھر کلمہ شہادت۔ کلمہ توحید۔ کلمہ تمجید پڑھتے۔ بعدازاں حسب معمول دوسو ۲۰۰ مرتبہ اللہ الصمد الصمد اور دوسو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھتے۔ پھر ۷۰ ستر مرتبہ آیت کریمہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَاللّٰهُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ پڑھتے۔ بعدازاں تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمدللہ۔ تینتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے جیسا کہ حدیثوں میں اس کی تاکید ہے۔ ہر فریضہ کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ یا سمیع یا قریب یا مجیب الدعوات یا لطیف لم یشاءُ نور بصری واحفظنی من الأفات و عافنی فا کشفنی فبصرك الیوم حدید ۔اس دعا کو سات مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیوں پر دم کر کے اپنی انگلیاں آنکھوں پر ملتے۔ فقط۔

نیز گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر آنکھوں پر ملتے اور ہر فریضہ نماز کے بعد ایسا ہی

marfat.com

کرتے۔اس وظیفہ کی برکت سے آپ کی نگاہ بدستور رہی۔

نیز آپ کا معمول تھا کہ سورۃ ملک عشا کے وقت چارپائی پر دراز ہونے سے پہلے ایک مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب انبیاء اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ورحمۃ اللہ علیہم اور تمام مسلمانوں، حقداروں اور مستحقوں کی ارواح کو بخشا کرتے۔ بعدازاں بستر پر دراز ہوتے۔

فصل ۶

بھائی شیخ حافظ صالح محمد صاحب مدظلہ کا آنحضرت سے بیعت حاصل کرنا

جن دنوں اپنے جانی دوست بارگاہ سبحانی کے مقبول حکومت خاں کو گھوڑے دینے کے لیے آنحضرت نے اپنے باطنی تصرف سے ایک ہی ہفتے میں گھوڑوں کو اُن کے مالکوں سمیت جمع کر لیا اور ہر ایک سے عمدہ گھوڑا قیمتاً لے کر آپ ملتان تشریف لے جا رہے تھے کہ پہلی منزل پر جب جنڈ والہ کنویں پر اُترے تو اس مبارک وقت میں آپ کا فیض منزل دل جوش زن ہوا۔ آپ نے میرے بھائی یعنی اپنے فرزند ارجمند حافظ صالح محمد ولی عہد کو خود بخود فیضان کی طرف کھینچا اور خلوت میں توجہ اور رحم سے فرمایا کہ بیٹا! آؤ تمہیں بیعت کریں۔ پھر بیعت اور تلقین کے شرف سے بہرہ یاب فرمایا۔

فصل ۷

مجھ مسکین سلطان حامد (مصنف) کے مشرف اور فیضیاب ہونے کے بیان میں

شروع حال میں میاں خیر محمد مغفور قوم ارائیں جو آنحضرت کا خادم اور خاص مرید تھا مجھے کہنے لگا۔ صاحبزادے! دیکھئے اللہ تعالیٰ نے ایسی بڑی نعمت آپ کے گھر میں عنایت کر رکھی ہے فوراً ارادت کی سعادت حاصل کریں اور اپنے والد بزرگوار کی خدمت سے بیعت

کے شرف سے مشرف ہوں اور دونوں جہان کی یہ سعادت حاصل کریں۔ موقع ہاتھ سے نہ دیں۔ پس اُس کی رہبری اور خصوصاً حافظ عمر کی رہنمائی سے جو کہ واصل حق دن رات اشغال الٰہی میں مستغرق اور حجرہ کے گوشہ میں روبقبلہ مراقبہ میں بحالت استغراق رہا کرتے تھے میں آنحضرت کا مرید بنا اور اپنے والد بزرگوار کو اپنا مرشد بنایا اور آپ کی صحبت اور توجہ کے شرف سے بہرہ یاب ہوا۔ کچھ عرصہ بعد خود بخود میرے دل میں مرید ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ پھر میں آنحضرت کی خدمت میں ملتمس ہوا کہ مجھے بیعت سے سرافراز فرمائیں۔ آپ نے ازراہ شفقت نہایت مہربانی سے مجھے ازسرنو مرید کیا اور ارشاد سے سرافراز فرمایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

فصل ۸

مجھ مسکین سلطان حامد (مصنف) کے مجمل حالات کے بیان میں جو آنحضرت کے حضور میں گذرے

میں چار سال چار مہینے اور چار دن کا تھا کہ آنحضرت نے مجھے حدیث شریف کے بموجب مسجد میں بھیجا چونکہ اُستاد صاحب جو میرے بھائی کو قرآن شریف حفظ کرایا کرتے تھے اُسے مار پیٹ کیا کرتے تھے۔ اس لیے میں ڈر گیا اور گھر میں آکر بیٹھ گیا اور کھیل کے طور پر خود بخود باتیں کر رہا تھا کہ اگر مجھے یہاں خواہ ماریں خواہ ہلاک کریں میں مسجد میں تو نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ استاد بہت مار پیٹ کرتا ہے میں خوف کے مارے گھر کے اندر ہی رہا کرتا تھا۔ باہر صحن میں بھی نہیں آتا تھا۔

جب آنحضرت کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو میرے بھائیوں کو بلا کر فرمایا کہ اپنا اپنا سبق سناؤ۔ اُنھوں نے آیات پڑھنی شروع کیں۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ مجھے دیکر فرمایا۔ ہاں بچہ تمہارے بھائیوں نے یہاں غلطی کی ہے۔ انہیں مار۔ آپ بار بار یونہی فرماتے۔ حتیٰ کہ میں دلیر ہو گیا۔ پھر فرمایا۔

اے سلطان حامد! تم اُن کے استاد ہو۔ پھر حکم دیا کہ چونکہ یہ لڑکا بہت ڈر گیا ہے اس

marfat.com

لیے اسے پھر مسجد میں نہ بھیجنا چاہیے۔ مدت تک میں ستر سرائے سے نہ نکلا۔

مطلب یہ کہ چھ سات سال کا تھا کہ آپ مجھے سفر میں اپنے ساتھ لے گئے اور فارسی قاعدہ یاد کرانا شروع کیا۔ ایک روز چولستان میں ابراہیم والے کنویں پر آپ کا مقام تھا۔ مجھے فرمایا کہ محمود نامہ کے اس شعر

جمالت راہزاراں صاحب تاج

بیک دیدن بجاں گشتند محتاج

کے دونوں مصرعوں کو الگ الگ سو ۱۰۰ مرتبہ اور پھر دونوں کو ملا کر سو ۱۰۰ مرتبہ کہو اور یاد کرو۔ آپ دو تین میل کے فاصلہ پر بہادر گڑھ کی سیر کو نقرئی گھوڑی پر سوار ہو کر چلے گئے۔ جب آپ واپس آئے تو جس جگہ بٹھا گئے وہیں بیٹھا یاد کر رہا تھا۔ سبق کو تین سو مرتبہ کہہ چکا تھا۔ آپ ابھی گھوڑی پر تھے کہ مجھ سے پوچھا سبق یاد کر لیا۔ سناؤ۔

چونکہ مجھے بخوبی یاد تھا۔ اس لیے اُٹھ کر آپ کے روبرو سنانے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت مجھے ایک حرف بھی نہ آیا۔ آپ گھوڑی سے اتر اس کا شکار بند جو پرانی لگام تھی، اس کے سرے پر گرہ دیکر زین کے پیچھے فتراک سے بندھا تھا۔ وہاں سے کھول دو تہہ کر کے ہاتھ میں میرے بال اور دوسرے میں وہ رسی پکڑ کر مجھے مارنا شروع کیا۔ آپ چونکہ قوی قامت تھے اور میں کمزور اور نازک۔ رسی اور اس کی گرہ کی ضرب سے میرے بدن پر نشان پڑ گئے۔ جو زخموں کی طرح سوج گئے۔ ''نعوذ باللہ من غضب الحلیم'' ''حلیم کے غصہ سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔'' کے موافق جب حاضرین آہ و زاری کرنے لگے۔ تب آپ نے ہاتھ اُٹھایا۔ وہ وقت عصر کا تھا۔ جب رات ہوئی تو حاضرین میں سے کسی نے کچھ نہ کھایا اور میں تکلیف کے سبب کچھ نہ کھا سکا چونکہ سردی کا موسم تھا۔ اس لیے آپ نے از راہ ترحم مجھے اپنے بستر پر سلایا۔

میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب نے رات کو میرا سر چوما اور اس قدر روئے کہ میرے سر کے بال تر ہو گئے۔ صبح مجھے فرمایا کہ بیٹا! تجھے جھڑک کر میں بہت ملول اور پریشان ہوا ہوں۔ میں تمہیں میاں قبول درویش کے ساتھ واپس گھر بھیجتا ہوں۔ میں نے کہا۔ نہیں۔

marfat.com

میں آپ کی خدمت میں رہوں گا۔

آپ میری اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حاضرین کو فرمانے لگے کہ یہ جوانمرد ہے۔ اس نے استقامت سے کام لیا ہے۔ اس وقت آنحضرت کی شفقت کے سبب میری یہ حالت ہوئی کہ تھوڑی محنت سے میں کتاب کے ایک ایک دو دو ورق یاد کر لیتا۔ حتیٰ کہ بہاولپور کے نزدیک رمضان خاں داؤد پوترہ کے مکان پر اُس کے باغ میں اُترے ہوئے تھے۔ آپ نے دوپہر کو آرام کیا اور مجھے فرمایا کہ بیٹا! کریما کے نسخہ کے ساتھ رحیما کا نسخہ بھی ہے۔ میرے بیدار ہونے تک رحیما یاد کر لو۔ میں نے آنحضرت کے یمن سے تھوڑے وقت میں یاد کر لیا اور آپ کے بیدار ہونے سے پہلے باغ میں تیر کمان سے کھیل رہا تھا۔

جب آپ بیدار ہوئے تو پوچھا کہو بیٹا! کیا حال ہے؟ عرض کیا: ابا جان! میں نے آپ کے حکم کے مطابق یاد کر لیا ہے۔ آپ نے کتاب ہاتھ میں لی اور میں نے حرف بحرف سنا دی۔ حتیٰ کہ مجھ سے ذیل کی کتابیں یاد کرائیں۔

آمد نامہ، یار سنبھال، مسئلہ بداں، نام حق، کریما مع رحیما، پند نامہ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ، نجات المومنین، انشائے ہرکرن، دیباچہ کتاب گلستان شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور اُس کے اخیر کی حکمتیں اور اُس کے تمام شعر۔ علاوہ ازیں میری طبع آزمائی کے لیے اَن پڑھی کتاب کا ایک صفحہ میرے روبرو ایک دفعہ پڑھتے تو سنتے ہی مجھے یاد ہو جاتا۔ یہ سب کچھ آپ کی توجہ کے طفیل تھا۔

مجھے آپ نے تحصیل علم کے لیے ملتان بھیجا اور اوپر کی چھت پر جگہ مقرر کر دی اور مریدوں کو تاکید کی کہ خبردار! یہ بلاضرورت نیچے نہ اُترنے پائے۔ جب میں کسی ضرورت یا سیر کے لیے نیچے آتا تو آپ کے مرید میرے ساتھ جاتے اور اُستاد قاضی فتح محمد صاحب علیہ الرحمۃ ہر روز تشریف لا کر اسی مقام پر مجھے سبق دیتے تھے۔ جب آپ نے تجویز کی کہ مجھے ملتان میں رہنے دیں اور خود جد امجد کی خانقاہ مقدس میں واپس تشریف لے جائیں تو بہت سے مرید اور خصوصاً میرے بھائی آپ کے ساتھ جا رہے تھے۔ آپ نے فرط شفقت سے پوشیدہ طور پر مجھ پر توجہ فرمائی۔ میں بے ہوش ہو گیا اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ میرے

marfat.com

بھائی محمد زبیر علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ سلطان حامد خورد سال ہے۔ اس لیے سفر اور جدائی سے ملول ہو کر اُس کی یہ حالت ہوئی۔ آپ بھی فرط شفقت سے آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ فرمایا: جوانمرد ہے۔ سفر سے گھبراتا نہیں۔ جب آپ نے باطنی توجہ دی اسی وقت میرے دل میں عشق الٰہی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ آپ سوار تھے میں نے وداع کے لیے عرض کیا: پھر ایک ایک کر کے مجھ سے وداع ہوئے۔ اس وقت عشق الٰہی کے سبب آپ کی نظر کیمیا اثر اور تاثیر وتوجہ کے بارے میں نور الٰہی کے حصول کے لیے میری زبان سے نکلا کہ یا حضرت! اب آپ تو بخیریت تشریف لے جا رہے ہیں۔ اجل کی بابت معلوم نہیں کہ کب آ جائے۔ برائے خدا میری طرف توجہ فرمائیں۔ تاکہ میری دلی مراد پوری ہو اور نور الٰہی سے میرا سینہ کھلے۔

میرے بھائی محمد زبیر کو ان احوال کی پروانہ تھی۔ شائد میں سال کے قریب ملتان میں رہا۔ آنحضرت کی توجہ سے علم سے بہرہ ور ہوا۔ بعد ازاں بذات خود تشریف فرما ہو کر مجھے ملتان سے گھر لے گئے۔

فصل ۹

آنحضرت کی وفات کے واقعات اور بعض روحانی احوال کے بیان میں

آپ نے سوموار کے روز عصر کے وقت رحلت فرمائی جیسا کہ آٹھویں باب میں سجادہ نشینوں کے ذکر میں مندرج ہو چکا ہے۔ تمام رات ستر سرائے میں حاضرین کے ساتھ اسم اللہ ذات اور کلمہ طیب کا ذکر جاری رہا۔ وہ ساری رات ذکر اور سکر میں رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میں جب آپ کے قدموں پر گرا تو میری حالت یہ ہوگئی کہ گویا روح بدن سے نکل گئی ہے۔ میں غش کھا کر بے ہوش گر پڑا۔ حاضرین نے مجھے ملنا دبانا شروع کیا۔ میں دفعۃً حکمت الٰہی سے ہوش میں آیا تو آنحضرت کی روحانیت سے مجھے ارشاد ہوا کہ کونے میں جا

marfat.com

کر ماتم نامے لکھو۔ میں فی الفور مستعد ہو کر راتوں رات ماتم ناموں کے لکھنے سے فارغ ہو گیا اور صبح سے پہلے پھر حضرت صاحب کی تجہیز و تکفین کے لیے حاضر خدمت ہو گیا۔ غسل کے بعد آپ خانقاہ مقدس میں لائے گئے۔ جنازہ پر اس قدر خلقت جمع ہوئی کہ سرائے مبارک کے دروازوں تک کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ آخر دیوار پر سے کود کود اندر آنے لگے اور نماز جنازہ اور زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔

نماز جنازہ کے بعد آنحضرت کی نعش مبارک خانقاہ مقدس میں لائی گئی۔ تمام نے زیارت کی خواہش کی۔ جب آ کے چہرہ مبارک پر سے نقاب اُٹھائی گئی تو ایسا نور چمک رہا تھا کہ آپ کی زیارت کرتے ہی خلقت وجد میں آ گئی اور نور کے شعلے ایسے نکلتے تھے کہ چارپائی۔ خلقت کے چہرے اور بدن اور در و دیوار پر تجلیات ہوتی تھیں۔ بار بار نقاب اُٹھانے سے مختلف رنگ کے انوار دکھائی دیتے تھے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ نہ کہ بیان سے۔ ایک پہر دن چڑھے آپ کا جنازہ جنازہ گاہ سے خانقاہ مقدس کے دروازے تک جو بیس قدم کا فاصلہ تھا پہنچا۔ خلقت کی بھیڑ کے سبب بمشکل تمام دوپہر کو جنازہ خانقاہ مقدس کے اندر داخل ہوا اور آپ اپنی آرام گاہ میں داخل ہوئے۔

جب پہلی رات ہوئی اور میں آپ کے مزار پر جا کر درد فراق کے سبب رویا اور آپ کے مزار شریف کی پائنتی پر گرا۔ جب نیند آ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مزار شریف سے اُٹھ کر از راہ شفقت میرا ہاتھ پکڑا اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی پائنتی کی طرف لے گئے اور وہاں عرض کیا کہ جدی آپ سلطان حامد کو خود بیعت کریں۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین نے فی الفور اپنے دونوں ہاتھ نکال کر اس مسکین کو بیعت کیا۔ بعد ازاں میں فوراً بیدار ہوا۔ پھر تو میری حالت یہ ہوگئی کہ پہلے ابا جان کی جدائی سے میرے دل کو جو جلن تھی اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری تھے وہ سب بند ہو گئے اور اس کے عوض حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا۔ حالت بالکل بدل گئی۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے جذب و کشش نے میرے دل کو سراسر گھیر لیا۔ حتیٰ کہ ابا جان نے مجھے بالکل حضرت سلطان العارفین کے سپرد کر دیا یہ سب کچھ آپ نے اپنے جد امجد

marfat.com

کے پاس ادب کے لیے کیا۔ والسلام۔

بعد ازاں پھر میرے دل کو اپنے ابا جان کا اس قدر جذبہ اور حضور جاری رہا کہ کئی سال تک یہ حالت رہی کہ جب میں سوتا اپنے آپ کو مجلس میں پاتا۔ پھر قساوتِ قلبی کے سبب صرف ضرورت کے وقت اور زیارت کے خیال سے ارشاد ہوتا۔ کبھی کبھی تو جہات سے بھی مستفیض ہوتا۔ یا اللہ اسے زیادہ کچھ نہ کم آمین۔

میرے بھائی شیخ حافظ صالح محمد مدظلہ سے میں نے سنا کہ انہیں بھی ہمارے والد بزرگوار قدس سرہٗ کی طرف سے پہلی رات یہ ارشاد ہوا کہ اے صالح محمد! تو نے دیکھا کہ لوگوں نے جو میرے پاؤں پکڑے اور مجھے تکلیف دی میرے پاؤں درد کرتے ہیں۔ اسکے دو ۲ سبب تھے۔ ایک یہ کہ جب حرم سرا کے اندر آپ نزع کی حالت میں تھے لوگ پائے مبارک پکڑ کر چومتے تھے۔ دوسرے یہ کہ پہلی رات مزار مبارک کے پاؤں کو پکڑ کر روتے تھے۔ بہر حال آپ نے اس بات سے منع فرمایا۔ مستورات اور عورتیں جو اُس وقت وہاں موجود تھیں انہیں غیر مشروع رونے دھونے اور واویلا کرنے کی جرأت نہ رہی بلکہ تمام کو ذکر الٰہی کے جذبات۔ وجد۔ رقت اور ذوق شوق نے گھیر لیا۔

میرے چچا میاں نور کلال مغفور نے ایک روز اپنے فرزندوں کو کہا کہ میں نے عمر کا بہت حصہ حضرت غلام باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں بسر کیا ہے۔ میں اُن کی شان تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ جوانی کے وقت نہایت خوبصورت اور فرشتہ صفت تھے۔ میں بڑے حضرت کے فرمان کے مطابق ہر وقت سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک نوجوان خوبصورت کنواری عورت جنت نامی آپ پر فریفتہ تھی۔ ہر وقت بیقرار رہتی تھی۔ مجبوراً خواہ مخواہ آپ کے آگے پیچھے پھرتی رہتی اور آپ کے نور جمال کے گرد پروانہ کی طرح پھرتی تھی اور موقع کی تاڑ میں رہتی۔

ایک روز آپ قضائے حاجت کے لیے جنگل میں گئے اور میں پردہ پیچھے چھپا ہوا منتظر تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عورت شاہین کی طرح شکار کی طلب میں عین اُس مقام پر پہنچی جہاں آپ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ موقع اور فرصت پا کر آپ سے مراد

marfat.com

کی طالب ہوئی۔ آپ اُسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُس بیباک عورت نے دونوں ہاتھوں سے آپ کا دامن پکڑ لیا اور اپنا مدعا ظاہر کیا۔ میں بھی درخت سے لپٹا ہوا اور اُس کے پتوں میں گھسا ہوا دیکھ رہا تھا۔

آپ نے کہا۔ او خدا سے نہ ڈرنے والی عورت! تو اپنی راہ لے۔ میں فقیر مسکین ہوں۔ یہ سن کر وہ شور وشر کرنے لگی اور کہنے لگی۔ اگر تو میری مراد پوری نہ کرے گا تو میں شور مچادونگی اور تجھے رسوا کروں گی۔

آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دے میرا پردہ ہی رہنے دے۔ کیونکہ میں تیرے کام کے لائق نہیں۔ عورت نے پوچھا: کیوں میرے کام کے لائق نہیں۔ آپ نے جوش میں آ کر اپنا تہ بند کھول کر دکھایا۔ اس نے غور سے دیکھا تو عضو تناسل ندارد تھا۔ وہ عورت دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئی اور واپس چلی گئی۔

پھر میں بھی جا پہنچا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیا حالت ہے۔ آپ نے کیا ظاہر کیا ہے۔ فرمایا: بھائی! یہ آسان کام ہے۔ اگر میرا بدن ناپاک نہ ہوتا تو میں اس کے ہاتھوں سے ہوا میں اُڑ جاتا اور فوراً اُس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا۔

حافظ چوغطہ اپنے جد بزرگوار میاں نور علیہ الرحمۃ کی زبانی جو میرے (سلطان حامد) والد بزرگوار کے خاص مرید تھے بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت میاں نور علیہ الرحمۃ کو بھائی کہا کرتے تھے اور انہیں ہمارے جد بزرگوار کی طرف سے اجازت تھی کہ وہ جوانی کے وقت دن رات بلکہ ہر وقت ہمارے والد بزرگوار کے ساتھ رہیں۔ آپ کے اتالیق تھے اور ہمارے والد صاحب کی توجہات سے فیضیاب تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کے والد بزرگوار کے ساتھ شکار کے ارادہ سے ماہ ساون میں تیر کر دریا پار جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی نور آج اگر بٹیر کا شکار ہاتھ آ جائے تو عین مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت سے جنگل میں پھرتے پھرتے جانور ندکور ملا۔ میں نے تیر سے شکار کیا۔ ذبح کیا۔ آپ خوش ہوئے اور فرمایا۔ بھائی نور شکار کو مشک کے فتراک سے باندھو اور میرے کپڑے اور مشک کو بھی لے جاؤ۔ میں صرف بازوؤں کی طاقت سے تیروں گا۔

marfat.com

میں نے کہا۔ حضرت! یہ مجھے بالکل منظور نہیں اور نہ میں ایسا کرنے دوں گا۔ پس میں نے جبراً آنحضرت کے پاؤں میں مشک دی اور اپنے کپڑے بھی آپ نے بدستور باندھے اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر دریا میں تیرنے لگے۔

ایک بار آہستہ آہستہ فرمایا کہ اچھا ہم سیر تو ضرور کریں گے۔ جب عین وسط میں پہنچے اور آپ میرے ساتھ آ رہے تھے۔ جب مجھے آپ کے تیرنے کی آواز نہ آئی تو میں نے بہت اِدھر اُدھر دیکھا لیکن نہ پایا۔ میں روتا دھوتا کنارے پر پہنچا اور شکار اور اپنے کپڑے کنارے پر رکھے۔ کنارے پر اِدھر اُدھر چیختا چلاتا پھرا لیکن آپ کو نہ پایا اسی تشویش میں پھر رہا تھا کہ ناگاہ دیکھا کہ آپ خیریت سے صحیح و سالم مشک پر سوار زور بازو سے دریا پر تیرتے چلے آ رہے ہیں۔ اللہ اللہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور حیران رہ گیا۔ میں نے ادب کے مارے حقیقت نہ پوچھی۔ کیونکہ یہ راز الٰہی تھا۔ آپ نے مجھے دور ہی سے فرمایا کہ بھائی نورا! تو کیوں روتا تھا اور کیوں ڈرتا تھا میں تو سلامت ہوں۔

جب آپ خیریت سے دریا کنارے پہنچے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے سر پر جو سامان اور کپڑے بندھے ہوئے تھے وہ بدستور خشک تھے۔ فقط۔

دینی بھائیو اور یقینی یارو! اس بات کو بنظر غور و تعمق دیکھنا چاہیے کہ جب آپ نے اپنے ساتھی اور اتالیق میاں نور کو فرمایا کہ مجھے اسباب اور مشک بغیر تیرنے دے۔ اس میں ایک راز تھا۔ وہ یہ کہ آپ کو دریا کے ابدالوں کی ملاقات کا شوق تھا جیسا کہ سورۃ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ لکھا ہوا ہے۔ وہ بھی حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لیے دریا پر پہنچے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی

marfat.com

الْبَحْرِ عَجَبًا ○ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ○ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ (۱۸-۶۰،۶۵)

اتالیق موصوف چونکہ اللہ تعالیٰ کے واصلوں اور عارفوں کے کام سے چنداں واقف نہ تھا۔ اس لیے اُس نے محض ظاہر بینی کے سبب محافظت اور خیر اندیشی کے خیال سے آپ کے فرمان کو قبول نہ کیا اور آپ سے مشک اور سامان نہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے درویشوں اور واصلوں کی ہمت سے کچھ بعید نہ تھا۔ کیونکہ سامان مذکور آپ کو اہل باطن کی سیر اور ملاقات سے روک نہیں سکتا تھا۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ سیر فی اللہ میں گئے ہوں اور سامان کو صحیح وسالم لے گئے ہوں اور پھر اپنے ساتھ لے آئے ہوں۔

مائی غلام مریم ادغانی علیہا الرحمۃ جو اپنے وقت کی پارسا نیک دامن اور طالب اللہ تھیں۔ ایک سردار کی لڑکی تھیں اور آنحضرت کی مرید تھیں۔ جب آنحضرت نے وفات پائی تو مائی مذکور اپنے گھر میں جو خانقاہ مقدس سے ایک سومیل کے فاصلہ پر تھا۔ گھبرا کر رونے لگیں اور دل میں کہنے لگیں کہ اب میرے مرشد صاحب بھی فوت ہو گئے ہیں اور آپ نے مجھے مراد تک بھی نہیں پہنچایا۔ خالی چھوڑ گئے ہیں۔

اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب تشریف لا کر فرماتے ہیں کہ اے غلام مریم! چونکہ تم اندیشہ ناک ہو۔ میرے جبّہ کا دامن منہ میں لے کر چوسو اور لعاب نگل جاؤ تجھے یہ حالات باطن سے منکشف ہوں گے کسی سے راز نہ کہنا۔ تا کہ ساری مرادیں بر آئیں اور جذبہ کے سبب جو تجھے جسمانی تکلیف پہنچے۔ اُس کا غم نہ کرنا۔

اس نے حسب الارشاد جُبّہ کا دامن منہ میں لے کر چوسا اور لعاب نگل گئی۔ اُسی وقت اس کا مطلب حل ہو گیا۔ اس نے اپنے جسم کو جذبات کی آگ میں دبایا اور حد سے زیادہ جسمانی تکلیف دیکھی۔ آنحضرت کے ارشاد کے مطابق اس پر اسرار الٰہی منکشف ہوئے۔ جب اُس نے یہ بات ظاہر کر دی تو جسمانی تکلیف سے آرام پایا اور صاحب خارق عادات وکرامات ہو گئی۔ اُس نے دنیاوی شغل بالکل ترک کر دیئے اور آخری دم تک یاد الٰہی میں

marfat.com

مشغول رہی۔

بحدیث سر زلفش نکند عمر وفا
قصہ دور دراز است چہ مے باید کرد

’’عمر تو اُس کی زلف کے سرے کی بات کے لیے بھی کافی نہیں۔ یہ بڑا لمبا چوڑا قصہ ہے کیا کرنا چاہیے۔‘‘

فصل ۱۰

میری جدہ ماجدہ کے بعض فضائل کے بیان میں

روز ازل ہی سے آپ کی سرشت میں یہ بات داخل کر دی گئی تھی کہ آپ ہر وقت کلام اللہ شریف کی تلاوت میں بسر کرتیں۔ ستر سرائے کے صحن کی اس درجہ محافظت کی جاتی کہ کتا تک اندر نہ آنے پاتا۔ اگر اتفاقاً کوئی کتا آ جاتا تو اسی وقت نکال دیا جاتا اور تمام صحن میں پانی چھڑکوایا جاتا۔

ایک روز آپ حسب معمول تلاوت قرآن شریف میں مشغول تھیں کہ اچانک ایک کتا آیا۔ اُسے نکالنے کے لیے خدمت گاروں کو حکم دیا کہ کورہ کوزہ پانی سے بھر کر لاؤ۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کلام اللہ شریف کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر جب قرآن شریف رحل پر رکھا تو اس کا کوئی حرف بھی زائل نہ ہوا تھا۔ دایہ ہر روز سفید کپڑے سی کر آپ کے لیے لاتیں۔

اور جب میرے والد بزرگوار یعنی آپ کے فرزند ارجمند آپ کی زیارت کے لیے ستر سرا میں جاتے تو آپ انہیں فرماتیں۔ بیٹا! دور ہی کھڑے رہ کر مجھے اپنا منہ دکھاؤ۔ ہمارے پاس نہ آنا کیونکہ تم مردوں اور اُن کے لباس سے چھوتے ہو۔ اس بارے میں اپنے فرزند کو بھی پاس نہیں آنے دیتی تھیں۔

ورع ایک ایسی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو عنایت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جنّات نعیم میں سفید رنگ کے پرندے اُڑتے ہیں جن

marfat.com

پر روز جزاء کو متورع آدمی سوار ہوں گے۔ وہ ورع ہی اُن پاک پرندوں کی صورت اختیار کریگی۔ فقط۔

نیز مستورات۔ خدمتگاروں کی اولاد وغیرہ اور بچوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتی تھیں۔ آپ کے لباس کو چھونے کا حکم کسی کو نہ تھا۔ فقط۔

آپ کے فضائل بہت تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم مبارک بھی سلطان حامد تھا جو اس مسکین (مصنف) کے ہم نام تھے۔ آپ ولی اللہ۔ فاضل۔ عالم۔ کلام اللہ شریف کے کاتب۔ خوش خطی میں فردِ زمانہ۔ عالم باعمل۔ تمام اوصاف حمیدہ سے متصف اور ہر شریف فن میں کامل اور صاحب احوال عالی تھے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں لیکن میں نے مختصر بیان کئے ہیں۔

فصل ۱۱

میری والدہ محترمہ کے فضائل اور نعمت ازلی کے بیان میں

میری والدہ محترمہ کا حقیقی بھائی کوئی نہ تھا۔ آپ کے والدین مادرزاد پاکباز اور نیک ذہن تھے۔ جب آپ میں بولنے کی طاقت ہوئی، تو سب سے پہلے آپ کی زبان مبارک سے اسم مبارک ''اللہ ہو سلطان باہو'' نکلا۔

چونکہ آپ کا وطن شمالی بلوچستان میں تھا۔ اور خود بھی قوم کے بلوچ تھے۔ اس وقت آپ کے والدین کو ہمارے جد امجد حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے اسم مبارک کی واقفیت نہ تھی۔ انہیں تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان باہو ایک ولی اللہ کا نام ہے۔ جن کا مزار شریف مُلکِ (علاقہ) چناب میں ہے۔

جب آپ میں چلنے کی طاقت ہوئی تو آپ ملک چناب کی طرف قدم بقدم آتیں اور ریت کے ٹیلے پر خانقاہ مقدس کی طرف رخ کر کے بیٹھتیں۔ پھر جب کچھ شعور حاصل ہوا تو والدین سے تقاضا شروع کیا کہ زیارت شریف کے لیے چلنا چاہیے۔ قبیلہ والوں نے کجاوے وغیرہ تیار کر لیے اور منزل بمنزل خانقاہ مقدس کی زیارت سے آ مشرف ہوئے۔

marfat.com

جب ہمارے جد امجد حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کے قبیلے کی عورتوں سے پوچھا کہ تم میں سے وہ کون ہے جسے پہلے پہل زیارت شریف کی کشش ہوئی۔ انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا کہ حضرت ہم نہ سلطان باہو کے نام سے واقف تھے۔ نہ مزار شریف سے کہ کہاں ہے؟ یہ معصومہ جو خدمت میں بیٹھی ہے۔ جب اس نے پہلے روز بولنا سیکھا تو پہلے ہی حضرت قدس سرہٗ کا اسم مبارک لیا اور جب اس میں چلنے کی طاقت کچھ ہوئی تو خود بخود خانقاہ کی طرف دوڑتی تھی۔ اب جب کہ کچھ سیانی ہوئی تو زیارت شریف کے لیے تقاضا شروع کیا۔ پھر ایسی مشتاق ہوئی کہ زیارت شریف کے اشتیاق میں کھانا پینا چھوڑ دیا اور زار زار رونا شروع کیا۔ اس لیے ہم سب اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہم رستہ سے ناواقف تھے اور رستہ خطرناک تھا۔ ہم سب اس کے طفیل زیارت سے مشرف ہوئے۔

یہ ماجرا سن کر ہمارے جد امجد پر رقت طاری ہوئی۔ میری والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ جب ہم نے دیکھا کہ آپ پر رقت طاری ہوئی ہے تو آپ نے اللہ کا نام لیا اور دست مبارک اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اور کہنی گھٹنے پر۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ آنحضرت کے آنسو کہنی سے گزر فرش پر گرنے لگے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ اس سے پہلے بھی قبیلہ بلوچ کی ایک معصومہ کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سے اسی طرح فیضان حاصل ہوا تھا۔ پھر فرمایا۔

مائیو! جب اس معصومہ کو ہمارے حضرت صاحب کی زیارت کا اس قدر شوق ہے تو اسے ہمارے پاس ہی چھوڑ جاؤ۔ وہ بلوچ عورتیں زار زار رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ اے حضرت! یہ معصومہ ہے۔ اس کے والدین کی اور کوئی اولاد نہیں۔ نہ لڑکا ہے نہ لڑکی۔ بس لے دے کر یہی ایک لڑکی ہے۔ آپ نے ہماری نسبت یہ کیا فرمایا۔ ہم غریبوں کے حق میں آپ دعا کریں۔ آپ نے فرمایا: اچھا۔ پس حضرت والدہ ماجدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدت مقررہ بعد وقت معینہ پر اس عارف ربانی کے اشارہ سے آپ کی وفات کے بعد ہزار کرامت اور قدرت الٰہی سے میرے والد بزرگوار کے نکاح میں آئیں۔

marfat.com

باب دسواں ۱۰

حضرت ممدوح قدس سرہٗ کے سلسلہ کے بعض نیک فقیر اور درویش لوگوں کے حالات میں

واضح رہے کہ اس سے پہلے جہاں کہیں خلفاء اور فقیروں کا ذکر ہوا ہے۔ وہاں اُن کے حالات اور خوارق عادات کا بھی ذکر ہوا ہے۔ مگر بعض ہم صحبت درویشوں کے حالات اور فضائل لکھنے ابھی باقی ہیں۔ اس واسطے اپنے اشتیاق منزل دل کے جذبہ کے مطابق اس باب میں مذکورہ بالا حالات مندرج کرتا ہوں۔ گذشتہ خلفاء مثلاً سلطان نور رنگ علیہ الرحمۃ۔ شاہ مراد لوسدی والہ۔ حضرت سید موسن شاہ علیہما الرحمۃ۔ مائی فاطمہ مستوئن اور ملا معالی وغیرہ کا جہاں کہیں ذکر ہوا ہے۔ اپنے معلومات کے موافق بلا کم وکاست لکھ دیا ہے اور جس قدر درویشوں کے حالات ملتوی رہے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس باب میں لکھے جاتے ہیں۔ وہی توفیق دینے والا ہے اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔

برادران دینی اور اصحاب یقینی کی خدمت میں عرض پرداز ہوں۔ کہ خلیفہ قائم بڑھئی خلیفہ میاں فقیر جولاہا اور خلیفہ حاجی کے حالات بھی پہلے لکھے جا چکے ہیں۔ اب میں اپنے ہمعصر خلیفہ خیر محمد۔ خلیفہ الہ داد۔ خلیفہ صدیق اور اُن کے والد۔ خلیفہ راضی۔ خلیفہ سجاول اور خلیفہ مست کے حالات لکھتا ہوں۔ تاکہ فروگذاشت نہ ہو جائے۔ خلیفہ خیر محمد وزیر آبادی اور فقیر زبردست کے حالات لکھتا ہوں۔

marfat.com

فصل ۱

خلیفہ خیر محمد علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ ذات کے راجپوت صاحب حشمت تھے۔ انہیں اور فقیر زبردست دونوں کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت نے کشش کی۔ ان میں سے زبردست کا ذکر تو اُوپر ہو چکا ہے۔ خلیفہ خیر محمد ہمارے زمانے تک زندہ رہے۔ انکے حالات نہایت عجیب ہیں۔ آپ بے پروا' صاحب حشمت' صاحب وقار'پُر درد' صاحب ذوق وشوق تھے۔ آپ کی آنکھیں ہر وقت سرخ رہتی تھیں اور آنسو جاری رہتے تھے۔ گویا خون برساتی تھیں۔ بے اختیار منہ سے اسم اللہ ذات کے نعرے نکلتے تھے۔ اپنے خیال اور فکر میں مست تھے۔ آپ کبھی ادھر اُدھر یا دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے۔ ہر دم حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗکے مزار شریف کی خدمات میں رہتے۔ چنانچہ جھاڑو دینا۔ پھول اور گلدستے مہیا کرنا آپ کے سپرد تھا۔ دن رات حضوری باغیچہ میں پھولوں کے پودوں کی خدمت گزاری میں رہتے۔ ان خدمات کے وقت مزار شریف کو دیکھ دیکھ کر زار زار آنسو بہاتے اور بے اختیار اسم اللہ ذات آپ کی زبان سے جاری رہتا۔

جب معمولی خدمات سے فارغ ہوتے تو باقی وقت باغ اور پھلواڑی کی خدمت اور حویلیوں کے احاطوں میں جھاڑو دینے کا کام کرتے۔ ایک یا آدھی روٹی ملتی تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے درویشوں کو بانٹ دیتے۔

ایک روز مجھ مسکین کو فرمایا: صاحبزادے! ایک دفعہ پھولوں کے پودوں میں کلیاں لگیں اور ان کے کھلنے کا موسم قریب آپہنچا۔ میں خوشی خوشی پھرتا تھا کہ یہ غنچہ اور پھولوں سے پہلے کھلے گا اور میں تمام آدمیوں سے پہلے اسے حضور انور میں بطور تحفہ پیش کروں گا۔ مجھے اس خوشی اور محبت میں نیند نہ آتی تھی۔ میں وقت بے وقت اس شگوفے کے گرد پھرتا تھا۔ ایک دفعہ جو میں سو گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بکری باغیچہ کی دیوار پر سے کود کر اندر آئی

marfat.com

اور باغیچہ میں گھس کر دوڑی گئی اور اس غنچہ کو کھا گئی یہ خوفناک نظارہ دیکھ کر میں اٹھا اور دوڑ کر وہاں پہنچا تو دیکھا کہ میرے پہنچنے سے پہلے اس نے شگوفہ کو کھا لیا۔ میں حیران اور پریشان روتا ہوا نکل آیا۔ صاحبزادے تقدیر کا معاملہ ٹل نہیں سکتا۔

ایک روز میں (سلطان حامد) نے خلوت میں خلیفہ خیر محمد کو کہا کہ خلیفہ صاحب میرے حق میں دعا کریں کہ میرا مقدر اچھا ہو جائے کہا۔ صاحبزادے ایک روز میں نے حالات کی برائی اور بشریت کی غفلت سے تنگ آ کر اپنے ہادی سلطان العارفین قدس سرہٗ کے حضور میں فریاد کی تو فرمایا: اے خیر محمد! تقدیر نہیں بدل سکتی۔ ہم تمہاری عاقبت کے ذمہ دار ہیں۔ فقط۔

خلیفہ خیر محمد علیہ الرحمۃ کے حالات نہایت عجیب تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک رات تیل کی کمی کے سبب رات کے آخری حصہ میں خانقاہ مقدس کا چراغ گل ہو گیا۔ صبح ڈیرہ پر میرے پاس آئے۔ اس وقت درد بھری آہیں بھرتے تھے اور آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو جاری تھے چونکہ عمر بھر خانقاہ مقدس کے احاطہ سے باہر نہ گئے تھے اور آپ کی یہ عادت بھی تھی بلکہ حضور انور سے بھی آپ کو تجدید وضو کے سوا باہر جانے کی اجازت نہ تھی چونکہ آپ کا آنا غیر معمولی تھا۔ اس لیے میں حیران رہ گیا۔ تعظیم کے بعد کہا۔ خلیفہ صاحب صبر کریں۔ بے قراری جانے دیں۔ یہ تو فرمائیں کہ آپ کی کیا حالت ہوئی۔ آپ نے پردرد آواز سے فرمایا: صاحبزادے! حق تعالیٰ نے میرے ہادی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کا چراغ تو بہت روشن کیا ہے لیکن حضور کا چراغ بحال نہیں رہتا۔ اتنا فرما کر پھر متفکر ہو گئے۔

میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ مقدس میں لے گیا اور میں نے دوسرے خلیفہ کو جس کے متعلق نذروں کا جمع کرنا اور خدمات کا بجا لانا تھا۔ بلا کر کہا۔ یہ کیسی غفلت اور بدخدمتی ہے کہ آج رات حضور کا چراغ تیل کی کمی کے سبب گل ہو گیا اور تمہیں خبر نہ ہوئی۔ اگر آئندہ تم سے ایسی غفلت ہوئی تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جس قدر تیل ہو وہ سب آئندہ خلیفہ خیر محمد کے پاس رہنا چاہیے۔ تاکہ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکے۔

marfat.com

فصل ۲

خلیفہ اللہ داد علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ کوہستان مغربی کے دامن کے رہنے والے اہل علم وعمل اور نیک خانوادہ سے تھے۔ حضرت قدس سرہٗ کی روحانی توجہ کے جذبہ کا اثر اور فیضان اس طرح ہوتا ہے کہ انسان خود بخود کھچا چلا آتا ہے۔ اسی طرح آپ کو بھی جب کشش ہوئی تو وطن۔ مال اور عیال سے قطع تعلق کر کے تن تنہا خانقاہ مقدس میں آ حاضر ہوئے اور عمر کا بہت سا حصہ حضور اقدس میں تجرید وتفرید کی حالت میں بسر کیا۔ آخری عمر میں آپ کو اجازت ہوئی کہ حضرت قدس سرہٗ کے قرب وجوار کے ایک گاؤں میں نور نامی گھمار کے گھر میں رہنا اختیار کرو۔ جب آپ نے وہاں رہنا اختیار کیا تو آپ کی تشریف کے یمن سے اللہ تعالیٰ نے نور گھمار کے گھر ہر طرح کی نعمت اور برکت عطا فرمائی۔ پھر اس گاؤں کے باہر ویران مقام پر ایک اور مسجد اور حجرہ بنا کر اس میں بہت عرصہ رہے۔ چونکہ بے نصیب ہم وطن فقیروں اور نبیوں کی گستاخی اور بے ادبی کے سبب فیصان سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ اس لیے اسی طرح مذکورہ بالا گاؤں کے باشندے بھی حضرت قدس سرہٗ کی گستاخی اور بے ادبی کرنے لگے۔

حضرت قدس سرہٗ کے حضور سے فقیر اللہ داد کو حکم ہوا کہ تم اس گاؤں سے نکل کر کسی اور گاؤں میں ٹھکانا کرو۔ کیونکہ اس گاؤں میں قہر الٰہی نازل ہونے والا ہے جب آپ اس گاؤں سے چلے گئے تو قادر قیوم کی قدرت سے تھوڑے ہی عرصہ میں اس گاؤں کے بڑے بڑے آدمی مرنے شروع ہوئے۔ اب تک ان کے خاندان میں بے برکتی اور مفلسی باقی ہے۔ ان پر تقدیر نے سخت حملہ کیا۔ پھر بھی وہ بداعتقادی اور گستاخی سے باز نہ آئے۔ اس لیے ان کے پس ماندگان نے اپنی زمینیں حضرت قدس سرہٗ کی اولاد کے ہاتھ فروخت کیں اور ان میں اکثر جلاوطن اور آوارہ ہو گئے۔

فقیر اللہ داد نے اس گاؤں سے نکل کر دوسرے گاؤں کے باہر ایک کھجور کے درخت تلے ڈیرا جمایا اور آپ کا کھانا عظیم نام چدھڑ کے گھر مقرر ہوا۔

marfat.com

عظیم مذکور خلیفہ اللہ داد کے آنے سے پہلے مقروض اور مفلس تھا۔ پھر تھوڑے دنوں میں دولتمند ہو گیا اور وہ سارا خاندان حضرت قدس سرہٗ کا معتقد ہو گیا۔ اب تک اُس کے خاندان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

خلیفہ اللہ داد جس مقام پر ٹکانا کرتے چاروں طرف سے خلقت آپ کی زیارت کو آتی۔ مسخرات حد سے زیادہ تھا۔ آپ تمام نذر نیاز میں سے اپنے لیے رکھ کر باقی پوشیدہ طور پر حضرت قدس سرہٗ کی اولاد کے سپرد کر دیتے۔

آپ کی یہ عادت تھی کہ جن دنوں آپ خانقاہ مقدس میں معتکف تھے بلا ضرورت وضو ایک قدم بھی احاطہ کے باہر نہ رکھتے اور یہی حالت ان تمام معتکفین کی ہے۔ جنہیں حضرت قدس سرہٗ کی روحانیت خود کشش کرتی ہے کہ وہ خانقاہ مقدس کے احاطہ سے باہر نہیں نکلتے۔ اس کے اندر ہی عمر بسر کر دیتے ہیں چونکہ وہیں رہنا پڑتا ہے اس لیے ننگے پاؤں رہتے ہیں اور ہر وقت یاد الٰہی میں اپنے اپنے حجروں میں سر جھکائے مراقبہ میں رہتے ہیں۔

خلیفہ اللہ داد کی بھی یہی حالت تھی لیکن کبھی کبھی حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے ان کے ڈیرے پر آتے تھے اور جب خانقاہ مقدس سے بھی آپ کو معافی ہوئی تو پھر اپنی گوشہ نشینی سے اُٹھ کر کہیں نہ جاتے۔

آپ صاحب ذوق و شوق و وجد تھے۔ ہر وقت آپ کا بدن۔ لباس اور مکان پاکیزہ رہتا۔ ظاہری عبادت میں بھی اس طرح رہتے کہ ہر وقت باوضو رہتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ملک بہاولپور میں خیر پور کھرانی کے سفر کو گیا ہوا تھا کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ خلیفہ اللہ داد کی قبر حضوری دروازہ کے باہر تیار کی گئی ہے اور گردونواح کے لوگ آپ کی زیارت کے لیے آ کر اس کے گرد حلقہ باندھے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ قبر کس کی ہے؟ ایک نے کہا یہ خلیفہ اللہ داد کی قبر ہے۔ پھر میں نے پوچھا: لوگ کیوں جمع ہیں؟ کہا یہ قبر زندہ ہے اور لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں اور نذریں لاتے ہیں۔ جب صبح بیدار ہوا تو تاریخ لکھ لی۔ جب میں خانقاہ مقدس میں آیا تو دیکھا کہ ٹھیک اسی مقام پر

marfat.com

خلیفہ اللہ داد کی قبر ہے جہاں میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں اور کچھ نذریں بھی لاتے ہیں۔ والسلام۔

فصل ۳

خلیفہ صدیق اور آپ کے والد بزرگوار خلیفہ عثمان کے فضائل کے بیان میں

آپ اور آپ کے والد بزرگوار کوہستان مغربی کے دامن سے آنحضرت قدس سرہٗ کی روحانیت کے جذبہ کی کشش سے خانقاہ مقدس میں مشرف ہوئے چونکہ دیانتدار نظر آئے اس لیے میرے (مصنف) والد بزرگوار نے خانقاہ مقدس کی تمام نوادرات انہیں کے ذمے کر دیں۔

آپ بہت ہی مسکین طبع۔ تارک۔ فارغ۔ خاکسار۔ صاحب ذوق وشوق۔ بےنفس اور صاحب تجرید وتفرید تھے۔ مدت تک حضور اقدس کی خدمات بجالاتے رہے۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے اور خاموشی اور صبر سے گزارا کرتے۔

ایک دفعہ میں (سلطان حامد) نے خلیفہ عثمان اور ان کے والد بزرگوار کو حضور مقدس کی خدمات کے لیے چھوڑا اور خود خلیفہ صدیق کو ساتھ لے کر مغرب کی طرف سفر کے ارادہ سے روانہ ہوا۔

جب ہم ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پہنچے اور اس ملک (علاقہ) کے ناظم اور امراء نے دعوتیں کیں۔ چند روز وہاں رہے۔ میرے رفیق درویش عشا سے سحر تک سوتے رہتے۔ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد میں نے درویشوں کو ملامت کی کہ درویشو!

تم امیروں کے مرغن لطیف کھانے کھا کر ساری رات مردہ کی طرح پڑے رہتے ہو۔ میں نے کبھی نہ دیکھا نہ سنا کہ تم میں سے کوئی بھی پہلی یا پچھلی رات ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہو۔''

تمام خاموش ہو گئے۔ آخر صدیق (خلیفہ) کو متوجہ کر کے کہا۔

marfat.com

کہ صدیق! تُو تو درویش آدمی تھا۔ تجھ پر بھی امیروں کے کھانے کا اثر ہو گیا اور تیرا دل سخت ہو گیا اور ذکر الٰہی سے غافل و سرد ہو گیا۔ خبردار! ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔''

خلیفہ مذکور باوضو تھا۔ اُس نے فوراً ذکر جہر شروع کر دیا اور تھوڑی دیر بعد اس قدر جوش میں آیا کہ میں نے بغل میں لیا اور اس قدر جذبہ میں آیا کہ پاس پڑوس والوں کا آرام اور خواب ناگوار کر دیا۔ اکثر آدمی بیدار اور بیقرار ہو گئے اور چاروں طرف سے ہمارے مکان کے گرد لوگ جوش و خروش کرتے تھے۔ میں پشیمان تھا کہ میں نے یہ کیا کیا اس طرح درویشوں کو مشہور کیا اور ریا کاری کے خطرے میں پڑا۔ القصہ میں کلام اور درود شریف پڑھ کر دم کرتا اور سرد پانی دیتا لیکن تقریباً ساری رات خلیفہ صدیق حالت جذبہ میں رہا۔

اگر کسی نفسانی آدمی پر ایک گھڑی وہ حالت رہتی تو یا وہ مر جاتا یا اس کے اعضا ٹوٹ جاتے۔ ہم رات بھر حیران و پریشان اسی کی خاطر تواضع میں سرگرداں رہے۔ صبح بدستور میری خدمات کے لیے تمام درویشوں سے چست و چالاک تھا۔ سب سے پہلے میری خدمت کرتا۔ پھر میں نے اُسے نصیحت کی کہ خلیفہ صدیق جب نماز فریضہ کے بعد ذکر جہر کا حلقہ کرتا ہے۔ اُسے سنتے وقت اپنے آپ کو ذکر جہر سے بچانا۔ اگر نہیں بچا سکتے تو بامر مجبوری حلقہ سے اُٹھ جانا۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں ایسا نہ ہو ہمیں کسی قسم کا نقصان پہنچے۔ پس خلیفہ صدیق پہلی طرح رہنے لگا اور جب ذکر جہر کا حلقہ ہوتا۔ وہ باہر چلا جاتا۔ مدت بعد دونوں بھائی اپنے والد بزرگوار سمیت خانقاہ سے پوشیدہ طور پر کہیں چلے گئے اور کسی کو اطلاع نہ دی کہ کہاں ہیں۔ چند سال بعد خبر لگی کہ وہ کعبۃ اللہ حرمین شریفین سے ہو کر بغداد شریف میں آئے ہیں اور وہیں معتکف ہیں۔ والسلام اللھم اجعلنا منھم ۔

فصل ۴

خلیفہ میاں راضی کے حالات میں

آپ نحیف البدن۔ دراز قد۔ لطیف۔ خوش شکل۔ خوش رو اور کم گو تھے۔ چولستان

marfat.com

شمالی سے نور پور کے گردونواح کے رہنے والے تھے۔آپ وہاں سے زیارت مقدس کے لیے آئے اور زیارت شریف کی شرف یابی کے بعد میرے والد بزرگوار حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ کی خدمت پُرعظمت میں ڈیرے پر حاضر ہوئے اور بیٹھ گئے۔ ہمارے حضرت صاحب کا سلسلہ چونکہ بظاہر امراء کا سا تھا۔یعنی گھوڑے' مہمان' مہمان نوازی اور کرم وسخا حد سے زیادہ رکھتے تھے۔ ہر قسم کے سائل اور مہمان گروہ در گروہ آتے تھے۔وہاں کاموں کی بڑی کثرت تھی۔ حضرت صاحب ہر درویش کو جو حاضر خدمت ہوتا کوئی نہ کوئی خدمت سپرد کرتے۔ جب آپ کسی کو حکم دینا چاہتے میاں راضی فوراً سب سے پہلے وہ خدمت بجالاتے اور مدت تک حاضر خدمت رہے۔

آپ بدرجہ غایت صاحب استقامت۔ صابر نفس پر قادر۔ صاحب سکوت' کریم الخلق ۔حلیم طبع۔رات کو جاگنے والے۔ جفاکش۔صاحب ذوق وشوق اور کامل اعتقاد تھے۔ مدت تک گھوڑوں کی خدمت پر مامور رہے۔

بعد ازاں جب والد بزرگوار کو آپ کی واقف کاری اور اعتبار کا تجربہ ہو چکا تو آنحضرت آپ کو اطراف میں پاپیادہ بھیجنے لگے۔آپ شہسواروں کی طرح منزلیں طے کر کے ہوش مندی سے کام سرانجام کرتے۔ بعدازاں جب تجربہ کار معتمد ہوگئے تو آنحضرت نے آپ کو فرط شفقت اور اعتباز کے سبب خانقاہ مقدس کی خلافت کا کام سپرد کیا۔آپ مدت تک یہ کام کرتے رہے۔دن کو آپ مقررہ کام سرانجام دیتے۔اللہ تعالیٰ خود اس حال کا شاہد اور اس بات کا گواہ ہے کہ اس مرد خدا کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی سی صورت دے رکھی تھی، اسی طرح فرشتوں کی سی خصلت بھی عنایت کی تھی اور خانقاہ مقدس کی طرف سے جو وظیفہ یا روٹی لنگر سے ملتی۔ وہ میں نے بچشم خود دیکھی ہے کہ پوشیدہ طور پر آپ کسی مستحق دوست کو دے دیتے۔

واللہ اعلم وہ فرشتہ سیرت ایسی بیخوابی اور بیخورشی میں کیونکر اپنی جسمانیت قائم رکھتا ہو گا۔شاید یہ حال، بیت عند ربی یسقینی ویطعمنی ۔"میں رات اپنے پروردگار کے پاس رہتا ہوں۔وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے"۔والا معاملہ ہو۔اس مقام اور اس حالت کی مفصل

marfat.com

حقیقت انشاء اللہ اپنے والد بزرگوار کے ملفوظات کے بیان میں لکھوں گا اور آپ کی زبان سے تلقین۔ ارشاد وعظ ونصیحت اور معرفت الٰہی کے سوا اور کچھ نہ نکلتا۔ حالانکہ آپ بالکل ان پڑھ تھے۔ **اللهم اجعلنی منهم۔**

آپ ہمارے حق میں دعا کیا کرتے تو اس دعا کا اثر ہم دیکھتے تھے۔ آخری عمر میں جب آپ خانقاہ مقدس کی خلافت پر مامور تھے تو مجھ مسکین (سلطان حامد) سے اجازت کی درخواست کی کہ صاحبزادے! مجھے حضرت شیخ غلام باہُو کی زیارت کا شوق یہاں تک غالب ہے کہ اب صبر وقرار باقی نہیں۔ مجھے اجازت دیں کہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پہنچ کر زیارت سے مشرف ہوں۔

چونکہ آنحضرت اُن دنوں ڈیرہ اسماعیل خاں تشریف لے گئے تھے۔ ہم نے بھی اجازت دی۔ آپ فوراً ذوق شوق کے بازوؤں سے پرواز کر کے بھکر کے گردونواح میں پہنچ گئے۔ قضا نے وہیں بیمار کر دیا اور چونی گاؤں میں شیخ فرید اور شیخ علی محمد قریشی کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

شیخ فرید اور شیخ علی محمد قریشی حضرت قدس سرہٗ کے سلسلہ سے ہیں۔

من مات فی حب الله فقد مات شهيداً۔

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں مرا وہ شہید ہو کر دنیا سے گیا۔''

فصل ۵

خلیفہ سجاول کے احوال میں

آپ جوان عمر میں دریائے چناب کے شمالی کنارے کے گاؤں چند روٹ سے آئے۔ خانقاہ مقدس کی زیارت فیض بشارت سے شرفیاب ہونے کے بعد حضرت غلام باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر رہے۔ گھوڑوں کی خدمت کما حقہ بجالاتے۔ آپ مستعد۔ سخی اور دلیر تھے۔ بعد ازاں آپ کو میں نے اپنی خدمت کے لیے پسند کیا۔

والد بزرگوار قدس سرہٗ کی وفات کے بعد مخدومی ومخدوم الانام اخی مخدوم حافظ صالح

marfat.com

محمد صاحب سجادہ نشین مدظلہم کی یہ مرضی ہوئی کہ خانقاہ مقدس کی خلافت اور خانقاہ شریف کی عمارت کی خدمات آپ کے سپرد کیں۔

کچھ مدت آپ نے بڑی اچھی طرح خدمات انجام دیں۔ بعدازاں شامت اعمال کے سبب نفسانی رعونت اور اغوا سے سرکار انگریزی کی شروع عملداری میں سجادہ نشین صاحب ممدوح کی خدمت سے منحرف ہو گئے۔ اس لیے درگاہ سے رد ہو گئے۔

اسی اثنا میں مہلک مرض میں مبتلا ہو کر سخت تنگ ہوئے۔ اس حالت میں موقع پا کر ایک روز جب کہ خانقاہ منور کے آستانہ مقدس کے باہر حضور شریف میں غلام گرداں پر قبلہ رخ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھا کہ ایک قران شریف دونوں ہاتھوں پر رکھے ہوئے آئے اور کہنے لگے۔ صاحبزادے! میں نے اپنے کئے کی سزا پالی ہے۔ اب میں نادم ہو کر آیا ہوں اور اس قرآن شریف اور اس مکان مقدس کو وسیلہ لایا ہوں۔ اب میرے قصوروں سے درگزر فرما کر میرا عذر قبول فرمائیں۔

جب میں نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو دیکھتے ہی تمام غصہ میرے دل سے جاتا رہا اور بجائے غصہ کے رحم آیا۔ اس حالت میں جب آپ کو بغور دیکھا تو مرض استسقا میں مبتلا پایا۔ بہت لاغر اور سقیم الحال تھے۔ میں نے کہا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اب آپ خدمات کے لائق نہیں۔ اچھا آپ کو دائرہ میں جگہ دلائے دیتا ہوں اور لنگر شریف کا مختار بنوا دیتا ہوں۔ پھر میں نے ہر طرح سے آپ کی تسلی کی۔ آپ نے بخوشی قبول کیا۔

پھر میں نے دائرہ میں چارپائی۔ فرش۔ بستر وغیرہ آپ کے سپرد کیا اور آپ کو لنگر شریف کا مختار کر دیا اور حتیٰ الامکان آپ کا علاج شروع کیا۔ آپ نے چند ماہ بعد وفات پائی اور خانقاہ مقدس کے قرب وجوار میں جگہ پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہم گنہگاروں کے احوال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور جناب سلطان العارفین قدس سرہٗ کی شفقت ہے کہ جب خلیفہ سجاول اپنی شامت اعمال کے سبب عاجز آ گئے تو پھر اُسے اسی عاجزی۔ ذلت اور خواری کی حالت میں قبول کر لیا اور اُسے جان کو تازہ کرنے والی خوشخبری دی کہ پہلے اُسے اپنی درگاہ کے بندوں سے قبول کرایا۔ پھر اپنے قرب وجوار میں جگہ عنایت

marfat.com

کی اور اس بات پر منحصر رکھا کہ اپنے گھر کے قدیمی غلاموں کے غلام یعنی سجادہ نشین کو سرافراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ السّتی خوشخبری ہم سب دامن پکڑنے والوں کے لیے ہے کہ خواہ اُن کے غلام کتنے ہی پُر گناہ ہوں۔ وہ پھر بھی ان کا خیال نہیں چھوڑتے اور ہر ایک غلام کے خاتمہ کی طرف خیال رکھتے۔ چنانچہ اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں۔ ''کامل مرشد کا طالب اول تو خطا نہیں کرتا اور اگر کرے تو مردود نہیں ہو جاتا۔ والسلام۔

فصل ۶

خلیفہ مست کے احوال میں

آپ شروع حال میں جوانی کے وقت مزدوری کے ارادہ سے پہلے لاہور آئے اور پھر ہندوستان میں حضرت شاہ شرف ابوقلندر علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے گئے۔ آپ کے دل سے دنیا کا خیال جاتا رہا اور اس کی بجائے فقیروں کی زیارت اور ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ کرنال کے گردونواح کے ایک گاؤں میں غلام علی شاہ اور اُن کے خلیفہ مردان شاہ کی خدمت میں فیض حاصل کرنے کے ارادہ سے حاضر ہوئے۔ کیونکہ انہیں شاہ شرف ابوقلندر سے روحانی فیض حاصل تھا اور ظاہر میں طریقہ چشتیہ صابریہ کے مرید تھے۔ ان کی صحبت کے یُمن سے خلیفہ مست کے احوال بدل گئے۔ چنانچہ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ذوق وشوق پیدا ہوا۔ اسی سے آپ صاحب احوال ہو گئے اور سیاہ کمبل پہننا شروع کیا۔ پھر ہندوستان میں مستی کی حالت میں فقیروں اور مزارات کی زیارت کرتے پھرتے۔ یہاں تک کہ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی ولی اللہ قدس سرہٗ کے روضہ منور کی زیارت کی اور دہلی میں حضرت خواجہ قطب العالم قدس سرہٗ وغیرہ کے روضہ منور کی زیارت کی۔ سہارنپور کے قریب پیرانِ کلیر میں قطب الاقطاب حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج چشتی قدس سرہٗ کے داماد حضرت شیخ مخدوم علی احمد صابر چشتی قدس سرہٗ کی زیارت کی اور ریاست پٹیالہ میں بنگہ شریف میں حضرت میراں سید بھیگہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے

marfat.com

مشرف ہوئے۔

آخر قدرت الٰہی سے آپ کے مستانہ حالات جاتے رہے اور پھر اپنے وطن اعوان کار کے گاؤں بدہراڑ کے میں آئے اور پیر کرم شاہ صاحب قریشی علیہ الرحمۃ کھاریوالہ اور میاں خدا بخش جھولی والہ کی خدمت میں بمقام نواں کوٹ تخت ہزاریوالہ مشرف ہوئے۔ میاں خدا بخش جھولی والہ نے جو صاحب کشف اور مجذوب تھے۔ آپ کو آپ کے گذشتہ احوال کا پتہ دیا۔ آپ مستی کی حالت میں بکھرے بالوں والے اور خستہ حال تھے لیکن اپنے وطن میں ملک نواب نام اعوان کے ہاں جو مدہراڑ گاؤں کا نمبر دار تھا۔ منسوب تھے۔ اس لیے میاں خدا بخش نے آپ کو فرمایا کہ اے مست! فقیروں نے تمہاری حالت فقیری کو سلب کر لیا ہے۔ اگر ہمارے مرید بن جاؤ تو وطن جا کر اپنی منسوبہ سے نکاح کرو۔ میں دو ۲ تین روپیہ روزانہ بھی تمہارے لیے درگاہ سے منظور کرا لوں گا۔ فقیروں کے لیے بیوی کا ہونا کوئی عیب نہیں۔ میں نے خود بڑھاپے اور اس فقیری حال میں دو ۲ عورتوں سے نکاح کیا ہے۔

آپ فقیر خدا بخش کی صحبت سے ملول ہو کر پھر پنڈ دادنخاں مل گئے۔ وہاں سے ایک فقیر اسلام دہنی دال نام حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ کی زیارت کے لیے آ رہا تھا۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اُس نے کہا۔ خانقاہ مقدس کی زیارت کرنے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسہ شریف والوں کے خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین چشتی سیالانوالہ کا مکان راستے میں ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ وہاں تک تمہارے ساتھ چلوں۔ درویش نے کہا۔ بڑے شوق سے۔ جب سیالاں میں آئے تو حضرت شمس الدین اس وقت آرام میں تھے۔ آپ نے پوچھا کہ حضرت صاحب کب باہر تشریف لائیں گے۔ کسی مرید نے کہا۔ تم حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں جاؤ۔ جو صاحب زور وقوت ہے۔ تم یہاں مت بیٹھو۔ آگے زیارت کے لیے جاؤ۔

میں چارونا چار اسلام فقیر کے ساتھ چند قدم جنوب کی طرف چلا۔ جب میں آبادی سے باہر نکلا تو پھر خیال آیا کہ میرا ارادہ تو حضرت شمس الدین کی زیارت کا تھا نہ کہ حضرت سلطان العارفین حضرت باہُو قدس سرہٗ کی زیارت کا۔ میرا آگے جانے کا کیا مطلب؟

marfat.com

اسی خیال میں پھر چند قدم واپس آیا۔ پھر جنوب کی طرف کشش ہوئی۔ پھر خیال کیا کہ میرا جنوب کی طرف کیا کام ہے۔ پھر شمال کی طرف روانہ ہوا۔ پھر جنوب کی طرف کشش ہوئی۔ اسی طرح کشمکش میں چند مرتبہ اِدھر اُدھر گیا۔ آخر جنوب کی کشش غالب آئی اور اسی اسلام فقیر کے ساتھ خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوش منظر نورانی چہرہ بزرگ مزار مقدس کے تخت شریف پر دراز ہیں اور میں جذبہ ارادت سے آپ کے سر پر چوری ہلا رہا ہوں۔

آپ کے حضور میں ایک شخص قیدیوں کی طرح واویلا مچا کر رخصت کی درخواست کرتا ہے لیکن آپ اُسے رخصت نہیں دیتے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ تو ''گاڈی گل'' جانتا ہے۔ اس وقت فقیر ولی داد وغیرہ آنحضرت کے گرد حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ انہوں نے بھی نہ سمجھا کہ ''گاڈی گل'' سے کیا مراد ہے۔

پس مصنف کتاب یہ تعبیر کرتا ہے کہ ''گاڈی گل'' سے مراد پھولوں کی کاشت ہے۔ یعنی حضور کی خدمت گلکاری اور لطافت اور پاکیزگی ہے اور شغل کے سبب طالب کے قالب کے سبزہ زار میں قلب کے لطائف کے شگوفے کھل کر اذکار۔ افطار اور انوار الٰہی کے اسرار کے پھول کھلتے ہیں۔ پس مست مذکور اس رمز و کرشمہ سے خانقاہ مقدس کے مقید ہوئے چونکہ ان دنوں خلیفہ سجاول اپنے اعمال کے سبب دور و مہجور ہو گئے تھے۔ اس لیے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی جناب نے اس مست کے اختیار کی باگ میرے ہاتھ میں دی اور میں نے اُسے خلافت کے عہدہ پر مامور کیا۔

بعد ازاں خلیفہ مست کی والدہ محترمہ مسمات رانی بی بی جس کے بال سفید ہو چکے تھے اور جو دیندار معلوم ہوتی تھی۔ شمالی کوہستان سے اپنے بیٹے کی تلاش میں یہاں آ نکلی۔ زیارت شریف سے مشرف ہونے کے بعد مجھ سے ملتمس ہوئی کہ یہ مست میرا بیٹا ہے۔ میں نے اسے اچھے گھرانے میں منسوب کیا تھا۔ آپ اجازت دیں۔ تاکہ اسے وطن لیجا کر اس کا نکاح کیا جائے۔

چونکہ اس بارے میں ہمارا کوئی اختیار نہ تھا۔ اس لیے خاموش رہے۔ تھوڑے دنوں

marfat.com

بعد اُسے حضرت قدس سرہٗ کی روحانیت سے ایسا جذبہ ہوا کہ اپنے بیٹے کی طرح مست ہوگئی اور ہر وقت ذکر وفکر الٰہی میں مستغرق ہوگئی۔ دنیا و مافیہا سے فارغ ہوگئی اور مدت تک خانقاہ مقدس کے حضور میں رہی۔ بعد ازاں اُسے رخصت عنایت ہوئی چونکہ وہ فقیرانہ طور سے واپس گئی۔ اس لیے چودھری نواب نے جس کی لڑکی مست مذکور سے منسوب تھی۔ صورت حال دیکھ کر خود بخود اپنی لڑکی مسمات بی بی رانی کا نکاح مست مذکور کے چھوٹے بھائی شیر دست سے کر دیا۔ جب یہ شادی ہو چکی تو پھر بی بی رانی الٰہی ذوق وشوق کے جذبات سے خانقاہ مقدس کی زیارت فیض بشارت کے لیے آئی اور کچھ مدت یہاں رہ کر پھر وطن گئی تو وہیں وفات پائی۔

اور خلیفہ مذکور اس وقت یعنی ۱۲۹۶ھ سے متواتر ہر دم حضور مقدس میں حاضر خدمت رہے اور ایسے صاحب استقامت تھے کہ صبح سے شام تک سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں کھڑے رہتے۔

آپ میں کسی قسم کی دنیاوی آلائش بالکل نہ تھی۔ آپ کا دل ذکر وفکر سے بیدار تھا۔ آپ اِس اُس سے فارغ۔ خاموش۔ صابر۔ خوش وقت۔ متحمل۔ محنت کش، صاحب تجرید و تفرید۔ بے طمع۔ بے ریا۔ صاحب فضل خدا۔ محض مست دیدار تھے۔

دنیاوی مال واسباب کی فکر نہ تھی۔ رات کو آرام کرنے کے لیے کوئی مکان مقرر نہ تھا اور نہ لحاف تھا نہ سرہانہ۔ نہ جوتا۔ نہ روٹی پکانے کی جگہ تھی۔ نہ کوئی برتن ہی روٹی پکانے والا تھا۔

اگر عشاء کے بعد رات کو آپ ذکر میں مشغول رہتے تو آپ بالکل ڈھونڈھے نہ ملتے۔ کیونکہ آپ کا کوئی مکان نہ تھا۔ نہ کوئی پتا۔ اگر آپ کی تلاش منظور ہوتی، تو معتکف درویشوں کو کہا جاتا۔ وہ کسی کونے۔ قبرستان یا مسجد کے کونوں سے تلاش کر کے لے آتے۔

آپ کے چہرہ پر محنت و خدمت سے ملال کے آثار کبھی ظاہر نہ ہوتے اور آپ کے وسیع دل میں تنگی کا خیال تک نہ آتا تھا۔ کیونکہ آپ کا دل نور سے پُر اور آپ کا وقت ذکر الٰہی سے معمور تھا۔

marfat.com

اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز دیتا تو ضرور لنگر شریف کے بیت المال میں دیدیتے۔ کھدر کی ایک چادر اور ایک تہ بند خاکی رنگ کر کے پہنتے اور کئی سال تک پہنے رہتے۔ جاڑے میں کھدر کی ٹوپی (دوہری) اور گرمی میں اکہری، وہ خاکی رنگ کر کے پہنتے۔ اگر نئی چادر پہنتے تو پرانی خود بخود درویشوں کی گڈری پر سیتے۔ **اللھم اجعلنی و اجعلنا منھم۔**

یارو! جن خلفاء کا مجھے علم ہے۔ اُن کے حالات مجمل طور پر میں نے لکھ دیئے ہیں فقیروں کے حالات خلفاء کے حالات کے بعد اس واسطے لکھے کہ خلفاء کو خانقاہ مقدس کی جناب اقدس کا قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ اب بفضل خدا فقیروں۔ نیک لوگوں اور درویشوں کے ذکر سے اپنی پژمردہ زبان اور بجھے ہوئے دل کو منور اور تازہ کروں گا۔

فصل ہفتم

حاجی خلیفہ علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ مدت تک میرے ہم مجلس رہے۔ جب تشریف لائے تو آپ ضعیف العمر تھے۔ اُن دنوں میں عاقل بالغ یا قریباً بالغ تھا۔ ایک روز میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیونکر خانقاہ مقدس سے مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں قوم کا ورک ورکوں کی بار کا رہنے والا تھا۔ جو شہر لاہور سے شمال مغرب میں ایک علاقہ اسی نام سے مشہور ہے۔ ایک رات میں کھیتی کی نگہبانی کے لیے بلون[1] پر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دنوں خونخوار بھیڑیئے بکثرت تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نادر شاہ اور احمد شاہ کے حملوں سے لاہور اور دہلی کے مضافات میں بے شمار آدمی قتل ہوئے۔ جن کی لاشیں بے کفن و دفن رہنے کے سبب بھیڑیوں نے کھائیں۔ اس لیے وہ مردم خوار ہو گئے تھے اور اس قدر دلیر ہو گئے تھے کہ سواروں کو گھوڑوں پر سے اتار کر پھاڑ ڈالتے تھے۔ اس لیے زراعت پیشہ لوگ بلونوں پر بیٹھ کر کھیتی کی حفاظت کرتے تھے۔ وہ رات چاندنی تھی۔ جب آدھی رات کا وقت ہوا تو مجھے نیند آ گئی۔ میں سونے کے بلون سے

---

[1] کسی درخت کے ٹہنوں میں موٹے سے رسے کو چارپائی کی طرح بُنتے ہیں یا چار لکڑیاں زمین پر گاڑ کر ان پر بیٹھنے کے لیے جگہ بناتے ہیں اس کے دو فائدے ہوتے ہیں ایک یہ کہ سارا کھیت بآسانی نظر آتا ہے دوسرے موذی درندوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

marfat.com

اتر کر گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں راستے میں جس کے دائیں بائیں دیواریں تھیں۔ ان دیواروں کے درمیان رستہ جاتا تھا۔ جس سے مال مویشی گزر کر گاؤں میں پہنچتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ دو مردم خور بھیڑیئے ایک پیچھے سے اور ایک سامنے سے آ رہے ہیں۔ جب انہوں نے مجھے گھیرا تو میں نا امید ہوگیا۔ کیونکہ ایسی کئی وارداتیں پہلے ہو چکی تھیں۔ جب دونوں نے یکبارگی مجھ پر حملہ کیا تو عین تھلکہ کے وقت میں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھی۔ یعنی ایک بھیڑیا چیختا ہوا دیوار پر سے باہر جا گرا اور دوسرا دوسری دیوار پر سے باہر جا پڑا اور میں بخریت گھر پہنچا۔

مدت بعد مجھے کعبہ شریف کے حج کا شوق دامنگیر ہوا۔ میں روانہ ہوا۔ جب ہم جہاز میں سوار ہوئے، تو تقدیر الٰہی سے مخالف ہوا کے سبب جہاز ٹوٹ گیا۔ غرق ہونے کو تھا کہ ناگاہ صحیح سلامت کنارے پر جا لگا۔ جب ہم حج سے آ کر پنجاب میں پہنچے تو پھر مجھے کسی کامل کی ملازمت کا شوق ہوا۔ میں جا بجا تلاش کرتا تھا۔ کسی جگہ میرے دل کو قرار نہیں آتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک کامل ولی اللہ کی زیارت ہوئی۔ جس نے مجھے فرمایا کہ بیٹا! ہماری طرف آؤ۔ میں نے عرض کیا: حضرت آپ کون ہیں؟

فرمایا۔ دریائے چناب کے کنارے۔ میں دریائے چناب کے کنارے کنارے پوچھتا پوچھتا خانقاہ مقدس میں آیا۔ بہت دن معتکف رہ کر پھر وطن کا ارادہ کیا تو مجھے فرمایا: حاجی! تم ہم سے جدا ہونا چاہتے ہو۔ تمہیں اجازت نہیں۔ تم بہت عرصہ ہمارے پاس رہو گے تمہیں یہ خیال نہیں رکھنا چاہیے کہ تم کعبہ کا حج کر آئے ہو۔ ہم اُسی روز سے تمہارے نگہبان رہ کر جا بجا تمہاری حفاظت کرتے آئے ہیں۔ جس رات تمہیں دو ۲ بھیڑیوں نے آگے پیچھے سے گھیر لیا تھا۔ ان میں ایک کو ایک دیوار پر سے اور دوسرے کو دوسری دیوار پر سے باہر پھینک دیا اور تمہاری خاطر ٹوٹے ہوئے جہاز کو صحیح سلامت کنارے پہنچایا۔ ہم پہلے ہی روز سے تمہاری محافظت کرتے آئے ہیں۔

خلیفہ موصوف کو اپنے مرشد کامل کی حضوری ہر وقت حاصل تھی۔ جس وقت چاہتے حضور سے سوال کر کے جواب باصواب حاصل کر لیتے۔ سائلوں کو فوراً جواب دیتے۔

marfat.com

ہم دونوں بھائی یعنی مخدوم حافظ صالح محمد اور یہ مسکین سلطان حامد قادری جوانی کے دنوں میں خلیفہ موصوف سے سوال پوچھتے۔ جن کا مناسب جواب تھوڑی دیر تامل ومراقبہ کے بعد دیتے۔ سینکڑوں آدمی آپ سے سوال وجواب کیا کرتی تھے۔ آخر یہیں وفات پائی۔

فصل ۸

فقیر دائم کے حالات میں

آپ قوم کے چانڈیہ بلوچ ہیں۔ آپ کا اصلی وطن چولستان میں بہادرگڑھ المعروف مونڈا چاہ براہم والہ ہے۔ آپ نیک صاحب باطن تھے اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے تھے۔ آپ نے میرے جد امجد حضرت شیخ حافظ محمد صاحب اور میرے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہُو قدس سرہما کی صحبت کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپ تارک الدنیا۔ عارف باللہ' آزاد۔ فارغ اور بلند ہمت تھے۔

ایک روز میرے والد بزرگوار نے سادات عظام کے آداب کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے مجھے فرمایا کہ حاجی غازی شہید حضرت نواب مظفر خاں علیہ الرحمۃ کی کمر میں درد تھا۔ خواجہ صاحب خواجہ متہ اور خواجہ قاسم جو حکیم حاذق تھے اور ملتان کے اور طبیب سبھی علاج سے عاجز آ گئے۔ نواب صاحب موصوف فقیر محمد دائم کے بڑے معتقد اور مرید تھے۔ چنانچہ آپ کو اپنے گھر بلا کر اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔

ایک روز نواب صاحب نے طبیبوں کے علاج سے ناامید ہو کر فقیر موصوف کی خدمت میں عرض کیا: یا حضرت درد کمر کی شدت سے سخت لاچار ہوں۔ آپ دعا کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ شفا بخشے۔

فقیر موصوف نے حسب عادت ایک گھڑی مراقبہ کر کے فرمایا کہ:

نواب صاحب! جب کوئی بھی سیّد آپ کے پاس آئے۔ آپ اُس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوا کریں۔ نواب صاحب نے کہا۔ بہتر۔ چنانچہ نواب صاحب نے ملازموں کو حکم دیا کہ جو سید صاحب آئیں۔ انہیں روکا نہ جائے۔

marfat.com

جب ایک سید صاحب نواب موصوف کے سلام کے لیے آئے تو نواب صاحب نے نوکروں کو حکم دیا کہ مجھے اُن کی تعظیم کے لیے کھڑا کرو۔ پہلی دفعہ کے اُٹھنے سے ہی اتنا پرانا درد کمر کافور ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی۔

فقیر موصوف اپنے مرشد کامل کے اس درجہ معتقد اور خدمت گزار تھے کہ جو دنیاوی مال آپ کے پاس تھا۔ اس میں اکثر بلکہ سب کا سب میرے جد امجد اور میرے والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کر دیا۔

علاوہ ازیں اپنے چوتھے بیٹے مسمی سلطان خاں کو اُس کے بچپن ہی میں میرے والد ماجد کی خدمت میں حاضر کر کے نذر کیا۔ چنانچہ اُس نے حضرت والد صاحب کی خدمت میں ادب و قواعد اور تعلیم حاصل کی اور آخر آپ ہی کی خدمت میں فوت بھی ہوا۔

اب تک فقیر دائم علیہ الرحمۃ کی اولاد میں اعتقاد کا اثر اسی طرح باقی ہے۔ فقیر موصوف کو اُس کی وصیت کے مطابق اس کے ہادیٔ کامل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کے پڑوس میں جگہ ملی۔ میں (سلطان حامد) نے بچپن ہی میں اس کی صحبت کی ملازمت دلی حضور سے پائی۔ والسلام۔

فصل ۹

سید بکھو شاہ بخاری سرسوی کے حالات و ملاقات کے بیان میں علاوہ ازیں میرے وہاں جانے اور اسی اثناء میں والد ماجد سے توجہات پانے کے بیان میں

چونکہ مجھے پہلے دن ہی سے مشائخ کرام کی خدمت میں حاضر ہونے اور اُن سے توجہ حاصل کرنے کا شوق تھا اور غلبہ اشتیاق سے بے قرار رہا کرتا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ میرے والد ماجد مجھے ظاہری خدمات میں مصروف رکھتے ہیں اور توجہ سے میری باطنی مراد پوری نہیں کرتے۔ اس لیے مجھے کسی شیخ کی خدمت میں جا کر اس کی توجہ سے دلی مراد پوری

marfat.com

کرنی چاہیے۔

اسی جستجو میں تھا کہ ایک درویش میاں مستانہ جسے جہاج (جہاز) بھی کہتے تھے۔جس کا مزار اب سرسہ کے قریب موضع جنڈی والا میں ہے۔ خانقاہ مقدس کے حضور پُرنور سے مشرف ہوا۔ حافظ سلطان صالح محمد دام حیاتہم و برکاتہم نے مجھے ازراہ شفقت فرمایا کہ سلطان حامد! سید بکھو شاہ کے مریدوں میں سے ایک ہندوستانی درویش خانقاہ مقدس میں آیا ہے۔ کیا اُسے دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: عجیب درویش ہے۔ اُسے دیکھنا چاہیے۔

میں اُسی وقت خانقاہ میں آیا اور مشرقی دروازہ کے باہر زبردست فقیر کو درخت تلے کھڑا پایا۔ میں دیر تک کھڑا رہا اور منتظر رہا لیکن وہ مست الست اپنے احوال میں بے خود تھا۔ دو دفعہ اُس نے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا۔ مگر متوجہ نہ ہوا۔ اس کی مبارک پیشانی اور احوال دیکھ کر اس کے مرشد سیّد بکھو شاہ کی ملاقات کا بہت شوق ہوا۔ اس سے پہلے بھی جو درویش سید بکھو شاہ کی طرف سے خانقاہ مقدس میں آیا کرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر میرا دل سید بکھو شاہ کی ملاقات کی طرف مائل رہتا تھا۔ خاص کر میاں مستانہ کو دیکھ کر سید صاحب مذکور کی ملازمت کے شوق کی چنگاری میرے دل میں بھڑک اُٹھی۔ اس روز میں نے مصمم ارادہ کر لیا اور اعتقاد کو پختہ کرنے کے لیے میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا: ابا جان! بکھو شاہ کی طرف سے اچھے اچھے درویش آتے ہیں۔ فرمایا: بیٹا! بکھو شاہ تمہارے جد امجد سے بہت بڑی نعمت لے گئے ہیں چونکہ میری عرض پسندیدہ تھی۔ اس لیے آپ نے بھی پسند فرمائی۔ آپ کے فرمانے سے میرا اعتقاد بہت پختہ ہو گیا۔ میں نے یہ راز دل میں چھپائے رکھا کہ ایسا نہ ہو آنحضرت کو اُس کی اطلاع ہو جائے اور آپ مجھے منع فرمائیں۔ اس کا حیلہ میں نے یہ سوچا کہ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابا جان! لنگر شریف میں ایک درویش ہے۔ اگر اجازت ہو تو کچھ عرصہ کے لیے ملک راوی کی سیر کو چلا جاؤں اور وہاں سے کچھ جمع کرلاؤں۔ آپ نے تکلف سے فرمایا: بیٹا! تمہاری مرضی۔ میں نے فوراً تیاری کر لی اور تین سوار اپنے ساتھ لئے۔ میں رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: بیٹا! میرے

marfat.com

لیے بھی گھوڑی پر زین ڈالو۔ تا کہ میں بھی تمہارے ساتھ کچھ فاصلہ تک جاؤں۔

میں نے حسب الحکم گھوڑا تیار کیا۔ ایک دو میل طے کرنے کے بعد میں نے عرض کیا اب تشریف لے جائیں۔ پھر دو تین میل اور چل کر عرض کیا کہ اب آپ واپس تشریف لے جائیں۔ فرمایا: آ گے۔ یہاں تک کہ آفتاب زرد ہونے لگا۔ پھر میں نے عرض کیا: حضرت بے وقت ہے۔ سورج ڈوبنے کو ہے۔ ہم منزل پر اور آپ دولتخانہ پر پہنچ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج رات ایک ہی جگہ پر رہیں۔ جب ہم احمد پور سیال میں پہنچے تو مجھے خیال آیا کہ آپ غیر معمولی طور پر میرے ساتھ یہاں تک تشریف لائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ میرے ارادہ سے واقف ہو گئے ہوں گے۔ اگر رات میں آنخضرت کی خدمت میں رہا تو ضرور موقع پا کر مجھے منع فرمائیں گے۔ اس واسطے میں نے ایک اور حیلہ سوچ کر عرض کیا کہ ابا جان اس گاؤں میں گھوڑوں کا گذارا نہیں ہوگا۔ اگر آپ فرمائیں تو آگے چندیر گاؤں میں چل کر رات بسر کریں۔ آپ نے تکلف سے چار و ناچار فرمایا۔ تمہاری مرضی۔ فوراً ہم سوار ہو کر رات کو مکان مذکور میں آئے اور نہایت آرام پایا۔

جب آپ تہجد کے لیے اُٹھے تو میں گہری نیند سے روتا ہوا اُٹھا اور بیقرار ہو گیا۔ آنخضرت کے اشتیاق دیدار کے نائرہ آتش کے جذبہ سے میرا مرغ دل خفقان میں آکر پروانہ کی طرح آنخضرت کے جمال کی شمع کے گرد پھرتا تھا جو وصل چاہتا ہے۔

مطلب یہ کہ جب آنخضرت نے مجھے لمبے چوڑے سفر کا ارادہ کرنے والا دیکھا تو از راہ شفقت قلبی آپ منزل مذکور تک میرے ساتھ تشریف لائے کہ آؤ رات ایک ہی جگہ گزاریں۔ یہ سب کچھ اُس واسطے تھا کہ آپ کا فیض مقاطر دل اس مسکین کے حق میں توجہات خرچ کرنا چاہتا تھا اور وہ قدیمی دشمن یعنی شیطان رجیم کہ ''اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ''

''شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔'' کو معلوم ہوا کہ ہادی مہدی یعنی اُس کا مرشد اُسے فیضان اور توجہ دینا چاہتا ہے۔ اب حیلہ یہ ہے کہ اسے وسوسوں میں ڈال کر آنخضرت کی صحبت سے محروم رکھوں اور خدمت سے دور رکھوں۔ اس لیے میرے دل میں وسوسہ ڈالا

marfat.com

کہ آنحضرت نہ خود مجھ پر توجہ کرتے ہیں اور نہ کسی اور شیخ کی خدمت میں جانے دیتے ہیں۔

جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ مجھے گھوڑوں کی رات گزارنے کے حیلہ سے شرف صحبت سے دور پھینکنا چاہا اور اپنی دانست میں اُس نے اس نعمت عظمیٰ کے حصول سے محروم کر دیا۔ اگرچہ بظاہر میری خاطر داری کے لیے دوسرے مکان پر رات گزارنے کی اجازت دی لیکن اصلی مطلب ہاتھ سے نہ دیا۔ یعنی خاص وقت اور موقع پر باطنی توجہ کے جذبات سے اپنی طرف کھینچا۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے ساتھی دایہ چوغطہ کو جگایا اور لباس پہنایا اور کہا۔ اے دایہ! میرے گھوڑے پر جلدی زین ڈالو اور اس پر غاشیہ ڈالو تاکہ میں سوار ہو جاؤں۔

جب اُس دشمن لعین نے دیکھا کہ میرا حیلہ کارگر نہیں ہوا اور یہ شخص اپنے ہادی کی خدمت میں ضرور جا رہا ہے تو پھر میرے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تم جو اپنے حضرت صاحب کی خدمت میں جا رہے محض اس خیال سے جا رہے ہو کہ تمہارے حق میں دعا کریں۔ یہ بات تو صرف دایہ مذکور کو خدمت اقدس میں بھیجنے سے حاصل ہو سکتی ہے اسے بھیج کر دعا منگوا لو اور خود سفر کی تکلیف سے بچ جاؤ اور آرام سے نماز اور وظیفہ ادا کرو۔ پھر میں نے دھوکہ کھایا۔ چنانچہ میں نے مذکورہ بالا بات سمجھا کر دایہ مذکور کو تیار کیا اور خود نرم اور گرم بستر پر آرام سے بیٹھا رہا لیکن میری آنکھوں سے بدستور آنسو جاری تھے اور دل بیقرار تھا۔

دایہ چلا گیا۔ ایک گھڑی بعد گھوڑی کے سموں کی آواز آئی۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: میں ہوں چوغطہ۔ میں نے پوچھا: کیوں جلدی واپس آئے؟ کہا: آپ کو یاد فرماتے ہیں۔ وہ گھوڑا باندھ کر اندر آیا اور انگیٹھی پر آ بیٹھا اور ماجرہ بیان کیا۔

کہ صاحب میں جا رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ راستے میں ایک شخص تنکوں کو جلا کر تاپ رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا حضرت صاحب کا فلاں خادم۔ میں نے پوچھا یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ کہا۔ مجھے سردی نے ستایا ہے۔ میں چل نہیں سکتا۔ اس لیے آگ جلا کر تاپ رہا ہوں۔ مجھے حضرت صاحب نے صاحبزادہ سلطان حامد کو بلانے بھیجا ہے۔ تیرا جانا منظور نہیں۔ واپس چلا جا۔ صاحبزادے کو بھیج۔ وہ درویش بھی چلا گیا ہے اور میں واپس آیا ہوں۔

marfat.com

چونکہ میں تیار بیٹھا تھا۔ اس لیے سوار ہو گیا اور صبح کے وقت وہاں پہنچ کر دروازہ والی مسجد میں اذان دی۔ بعد ازاں اس حویلی کی طرف روانہ ہوا جہاں حضرت صاحب نے مقام کیا ہوا تھا۔ میں نے جا کر دیکھا کہ حضرت صاحب کا مرید میاں احمد رنگریز دالان کے اندر ایک کوٹھری میں ہے اور دوسرا خادم انگیٹھی کے نزدیک ہے اور آنحضرت کا مصلےٰ جس پر آپ نے نماز ادا کی تھی۔ ہاتھ میں لیے کھڑا ہے اور آپ فرماتے کہ احمد! لا میں ہاتھ دھولوں۔ میاں احمد نے مجھے دیکھ کر عرض کیا: حضرت! صاحبزادہ سلطان حامد آ گئے ہیں۔ احمد نے مجھے کہا کہ صاحبزادہ یہ لطیف کھانا حضرت صاحب نے صبح سے پہلے آپ کے لیے تیار کرا رکھا تھا اور آپ کے انتظار میں بیٹھے رہے۔

چونکہ میرا باطن آنحضرت کی جذبہ توجہ سے مالا مال تھا۔ اس لیے لقمہ حلق سے اترتا نہیں تھا۔ میں طوعاً و کرہاً حلق سے اُتارتا تھا۔

بعد ازاں میں زانوں کے بل بادب بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ کی مجلس میں خاموشی تھی۔ جب سورج نکل آیا تو جذبہ کے غلبات کے سبب میرے دل میں التماس جوش مار رہے تھے۔ جنہیں میں روک نہیں سکتا تھا۔ آخر میں نے عرض کیا کہ ابا جان! میں چند ایک باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مسجد منور میں انہیں سن لیں۔

آپ اُٹھے اور میں بھی ساتھ گیا اور آپ کے سامنے بیٹھ کر تمہید باندھی کہ ابا جان! میرا دل چاہتا ہے کہ میں کم کھاؤں اور مجاہدہ کروں لیکن میرا بدن کم کھانے نعمت کو چھوڑنے اور مقام کرنے کو نہیں مانتا اور برداشت نہیں کر سکتا۔ اس وقت آپ کی توجہات کے سبب میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور میرا بدن حضرت کی تجلیات سے عشق کی آگ میں برف کی طرح پگھل رہا تھا۔

آپ نے فرمایا: بیٹا! حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک دفعہ ایسی حالت تھی کہ ایک گائے کا سارا گوشت اور ایک من آٹے کی روٹیاں ایک وقت میں کھا جاتے تھے اور جب چالیس دن گزرے تو آپ صرف ایک دفعہ رفع حاجت کے لیے جنگل گئے اور آپ کے شکم سے جو فضلہ نکلا۔ وہ پتھر کے گولے کی طرح تھا۔ خادموں نے ہتھوڑوں سے

marfat.com

توڑنا چاہیے لیکن نہ ٹوٹا۔ جو کچھ بھی کھاؤ گے وہ عشق کی آگ سے جل جائے گا۔

پھر میں نے عرض کیا: ابا جان! نہیں معلوم پھر زندگی میں آپ کی زیارت نصیب ہو یا نہ ہو چونکہ میرے گناہ حد سے گزر گئے ہیں۔ میں کیا کروں۔ فرمایا: سنو۔ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر باشد دو صد عصیاں گناہم
توانی شستن از چشم پُر آبم

اگر میرے دوسو گناہ ہوں تو بھی تُو میری آنسوؤں بھری آنکھ سے دھوسکتا ہے۔

اگر باشد دو صد خرمن گناہم
توانی سوختن از برق آہم

اور اگر میرے گناہوں کے دوسو خرمن ہوں تو تُو میری آہ کی بجلی سے جلا سکتا ہے۔

بعدازاں خاموش ہورہا اور گفتگو بند ہوگئی۔ کچھ دیر مجھ پر نظر توجہ فرمائی، جس سے میں حالت استغراق میں رہا اور جو کچھ گذری سو گذری۔

پھر سفر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجھے رخصت فرمایا اور میرے چھپے ارادہ کا اظہار تک نہ کیا۔ جو کچھ کرنے کے قابل تھا خود ہی کر دیا اور بظاہر مجھے ادھر جانے سے نہ روکا کیونکہ میں طلب خدا کے لیے جا رہا تھا۔

چنانچہ میں راوی کی راہ پاک پٹن شریف' سرسہ اور وہاں سے گزر کر سید بکھو شاہ صاحب کی خدمت میں دریائے ستلج کے کنارے پر پہنچا۔ سید صاحب کی قبولیت اور برکت کے آثار بکثرت دیکھے کہ آپ کی نظر کی تاثیر سے کئی ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کے بہت سے درویشوں اور مریدوں کو کیا مرد کیا عورت ذکر اور فکر کے جذبات اور مستی میں پایا۔ آخر آپ کی زیارت کی۔

آپ ضعیف العمر تھے اور اکثر استغراق اور سکر میں رہتے تھے۔ مستوں کی طرح کلام کرتے تھے۔ ظاہر نماز ادا کرتے۔ کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ہوش کی حالت میں سنتیں اور نفل بھی ادا کرتے تھے۔

marfat.com

جب میں آپ کی مجلس میں بیٹھا تو سید بکھو شاہ کا شوق و اشتیاق بالکل دل سے جاتا رہا۔ حالانکہ میں نے سید موصوف کے حالات پوچھے لیکن التماس و آرزو کی پروانہ رہی۔

القصہ میں نے شروع سے لے کر آخر تک سارے حالات پوچھے۔ آپ نے فرمایا:

اے میرے مرشد زادے! جب میں اپنے عیال و اطفال کو ملک راوی اور بونگا بہاولپور میں چھوڑ کر آپ کے جد امجد کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے جذبہ سے گیا اور مشرف ہوا تو مدت تک وہیں رہا۔ دن کے وقت آپ کے والد ماجد کی خدمات بجالاتا اور رات کو خانقاہ مقدس کے حضور میں رہتا۔

ایک روز حضور پُر نور سے ارشاد ہوا کہ بکھو شاہ تم رات کو سو رہتے ہو۔ غازی لوہار سے ہر روز آٹھ سیر گیہوں لاکر رات کو پیس کر روٹیاں پکا کر درویشوں کو کھلایا کرو۔ صبح میں نے گاؤں میں جا کر میاں غازی لوہار کی تلاش کی اور حضور کا ارشاد سنایا تو میاں غازی نے بڑی خوشی سے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ روزمرہ جب بکھو شاہ آئے تو اُسے بلاناغہ آٹھ سیر گیہوں دینا۔ پھر مجھے کہا کہ بکھو شاہ! مجھے حضرت قدس سرہٗ نے پہلے ہی ارشاد فرمایا تھا۔ جب تک میں خانقاہ میں رہا صبح گیہوں لاتا رات کو پیس کر روٹیاں پکا کر درویشوں کو دیتا۔

جب حضرت قدس سرہٗ نے مجھے رخصت کیا تو میں اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول ہوا۔ ایک روز بھینسوں کے لیے گھاس کا گٹھا سر پر اُٹھائے دریائے راوی کے کنارے پہنچا۔ گٹھا سر سے اُتار کر عصر کی نماز کے لیے وضو کر رہا تھا کہ دریا میں ایک قبہ تیرتا ہوا آیا جس میں ایک مزار تھا۔ اس مزار میں سے ایک شخص نے نکل کر مجھے فرمایا کہ بکھو شاہ! اب تم ہمارے پاس آؤ۔ میں نے پوچھا: حضرت آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں شیخ چاولی ہوں۔ پھر میں نے نماز ادا کی۔ بعد ازاں مجھے ایسا جذبہ ہوا کہ گھاس کا گٹھا بھی وہیں چھوڑا اور جنگل کی طرف رخ کر کے شیخ ممدوح کے روضہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر معتکف ہوا۔

آپ کی خانقاہ ویرانہ میں تھی۔ یہ معمول تھا کہ لوگ دن کے وقت وہاں رہتے۔ رات کو کنارہ کر جاتے۔ یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ آپ کسی کو خانقاہ پر رات نہیں رہنے دیتے۔ میں جب رات کو وہاں بیٹھا رہا۔ تو اچانک آپ شیر کی شکل میں مزار مبارک سے

marfat.com

نکلے اور حملہ آور ہوئے۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے اپنے مزار سے نکل کر منع کیا اور فرمایا: شیخ صاحب پہلے خود ہی بلایا اور اب خود ہی ڈراتے ہو۔ پھر میں ایک سال تک وہاں بیٹھا رہا۔ بعد ازاں مجھے میرے مرشد سلطان العارفین نے فرمایا: بکھو شاہ جاؤ توکل اختیار کرو۔ وہ یہ تھا کہ جس مسجد میں رات بسر کرتا صبح سے پہلے وہاں سے نکل جاتا اور تمام دن سیر کرتا رہتا۔ پھر عشاء کے وقت کسی اور شہر یا گاؤں کی مسجد میں جا گھستا اور پھر صبح سے پہلے نکل جاتا اور اپنی راہ لیتا۔

آپ کا حکم تھا کہ جس مسجد میں ایک رات بسر کرو۔ وہاں دوسری رات نہ رہنا۔ اسی طرح میں بارہ سال پھرتا رہا۔

بعد ازاں فرمایا: اے بکھو شاہ! خواجہ صاحب کی خدمت میں جاؤ۔ میں سمجھا شاید آپ کی مراد خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ سے ہے۔ میں نے اجمیر کی راہ لی۔ جب سرسہ سے گزرا تو حضرت خواجہ ابوالشکور محمد قدس سرہٗ نے فرمایا: بکھو شاہ! ہماری طرف آؤ۔ تمہارے مرشد نے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ میں سرسہ سے لوٹ آیا اور روضہ شریف پر پورے سات سال ایک ہی مصلے پر بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں مل گئے اور سست ہو گئے۔ بعد ازاں مجھے میرے مرشد صاحب نے فرمایا کہ ملک سوتر کے گاؤں والہ میں بود و باش اختیار کرو اور خلق خدا کو ارشاد اور تلقین کرو۔ فقط۔

گو میں (فقیر سلطان حامد) نے بکھو شاہ کو نہایت صاحب تاثیر اور کامل درویش پایا: لیکن چونکہ مرے والد ماجد نے میرے دل کو اپنی طرف پورے طور پر کھینچ لیا تھا اور بظاہر سید بکھو شاہ کی زیارت اور سفر سے منع نہ فرمایا۔ اس لیے میرا دل آپ کی طرف سے ایسا سرد ہوا کہ میں آپ کو خیال میں بھی نہ لایا بلکہ آپ مجھے ایک معمولی مرید نظر آنے لگے۔ میں صرف آپ کے حالات دریافت کر کے واپس چلا آیا۔ آپ سے نذر نیاز لی۔

حالانکہ سید موصوف مستراد اور جسیم تھے۔ میرے روانہ ہوتے وقت میرے آگے آگے دوڑتے تھے اور آپ کو راہ کی نشیب و فراز کی کوئی سدھ بدھ نہ تھی اور عاشقانہ تعظیمات حد سے زیادہ بیان کرتے تھے اور معتقدانہ الفاظ اس قسم کے بولتے تھے کہ جن کے بیان سے

marfat.com

سوءادب لازم آتا ہے۔ آپ کے مرید جو بڑے بڑے حضرات چشتیات تھے۔ وہ بھی دوڑتے تھے۔ آخر میں نے بہت فاصلے پر جا کر سید بکھو شاہ اور آپ کے مریدوں کو جبراً روانہ کیا اور بہاولپور کی ریاست سے ہوتا ہوا ملتان شریف پہنچا اور خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی قدم بوسی کی۔

جب میں نے اپنی والدہ محترمہ کی زیارت کی تو آپ نے میری ساری سرگذشت کا خلاصہ بیان کیا۔ فقط۔

میرے سفر کے باقی حالات یہ ہیں کہ جب میں سید بکھو شاہ کی تلاش میں ملک سوتر میں پہنچا اور اس کے باپ کے گھر سے پتہ پوچھا تو اس وقت آپ ملک (علاقہ) دریائے نیلی یعنی ستلج میں گئے ہوئے تھے۔ میں آپ کے پیچھے بنگلہ فاضل کی طرف روانہ ہوا۔ اور ملک سوتر مذکور سے سرسہ جا رہا تھا کہ آپ فتح آباد علاقہ ہانسی حصار میں اپنے ایک مرید سے میرا پتہ لے کر میرے پیچھے روانہ ہوئے اور یابو (چھوٹا گھوڑا 'ٹٹو') پر سوار ہو کر مجھے آملے۔ اس وقت شورش عشق اور جذبہ سے روئے ہوئے تھے۔ میں نے کہا۔ اے درویش! ہم تو روا رو واپس جا رہے ہیں۔ اچھا ہوا آ گئے کہا حضرت! میں دیدار کئے بغیر کیونکر واپس جا سکتا تھا۔

یارو! آپ کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے جلال اور عشق کے جو انوار پائے وہ میں تحریر میں نہیں لا سکتا۔ گویا آپ کا نور سے بھرا ہوا سینہ تپتا ہوا تنور تھا۔ جو عشق الٰہی کی آگ اور گرمی سے گرم تھا۔ آپ کی مجلس سے نصیبہ کے موافق دل پاک اور پُر نور ہوتے تھے۔

چونکہ ایک پاؤں سے لنگڑے اور نحیف البدن بوڑھے تھے۔ اس لیے میں نے آپ کو پہلی ہی منزل پر رخصت کر دیا۔ آپ کی کرامات بہت ہیں۔ سید بکھو شاہ کی کرامتیں بے شمار تھیں۔ مگر مشتے نمونہ از خروارے بیان کرتا ہوں۔

آپ کا ایک مرید جنگل میں جا رہا تھا۔ ایک عورت بھی اُس کے ساتھ ہو لی۔ جب اس سے بدفعلی کا مرتکب ہونے لگا تو سانپ نے اس پر حملہ کیا۔ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس عورت کے ساتھ روانہ ہوا۔ تھوڑی دور چل کر پھر اُس کی نیت بدلی تو پھر سانپ نے حملہ کیا۔

marfat.com

پھر روانہ ہوا۔ تیسری مرتبہ جب نیت بدلی تو غیب سے اُس کے سینے میں چوٹ لگی۔ جس سے مُردوں کی طرح زمین پر گر پڑا۔ عورت اُس کا یہ حال دیکھ کر چل دی اور اُس نے جا کر اس کے آدمیوں کو اطلاع دی کہ تمہارا فلاں عزیز فلاں جنگل میں پڑا ہے۔ مجھے معلوم نہیں اُسے کیا ہوا۔

اس کے وارثوں نے جا کر دیکھا تو اس میں حس وحرکت نہ پائی چونکہ اس کے رشتہ دار بھی سید بکھو شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اس لیے اُسے سید صاحب موصوف کی خدمت میں لے گئے۔ آپ اُسے دیکھتے ہی سخت ناراض ہو کر فرمانے لگے۔ اسے میرے سامنے سے لیجاؤ۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ہم دعا اور امداد کے لیے اسے آپ کی خدمت میں لائے ہیں۔ یہ بیچارہ آپ کا مرید ہے اور حضور اس طرح فرماتے ہیں۔ بار بار کے اصرار۔ عرض معروض اور اظہار انکسار کے بعد آپ نے فرمایا کہ اُس نے بہت نافرمانی کی ہے۔ اشارے اور کرشمات کے سبب یہ فساد سے باز نہیں آیا۔ آخر تیسری مرتبہ اس نے مجھے تکلیف دی۔ آئندہ میں ایسے نالائق شخصوں کو مرید نہیں بناؤں گا۔

القصہ بہت عجز وزاری کے بعد اس پر رحم کیا اور اُس کے حق میں دعائے خیر فرمائی تو وہ ہوش میں آیا اور صحیح سالم اُٹھ کھڑا ہوا اور قدمبوس ہوا۔

جب اُس کے وارثوں نے اُس سے پوچھا تو اُس نے اپنی سرگزشت مفصل بیان کی۔ جس سے شاہ صاحب کی کرامت ظاہر ہوئی۔

میں (سلطان حامد) نے شاہ صاحب کو دیکھا ہے۔ آپ اکثر سکر (بے ہوشی) کی حالت میں رہا کرتے تھے۔ اگرچہ خلقت آپ کو اتباع سنت اور نماز کے سبب عالم صحو (ہوش مندی) میں خیال کرتی تھی۔

نیز میں نے یہ بھی دریافت کیا کہ آپ کے اکثر مرید جب زیارت کے لیے آتے تو بظاہر انہیں نہ پہنچانتے بلکہ مرد خود ہی عرض کرتے کہ میں فلاں شخص ہوں۔

ان لوگوں کے حالات بھی عجیب ہی ہوتے ہیں کہ ظاہر میں مست اور سوئے ہوئے اور باطن میں بیدار اور ہوشیار بلکہ آئینہ جہاں نما اور دونوں جہان سے واقف ہوتے ہیں۔

marfat.com

والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

شاہ صاحب کا مزار مبارک ضلع سرسہ میں بنگلہ فاضل کے قریب دریائے ستلج کے کنارے پر ہے۔ وہ جگہ بکھو شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ مزار کا نام بھی بکھو شاہ کا مزار ہے۔ آپ کے فقیر مرید اور آپ کی اولاد بکثرت وہاں موجود ہے۔ آپ کے مزار میں یمن و برکت بہت ہے۔ آپ کا مزار پُر انوار ہے۔

آپ نے شجرہ وسلسلہ مبارک خود ہی تصنیف کیا ہے اور آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہاں موجود ہے۔ جو بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

در ماندہ اعانت مے طلبم — یا حضرت ہو بہر ماددے
یادت بدلم نامت بلبم — بطفیل رسول رساں مددے
اے آنکہ محمد قرب اللہ — شد قاب قوسین معراج اللہ
او ادنٰی ثانی وصل اللہ — در کفر اسلام مفصل اللہ
بر اربع خمسہ جفت اللہ — برامت فضل رساں مددے
اے جدم شاہ حسین شدہ — کل امت قرۃ عین شدہ
گوئیندہ ہر دو عین شدہ — زاں روشن حسن حسین شدہ
چوں ہر دو چشم بہ بنیندہ — یک چشم زخود بنما مددے
اے خلفاء وقع ہم چار شدہ — کل امت را غمخوار شدہ
زاں خلفاء وقع ہم چار شدہ — زاں الف دولام عیاں شدہ
از پاک رسول فیضان شدہ — در ہر دو جہاں نگہبان شدہ

ہم ہو مارا برساں مددے

اے شہنشاہ امیر توئی — امدادم حق خبر توئی
از پاک رسول وزیر توئی — ہر چہاردہ شد امیر توئی
بر کل مریداں رہبر توئی — مقصود مرا برساں مددے

marfat.com

اے شاہ علی ولی اللہ		ہم شیر خدا قوی اللہ
بربد نفساں شد سیف اللہ		درذات بقا برساں مددے
اے شاہ حسین امام توئی		یا حضرت نبی عینین توئی
در قرب اللہ خوشہ چین توئی		محبوب اللہ برساں مددے
اے زین العابد پیر مرا		در قرب الٰہی شد ہمراہ
محبوب اللہ از نزد درگاہ		مقصود مرا برساں مددے
اے شاہ محمد باقر شاہ		معشوق اللہ ہم شاکر شاہ
محبوب اللہ شد من ہمراہ		ہم ذات بقا برساں مددے
اے موسیٰ کاظم حب اللہ		معشوق الٰہی قرب اللہ
شفقت بکنی عند اللہ		مقصود مرابرساں مددے
اے پیر مرا شد شیخ اللہ		معروف ولایت کرخ اللہ
با نفس کنندہ چرخ اللہ		موجود مرا برساں مددے
اے بوالحسن ہم پیر شدہ		در سقط ولایت قرب اللہ
محبوب الٰہی بخش اللہ		مطلوب مرا برساں مددے
اے شیخ معظم حمد اللہ		جنید لقب ہم رمز اللہ
در وحدت حق شد حب اللہ		در فقر بقا برساں مددے
اے شاہ تو شبلی شاہنشاہ		در قرب الٰہی شد ہمراہ
محبوب اللہ شد قرب اللہ		در ذات بقا برساں مددے
اے یمن ماپیر توئی		از حق درگاہ عزیز توئی
درہر راہ مشکل دہیر توئی		مقصود مرا برساں مددے
اے بو الفضل ہم پیر توئی		در حق رسول دلیل توئی
زاں راضی حق جلیل توئی		مقصود مرا برساں مددے
اے شاہ ابوالفرح طرطوس شدہ		در راہ خدا گوئیدہ راہ

marfat.com

برکل مریداں شد ہمراہ ‏ ‏ ہم وصل مرا برساں مددے
اے شاہ حسن بنکار وطن ‏ ‏ ہم قرب الٰہی شد در تن
درہر دم شو تو ہم درمن ‏ ‏ خود عشق مرا برساں مددے
اے شاہ شہازا پیر توئی ‏ ‏ باقرب محمد میر توئی
اے علی ولی وزیر توئی ‏ ‏ ہم اسمت ابو سعید توئی
مخدومی ہم مشہور توئی ‏ ‏ در عشق اللہ برساں مددے
اے شاہ کہ محی الدین توئی ‏ ‏ باصدق و صفا یقین توئی
محبوب اللہ سلطان توئی ‏ ‏ او ادنیٰ رمز رسان توئی
اے شاہ عبدالرزاق توئی ‏ ‏ در قرب اللہ شد طاق توئی
محبوب اللہ بیباک توئی ‏ ‏ یک رمزز خود بنما مددے
اے عبداللہ ستار توئی ‏ ‏ ہم بندہ رب غفار توئی
برمن کن رحم نثار توئی ‏ ‏ مقبول مرا بکشا مددے
اے شاہ عبدجبار توئی ‏ ‏ بر تو شد کرم ستار توئی
شفقت یکتازِ غفار توئی ‏ ‏ محبوب مرا برساں مددے
اے پیر محمدصادق شد ‏ ‏ برمن عاجز عاشق شد
برہر دو۲ جہان صادق شد ‏ ‏ موجود مرا برساں مددے
اے پیر مرا نجم الدین ‏ ‏ محبوب الٰہی فخرالدین
شفقت بکنی باصدق یقین ‏ ‏ محبوب اللہ برساں مددے
اے شاہنشاہ عبد الفتاح ‏ ‏ معشوق اللہ در قرب اللہ
شب روز شدہ ہم وحدت خواہ ‏ ‏ محبوب مرا برساں مددے
اے بندہ رب ستار توئی ‏ ‏ معشوق اللہ زغفار توئی
ہم اسمت عبدالستار توئی ‏ ‏ مقصود مرا برساں مددے
اے شاہ عبد بقا توئی ‏ ‏ درہم وحدت خواہ توئی

marfat.com

برمن کرم نگاہ توئی — محبوب مرا برساں مددے
اے شاہ عبدالرحمٰن توئی — محبوب اللہ سبحان توئی
دافع نفس شیطان توئی — مقصود مرا برساں مددے
اے شاہنشاہ سلطان توئی — در ہر دو جہان امان توئی
برمن شو ہم نگہبان توئی — او ادنیٰ قرب رسان توئی
اے نور محمدنور توئی — شب روز نبی حضور توئی
ہم علی ولی وزیر توئی — محبوب مرا برساں مددے
اے شاہنشاہ شد شان توئی — محبوب اللہ ہمدان توئی
ہم موسن شاہ شد نام توئی — مقصود مرا برساں مددے
اے شاہ عبدالرحیم توئی — در فقر بقا فہیم توئی
مقبول درگاہ رحیم توئی — محبوب مرا برساں مددے
اے بکھو شاہ ہم نام شدہ — زاں دافع نفس شیطان شدہ
در وحدت حق نگہبان شدہ — از محی الدین شہ فیضان شدہ
مقصود مرا برساں مددے
زبانم راہم یاری کن — بر کلمہ طیب جاری کن
مطلوب مرا برساں مددے

بحق لا الٰہ الا اللہ محمدرسول اللہ

---

marfat.com

فصل ۱۰

پیر مبارک شاہ صاحب ولد پیر عبد القادر صاحب ملک وچن والہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے حالات میں

چونکہ آپ کے والد بزرگوار حضرت پیر عبد القادر صاحب ارشاد تھے۔ اس لیے انہوں اپنے فرزند کو آخری وقت میں توجہ اور وصیت فرمائی۔ اور پوچھا کہ میرا چھوٹا فرزند مبارک شاہ کہاں ہے۔ انہوں نے عرض کیا شرح ملا کا سبق پڑھنے گیا ہے۔ فرمایا: اچھا۔ اُسے رہنے دو۔ وہ اپنی جگہ سے فیض حاصل کرے گا۔

آخر سید مبارک شاہ صاحب خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک روز آپ لمبی لنگی باندھ کر خانقاہ مقدس کے گرد پھر رہے تھے اور لنگی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے آپ کو اسرار باطن میں فرمایا کہ اے مبارک شاہ! کیا ہمیں تو اپنی لمبی لنگی کی آواز سناتا ہے۔ اسی وقت آپ نے لنگی اتار ایک چھوٹا سا تہ بند جو موٹی پنڈلی تک پہنچتا تھا۔ پہنا۔ پھر آپ نے ساری عمر لمبی لنگی نہیں باندھی اور اسی طرح کے تہ بند میں عمر بسر کر دی۔

ایک روز پیر سید مبارک شاہ صاحب دریائے راوی کے کنارے سے جہاں آپ کا ایک مکان تھا۔ اپنے والد ماجد حضرت پیر سید عبد القادر شاہ کی زیارت کے لیے ملک وچن سدہانہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے اپنے مریدوں اور محبوں کو فرمایا کہ آج رات ہم تمام رات سفر کرتے رہیں گے۔ کیونکہ کل قیامت یعنی میری وفات کا دن ہے۔ آپ نے ایسا ہی کیا کہ ساری رات چلتے رہے اور صبح اپنے والد صاحب کی خانقاہ میں دن کے پہلے حصہ ہی میں وفات پائی اور اپنے والد ماجد کے مقبرہ ہی میں مدفون ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

منقول ہے کہ آپ دریائے چناب کے مشرقی کنارے پر چلتے چلتے ایک گاؤں میں

marfat.com

پہنچے جہاں آپ کے ایک مرید کے گھر سے رونے دھونے کی آواز آئی۔ مرد۔ عورت سبھی رو رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ اور کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کا فلاں مرید یا آشنا فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے اندر جا کر مردہ کو دیکھا اور لوگوں کو باہر نکال دیا اور آپ ایک گھڑی وہاں بیٹھے۔ وہ خدا کے حکم سے زندہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اتنے سال اور زندہ رہے گا کہ اُسے بارگاہ الٰہی سے اتنے سال کی مہلت مل گئی ہے۔ چنانچہ وہ اتنے سال زندہ رہ کر پھر فوت ہوا۔

آپ کے اور مناقب بھی ہیں لیکن اس قدر کافی ہیں کہ آپ نے تفسیر حسینی اور تمام قرآن شریف کو فارسی میں تصنیف کیا۔ تفسیر حسینی اور تمام قرآن شریف کو فارسی میں تصنیف کیا۔ تفسیر کا نام ''تفسیر مبارک'' رکھا۔ جو آپ کے خاندان میں موجود ہے۔

فصل ۱۱

حافظ خیر محمد صاحب کوہستان سون سکیسر شہر انگہ والہ کے حالات میں

حافظ صاحب موصوف علیہ الرحمۃ پہلے فقیر صاحب ڈانوچہ والہ کے مرید تھے اور ان کی خدمت میں بکثرت آیا جایا کرتے تھے۔ فقیر صاحب موصوف کے خوارق عادات بہت بیان کئے جاتے ہیں۔

میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ ایک روز فقیر صاحب ڈانوچہ والے ایک درخت تلے سوئے ہوئے تھے۔ اس درخت کی چوٹی پر ایک پرندہ اپنا گھونسلا بنا رہا تھا کہ ایک تنکا گھونسلہ میں سے آپ کے سینے پر گرا۔ آپ نے اُوپر کی طرف دیکھا تو فی الفور گھونسلا میں آگ بھڑک اُٹھی۔ حاضرین نے کہا۔ فقیر صاحب یہ کیا کیا۔ فرمایا: میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ صرف میں نے نظر کراہت سے دیکھا کہ یہ تنکا کہاں سے آیا۔ اتنے میں آگ لگ گئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حافظ صاحب علیہ الرحمۃ فقیر صاحب کی زیارت کے لیے گھر

marfat.com

سے روانہ ہوئے۔ جب کوہستان کے پاس پہنچے تو راستے میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت سے ارشاد ہوا کہ حافظ! کہاں جا رہے ہو؟ ہماری طرف آؤ۔ حافظ صاحب بے اختیار اس راستے کو چھوڑ کر خانقاہ مقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت نے اپنی طرف کھینچ لیا۔

حافظ صاحب ورد حد سے زیادہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن رات میں ایک سو چالیس مرتبہ قصیدہ غوثیہ۔ ایک سو مرتبہ سورۃ مزمل۔ ستر یا اسی مرتبہ سورۃ یٰسین۔ ایک ختم کلام اللہ شریف۔ کئی ہزار مرتبہ درود شریف اور علاوہ ازیں اور بھی ورد کیا کرتے تھے۔ جن کی تفصیل میں بھول گیا ہوں۔

الغرض جب حافظ صاحب خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا: حافظ صاحب! خانقاہ مقدس کے اندر کھڑے ہو کر اتنے سو مرتبہ قصیدہ غوثیہ پڑھا کرو۔ حافظ صاحب نے حسب الارشاد شروع کیا۔ زیادہ دیر کھڑا رہنے کے باعث پاؤں درد کرنے لگے چونکہ آپ کو خانقاہ کے اندر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ اس واسطے چاہا کہ باہر جا کر ایک گھڑی بیٹھ آئیں اور آرام کر لیں۔

ابھی بیرونی دروازہ سے قدم باہر نہ رکھا تھا کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے مزار شریف سے نکل کر پیچھے سے کمر میں ایسی لات رسید کی کہ حافظ صاحب کی کمر ٹوٹ گئی اور زمین پر گر پڑے۔ مُڑ کر نگاہ کی تو دیکھا کہ خود حضرت صاحب نے مٹی کا برتن (ٹنڈ) دست مبارک میں لیے ہوئے مزار شریف سے ہاتھ نکالا اور حافظ صاحب موصوف کو فرمایا۔ ''حافظ! اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ نہیں کر سکتے تو یہ لو برتن اسے ہاتھ میں لے کر در بدر بھیک مانگا کرو۔ حافظ صاحب نے آہ سرد بھر کر تجدید وضو کے ارادے سے باہر جانا چاہا لیکن کھڑے نہ ہو سکے۔ کیونکہ کمر کے مہرے ٹوٹ گئے تھے۔ آخر بچوں کی طرح رینگتے ہوئے گھٹنوں اور ہتھیلیوں کے بل باہر جا کر تجدید وضو کر کے پھر خانقاہ مقدس میں داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہی کمر درست ہو گئی اور دن رات کھڑے رہ کر پڑھنے کی توفیق بھی حاصل ہو گئی۔ کسی قسم کی تھکان یا تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی اور نہ سستی اور غفلت ہی باقی رہی۔

marfat.com

پھر جب تجدید وضو کے لیے باہر جانا چاہا تو پھر وہی حالت کمر کو ٹوٹا ہوا پایا۔ آخر پھر گھٹنوں اور ہتھیلیوں کے بل باہر جا کر تجدید وضو کے بعد اندر داخل ہوئے تو پھر تندرست۔ اسی طرح ایک چلہ بھر رہے۔ یعنی جب باہر جاتے تو کمر ٹوٹ جاتی اور جب اندر آتے تو تندرست ہو جاتی۔

جب اس طرح پورے چالیس دن گزر گئے تو حضرت قدس سرہٗ نے علانیہ مزار شریف سے نکل حافظ صاحب سے مصافحہ کر کے رخصت فرمایا اور یہ وصیت کی۔ ''حافظ صاحب! میں تم سے ضرور بغل گیر ہوتا لیکن اس قدر شرعی پردہ بھی ضروری ہے۔ آئندہ صرف سوا سیپارہ کلام اللہ شریف پڑھ لیا کرنا۔ اس سے زیادہ تکلیف نہ کرنا۔ کیونکہ تم نے بہت محنت کی اور بہت کچھ زبان گھسائی ہے۔ جاؤ اپنے وطن جا کر رہو۔ تمہیں اجازت ہے۔''

جب حافظ صاحب اپنے وطن پہنچے تو پہلے پہل شہر نوشہرہ سون میں آئے۔ وہاں قاضی کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے متقی تھے۔ آپ سے نہایت شوق سے ملاقات کی اور کہا۔ حافظ صاحب! آپ تو زمانہ کے پرہیز گار اور متورع آدمی ہیں۔ آپ نے یہ کیا کیا کہ ایک روحانی مزار پر اور قبر پر جا کر اس کے معتقد ہوئے۔ آپ نے کیا کچھ دیکھا کہ زندہ مرشد کو چھوڑ کر روحانی کی خدمت میں گئے۔ آپ نے مفصل حالات بیان کیے۔

اس وقت قاضی کلیم اللہ صاحب کے ہاتھ میں تفسیر شریف تھی کہا۔ حافظ صاحب! آپ متقی اور زاہد ہیں۔ آپ کے کہنے کا مجھے پورا یقین ہے۔ کیونکہ وہ لائق سند ہے۔ آپ نے جو کچھ بیان کیا۔ میں اسے حرف بحرف اسی تفسیر کے صفحہ پر لکھنا چاہتا ہوں۔ حافظ صاحب نے فرمایا: قاضی صاحب! یہ سارے معاملات میں نے سر کی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ آپ بے شک لکھیں۔ پس قاضی صاحب نے یہ سارا معاملہ تفسیر پر لکھ لیا۔ رحمہم اللہ۔

منقول ہے کہ جب حافظ خیر محمد صاحب اپنے گھر پہنچے تو دنیاوی کلام قطعاً چھوڑ دیا۔ آپ مسجد شریف میں معتکف ہوئے۔ جو شخص دعائے خیر کے لیے یا کسی اور حاجت کے لیے حاضر ہوتا۔ آپ ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ'' بولتے۔ آپ اگر کسی کام کے لیے اشارہ بھی کرتے تو اسی سے کرتے۔

آپ کے پاؤں زیادہ بیٹھنے کے سبب ست ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ رستہ نہیں چل سکتے تھے۔ آپ کے فرزند آپ کو چارپائی پر اُٹھا کر کسی گاؤں میں کسی کام کے لیے لیجا رہے تھے۔ آفتاب غروب ہو گیا۔ راہزن گھات میں تھے۔ ناگاہ گھات سے نکل آپ کے فرزندوں کو تلواروں سے زخمی کیا۔ وہ بیچارے زخمی ہو کر زمین پر گرے چونکہ درویش تھے۔ اس لیے چوروں کو مال و متاع ہاتھ نہ آیا۔ وہ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ جب لوگوں کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ کے زخمی فرزندوں کو چارپائیوں پر ڈال کر اُٹھا لے گئے۔

چونکہ رات کا وقت تھا اور ناگاہ زخمی ہوئے تھے۔ اس لیے وہ تو چوروں کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ حافظ صاحب چونکہ صحیح سالم تھے۔ انہوں نے چوروں کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ جب بڑے بڑے آدمیوں نے حافظ صاحب سے بارہا پوچھا کہ چور کون تھے تو آپ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ کے سوا اور کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ آخر لوگ مایوس ہو کر چلے گئے۔

چار دن سے پہلے پہلے وہ چاروں چور کوڑھی ہو گئے اور اپنے گھر بار سے الگ ہو گئے۔ کوئی انہیں پاس نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ اس واسطے وہ حیران و پشیمان ہو کر شہر انگہ میں حافظ صاحب کی خدمت میں آئے اور معافی مانگی لیکن بے سود۔ وہ چور ڈھاکہ کوہ سون سکیسر کے باشندے تھے۔

حافظ صاحب نے آخری دم تک اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ کے سوا کوئی بات لوگوں سے نہ کی۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ آمین۔

فصل ۱۲

حافظ جام صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ شروع جوانی میں قرآن شریف حفظ کرنے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت قدس سرہٗ کی روحانیت کے جذبہ سے خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

marfat.com

آپ حضوری مسجد منور کے امام اور کلام اللہ شریف کے مدرس تھے۔ حضرت سلطان العارفین کی اولاد (جوان دنوں ابھی بچے تھے) کے اُستاد تھے۔

ایک روز حافظ صاحب نے میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب کو جو اس وقت آپ سے قرآن شریف حفظ کیا کرتے تھے۔ سبق بھول جانے کے سبب یا سبق کی طرف توجہ نہ دینے کے باعث غیر مہذب کلمات کہے یا دھپڑ مارا۔ جب رات ہوئی تو حافظ صاحب کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے حضور سے عتاب ہوا کہ او حافظ! تو ہماری اولاد کی گستاخی کرتا ہے۔ اس سے حافظ صاحب کے حالات بند ہو گئے۔

صبح میں نے حافظ صاحب کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ بدلا ہوا تھا اور آپ ادھر اُدھر دیوانوں کی طرح دوڑتے تھے۔ آپ ننگے سر تھے اور ٹوپی ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور خاص و عام کو کہتے پھرتے تھے کہ برائے خدا میری اس ٹوپی میں تھوکو۔ میری سزا یہی ہے۔ کیونکہ میں نے تعلیم کے وقت صاحبزادوں کی گستاخی کی ہے۔

یہ معاملہ مجھ مسکین (سلطان حامد) کو بھی یاد ہے۔ میں ابھی بالکل بچہ تھا۔ میں نے حافظ صاحب کے حالات بچشم خود دیکھے ہیں۔ دوسرے روز حافظ صاحب کو کچھ افاقہ ہوا کیونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے پھر آپ پر مہربانی کر کے حالات عنایت فرمائے تھے۔

حافظ صاحب کے باقی حالات بھی میں نے بچشم خود دیکھے ہیں جن دنوں میں جوان تھا۔ ایک روز میرے والد ماجد اپنی دولت سرائے میں گھر کے کسی معاملہ کے بارے میں اپنے ہی آدمیوں سے مشورہ کر رہے تھے۔ میں بھی حاضر مجلس تھا۔ کیونکہ مجھے بھی وہاں بلایا تھا۔ گفتگو یہاں تک پہنچی کہ میری والدہ محترمہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ حافظ جام کی رائے بھی اس معاملہ میں یہی ہے اور وہ بات حضرت والد ماجد کی رائے کے خلاف تھی۔ آنحضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ حافظ جام جس طرح ظاہری آنکھوں کا اندھا ہے اسی طرح اس کے دل کی آنکھیں بھی اندھی ہیں۔ اس میں عقل نہیں۔ آپ کا چہرہ مبارک غصے کے مارے سرخ ہو گیا۔ مجھے بھی اس مجلس میں بلایا گیا تھا۔ میں ڈرتا تھا کہ حافظ صاحب

marfat.com

مسکین اور متبرک آدمی ہیں۔ ایسا نہ ہو یہ سخت الفاظ جو آپ کے حق میں حضرت والد ماجد صاحب نے فرمائے ہیں۔ سن لیں۔ یا خود حضرت صاحب جو باہر تشریف لے جانے کو تھے آپ کو مل کر بالمواجہ رنجش آمیز کلمات کہیں۔ اس لیے میں نے والدہ محترمہ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ باتیں حافظ صاحب پر ظاہر نہ کی جائیں۔ کیونکہ وہ مسکین ہیں۔ ایسا نہ ہو شکستہ دل ہو جائیں۔ پس حضرت والد ماجد صاحب نے فرمایا: ہم اُسے کچھ نہ کہیں گے لیکن ہاں اتنا جانتے ہیں کہ وہ بیوقوف آدمی ہے اور ہمارا بدخواہ ہے وہ کبھی ہمارے غم سے غمگین اور ہماری خوشی سے خوش نہیں ہوا۔ اس خاندانی معاملہ میں جو اس نے یہ بات کہی ہے۔ وہ بھی ہماری خیر خواہی کی نہیں کی۔

میں نے عرض کیا: ابا جان! آخر حافظ جام صاحبزادوں اور معصومات کے اُستاد اور خانقاہ مقدس کے درس کے مدرس ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! یہاں سفید حرفوں کی تعلیم ہے۔ یہاں سیاہ حروف کے درس کی ضرورت نہیں۔

آپ ناراضگی کی حالت میں اُٹھ کر چلے گئے۔ قرب و جوار کے آشناؤں کی طرف سے ایک شخص آپ کو لینے آیا تھا۔ کیونکہ ان کی برادری میں بھی کسی بات کا جھگڑا تھا۔ اس کے تصفیہ کے لیے آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ آپ کے لیے سواری بالکل تیار کھڑی تھی۔ میں بھی ساتھ تھا۔ حضرت صاحب سوار ہو کر اُوپر ہی اُوپر ان شخصوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ میں بطور محافظ آپ کی خدمت میں رہا۔ جب تک کہ آپ سوار نہ ہو گئے۔ کیونکہ مجھے حافظ صاحب کی رعایت بدرجہ غایت منظور تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ حافظ جام کو جھڑکیں۔

جب آپ تشریف لے گئے تو میں گھر آیا۔ ان دنوں ہم بھی خانقاہ مقدس ہی میں رہتے تھے۔ ایک گھڑی کے بعد میں نے دیکھا کہ حافظ جام حیران پریشان ننگے سر جنوب کی طرف جدھر حضرت صاحب تشریف لے گئے تھے روانہ ہوئے۔ آپ اکیلے گرتے پڑتے دوڑے جا رہے تھے۔ پیچھے سے آپ کا شاگرد ایک درویش مسمی میاں محمد آپ کا جوتا۔ کلاہ اور چادر لے کر دوڑا۔ اس نے جا کر آپ کا ہاتھ پکڑا۔ حافظ صاحب واویلا مچاتے اور اسے

marfat.com

کہتے کہ تیز تیز دوڑ۔

حافظ صاحب کا جسم نہایت لطیف اور نازک تھا۔ آپ امیروں کی طرح فرش سے کبھی پاؤں نیچے نہ رکھتے تھے اور عمر کا ایک حصہ اعتکاف میں بسر کیا تھا اور وضو کے لیے احاطہ شریف سے باہر جانے کی ضرورت ہوتی تو شاگرد آپ کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ لے جاتے اور دائیں بائیں درو دیوار سے بچا کر لے جاتے۔ کیونکہ آپ کی طبیعت معمولی اندھوں کی طرح نہ تھی کہ بے محابا سیدھے چلے جاتے ہیں۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت صاحب کی ناراضگی کا انہیں علم ہوا تو کیونکر میں نگہداشت کرتا رہا تھا۔ نہ کسی نے آپ کو اطلاع دی نہ خود حضرت صاحب ادھر تشریف فرما ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ باطنی معاملہ ہے۔

القصہ گرمی کا موسم بیساکھ کا مہینہ ڈیڑھ پہر دن یا اس سے کچھ زیادہ تھا کہ حافظ صاحب پا پیادہ ننگے سر ننگے پاؤں دوڑے دوڑے چار پانچ میل کے فاصلہ پر چھوہن نام گاؤں میں جا حاضر خدمت ہوئے۔ مکمل جذبہ سے نہایت جوش وخروش کے ساتھ بلند آواز سے پوچھتے تھے کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ لوگ یہ حالت دیکھ کر اُٹھے اور انہوں نے حافظ صاحب کا ہاتھ پکڑا۔ حافظ صاحب نے فرمایا: ہٹو ہٹو۔ حضرت صاحب کے پاؤں مبارک کہاں ہیں؟ حتیٰ کہ حافظ صاحب آپ کے قدموں پر آ گرے۔

جب آپ کے ہاتھ حضرت صاحب کے قدموں تک پہنچے تو آپ وجد میں آئے اور آپ کی زبان سے اسم اللہ ذات بے اختیار نکلنا شروع ہوا اور ایسے جذبے میں آئے کہ اُچھل اُچھل کر زمین سے گرتے تھے۔ حاضرین مجلس' بلکہ درویشوں کے حال کے منکر آدمیوں کی زبان سے جو اس وقت حاضر تھے میں نے سنا کہ اس وقت حافظ صاحب کی یہ حالت تھی کہ آپ تقریباً نیزہ بھر اوپر اُچھلتے اور زمین پر گرتے لیکن آپ کو ضرر نہ پہنچا۔

ایک گھڑی بعد آنحضرت خاموش ہوئے اور فرمایا۔ درویشو! حافظ صاحب کو اچھی طرح پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ جب آپ لائے گئے تو حضرت صاحب نے اپنا دست مبارک حافظ صاحب کے سینے پر ملا۔ ایک گھڑی بعد حافظ صاحب ہوش میں آئے۔ ٹوپی اور چادر دی۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ نے اسی وقت ایک چھوٹا سا گھوڑا منگوا کر درویشوں

marfat.com

کو مقرر کیا کہ حافظ صاحب کو آہستہ آہستہ لے جا کر خانقاہ میں پہنچاؤ تا کہ ظہر کی نماز کی اذان خانقاہ میں پہنچ کر دیں اور نماز باجماعت ادا کریں۔ میں نے دیکھا کہ حافظ صاحب کو آپ کے فرمان کے مطابق وقت مقرر پر خانقاہ مقدس میں پہنچایا گیا۔ دربار مقدس کے فقیر اور لوگ حافظ صاحب کو اِدھر اُدھر ڈھونڈھ رہے تھے۔ کیونکہ کسی کو اس بات کی اطلاع نہ تھی۔ حافظ صاحب آئے تو حالات معلوم ہوئے۔ والسلام۔

حافظ صاحب پاکدامن۔ متقی۔ فقیہ۔ علم تفسیر کے عالم۔ قاری لاثانی۔ حافظ۔ عابد ساری رات جاگنے والے۔ صاحب مراقبہ۔ صاحب اسرار الٰہی۔ صاحب آگاہ اور صاحب صفائے حضور یعنی صاحب تجرید تھے۔

منقول ہے کہ جب حافظ صاحب نے خبر سنی کہ آپ کے اُستاد جن سے آپ نے قرآن شریف حفظ کیا تھا فوت ہوگئے ہیں تو مدت تک ایک مرتبہ دن کو اور ایک مرتبہ رات کو قرآن شریف پڑھ کر اُس کا ثواب اپنے اُستاد کی روح کو بخشتے رہے۔

فصل ۱۴

پیر خیر شاہ لسکانی والہ کے حالات میں

آپ سید عبدالرزاق علیہ الرحمۃ کے فرزند ہیں۔ جو پیر غیاث الدین تیغ براں عادل پیر کی اولاد سے ہیں۔ آپ چھوٹی عمر میں ہی مسکینی اور بے نوائی کی حالت میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں آئے اور آنحضرت کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر آپ کو ملک سندھ میں یعنی دریائے اٹک سے مغرب کی طرف جانے کا حکم ہوا۔

آپ نے خشکی اور تری میں بہت بہت مجاہدے کئے اور ذکر و فکر کے شغل کو بدرجہ کمال پہنچایا۔

بعدازاں آپ کو سید مراد شاہ علیہ الرحمۃ کی روحانیت کے سپرد کیا۔ جن کا مزار ڈیرہ اسماعیل خاں کے قریب موضع لونڈا میں ہے۔ سید مراد شاہ علیہ الرحمۃ حضرت سلطان نورنگ

marfat.com

کھتر ان علیہ الرحمۃ کی زندگی میں ان کے خلیفہ ہوئے۔

میں نے پیر سید خیر شاہ صاحب کو بڑھاپے میں دیکھا ہے جب کہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہُو قدس سرہٗ کی خدمت میں تھا لیکن مجھے بخوبی یاد ہے کہ پیر سید خیر شاہ علیہ الرحمۃ اس طرح کے صاحب نورانیت تھے کہ نگاہ آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے سیر نہیں ہوتی تھی۔

آپ کا جلال اس قسم کا تھا کہ جب تک کسی کو خود نہ بلاتے کسی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی جرأت نہ ہوتی۔ ہر شخص ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑا رہتا۔ میں نے یہ باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔

پیر سید خیر شاہ علیہ الرحمۃ صاحب لنگر تھے۔ گو صاحب جاہ ومملکت تھے لیکن آپ ایک آزاد فقیر کی طرح زندگی بسر کرتے اور سلوک۔ احیائے سنت۔ نوافل۔ تلاوت قرآن شریف۔ تہجد اور رات کے جاگنے میں بڑے مستعد تھے۔ ہر وقت تنہا بیٹھے رہتے اور درویش کسی دیوار یا درخت پیچھے بیٹھتے تھے۔ جسے یاد فرماتے فوراً حاضر خدمت ہو جاتا۔ سینکڑوں آدمی آپ کے مرید تھے۔ ان میں سے اکثر کو صاحب تاثیر پایا۔

شاہ صاحب کی کرامتیں حد سے زیادہ ہیں۔ آپ صاحب مکاشفات تھے۔ میں صرف آپ کی ایک حاجت کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ شاہ صاحب حضرت قدس سرہٗ کی کشش اور جذبہ سے کبھی کبھی اپنے پیر مکمل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آتے اور آپ کے ساتھ درویش اور مرید بھی ہوتے۔ جتنا عرصہ خانقاہ مقدس میں رہتے۔ رات کے وقت زیارت کر کے جاتے۔

آپ کو مزار مقدس سے علانیہ سوال وجواب ہوتے۔ آنکھ بند کرنے یا مراقبہ کی حاجت نہ تھی۔ آپ کا یہ معاملہ اس وقت ظاہر وروشن تھا۔

جب آخری مرتبہ آپ خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آئے تو اپنے تمام فرزندوں کو بھی ساتھ لائے۔ قدم بوسی کی اور وداع ہوئے۔ گھر پہنچ کر وفات پائی۔

آپ کی خانقاہ حضرت مخدوم پیر سید حامد محمود پیر محمد راجن قدس سرہٗ کے قرب وجوار

marfat.com

میں مشرق کی طرف ایک علیحدہ منور اور معمور خانقاہ ہے۔ فقط۔

آپ کے بڑے فرزند پیر سید جلال محمد کو میں نے دیکھا ہے۔ آپ کا چہرہ مبارک نہایت منور تھا۔ آپ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دم بھی آپ کی زبان یاد حق سے غافل نہ ہوتی۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح آپ کی زبان آپ کے دل کے موافق تھی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی زبان مونچھوں کے بال کتراتے وقت بھی ذکر الٰہی سے باز نہ رہتی تھی۔ آپ کی باقی خصلتیں بھی اسی طرح قیاس کرلو۔

پیر سید جلال محمد نے اپنے والد بزرگوار کی ایک حالت مجھے سنائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد رات کو آرام کرتے تو میں بلا ناغہ آپ کے پاؤں دبایا کرتا تھا۔ جب میرے دل میں اُٹھنے کا ارادہ ہوتا تو والد ماجد گو بظاہر سوئے ہوتے۔ اس وقت اپنا پاؤں سکیڑ لیتے اور میرے ہاتھ سے چھڑا لیتے۔ فقط۔

پیر سید جلال محمد بھی عبادت اور ریاضت میں فرد زمانہ تھے۔ رحمہم اللہ۔

فصل ۱۴

میاں محمود مستانہ بلوچ چانڈیہ کے حالات میں

آپ ڈہانڈلہ گاؤں سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے خلیفہ سید موسن شاہ صاحب کے فیض کی خبر سن کر جسے گھوٹکی بھی کہتے ہیں میں گئے۔ اس وقت سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کشتی میں سوار ہو کر دوابہ میں جا رہے تھے۔ سید صاحب نے آپ کے آنے سے پہلے براہ کشف کشتی کو ٹھہرا کر فرمایا کہ ایک مسافر تلاش کے لیے آ رہا تھا۔ اتنے میں آپ (میاں محمود مستانہ) آ نکلے۔ آپ کشتی میں جا کر شوق کے سبب سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کے پاؤں پڑے اور عرض کیا کہ میرے دین و ایمان کو خدا اور اُس کے رسول کے سپرد کریں۔ حضرت موسن شاہ نے فرمایا: اے درویش! پھر کہہ۔ پھر اُسی طرح کہا۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! اپنے الفاظ دہراؤ۔ پھر اسی طرح کہا تو حضرت موسن شاہ نے جوش میں آ کر توجہ

marfat.com

کی۔ کشتی میں جتنے آدمی سوار تھے سب کے سب جذبہ، مستی اور سکر میں آ ئے۔ سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ نے خلفاء کو حکم دیا کہ درود شریف پڑھ کر ان کے سینوں پر دم کرو۔ دم کرنے سے وہ ہوش میں آ ئے۔

میاں محمود کو بدستور مستی اور گھبراہٹ میں چھوڑا۔ وہ کچھ عرصے بعد خود بخود ہوش میں آ ئے۔ یعنی فیض کی نعمت نے آپ کے سینہ میں قرار کیا۔

پس سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ نے میاں محمود مستانہ کو فرمایا۔ اے محمود شاہ! یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ تمہاری بیوی مائی جادو کی بددعا سے مجھے ڈر لگتا ہے کیونکہ وہ خدایاد ہے۔ تم جلدی اپنے گھر پہنچو۔

آپ رخصت کا شرف حاصل کر کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ ہر وقت مستی کی حالت میں رہتے۔ اگر آپ کو روٹی کا ٹکڑا دیا جاتا تو لے لیتے۔ ورنہ سوال نہ کرتے۔

ایک مقام پر جب آپ پہنچے تو ایک عورت نے آپ کو دعوت کے لیے اپنے گھر بلایا اور اچھا کھانا کھلایا۔ بعد ازاں مکان کا دروازہ بند کر کے اندر سے قفل لگا دیا اور بدنیتی پر آمادہ ہوئی۔ آپ نے (محمود شاہ) بہت کچھ عذر کیے۔ منت وسماجت کی لیکن وہ باز نہ آئی۔ حتیٰ کہ وہ عورت ننگی ہوئی اور آپ کے تہ بند پر ہاتھ ڈالا۔ آپ نے فرمایا: خدا سے ڈر۔ اُس نے کہا: میں نے تجھے کھانا اسی واسطے تو کھلایا تھا۔ میری اور کوئی غرض نہ تھی تو ہٹا کٹا ہے تجھ سے یہ کام کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی مراد لیے بغیر تجھے کب چھوڑتی ہوں۔

آپ نے اُسے فرمایا: مجھے چھوڑ دو۔ میں بھی تمہاری طرح عورت ہوں۔ وہ پھر بھی باز نہ آئی۔ اُس نے آپ کا تہ بند دور کر دیا تو دیکھا کہ آپ کا اندام مخصوص بالکل عورتوں کے اندام نہانی کی طرح تھا۔ تب وہ عورت باز آئی اور آپ کو گالی دے کر باہر نکال دیا۔

پھر آپ نے کسی گاؤں کا رخ نہ کیا۔ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے۔ آپ منزل بمنزل اپنے گھر موضع ڈھانڈلہ میں پہنچے۔ آپ کی بیوی مائی جادو نہایت نیک۔ خدایاد دلائل الخیرات اور درود شریف کی وظیفہ خواں تھی۔ دونوں مل کر سینے سے لگے۔ آپ کا لقب محمود

marfat.com

مستانہ ہو گیا۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا تھا۔ اسی طرح ہو جاتا تھا۔ بہت سے آدمی آپ کے معتقد اور نذر گزار تھے لیکن آپ نے نہ کسی کو تلقین کی۔ نہ سلسلہ جاری کیا۔

دریا کے نقصان پہنچانے کے سبب آپ کا مزار مبارک تین مرتبہ منتقل ہوا۔ پہلے ڈہانڈلہ گاؤں کی مسجد میں تھا۔ جو شخص مسجد مذکور میں آپ کی قبر پر کسی مراد کے لیے جاتا اور مدد طلب کرتا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی مراد پوری کرتا۔

وہاں سے جب منتقل ہوا تو جنازہ کا صندوق بدستور ملا اور سکندر مرحوم کے قبرستان میں مدفون ہوا۔ وہاں سے تیسری مرتبہ منتقل ہو کر شیخ عمر والے کنویں کے گورستان میں اپنے پوتے حافظ عیسیٰ کے مزار کے قریب جگہ پائی۔

میاں محمود ولد میاں نہال

میاں غلام محمد — میاں حیات — میاں نہال — حافظ غلام محمد

میاں فقیر محمد — نور احمد — حافظ عیسےٰ — حافظ عبداللہ

آپ کی اولاد اگرچہ بظاہر دوسری طرف مرید تھی لیکن درحقیقت انہیں فیض باطنی حضرت قدس سرہٗ سے حاصل تھا۔ چنانچہ میاں حافظ عیسیٰ عاشق خاں موسیٰ زئی والہ کے مزار کا معتقد و مرید تھا۔ مگر حقیقت میں باطنی فیض اسے سلسلہ قادریہ میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سے حاصل ہے اور میاں حیات شیر چانڈیہ جو میاں محمود مستانہ کے خانوادہ سے تھے۔ جذبہ اور کشش سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار مقدس پر سات سال ننگے سر لنگر شریف کا پانی ڈھوتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ پر عشق الٰہی کے جذبات اور ذات پاک کے انوار متجلی ہوئے اور آپ ایک ولی اللہ ہو گئے۔

marfat.com

فصل ۱۵

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی طرف سے خانقاہ مقدس کے بہشتی دروازہ کے ایما کے بیان میں

یہ نقل بالکل صحیح ہے کہ حافظ خیر محمد صاحب اور حافظ جام علیہما الرحمۃ دونوں نے آپس میں اپنے پیشوائے مکمل حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس پر پختہ وعدہ کیا کہ تہجد کی نماز کے بعد دونوں اجودھن یعنی پاک پٹن کی طرف روانہ ہوں گے اور وہاں قطب الاقطاب حضرت خواجہ شیخ فرید شکر گنج فاروقی اجودھنی قدس سرہٗ کے مزار شریف کی زیارت کر کے بہشتی دروازہ میں داخل ہوں گے۔ جو روضہ مبارک کے جنوب کی طرف ہے اور جو فلاں تاریخ کو کھل کر فلاں تاریخ کو بند ہوتا ہے اور پھر دوسرے سال مقرر تاریخ پر کھلتا ہے۔

جب رات ہوئی تو دونوں صاحبوں کو علیحدہ علیحدہ ارشاد ہوا کہ پاک پٹن شریف کا بہشتی دروازہ سال بھر میں صرف ایک دن کے لیے فلاں تاریخ پر کھلتا ہے لیکن خانقاہ مقدس کے احاطہ کا جنوبی دروازہ جو مسجد جامع حضور کے ساتھ ہے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ وہ خاص ایک دن کے لیے صرف مردوں کے واسطے ہے اور یہ ہمیشہ دن رات مردوں عورتوں سبھی کے لیے کھلا ہے۔ کیا تمہیں اس بات پر تشفی نہیں۔

اس اشارہ سے دونوں صاحبوں کا ارادہ بدل گیا بلکہ اس بات کا خیال بالکل جاتا رہا۔ صبح جب دونوں نے مسجد حضور میں نماز باجماعت ادا کی تو ایک دوسرے کے کلام کے منتظر ہوئے۔ آخر ایک دوسرے سے پوچھا تو دونوں نے ایک ہی بھید بتایا۔

یہ بات قابل تعجب ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کے کسی مرید یا کسی صاحبزادے نے کسی مقام پر کسی وقت یہ بات ظاہر نہیں کی اور نہ اس بارے میں کبھی فخر کا اظہار کیا ہے بلکہ یہ بات خود بخود اطراف عالم میں مشتہر ہوگئی کہ ہزارہا آدمی مختلف علاقوں سے آتے ہیں اور زیارت کے بعد بہشتی دروازہ کی بابت پوچھتے ہیں تو خلفاء اور مجاوروں میں سے کوئی شخص بھی مسئلہ شریعت کے پاس کے سبب یہ نہیں بتاتا کہ یہ بہشتی دروازہ ہے۔ لوگ دیکھا دیکھی و

marfat.com

اقفکاروں کی اطلاع کے بموجب خود بخود اس میں داخل ہوتے ہیں۔ جو لوگ پہلے کبھی نہیں آئے اور وہ بھی گروہ در گروہ زیارت کے لیے آتے ہیں اور اس دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

فصل ۱۶

میاں احمد کلاسرہ کے حالات میں

آپ صاحب احوالات اور مستغرق مراقبہ تھے کہ دن رات حجرہ کی خلوت میں مراقبہ میں کوزے کی طرح بیٹھے رہتے۔ دم نہ لیتے۔ کسی پر راز ظاہر نہ کرتے لیکن صرف مجھ سے کہ میں اول عمر میں درویشوں کی صحبت کا متلاشی تھا۔ از راہ شفقت راز افشا فرمایا کرتے تھے۔ میں آپ کی ایک بات بیان کرتا ہوں جسے مشتے نمونہ از خروارے سمجھ لو۔

مجھے فرمایا کہ صاحبزادے! جب میں وطن سے آیا اور حضرت قدس سرہٗ نے مجھے مقیم و مقید فرمایا تو ایک روز چشمہ حضوری والے کنویں پر میں بیٹھا تھا کہ ایک زیارت کرنے والی عورت آئی۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ اُس نے مجھے کہا۔ فقیر صاحب! اگر مروت کرو تو ایک لحظہ کے لیے میرا یہ لڑکا رکھو۔ میں نے وہ بچہ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ جب اس بچے کا چہرہ دیکھا تو مجھے خیال آ گیا کہ جب میں گھر سے جدا ہوا تھا تو میں اسی عمر کا اپنا ایک لڑکا گھر میں چھوڑ آیا تھا اُس عورت نے فوراً واپس آ کر بچہ لے لیا اور چلی گئی۔

جب میں رات کو سویا تو حضرت قدس نے مجھے جھڑکا کہ اے احمد! ابھی تیرا نفس اپنی خواہشات کے تعلق سے بری نہیں ہوا کہ تو نے بیگانہ لڑکا دیکھ کر اپنا لڑکا یاد کیا۔ تیرے سر میں ابھی نفسانیت باقی ہے۔ ابھی تیرے دل میں وطن کے تعلقات ہیں۔

بعد ازاں میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ میری زندگی میں میری اولاد میں سے کوئی بھی یہاں نہ آئے۔ تا کہ پھر مجھے ایسا واقعہ پیش نہ آئے۔

مجھے (فقیر سلطان حامد) یاد ہے کہ فقیر موصوف اس بیان کے بعد کئی سال زندہ رہے لیکن آپ کے تصرف سے آپ کی اولاد میں سے کسی کو خانقاہ مقدس میں آنے کی توفیق نہ

marfat.com

ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند نہایت ذوق وشوق سے زیارت شریف سے مشرف ہوئے۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے نصیب میں اپنے والد ماجد میاں احمد کی زیارت نہ تھی۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو ہمیں خانقاہ مقدس میں آنا نصیب ہوا۔ اب تک ہم نہ آ سکے۔ گو دل میں ذوق وشوق بہت تھا لیکن خاص خاص رکاوٹیں پیش آتی رہیں۔

فقیر میاں احمد صاحب چالیس سال سے کچھ اُوپر تک خانقاہ مقدس میں معتکف رہے۔ اس عرصہ میں آپ کی اولاد میں سے کوئی بھی خانقاہ مقدس میں نہ آیا۔

جب آپ کی اولاد یہاں آئی تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے بعض کے ڈاڑھی تھی۔

رحمۃ اللہ علیہ۔

فصل ۱۷

میاں ملی فقیر کے حالات میں

میرے مرشد وسردار یعنی میرے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جن دنوں نواب ولی محمد خاں خاکوانی ملتان کے ناظم تھے۔ میاں ملی فقیر مجذوبانہ طور پر مستوں کی طرح رہتے تھے لیکن اصل میں ہوشیار تھے۔ نواب موصوف بھی میاں کے بڑے معتقد تھے۔ وہ ہر سال فقیر موصوف کے ساتھ خانقاہ مقدس کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ ان دنوں ان پر عجب حالت طاری تھی۔

ہمارے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جب نواب موصوف پہلی مرتبہ خانقاہ مقدس میں آئے تو لنگر شریف کے تمام اخراجات پائی پائی تک گن کر میرے والد ماجد حضرت شیخ حافظ محمد صاحب سجادہ نشین یعنی میرے (سلطان حامد) جد امجد کے سپرد کیا اور لنگر شریف کا پہلا قرض بھی ادا کیا۔ جب دوسرے سال زیارت شریف کے لیے آئے تو پھر دیکھا کہ قرضہ بدستور ہے۔ نواب موصوف نے پھر قرضہ ادا کیا اور سال آئندہ کا خرچ دیا۔ نواب موصوف نے ایسا ہی کیا۔

بعد ازاں جناب والد ماجد نے نواب موصوف کو فرمایا کہ نواب صاحب! آپ اپنا مال

marfat.com

و دولت بے فائدہ خرچ نہ کریں۔ کیونکہ یہ معاملہ فقر محمدی ﷺ کا ہے۔ لنگر شریف پر قرض ضرور رہتا ہے۔ بعد ازاں آنحضرت نے نواب موصوف سے کچھ نہ لیا۔ آخری عمر میں بادشاہ کابل تیمور شاہ درانی کی طرف سے نواب موصوف کو خوف پیدا ہوا تو خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آ کر حضرت شیخ حافظ محمد قدس سرہٗ سے استمداد کیا تو آنحضرت نے دستار مبارک لا کر خانقاہ مقدس کے دروازے میں کھڑے ہو کر نواب موصوف کو عنایت کر کے رخصت کرنا چاہا چونکہ اس کی قضا آئی ہوئی تھی۔ اس کی زبان سے نکلا۔ مجھے کھدر کا کپڑا دیکر خوشنود کرتے ہیں۔ مجھے اور ہی تسلی درکار ہے۔

امر الٰہی سے یہ بات سن کر آنحضرت کی طبیعت طیش میں آ گئی اور نواب صاحب موصوف سے پگڑی لے کر خانقاہ مقدس کے خلیفہ کے سپرد کی اور فرمایا۔ نواب صاحب! ہمارے پاس تو یہی ظاہری کپڑا ہے۔ آپ باطنی امداد اہل باطن سے طلب کریں۔

بعد ازاں نواب صاحب موصوف نے بہت منت و سماجت کی لیکن بے فائدہ۔ الغرض حضرت نے پگڑی نہ دی اور اپنے عبادت خانے میں چلے گئے۔

جب نواب موصوف ملتان پہنچا تو اسی سال تیمور شاہ بادشاہ نے ملتان پر چڑھائی کی اور نواب موصوف کو قتل کرایا۔

ملی فقیر کے خوارق عادات و کرامات بہت ہیں۔ آپ کی قبر ملتان سے مغرب کی طرف دو تین میل کے فاصلہ پر ایک ویرانہ میں ہے۔ جہاں آپ رہا کرتے تھے۔ اسی کٹیا میں مدفون ہوئے۔ وہی کٹیا پھر زیارت گاہ بن گئی۔ اب انگریزی عملداری کے وقت وہ جگہ چھاؤنی میں آ گئی ہے۔ اب بھی وہ خانقاہ اور مزار ہے۔ والسلام۔

فصل ۱۸

خاکی شاہ قلندر کے حالات میں

حضرت سید عثمان مروندی یعنی حضرت لعل شہباز قدس سرہٗ کے فقیر تھے۔ میں نے فقیر موصوف کو چند مرتبہ دیکھا ہے۔ کہ خانہ بدوش نٹوں کے ساتھ خانقاہ مقدس میں آئے تھے۔

marfat.com

آپ کا سر منڈا ہوا۔ ڈاڑھی سفید اور چہرہ منور تھا۔ اُن کی جھونپڑیوں سے الگ روبقبلہ بیٹھے ہوئے۔ کچھ دنوں بعد آپ اکیلے آئے۔ مگر ایک عمر رسیدہ اور بکھرے بالوں والی عورت درویشی کی حالت میں آپ کے ساتھ تھی۔ کچھ دن یہاں رہے۔ جب میں اُن کے پاس سے گزرتا۔ خاکی شاہ صاحب کو پرانی گودڑی کے مصلے پر سر اور کندھوں سے ننگا بیٹھے ہوئے پاتا۔ صرف دو تین گز کھدر کا ایک ٹکڑا دائیں کندھے اور بائیں بغل میں آڑے بندھا ہوا ہوتا اور روبقبلہ ہو کر مراقبہ میں سر جھکایا ہوا ہوتا۔

بی بی سوکھاں مذکور بھیک مانگ لاتی۔ خود بھی کھاتی اور شاہ صاحب کو بھی کھلاتی ایک روز ولی داد فقیر کو جو صاحب حال تھا اور مدت سے خانقاہ مقدس میں رہتا تھا، خاکی شاہ کی مجلس سے اٹھ کر آتے دیکھا چونکہ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کسی کے پاس نہ جاتا تھا۔ میں نے اُسے پوچھا کہ تم خلاف عادت کیونکر آئے کہا۔

صاحبزادے! خاکی شاہ کے پاس بھی بیٹھو۔ نہایت زندہ دل درویش ہے۔

چونکہ خاکی شاہ بیرونی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ اس لیے دوسرے روز میں وہاں آپ کی خدمت میں ایک گھڑی بیٹھا۔ میں نے دیکھا کہ بدستور مراقبہ میں دم بخود بیٹھے ہیں اور بی بی سوکھاں بھی آپ کے پیچھے مراقبہ میں بیٹھی ہیں۔ مسماۃ مذکورہ نے فکر سے سر اُٹھایا ہی تھا کہ اسی وقت فقیر صاحب نے بنگاہ کرشمہ دیکھا۔ دیکھتے ہی مسمات مذکورہ کی یہ حالت ہوئی کہ دوہری ہوگئی یعنی سر سینے سے جا لگا اور بے ہوش ہوگئی۔ فقیر صاحب پھر اسی طرح مراقب ہوگئے۔ فقط۔

آپ اشراق۔ ضحیٰ اور زوال وغیرہ نمازیں اسی مصلے پر کھڑے ہو کر وقت پر ادا کرتے تھے اور ہر وقت قبلہ رخ باوضو بیٹھے رہتے۔ والسلام۔

marfat.com

فصل ۱۹

حاجی مولوی شیخ حبیب اللہ یارقندی رحمۃ اللہ علیہ کے شرف مجلس کے بیان میں

جب شیخ موصوف حج سے واپس آئے تو آپ کی خدمت میں ایک فرزند اور دو ۲ خادم تھے۔ ظہر کے وقت خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ میں بھی وہاں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص بلند قد۔ سفید ریش۔ نحیف البدن۔ منور سفید پشمینہ کا لباس پہنے ہوئے حضور انور میں آیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے جا کر پوچھا تو فرمایا: ہمارا ملک چین ہے اور ہم خاص یارقند کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے خالی مکان طلب کیا۔ میں نے دیا اور باقی ضروریات بھی بہم پہنچائیں۔ پھر میں گھر آیا۔ جب احاطہ شریف کے باہر نکلا، تو واویلا کی آواز سنی۔ شیخ کے خادم جو گھوڑے کو چرا رہے تھے۔ خلوت کی طرف دوڑے۔ میں نے بھی آدمیوں کو دوڑایا۔ انہوں نے آ کر خبر دی شیخ واویلا کر رہے ہیں۔ میں جھٹ خدمت میں پہنچا۔ دیکھا کہ درویش شیخ صاحب کو خلوت کی طرف کھینچتے ہیں اور شیخ صاحب زمین پر گرے ہوئے فریاد و پکار کرتے ہیں اور خلوت کے اندر نہیں جاتے۔

میں درویشوں کو ہٹا کر آپ کی خدمت میں بیٹھا اور حال پوچھا۔ فرمایا: ہم کسی درخت تلے رات بسر کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا: حضرت کسی اور حجرہ میں گزارا کریں۔ فرمایا: ہم نہیں کریں گے۔

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس حجرے میں ایک درویش رہتا تھا۔ شیخ صاحب نے فرمایا: حجرہ خالی ہونا چاہیے۔ وہ درویش نہ نکلا۔ شیخ صاحب خود آئے۔ درویشوں نے اس فقیر کو اگرچہ نکال دیا تھا۔ مگر شیخ صاحب اندر نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ احاطہ شریف کے دروازے کے باہر بیر کے درخت تلے چبوترہ پر ڈیرہ کیا اور ایندھن جمع کر کے آگ جلاتے رہے اور عشاء تک میں آپ کی خدمت میں رہا اور باتیں ہوتی رہیں۔ آپ نے اپنی سرگذشت یوں بیان فرمائی۔

marfat.com

کہ میں نے سفر حجاز کا ارادہ یارقند سے کیا اور ملک خطا سے نکل کر سمرقند میں پورا ایک سال رہا۔ سال بعد میرے فرزند آئے اور ہم روانہ ہوئے۔ میں نے پوچھا: حضرت آپ سمر قند میں سال بھر کیوں رہے؟

فرمایا۔ مجھے شوق غالب تھا۔ میں چوکی کے محافظوں کی منت سماجت کر کے ملک ما چین سے نکل آیا اور سمرقند میں بیٹھا رہا چونکہ خاقان چین کی اجازت بغیر کوئی شخص ممالک محروسہ سے باہر نہیں جا سکتا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے فرزند آپ کے ساتھ سمرقند کیوں نہ آئے؟ فرمایا: میں اکیلا تھا چلا آیا۔ میرے بیٹے خاقان چین کی اجازت حاصل کرنے کے لیے وہیں رہے۔ اجازت بھی چین سے پورے ایک سال کے بعد آتی ہے۔ میرے لڑکے سال بعد اجازت لے کر آئے۔ میں نے پوچھا: آپ کی خدمت میں تو صرف ایک فرزند ہے۔ فرمایا: میرا دوسرا بیٹا مولوی فاضل شاہ حافظ قرآن لوٹتے وقت ملک سندھ کے شہر لاڑکانہ میں قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ اسے اسی شہر کی بڑی مسجد کے احاطہ میں دفن کیا۔ میں نے کہا۔ حضرت! آپ شائد اسی واسطے تنگ دل ہیں اور خلوت میں نہیں جاتے۔ فرمایا: نہیں نہیں۔ مجھے اس بات کا تو غم نہیں۔ یہ امر واقعی ہے کہ اس سے مجھے فائدہ ہوا۔ میں نے کہا۔ اللہ اللہ۔ فرمایا: آپ تعجب نہ کریں۔ جو کچھ مجھے پہلے نصیب تھا۔ اس میں کمی آ گئی اور میرے عمل کو نقصان پہنچا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا؟ فرمایا: میں سات سال کی عمر میں ایک دفعہ ایک ہمسائے کے گھر گیا۔ انہوں نے مجھے چند اخروٹ کھلائے۔ جب میں گھر آیا تو میری ماں نے پوچھا تو کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا۔ میں نے کہا ہمسایہ کے گھر میں تھا۔ میں نے وہاں سے چند اخروٹ کھائے ہیں۔ پھر میری ماں نے مجھے بُری طرح جھڑکا اور فرمایا کہ آئندہ کسی کے گھر سے کوئی چیز نہ کھانا۔ اس روز سے لے کر جتنی مدت میں گھر رہا۔ کسی کے گھر کی کوئی چیز نہ کھائی۔

اب میری حالت اس واسطے ابتر ہو گئی ہے کہ ملک بہ ملک پھرتا ہوں اور گھر بگھر مشتبہ چیزیں کھاتا ہوں۔ جو دولت تھی وہ میرے ہاتھ سے جاتی رہی ہے۔

میں صبح بھی حاضر خدمت ہوا اور اشراق کی نماز تک وہیں بیٹھا رہا۔ شیخ صاحب مسافر

marfat.com

تھے۔آپ کی ہم نشینی سے میرے دل کو کشش ہوئی۔دواع ہوتے وقت میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

میں آپ کے دیدار کے لیے مجذوبانہ وار جان و مال سے دل برداشتہ ہوکر پا پیادہ آپ کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔حتیٰ کہ خانقاہ مقدس کے حضور سے مجھ پر توجہ ہوئی اور میرے دل کی باگ اپنی طرف پھیر لی۔تب میں شیخ صاحب کے ساتھ جانے سے باز آیا اور ایک گھڑی وہیں مدہوش کھڑا رہا۔بعد ازاں خانقاہ مقدس میں آیا اور زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ حالت آہستہ آہستہ میرے دل سے زائل ہوئی۔پھر میرا دل بالکل خانقاہ مقدس کی طرف مائل ہوا۔والسلام۔

فصل ۲۰

میاں قاسم فقیر کے حالات میں

آپ مولوی صاحب سندھی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔آپ کی یہ حالت تھی کہ دن رات وجد میں رہتے تھے۔خواہ قوالی ہوتی یا نہ ہوتی۔اگر قوالی ہوتی تو سماع کے وقت آپ کی یہ حالت ہوتی کہ آپ وجد کرتے۔ورنہ خود بخود عشقیہ شعر اور غزلیں پڑھ کر جذبات میں آتے اور اس طرح کے پیچ و تاب کھاتے کہ انسان کی مجال نہ تھی۔کہ ان کی برداشت کر سکے۔گویا وجد کے وقت اپنے جسم اور ہڈیوں کو توڑ ڈالتے اور حاضرین کو خیال ہوتا کہ آپ کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں گی۔دن رات اسی حالت میں رہتے اور وجد کے وقت بلند آواز سے اللہ اللہ کہتے۔کئی دن رات ایک ہی حالت میں گرتے پڑتے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر اور سینہ کوٹتے رہے۔گویا اپنے آپ کو ڈھیر بناتے تھے۔ کھانے پینے اور سایہ دھوپ کی کوئی پرواہ نہ تھی۔درویش اُن پر رحم کھا کر اپنے ہاتھوں سے قدرے کھلاتے اور سایہ میں لاتے۔بظاہر آپ کا جسم وجسہ سالم تھا اور آپ تنومند اور منور چہرہ تھے۔

marfat.com

فصل ۲۱

میاں عبدالحکیم کھگہ اویسی کے مجمل حالات میں

آپ متقی۔ صاحب زہد باکمال۔ عابد۔ صاحب تجرید و تفرید۔ عالم۔ فقیہ اور صوفی درویش تھے۔ آپ نے عمر کا اکثر حصہ شہر چندروٹ کی شاہی مسجد میں گذارا۔ آپ کے معتقد بہت تھے۔ آپ صاحب کرامات اور خوارق عادات تھے۔

میں نے آپ کے مریدوں سے سنا ہے کہ وہ تیرتے وقت مہلک بھنور میں پھنس گئے۔ اُن کی مُشکیں بھی پھٹ گئیں۔ مرنے کی ٹھان لی۔ چندروٹ کے بہت سے آدمی بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ فقیر موصوف اُس وقت شاہی مسجد میں تھے۔ فوراً اُٹھ کر چند مرتبہ یہ کلمات دہرائے کہ اے فلاں فلاں دریا کے کنارے پر آ جاؤ۔ پھر خاموش ہو کر مسجد میں بیٹھ گئے۔ حاضرین نے وجہ پوچھی تو آپ نے بھید ظاہر نہ کیا۔ جب وہ مرید آپ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے دریا کی مصیبت کا ماجرا سنایا کہ ہم بھنور میں غوطے کھا کر ڈوب گئے کہ اچانک حکم خدا سے پانی کی سطح پر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہم دریا کے کنارے پر ہیں۔ پھر ہم صحیح سلامت مع اسباب خشکی پر آئے۔

اُس وقت حاضرین مجلس نے وہ تاریخ اور وقت مریدوں سے پوچھا تو ٹھیک وہی وقت تھا جس وقت آپ نے آواز دی تھی۔ تب یہ بھید کھلا۔

فصل ۲۲

میاں قبول فقیر کے مجمل حالات میں

آپ میرے جد بزرگوار شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کے خادم بھی رہے اور پھر میرے والد ماجد قدس سرہٗ کے بھی خدمت گذار رہے۔ میں نے بھی بچپن میں آپ کی زیارت کی ہے۔ آپ عشق الٰہی میں مجنوں کی طرح سوکھ کر لکڑی ہو گئے تھے۔ رات بھی عشق الٰہی میں گزار دیتے تھے اور نہایت باریک آواز میں عاشقوں کے قصے بیان کیا کرتے تھے۔

marfat.com

آپ عشق الٰہی کو تیز کر کے دل کو موم کی طرح پگھلاتے تھے بلکہ آپ کا بدن مبارک کباب کی طرح خشک ہو گیا تھا۔

آپ ستر سرائے کے بھی خادم تھے۔ آپ نے بہت بڑی عمر پائی۔ مجھے بھی سات سال کی عمر میں آپ کی دعا اور توجہ نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ کا انتقال ہوا تو خانقاہ مقدس کے باہر دفن ہونے کا شرف حاصل کیا۔

فصل ۲۳

میاں قادر بخش پٹیالہ والہ کے حالات میں

مجھے یاد ہے کہ آپ ایک دفعہ آخری عمر میں خانقاہ مقدس سے مشرف ہوئے اور دواع ہو کر واپس چلے گئے۔ آپ کے حالات نہایت اعلیٰ درجے کے تھے۔ آپ کا مزار مبارک ریاست پٹیالہ میں ہے۔

فصل ۲۴

میاں احمد ٹھیہ کے مختصر حالات میں

آپ بدن کے لاغر اور کمزور تھے۔ میں نے کوٹ شاکر میں آپ کو بڑھاپے میں دیکھا ہے۔ اس وقت آپ کاشتکاری کے شغل میں تھے۔ ان دنوں میں جوان تھا۔ مجھے آپ کے حالات کی اطلاع میاں بہاؤالدین علیہ الرحمۃ نے دی تھی۔

جب میں آدھا پہر دن نکلے شاکر کے گردونواح میں بوٹہ کوٹ کے نزدیک پہنچا اور پھر آپ کا مکان پوچھ کر وہاں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ آپ کے کنوئیں کی چکی ٹوٹی ہوئی ہے اور آپ کے مکان پر سرکنڈوں کی چھت تھی۔ وہ زمین پر گری ہوئی تھی۔ ایک طرف اس چھت کے نیچے تھونی (وہ لکڑی جو چھپر یا چھت کے نیچے سہارا دینے کے لئے لگاتے ہیں' تھم' ستون وغیرہ) دے رکھی تھی اور آمد و رفت کے لئے تھوڑی راہ بنا رکھی تھی یعنی ایک طرف سے ایک دیوار پر تھی اور دوسری طرف سے اس تھونی کے سہارے تھی۔ اس میں تھوڑا سا

marfat.com

اسباب اور چند مٹی کے برتن رکھے تھے۔ جن میں آٹا دانہ تھا۔ آپ درخت تلے مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے میری جان پہچان نہ تھی۔ ہم نے خود ہی پوچھا: میاں احمد کہاں ہیں؟

نرم آواز سے کہا: مجھے ہی کہتے ہیں۔ میں ہی آپ کا غلام ہوں۔ اتنا کہہ کر اُٹھے اور میرے پاؤں پر گرے اور میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ گھوڑوں کو ہم نے سایہ میں باندھا۔ میرے واسطے بمشکل تمام ایک چارپائی لائی گئی۔

میں نے جب آپ کی لطافت طبع اور آپ کا شغل دیکھا تو میرے دل میں آپ کی عظمت گھر کر گئی۔ میری ضیافت کے لیے ایک لڑکی کو بلایا۔ وہ اس وقت بیلوں کو چرا رہی تھی۔ جب وہ لڑکی آئی تو میں نے اُسے دیکھا۔ جو نہایت نازک بدن اور خوش رنگ تھی لیکن فاقے کے مارے اس کے بال بکھرے ہوئے نمدے کی طرح ہو رہے تھے۔ اُس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور بدن نہایت لاغر ہو رہا تھا۔ جب وہ بیلوں کو مکان پر لائی۔ جن کی تعداد چار پانچ تھی لیکن لاغری کے سبب وہ چل نہیں سکتے تھے۔ ان پر کوے منڈلاتے رہتے تھے تو آپ نے بیلوں کو خود باندھا اور اُس لڑکی کو فرمایا کہ جناب صاحبزادہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ بیٹی! ان کی ضیافت کا کچھ بندوبست کرو۔ میں نے بہت معافی مانگی لیکن آپ نے نہ مانا۔ وہ لڑکی چند خشک روٹیاں پکا کر مٹی کے طباق میں رکھ کر لائی۔ ہم نے کھائیں۔

جب میں نے آپ کے فقر کی حالت دیکھی تو دل میں کہا کہ واقعی آپ سچے درویش ہیں کہ آپ کا ظاہر بالکل خراب ہے اور باطن زیادہ آباد ہے۔ گھوڑوں کو اپنی گرہ سے خوراک دی اور آرام کیا۔

ظہر کی نماز کے بعد ہم نے اپنے حالات آپ سے عرض کیے تو مراقبہ میں جا کر خاموش رہ کر ہمارے ہر ایک سوال کا جواب باصواب دیا۔ بخدا! جو جواب آپ نے دیئے ٹھیک اسی طرح وقوع میں آئے۔

جب اسرار باطنی کے بارے میں سوال کیا تو مراقبہ کر کے ایک لمحہ کے بعد فرمایا

marfat.com

صاحب! اس بارے میں آپ کے جدامجد حضرت سلطان العارفین بذات خود آپ پر توجہ فرما کر آپ کی تسلی کریں گے۔ فقط۔

رات ہم وہیں رہے۔ وہ جمعہ کی رات تھی اور شاید ماہ رمضان کی پہلی رات تھی۔ عشاء کے وقت مجھے نیند آ گئی۔ میں نے ساتھیوں کو کہا کہ تم عشاء کی نماز ادا کرلو۔ ایک لڑکے کو میں نے کہا کہ تم نہ ادا کرو۔ انشاء اللہ رات کے آخری حصے میں اُٹھ کر ادا کریں گے۔ تم میرے مقتدی بننا تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے۔ رات کے آخری حصہ میں میں بیدار ہوا۔ آپ کا کنواں درست نہ تھا۔ میں نے چاہا کہ وضو مع غسل کروں۔ میں چلتے کنویں کی آواز سن کر اس طرف گیا چونکہ رات تاریک تھی۔ میں گرتا پڑتا اس طرف دوڑا اور آخر بدقت وہاں پہنچا۔ زمین کی ناہمواری کے سبب مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ کئی دفعہ میں گھٹنوں کے بل گرا۔ آخر غسل اور وضو کر کے پھر مقام پر آیا اور نماز شروع کی۔ نماز فریضہ سے فارغ ہو کر نفل ادا کیے۔ میں وتر ادا کر رہا تھا کہ آخری رکعت اور آخری سجود کے وقت ایسی شعاع نکلی جس سے زمین و آسمان منور ہو گئے۔ میں نے جلدی سے سر اُٹھایا اور التحیات سے فارغ ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ ابھی وہ شعاع نورانی قائم تھی۔ میں نے تین مرتبہ کہا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔

ابھی اس کلمہ کا آخری حصہ میری زبان پر تھا کہ رات بدستور تاریک ہو گئی۔ یہ سب کچھ اس مرد فقیر کی فکر و توجہ کے یُمن سے ہوا۔

فصل ۲۵

حضرت میاں محبت اور آپ کی اہلیہ محترمہ مائی نور بی بی کے حالات میں

میاں محبت قوم بھٹی ایک عالم۔ فقیہ۔ پارسا۔ صاحب ورع و تقویٰ۔ رات کو جاگنے والے۔ صاحب ذوق و شوق۔ شاغل باللہ اور متوکل علی اللہ تھے۔ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے اور مسجد کی خدمت کیا کرتے تھے۔ میرے والد ماجد نے میرے

marfat.com

بچپن کے زمانہ میں مجھے آپ کا شاگرد بنایا۔ میں تقریباً چھ مہینے وساوا گاؤں میں آپ کے گھر رہا اور کتاب بوستان پڑھا کرتا تھا۔ پھر مجھے والد ماجد نے واپس بلا لیا۔ جو برکات و یمن میں نے آپ کے گھر میں دیکھے ہیں وہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو اور آپ کی اہلیہ محترمہ کو ہمارے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت سے ایسا فیض اور جذبہ الٰہی حاصل تھا کہ جب انہیں حضرت قدس سرہٗ کی زیارت کا شوق ہوتا تو دونوں پاپیادہ خانقاہ مقدس میں حاضر ہوتے۔

آخری مرتبہ جب زیارت کے لیے آئے تو وطن۔ مکان اور مال واسباب کو ترک کر کے آئے اور فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ ،اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو' پر عمل کیا۔ اولاد وغیرہ سے فارغ ہو کر دونوں خانقاہ میں معتکف ہوئے اور مسکینی کی حالت میں وفات پائی اور اللھم احینی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔" بارِ خدایا! مجھے بحالت مسکینی زندہ رکھ۔ بحالت مسکینی جان لے اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر کرنا۔" کی مراد پائی اور مکان شریف کے احاطہ کے اندر خانقاہ مقدس کے پاس مدفون ہوئے۔ ان کے حالات کی بابت میں کیا لکھوں۔ میں چھوٹی عمر میں اپنے والد ماجد کی خدمت پُرعظمت اور حضور پُرنور میں ملک بہاولپور کی سیر کرتے ہوئے دارالحکومت احمد پور میں پہنچا تو خانقاہ مقدس سے صاحبزادوں کی طرف سے آنحضرت کی خدمت میں نیاز نامے موصول ہوئے۔ جن میں سے ایک میں شاید خود میاں محبت کے ہاتھ کا یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

محبت کے رود گر استخوانم تو تیار گردد
کہ از سائیدن صندل چہ نقصان میود بورا

"اگر میری ہڈیاں سرمہ بھی ہو جائیں تو میری محبت کب جا سکتی ہے کیونکہ صندل کو گھسانے سے بُو میں کچھ فرق نہیں آتا۔"

ان دنوں میں بالکل چھوٹا تھا اور حضرت والد ماجد سے کریما اور نام حق پڑھا کرتا تھا۔ یہ شعر مجھے اس وقت سے اچھی طرح یاد ہے۔

آپ کے فضائل بہت ہیں لیکن یہاں صرف ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھا جاتا

marfat.com

ہے۔ وہ یہ کہ قصبہ گڑھ مہاراجہ جو حضرت قدس سرہٗ کے قرب وجوار میں ہے مسمی جان محمد پراچہ کی شادی مسمات بخت بھری سے کی جا رہی ہے۔ وہ پراچہ چونکہ جناب ممدوح کا مرید تھا۔ میں ان دنوں چھوٹا مگر سیانا تھا۔ پراچہ لوگوں نے خانقاہ مقدس میں رہنے والے درویشوں کو مع میاں محبت علیہ الرحمۃ مدعو کیا۔ اس وقت سکھوں کی عملداری تھی۔ حاکم وقت نے ہنسی مذاق کے طور پر فتو نام جولاہ نقال کو کہا کہ تم دیوانے کتے کی شکل اختیار کر کے اِدھر اُدھر دوڑو اور ناواقف لوگوں کو جو قلعہ میں داخل ہونے والے ہوں ڈراؤ۔

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ ناواقف لوگ ڈر کر روتے اور بھاگتے تھے اسی اثنا میں میاں محبت علیہ الرحمۃ آئے۔ آپ کی ڈاڑھی سفید اور سر منڈا ہوا تھا اور سر پر عالمانہ بڑی پگڑی تھی۔ نیز آپ پست قد تھے۔ آپ پراچوں کی مسجد میں ظہر کی نماز کے وضو کے ارادہ سے لوٹا لے کر نکلے اور وضو کر کے پانی کا بھرا ہوا کوزہ ہاتھ میں لیے پھر قلعہ کے دروازے پر آئے تو سکھوں نے سفید ریش درویش کو دیکھ کر تمسخر کے لیے اسی مسخرہ کو اشارہ کیا۔ وہ میاں محبت کے پیچھے ہولیا۔ آپ کے پیچھے دوڑتا تھا اور منہ سے جھاگ اور تھوک نکالتا تھا۔ آپ ڈر کر ایک گلی میں گھس گئے۔ وہ نقال بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ نہایت خوف کے سبب زمین پر اوندھے گرے۔ اس مسخرے نے اپنے دانتوں سے آپ کے کندھوں کو کاٹا۔ ڈر کے مارے آپ کی دستار کہیں جا پڑی اور آپ کہیں گرے۔

سکھ اس واقعہ کو دیکھ کر قہقہے لگاتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ اور کہتے تھے او فقیر! یہ دیوانہ کتا نہیں بلکہ نقال اور مسخرہ ہے۔ اُٹھ تو کیوں اتنا ڈر گیا ہے۔ میاں محمد علیہ الرحمۃ نے اُٹھ کر دیکھا تو واقعی نقال ہے۔ خالی کوزہ اور پگڑی اُٹھائی اور سخت ناراض ہو کر فرمایا: او ہنسنے والو! اس شخص کو خوب مضبوط پکڑو اور قید کرو۔ یہ دیوانہ اور باؤلا ہے۔ انہوں نے کہا۔ اے نادان درویش! یہ باؤلا نہیں یہ تو مسخرہ اور نقال ہے۔ فرمایا: نہیں نہیں پکڑو اور قید کرو۔ یہ باؤلا ہے۔

انہوں نے پھر اصرار کیا کہ یہ باؤلا نہیں۔ بالکل تندرست ہے تو انجان پنے سے ڈرا ہے۔ آپ نے جذنہ سے فرمایا: او نادانو! یہ ضرور باؤلا ہے۔ اگر یہ باؤلا نہیں تو سمجھ لو کہ

marfat.com

میرے ہادی و مرشد یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ بھی اپنے مزار میں نہیں۔

تب حاضرین کو اس بات کی فکر ہوئی۔ دیکھا تو واقعی فتو مذکور دیوانہ اور باؤلا تھا اور ہر خاص و عام کے پیچھے دوڑتا اور انہیں کاٹتا تھا۔ انہوں نے اُسے حراست میں لے کر اسی کے گھر میں قید کیا۔ وہ نالائق کتے کی طرح بھونکتا تھا اور جھاگ جو تمسخر کے وقت منہ سے نکالتا تھا۔ وہ واقعی زیادہ ہو گئی۔ خشک نہ ہوئی۔ دو تین دن تک اس کی یہی حالت رہی۔ یہ حق تعالیٰ کی قدرت اور ولی اللہ برحق کی کرامت کے سبب سے ہوا۔

وہ کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ اُس کے منہ سے جھاگ نکلتی تھی اور لوگ قدرت الٰہی کا تماشا دیکھنے کے لیے اس کے پاس آتے تھے۔ لوگ اُسے دیکھ کر عبرت حاصل کرتے۔ تین دن بعد اسی حالت میں مر گیا۔

جب میاں محبت رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ مقدس میں مسکینی و غربت کی حالت میں فوت ہوئے تو آپ کی اہلیہ محترمہ مائی نور بھری علیہا الرحمۃ بجائے آہ و فریاد اور رونے دھونے کے فوراً اسم اللہ ذات کے ذکر میں مست ہو گئیں اور انہیں دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ رہی۔ جو عورتیں وہاں پر موجود تھیں مائی موصوفہ کی نگہداشت میں مشغول ہوئیں۔ ایک دن رات یہی حالت رہی۔ مدت بعد ہوش میں آئیں اور پھر بدستور ذوق و شوق سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئیں۔

بخدا! مائی موصوفہ کو کسی نے اس واقعہ پر روتے دھوتے واویلا کرتے نہ دیکھا نہ سنا۔ ذات ربانی کے ذکر و فکر کے سوا اور کوئی شغل نہ تھا بلکہ عین مصیبت کے وقت ذکر زیادہ کر کے مست ہو جاتیں۔ باقی زندگی خانقاہ مقدس میں یاد الٰہی میں بسر کی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

فصل ۲۶

حضرت مولوی محمد روشن علیہ الرحمۃ کے حالات میں علاوہ ازیں اُن حالات میں جو آپ کی مجلس سے طاری ہوئے

یہ ظاہر ہے کہ آپ حاجی سپاہی علیہ الرحمۃ کے بھانجے تھے۔ آپ ڈیرہ غازیخاں کے علاقہ میں جامپور کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ مولوی صاحب نصیبہ ازلی کے جذبہ کے سبب بچپن میں وطن مالوف اور گھر بار کو چھوڑ تحصیل علوم وفضائل کے لیے نکل گئے۔ آپ نے علم طب چینن میں حضرت قاضی نور احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے حاصل کیا۔ جن کے حالات انشاء اللہ دسویں باب میں حضرت شیخ غلام باہُو قدس سرہٗ کے ذکر میں لکھے جائیں گے۔

آپ بحالت بلوغت مدت تک حضرت ممدوح کی خدمت میں رہے۔ بعد ازاں علم عربی حاصل کرنے کے لیے کسی اور جگہ رہے۔ وہاں سے علم حاصل کر کے رام پور ہندوستان میں علم حدیث حاصل کرنے گئے۔ وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر علم فقہ واصول پشاور میں حاصل کیے۔ وہاں سے کوہستان شمالی کی راہ علمائے علم ظاہر اور علمائے علم باطن کی صحبت اور زیارت کے فضائل حاصل کیے اور علم قرأت علاقہ اعوان کار کے علاقہ سون میں حاصل کر کے علم باطنی کی جستجو میں پھرنا شروع کیا اور فقیروں اور درویشوں کو دیکھتے پھرتے تھے کہ ہادی مطلق کی ہدایت اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت کے جذبہ سے خانقاہ مقدس سے مشرف ہوئے اور وہاں سے بہرہ مند اور فیض یاب ہو کر بارگاہ الٰہی کے خاص بندے اور صاحب حضور ہو گئے۔ مدت تک ملک کچھی بھکر کے کوٹلہ جام میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ بعد ازاں ملک کچھی داؤد پوترہ والئ بہاولپور میں گئے اور حضرت سلطان عظمت قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں معتکف ہوئے۔

آپ کی عادت تھی کہ پانچوں وقت اذان کہہ کر خود امامت کرتے اور امامت میں کلام اللہ شریف بغیر لحن والحان ایسی عمدگی سے کرتے کہ میرے والد ماجد شیخ غلام باہُو قدس۔

marfat.com

کے سوا اور کسی سے ادا نہ ہوتا۔

میرے والد ماجد نے مجھے لڑکپن میں احمد پور داؤد پوترہ میں حضرت سلطان عظمت قدس سرہٗ کی خانقاہ پر مولوی صاحب کی خدمت میں تبرکاً شاگرد بنایا۔ چنانچہ میں نے خلاصہ کیدانی آپ سے پڑھا۔ پھر اتفاق حسنہ سے کئی دفعہ مولوی صاحب کی ملاقات نصیب ہوئی۔ مختصر یہ کہ جب والد ماجد کی زندگی میں مجھے مولوی صاحب کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے اپنے حالات عرض کئے۔ اس وقت مجھے از حد شوق تھا۔ میں عموماً صبح سے شام اور شام سے صبح تک آپ کی خدمت میں بیٹھا رہتا اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری رہتے۔ مولوی صاحب بظاہر توجہ اور دلداری نہ فرماتے۔ خاموش رہتے۔

آخر ایک دن میں نے اسرار میں دیکھا کہ ایک اونچے مقام پر بارگاہ ہے۔ جس کے گرد قنات نصب ہے۔ اس پردہ سرا کے اندر ایک کچہری ہے۔ اس کے دروازے پر میرے والد ماجد بستہ کاروبار میں سرگرم کبھی اندر جاتے ہیں اور کبھی باہر آتے تھے اور حضرت مولوی صاحب علیہ الرحمۃ بارگاہ کے بیرونی دروازہ پر منشی یا دفتری کی طرح فرش پر بیٹھے ہیں اور وہاں ٹھٹھ کے ٹھٹھ التماس کے لیے کھڑے ہیں۔ اس مقام معلٰی کا ایک دروازہ شمال کی طرف اور دوسرا جنوب کی طرف ہے۔

مولوی صاحب شمالی دروازہ میں نہایت رعب وداب اور تمکنت سے بیٹھے ہیں۔ میں بھی اسی شوق میں ہاتھ باندھے مولوی صاحب کی خدمت میں ملتمس کھڑا ہوں۔ کہ اتنے میں میرے والد ماجد حضرت غلام باہو قدس سرہٗ نے شمالی دروازہ سے باہر نکل کر ایک لحظہ کھڑے ہو کر مولوی صاحب کو فرمایا۔ مولوی صاحب اس پر نظر کریں۔ یعنی توجہ کریں۔ صرف یہی ایک بات کر کے واپس اندر چلے گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مولوی صاب کے ہاتھ میں ایک جام ہے۔ جس میں صاف پانی بھرا ہوا ہے۔ آپ نے ایک گھونٹ کے سوا باقی سارا جام نوش کر لیا۔ جو باقی رہ گیا۔ وہ مجھے دیکر فرمایا۔ پی جاؤ۔

میں نے عرض کیا: حضرت حضور سے تو توجہ کی اجازت ہوئی تھی۔ آپ مجھے ایک گھونٹ عطا فرماتے ہیں۔ فرمایا: پی جاؤ۔ اب اسی کا وقت ہے۔ پھر مجھے عرض کرنے کی

marfat.com

جرأت نہ ہوئی۔ کھڑے کھڑے وہ گھونٹ میں نے پی لیا۔

یہ معاملہ احمد پور مذکور میں حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کی خانقاہ مقدس میں رات کے وقت خواب میں گزرا۔ اسی وقت میں جاگا تو اپنے آپ کو شوریدہ حال اور مخمور پایا۔ میرے سر میں درد شروع ہو گیا۔ صبح مولوی صاحب کی خدمت میں حالات عرض کئے۔ آپ نے مجھے رخصت عنایت کر کے وصیت فرمائی۔ کہ توکل بخدا سوار ہو کر اپنے گھر جاؤ۔ دن کو روٹی نہ کھانا۔

میں اسی وقت وہاں سے روانہ ہوا اور روزہ کی کوئی نیت نہ کی۔ جب دوپہر کے وقت ایک مقام پر پہنچا تو میری دعوت کی گئی۔ جب تر و تازہ کھانا لایا گیا تو میں نے کھانے کے ارادہ سے ہاتھ بڑھایا اور طعام کو دیکھتے ہی میرا دل متنفر ہو گیا۔ پھر رات کو کچھ کھانا کھایا۔ ۲۰ سال یا اس سے کم و بیش اسی حالت میں رہا اور درد سر بھی بدستور رہا۔

مدت بعد میرے بدن پر نہایت خشکی کے سبب جو دن کو بالکل نہ کھانے اور رات کو بھی مرطب غذا نہ کھانے کے سبب ہوئی تھی مچھلی کے چھلکوں کی طرح سخت پیدا ہو گئے اور ایسا لاغر ہو گیا کہ باوجود نو عمری کے بوڑھا معلوم ہوتا تھا۔

جب میں اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پاکیزہ لباس پہن' سرمہ لگا' کنگھا کر کے ان چھلکوں پر روغن مل کر جاتا اور آپ کی مختلف خدمات بجا لاتا۔ جب اپنی جگہ آتا تو پھر وہی حالت ہوتی۔ یعنی میرے دل اور سر میں درد ہوتا۔ نہ رات کو نیند آتی نہ دن کو چین آتا۔ اسی طرح زندگی کے دن کاٹ رہا تھا۔ جو حالات مجھ پر گزرتے تھے۔ وہ بیان نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ معاملہ حال کا ہے نہ قال کا۔ فقط۔

ایک روز اپنے والد ماجد کی خدمت پُر عظمت میں لیہ کمال خاں کے علاقہ کے گاؤں دین پور سیداں میں جب کہ آپ اپنے بڑے صاحبزادوں سمیت ڈیرہ اسماعیل خاں کی طرف تشریف لیجا رہے تھے۔ رات بسر کی۔ صبح فجر کی نماز کے بعد اشراق ادا کرنے سے پہلے ابھی آپ مصلے پر بیٹھے تھے کہ جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے نہایت ہی خاص مرید سید صاحب کے گھر سے سویوں کا تھال رومال سے ڈھکا ہوا آپ کی خدمت میں لایا

marfat.com

گیا۔ یہ کھانا لوگ عموماً عید الفطر کو پکاتے ہیں۔

آنخضرت نے خادم کو فرمایا کہ کوزہ لا کر ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔ خادم حکم بجالایا۔ اسی اثنا میں میرے بھائی میاں برخوردار علیہ الرحمۃ بھی کھانا کھانے کی امید میں اُٹھے لیکن میں بدستور بیٹھا رہا۔ کیونکہ مدت سے دن کے وقت کھانا کھانے کی عادت نہ تھی۔ میرے پاس ہی میرے بھائی محمد زبیر صاحب بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی اس کھانے کی چنداں پروانہ کی اور تمکن ووقار سے بدستور بیٹھے رہے۔

جب میرے بھائی برخوردار علیہ الرحمۃ ہاتھ دھو کر آنخضرت کے مصلے پر کھانا کھانے کے ارادے سے سامنے ہو بیٹھے تو اُن کے بیٹھتے ہی آنخضرت نے فرمایا: بیٹا! اس کھانے میں تیرا حصہ نہیں۔ جس کے لیے آیا ہے وہی کھائے گا۔ میرے بھائی صاحب آنخضرت کے سامنے سے اُٹھ آئے اور ناراض ہو کر فرمایا۔ دیکھو آنے جانے میں کیا خاطر ہوئی۔

بعد ازاں آنخضرت نے فرمایا: سلطان حامد تو آ۔ میں اُٹھ کر حاضر خدمت ہوا آپ نے فرمایا: بیٹھ جا اور ہاتھ دھو۔ طعام پر سے رومال اُٹھایا اور فرمایا۔ بیٹا۔ میرے ساتھ مل کر کھاؤ۔ میں نے ادب کی نگاہ سے آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھا۔ اس واسطے تا کہ اپنی عادت کا اظہار کروں۔ یعنی دن کے وقت میں بالکل نہیں کھا سکتا۔ مجھے دن کے وقت کھانے سے نفرت آتی ہے۔ میرے دیکھتے ہی آنخضرت نے ازراہ لطف وکرم فرمایا۔ بیٹا! تجھے اجازت ہے کہ اب دن کے وقت کھالیا کرو۔ آ ہاتھ دھو کر میرے ساتھ کھا۔ آپ کے فرماتے ہی وہ کراہت جو دن کے وقت کھانے سے مجھے ہوا کرتی تھی۔ نہ ہوئی بلکہ میرا دل مائل ہوا اور میں نے آنخضرت سے مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد میں نے دن کو کھانا کھانا شروع کیا۔ والسلام۔

مولوی صاحب علیہ الرحمۃ کی یہ حالت تھی کہ جب مستی میں آتے تو اسرار بیان کرتے اور براہ شفقت مجھے بہت کچھ راز کی باتیں بتایا کرتے۔ آپ ملکی معاملات کی نسبت بطور پیشین گوئی جو کچھ فرماتے وہ بجنسہ ظہور میں آتا۔ آئندہ واقعات کی نسبت قبل از وقت جو کچھ آپ فرماتے۔ ہو بہو اسی طرح وقوع میں آتے۔ اگر اُنہیں اس مختصر میں درج کروں تو

marfat.com

ایک بڑی ضخیم کتاب بن جانے کا اندیشہ ہے۔

آپ پاکباز۔ صاحب تقویٰ و ورع اور صاحب تجرید و تفرید تھے۔ آپ علم قرأت' اصول' فروع' معقولات' منقولات' حکمت' طب' ہیئت اور حدیث میں اپنے زمانے کے فاضل اجل تھے۔ صاحب توکل و ترک اہل ذوق وشوق اور صاحب مکاشفات تھے۔ پانی کا ایک بڑا کوزہ دریا کے پانی سے پُر کر کے لاتے اور اسی سے وضو کرتے اسی سے خورد و نوش کا سامان تیار کرتے۔ روٹی بغیر گھی اور سالن محض خشک ہوتا۔ کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کرتے یا محمد ہاشم نام درویش تیار کرتا۔ جب سیاہ تہ بند مطلوب ہوتا تو رنگریز کے ہاں سے نہ رنگواتے۔ کیونکہ دکان کی ناپاکی کا خیال تھا۔ آپ اسے نیل اور مہندی سے رنگ کر اور پھر دھو کر استعمال کرتے۔

آپ کے بدن کو چھونے کی کسی کو اجازت نہ تھی۔ اگر کسی سے مصافحہ بھی کرتے تو ہاتھ پر چادر کا دامن ڈال کر۔

میں اس بحر عرفان کے سیاح کا صرف ایک مکاشفہ بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ بہاول خاں ثالث جو حضرت خواجہ سلیمان صاحب تونسوی قدس سرہٗ کا مرید تھا۔ چند مرتبہ مولوی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں دعائے خیر کے لیے آیا کہ آپ دعا کریں۔ تا کہ رنجیت سنگھ میرے موروثہ علاقہ پر غلبہ نہ کرے۔ مولوی صاحب نے دعا کے لیے بالکل ہاتھ نہ اُٹھائے۔ بہاول خاں جس طرح آتا۔ اسی طرح واپس چلا جاتا۔

جب میں اتفاق سے مولوی صاحب کی خدمت میں مشرف ہوا تو عرض کیا کہ حضرت! جو شخص میرے والد ماجد کی خدمت میں آتا ہے۔ آپ اسی کے حق میں دعائے خیر کے لیے ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے۔ آپ نے بہاول خاں کے لیے کیوں دعا نہیں کی۔ فرمایا: صاحبزادے! میں مجلس محمدی ﷺ میں تھا کہ ملک داؤد پوترہ کا مقدمہ پیش ہوا۔ میں داؤد پوترہ کا حامی بنا اور فلاں فلاں ولی اللہ نے میری تائید کی لیکن فلاں فلاں حامی نہ بنے۔ آخر دونوں نے اپنی اپنی عرضی لکھ کر حضور میں پیش کی۔ آنحضرت نے داؤد پوترہ والی چٹھی کو پھاڑ دیا اور رنجیت سنگھ والی چٹھی پر مہر لگائی۔

marfat.com

جب داؤد پوترہ کی چھٹی پھاڑی گئی تو میں کیونکر بہاول خاں کے حق میں دعا کر سکتا ہوں۔ صاحبزادے! آپ داؤد پوترہ کے مغربی علاقہ کی سفارش کرتے ہیں حالانکہ اس سے مشرقی علاقہ بھی لیا جائے گا اور داؤد پوترہ والوں کو شرمندگی ہوگی۔

مدت بعد مغربی علاقہ رنجیت سنگھ نے دبا لیا اور پھر کچھ عرصے بعد مشرقی علاقہ سرکار انگریزی کے قبضے میں آیا۔

مولوی صاحب کی وفات کے بعد بچشم خود دیکھا کہ یہ معاملہ بالکل آپ کے فرمان کے مطابق وقوع میں آیا۔ اسی طرح اور بہت سے معاملات ہیں۔ آپ کا مزار میرے جد بزرگوار حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کے پاس مسجد کے پہلو میں ہے۔

فصل ۲۷

فقیر حاجی سپاہی کے حالات میں

آپ قوم کے ہانس علاقہ جامپور متعلقہ ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے تھے۔ آپ سالک مجذوب تھے۔ ایک سیاہ کمبل میں سر پاؤں سے ننگے رہتے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کمان رہتی۔ جس میں اپنے ہاتھ کی بٹی ہوئی رسی ہوتی اور تیر بغیر نوک اور سر کے ہوتے جیسا کہ بچوں کے کھیلنے کے ہوتے ہیں۔ ایک ڈھال اور ایک لکڑی کی تلوار پاس رکھتے۔ جب آپ کے پاس کوئی مدد کے لیے آتا تو آپ اُس کی طرف سے اس کے مخالف کا غنیم بن کر اپنے مکان پر آتے اور اس مخالف کی طرف مٹی کی بندوق سر کرتے اور آواز دیتے کہ ہم نے مار لیا اور قلعہ توڑ ڈالا۔ ہاں اے فلاں خبردار ہو۔

عموماً ذکر الٰہی کے جذبہ میں مستوں کی طرح رہتے۔ آپ متاہل تھے۔ آپ کی اولاد بھی تھی۔ آپ کے مال مویشی جب یاغستانی لوگ چرا لے جاتے تو آپ ان کا پیچھا نہ کرتے۔ اسی وقت اپنے مرشد مکمل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں آ کر فریاد کرتے۔ آپ کی عادت تھی کہ جب خانقاہ مقدس میں حاضر ہوتے تو بے ہوش اور مست ہو جاتے اور کئی دن رات خانقاہ مقدس کی پائنتی کی رود پر پڑے رہتے۔ حکیم مطلق کی

marfat.com

حکمت اور قادر مطلق کی قدرت سے آپ کا مال لوٹنے والے خود ہی واپس لے آتے۔

آپ سے حد سے زیادہ کرامات ظاہر ہوئیں۔ اگر ہر ایک کو بیان کروں تو طوالت کا خوف ہے۔ آپ سے اس قسم کے خوارق عادات اور کرامات ظہور میں آتے کہ اگر انہیں بیان کیا جائے تو ناممکن خیال کیے جائیں۔

میں نے صرف بچپن میں آپ کو دیکھا تھا۔ بعد میں آپ کی ملاقات کا اتفاق نہ ہوا۔ میں نے اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی زبانی سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ بیٹا! میں غلام باہُو جام پور اور علاقہ ڈیرہ غازی خاں کی طرف اس علاقہ کے تمن دار بلوچوں کے اونٹ لوٹا نے کے لیے جا رہا تھا۔ میں نے اس سفر میں دو ۲ عجیب باتیں دیکھیں۔ ایک یہ کہ جب ہم دریائے سندھ کے گھاٹ پر پہنچے تو گزرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ اس لیے رات اُسی جگہ گذارنی پڑی۔ کیونکہ کشتی نہ مل سکی۔ ایک کنویں پر اُترے جس پر چند مکان تھے۔ سردی کے مارے میرے ساتھیوں کو نیند نہ آئی۔

میں جب سحر کے وقت اُٹھا تو پانی اور سبزہ زار کو یخ بستہ پایا۔ تمام رات گویّوں کی آواز آتی رہی۔ فجر کی نماز کے بعد وہاں کے باشندوں سے پوچھا کہ ساری رات راگ رنگ ہوتا رہا ہے اور یہ آواز کیوں اور کہاں سے آئی۔ لوگوں نے کہا۔ صاحب! ہلاک خور لوگ غلہ کے نہ ملنے اور قحط کے سبب چند روز سے فاقہ میں مبتلا ہیں آج عشاء کے وقت ایک موٹی گائے مر گئی۔ وہ وقت اس کا چمڑا اُتارنے کا نہ تھا۔ اسی طرح پڑی رہی۔ ہلاک خوروں نے دیکھا کہ ایک موٹی گائے مری پڑی ہے۔ صبح اُسے چیر پھاڑ کر گھر میں لائیں گے اور کھائیں گے۔ اسی خوشی میں وہ تمام رات گاتے بجاتے رہے ہیں۔

بیٹا! میں ان کے توکل پر حیران تھا کہ مراد کے حاصل ہونے سے پہلے صرف اُس کے قرب حصول کی خوشی میں مست تھے۔ واقعی طالب کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

دوسرے یہ کہ فقیر حاجی سپاہی باوجود بڑھاپے۔ کمزوری۔ سفید ریشی اور لاغری کے سردی کے موسم بارش کے وقت سرد ہوا چلتے ہوئے میرے گھوڑے کے آگے آگے اس قدر تیز دوڑتے تھے لہ۔ یہ ا گھوڑ حالانکہ بہت تیز رفتار تھا لیکن اُس کی گرد کو نہ پہنچ سکتا تھا۔ فقیر

marfat.com

موصوف صرف ایک سیاہ کمبلی پہنے ہوئے تھا۔ سر پاؤں سے ننگا تھا۔ میری سواری کے وقت اسم اللہ ذات کی صرف ایک دو ضربیں لگا کر میرے گھوڑے کے آگے آگے دوڑنا شروع کیا اور اس قدر تیز دوڑا کہ میرا گھوڑا باوجود تیز قدم ہونے کے اُس کی گرد کو نہ پہنچ سکا۔ اُس فقیر نے آدھی کمبلی کمر پر لپیٹی ہوئی تھی اور دوسری آدھی ایک کندھے پر رکھی ہوئی تھی اور اُس کے بدن سے پسینہ بہہ رہا تھا اور اسم اللہ ذات کے ذکر میں مست دوڑا جا رہا تھا۔ قولہ تعالیٰ یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء ''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

فصل ۲۸

حافظ عمر علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ ملک جنوب کے رہنے والے تھے۔ آپ نے عمر بہت لمبی پائی تھی مدت تک میرے جد امجد حضرت شیخ حافظ محمد قدس سرہٗ کی خدمت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ آپ پاکباز۔ صاحب تجرید وتفرید۔ صاحب توکل وصبر اور تارک وفارغ تھے۔ ہر وقت بلکہ ہر دم خلوت میں مراقبہ کئے یادالٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کا وتیرہ یہ تھا کہ صبح سے پہلے کوزہ ہاتھ میں لے کر سرائے مبارک کے احاطہ سے باہر جاتے اور فارغ ہو کر وضو اور غسل کرتے۔ پھر خانقاہ کی سرائے حضوری کے احاطہ کے اندر جا کر اپنا مصلیٰ جس پر سوتے بھی تھے۔ اُٹھا کر حجرہ حضوری میں جنوب مغربی کونے میں یعنی قبلہ رخ بچھا کر حجرے کا دروازہ بند کر لیتے اور مراقبہ اور ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتے۔ تصور اور مراقبہ سے آپ کا کام مکاشفات تک پہنچا ہوا تھا۔ استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ سارا دن مراقبہ سے سر نہ اُٹھاتے اور کسی سے کوئی بات نہ کرتے۔ نہ کسی سے متوجہ ہوتے۔ حتیٰ کہ سونے اور کھانے کا بھی خیال نہ رہتا۔

جب عشاء کے بعد اندھیرا ہو جاتا تو پھر مصلیٰ اُٹھا کر حجرہ شریف کے باہر حجرہ کے دروازے کے پاس بیر کے درخت تلے بچھاتے۔ شاید پھر اس وقت تجدید وضو کرتے شام کو لنگر شریف سے جو وظیفہ ملتا۔ اسی سے افطار کرتے۔ دن کو کوئی چیز نہ کھاتے جیسا کہ خانقاہ

marfat.com

مقدس کے اکثر درویش کرتے ہیں۔

حافظ صاحب موصوف کو میں نے دیکھا ہے۔ آپ بدن کے نحیف۔ راست رفتار تھے۔ بہت کم مگر لطیف گفتگو کیا کرتے تھے۔ کسی کو اپنے لیے کوئی خدمت سپرد نہ کرتے۔ دن رات تنہائی میں یادِ خدا میں مشغول رہتے۔ کوئی شخص آپ کے رعب کے سبب آپ کے وقت میں خلل انداز نہ ہو سکتا تھا۔ ہم چونکہ بچے تھے۔ اس لیے کبھی کبھی اس بات کی دلیری کر کے دیدار اور مجلس کی خاطر آہستہ آہستہ چلتے۔ جب ہم نزدیک پہنچتے تو کبھی کبھی آپ کو باتیں کرتے ہوئے پاتے۔ آپ نرم نرم باتیں کرتے تھے۔ جو ہماری سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

ایسا اتفاق ہوا کہ میں آپ کے حجرہ کے ساتھ کے حجرہ میں چند روز گوشہ نشین رہا اور ایک شغل میں مشغول رہا لیکن کام کی کشادگی نصیب نہ ہوئی۔

ایک دفعہ حافظ صاحب سے میں نے اپنے احوال کی شکایت کی تو فرمایا: صاحبزادے! آپ اِدھر اُدھر تلاش میں ہیں اور خدا اپنے گھر میں ہے۔ آپ کیوں اِدھر اُدھر سرگردان رہتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہُو رحمۃ اللہ علیہ صاحب بڑے کامل مردِ خدا اور عارف رہنما ہیں۔ آپ اپنے والد صاحب کی خدمت سے فیض حاصل کریں۔ میں نے پوچھا: حافظ صاحب! میرے والد ماجد تو مجھے دنیاوی کاموں میں مشغول رکھتے ہیں۔ کبھی نظرِ رحمت و فیضان نہیں فرماتے۔ میں نظر و نگاہ کا طالب ہوں چونکہ حافظ صاحب عارف باللہ اور مقبول بارگاہ تھے۔ میرے عقیدہ کے قصور سے واقف ہو گئے۔ فرمایا: صاحبزادے! آپ کے والد اس درجہ کامل فقیر اور صاحب نگاہ ہیں کہ انہوں نے ایک ہی نظر میں سید یٰسین شاہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو ذات کی تجلیات اور مکاشفات کا مستِ الست بنا دیا۔ جس سے ہزاروں خوارق عادات اور کرامات ظہور میں آئیں۔

ایک روز میرے والد ماجد حضرت غلام باہُو رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے مسجد منور کے دروازے پر فرمایا کہ بعض معتکف فقیر مسجد معظم میں جماعت کے وقت حاضر نہیں ہوتے۔ جو شخص آئندہ شامل نہ ہوگا۔ اس سے سخت سلوک کیا جائیگا۔ مثلاً میاں کا سرہ۔ میاں احمد اور ہریجہ

marfat.com

وغیرہ جو ہر وقت اپنے حجروں کے گوشوں میں مستغرق رہتے تھے اور کثرت ریاضت سے سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے۔ تمام وقت پر حاضر ہونے لگے لیکن زبان دراز شخصوں نے عرض کیا کہ آپ کے حکم کے مطابق اور تو سب حاضر ہوتے ہیں لیکن حافظ عمر جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔ میرے والد ماجد سن کر، خاموش رہے اور اُس کے کہنے کی پروانہ کی اور اس بات سے درگزر کی۔ میں عموماً گستاخانہ عرض کر دیا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا: ابا جان حافظ عمر جماعت کے وقت نہیں آتے۔ حالانکہ آپ نے تاکید کی تھی۔ فرمایا:

بیٹا! حافظ صاحب ہر وقت نماز اور استغراق یعنی سکر میں رہتے ہیں اور یہ بات شریعت کے مخالف نہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

فصل ۲۹

میاں گوہر فقیر داؤد پوترہ علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ صاحب تجرید وتفرید تھے۔ ملک کچھی بہاولپور سے جوان عمر میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت کے جذبہ وکشش سے خانقاہ مقدس میں آئے چونکہ صاحبزادگی کے خو پروردہ تھے۔ اس لیے آپ کی پوشاک بھی داؤد پوترہ کی وضع کی تھی۔ یعنی کمر بستہ اور کمر میں پیش قبض اور غلیل ہاتھ میں۔ پھول پگڑی میں جو مختلف رنگ کی ہوتی۔ اگر اور کہیں سے پھول ہاتھ نہ آتے تو گل زہوک (آک کا پھول) وغیرہ ہی پگڑی میں رکھ لیتے۔ دن کو روزہ رکھتے۔ صرف رات کو کھاتے۔ آپ کو حقہ نوشی کی لت تھی لیکن نہایت چھپا کر ایک کوٹھری کے اندر جو تہ خانہ کی طرح تھی۔ افطار کے وقت دروازہ بند کر کے پیتے۔ پانچوں وقت کی نماز اور نماز تہجد بلاناغہ اور بائیس ہزار مرتبہ کلمہ طیب آپ کا ہر روزہ وظیفہ تھا۔

آپ کی عادت تھی کہ اپنے مقرر کردہ اوقات پر اسم مبارک پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی کا نعرہ ایسا مارتے کہ چاروں طرف دو۲ دو۲ کوس کے فاصلہ پر صحیح سنائی دیتا۔ مغرب کے وقت اپنے مرشد مکمل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کی زیارت کو آتے تو نہایت حشمت ووقار کے ساتھ جیسے کوئی امیر شاہی دربار میں آئے۔ پھر سلام آداب

marfat.com

باتواضع وقانون بجالا کر بغل میں سے چوری نکال سر مبارک کی طرف مزار مبارک کے چہرہ کی طرف کھڑے ہوتے۔ پہلے نعرہ غوثیہ مارتے۔ بعدازاں قصیدہ غوثیہ بطرز و جذبۂ مشتاقانہ بلند آواز سے اس طرح پڑھتے کہ ایک ایک حرف الگ سنائی دیتا اور چوری کر کے وظیفہ ادا کر کے بعدازاں سلطان نور محمد موچی کی مناجات جس کی مخمس یہ ہے۔

اللہ محمد پیر نوازیا توںؐ صاحب سلطان

''اے سلطان صاحب! آپ کی نوازش اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیر نے فرمائی ہے۔''

نہایت شائستہ طرز سے بہ آداب وتواضع پڑھتے۔

بعدازاں ایک گھڑی خاموش کھڑے کھڑے خفی وظیفہ کرتے۔ عشاء کی نماز تک چوری کرتے رہتے۔ بعدازاں سلام کر کے اپنے مکان میں جاتے۔ آپ نے ایک مکان تیار کیا ہوا تھا۔ جس کی مکانیت یہ تھی۔ ایک احاطہ جس میں دو تین کوٹھریاں۔ ایک بالاخانہ۔ اس احاطہ میں باغیچہ کی شکل کا ایک قطعہ الگ تھا۔ جس میں سبزہ اور درخت لگائے ہوئے تھے۔

آپ پاکباز۔ مجرد۔ صاحب تقویٰ و ورع' لمبے قد' خوبصورت' خوش وضع اور آزاد تھے۔ جمعہ کے روز دو تین گاؤں میں بطور بھکاری گشت کرتے لیکن بھیک نہ مانگتے۔ جو شخص پیچھے سے دوڑ کر کوئی چیز دیتا تو لے لیتے۔ بہت سے مرد عورت آپ کے آگے دوڑتے۔ چھ دن اپنے مقام پر رہتے۔ ان دنوں میں بہت لوگ آپ کی زیارت اور ملاقات کو آتے۔ آپ کو ہر قسم کی فتوح ہوئی۔ افطار کے وقت ہانڈی خود پکاتے اور لذیذ اور مرطب کھانا تیار کر کے کھاتے۔ آپ بے قید۔ آزاد فارغ۔ وجیہہ۔ سرو قامت اور لطیف البدن تھے۔

اتفاقاً آخری عمر میں آپ بیمار ہوئے۔ آپ کی پنڈلی میں ٹخنے کے اوپر ایک درم کے برابر کوئی آزار ہوا۔ جس سے سخت درد میں مبتلا ہوئے۔ یہاں تک کی چلنے کی طاقت نہ رہی۔ جس روز آپ میں چلنے کی طاقت نہ رہی۔ اسی رات خواب میں مجھے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سے ارشاد ہوا کہ اے سلطان حامد! گو ہر فقیر تمہاری غیر حاضری میں تمہیں

marfat.com

وسیلہ بنا کر حضور میں سفارش چاہتا ہے۔ تمہارے لیے لازم ہے کہ گوہر کی خدمت بجالاؤ۔ میں اس روز سے شام کے وقت دو روٹیاں مع سالن اپنے والد ماجد حضرت غلام باہُو سجادہ نشین صاحب کے گھر سے بھجوا دیا کرتا۔ ان دنوں میں ابھی چھوٹا ہی تھا اور ابھی میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ تقریباً سال بھر میاں گوہر اپنے بالا خانہ میں بیٹھے رہے۔ آپ میں چلنے کی طاقت نہ تھی۔ نہ کسی علاج سے کچھ فائدہ ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں آپ کا کھانا بدستور ہمارے گھر سے پہنچتا رہا۔ جو بلا ناغہ وقت پر بھیج دیا جاتا۔

ایک روز اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا بخشی۔ اسی روز آپ کی روٹی لنگر پکانے والوں کو یاد نہ رہی۔ حتیٰ کہ میں نے کئی مرتبہ کوشش بھی کی لیکن لنگر فیض اثر سے آپ کا وظیفہ جاری نہ ہوا۔ پھر آپ نے اپنی کوشش سے خود روٹی پکا کر کھانی شروع کی۔ حتیٰ کہ آپ خانقاہ مقدس ہی میں فوت ہوئے۔ والسلام۔

فصل ۳۰

میاں غلام محمد فقیر رام رکھا کے مختصر حالات میں

آپ شروع میں ہندو تھے۔ آپ کا نام رام رکھا تھا۔ آپ نے خانقاہ مقدس میں زیارت کرتے ہی دین اسلام اختیار کیا اور مدت تک خانقاہ مقدس میں معتکف رہے۔ مدت بعد آپ کو منگیرہ کی اجازت ہوئی۔

آپ تارک۔ فارغ۔ صابر۔ متوکل۔ آزاد۔ شاغل باللہ۔ صاحب مراقبہ و ذکر و فکر تھے۔ ہر وقت کسی کونے یا چولستان کے بیابان میں یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ حتیٰ کہ چولستان کے جنگل ہی میں تنہائی میں آپ نے وفات پائی۔ مدت بعد جب یاروں کو یاد آئے اور آپ کو جنگل میں تلاش کیا گیا تو آپ کو کئی روز کا مرا ہوا پایا۔

میاں ہدایت اللہ قریشی نے جو راہ خدا کے مرد۔ صاحب راز حق۔ فقیر باتاثیر اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے آستان فیض نشان کے فیض یاب مرید تھے۔ مجھ مسکین سلطان حامد کو فرمایا کہ جب ہم نے فقیر غلام محمد کی لاش جنگل میں تلاش کی تو دیکھا کہ

marfat.com

اُس کا جسم پراگندہ ہے۔ اُسے دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور میرے دل پر داغ ہو گیا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مجھے فرماتے ہیں کہ ہدایت اللہ! غلام محمد فقیر کے جسم کی پراگندگی سے ملول نہ ہو کیونکہ اُس کے جسم کو کتوں نے پھاڑ ڈالا ہے لیکن وہ امان میں ہے۔ یعنی روح سلامت ہے۔ جس سے اسرار الٰہی کا تعلق ہوتا ہے۔ فقط والسلام۔

میاں ہدایت اور میاں اللہ بخش قریشی منگیرہ والے دونوں حقیقی بھائی اور ان کا تیسرا بھائی سلطان محمود تینوں صاحب احوال۔ مخلص اور شاغل بحق تھے۔ ان تینوں کو میرے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت کے دربار فیض آثار سے فیض حاصل ہوا تھا۔ ان کے خاندان میں ابھی تک یادالٰہی کی شان موجود ہے۔

فصل ۳۱

میاں غلام محمد جونہ کے حالات میں

آپ چولستان کے رہنے والے علماء شکل چاہ گوند کے باشندہ تھے اور منگیرہ اور نواں کوٹ کے درمیان مالدار آدمیوں کے زمرہ میں فقیرانہ اور عالمانہ زندگی بسر کرتے تھے کہ آپ کو خانقاہ مقدس کی روحانیت کا جذبہ ہوا اور وہاں سے بہرہ مند اور فیض یاب ہوئے۔ پہلے ہی روز آپ کے حالات اعلیٰ ہو گئے اور آپ ایک موحد۔ صاحب تجرید و تفرید اور لاابالی ہو گئے۔ آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔ اگر سارے کے ساری قلمبند کروں تو ایک الگ کتاب تیار ہوتی ہے۔

القصہ میں (سلطان حامد) ابھی نابالغ تھا لیکن کچھ سیانا تھا کہ اکیلے دو تین درویشوں کو ساتھ لے کر چولستان کے سفر و سیر کو نکلا۔ دوسری یا تیسری رات فقیر غلام محمد جونہ کے پاس پہنچا۔ میں نے سنا ہوا تھا کہ آپ (فقیر غلام محمد جونہ) نہ نماز ادا کرتے ہیں اور نہ زائرین کو خانقاہ مقدس میں جانے دیتے ہیں بلکہ اُن سے نذریں لے کر راستے ہی میں لوٹا دیتے ہیں۔

marfat.com

جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آپ ایک پاکباز۔ مونچھوں والے۔ منور چہرہ۔ تنومند اور نورانی بدن ہیں۔ کوئی نوجوان بھی ویسا چاک و چوبند اور منور چہرہ نظر نہیں آتا تھا۔ ایک سفید قادری کلاہ سر پر اور ایک سفید چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی آپ نہایت ادب سے میری تعظیم کے لیے اُٹھے اور سرکنڈوں کی کٹیا میں مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ وہاں کے مرد و عورت سب دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ آپ کے بعض محبّ بھی وہاں تھے۔ آپ سے بطور مواخذہ میں نے پوچھا: آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ فرمایا: حضرت میں حاضر ہوں۔ فوراً اُٹھ کر وضو کیا۔ شام کی نماز کا وقت قریب تھا۔ تمام مردوں کو نماز کے لیے بلایا اور نماز با جماعت ادا کی۔ پھر میں نے پوچھا کہ حضرت قدس سرہٗ کے مریدوں اور زیارت کرنے والوں کو کیوں لوٹا دیتے ہیں۔ فرمایا: بندے کو کیا دلیری اور کہاں جرأت۔ ہر وقت خدمت میں دست بستہ کھڑا ہے۔ آپ کے آزادانہ حالات۔ تجرید۔ تفرید۔ ترک توکل اور نورانی پیشانی دیکھ کر میرا غصہ فرو ہوا۔ جو کچھ آپ سے ہو سکا وہ بطور نذر میرے پیش کیا۔

صبح تمام درویشوں اور وہاں کے اکثر باشندوں سمیت میرے ساتھ آئے اور میرے گھوڑے کے آگے آگے دوڑنا شروع کیا چونکہ آپ کا ادب ملحوظ تھا اس لیے میں نے فوراً وداع کیے اور تکلیف نہ دی۔

آپ کا ایک مرید درویش میاں سلطان نامی صاحب احوال ہمارے ساتھ آیا۔ میں نے فقیر غلام محمد صاحب موصوف کو چند مرتبہ دیکھا ہے جب کہ آپ خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے آئے۔ پھر بھی آپ سے ملاقات ہوئی۔

جو شخص آپ کا مرید ہوتا اسی وقت تعلقات قطع کر دیتا اور ایک چادر اور ٹوپی پہنتا۔ آنکھوں میں سرمہ لگاتا۔ ہاتھ میں عصا لیتا اور ہر وقت ذکر و فکر اور مراقبہ میں رہتا۔

آپ کبھی کبھی جنگل کے اندر خلوت میں مجلس قائم کر کے عاشقانہ غزلیں بطور سماع سنتے۔ کیونکہ خود غزلیں کہہ لیا کرتے تھے۔ آپ ایسے راہ خدا کے عاشق جانباز اور صاحب اثر تھے کہ جو شخص آپ کے حلقہ مجلس میں آتا اُس کا دل بالکل دنیا سے اُٹھ جاتا اور اپنا بال بچہ اور مال و متاع چھوڑ کر عاشق اور صاحب تجرید و تفرید ہو جاتا۔

marfat.com

آپ کے پاس میں نے ان درویشوں کو دیکھا ہے۔ میاں سلطان، میاں میرو، میاں غلام حسین، میاں غلام علی، احمد یار اور شیر فقیر جو سب کے سب صاحبِ تجرید و تفرید۔ صاحب ترک و توکل۔ صابر و شاکر۔ سیاح۔ عاشق۔ پاکباز۔ بے طمع۔ بے ریا۔ صاحب ذوق و شوق۔ صاحب ذکر و فکر و مراقبہ اور شاغل باللہ تھے۔ ان سب نے ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا ہوا تھا۔

فقیر غلام محمد پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کی شعاعیں ایسی پڑتی تھیں جنہوں نے آپ کی بشریت کا خرمن بالکل جلا دیا تھا۔ آپ ہر وقت جذبہ میں رہتے اور وحدانیت کی آگ اور کوئلوں میں لوہے کی طرح پگھلتے۔ جو بات بھی آپ کرتے وہ پُر تاثیر ہوتی۔

اپنے حالات کی گرمی کے سبب جب جلال میں ہوتے تو کسی جگہ آرام نہ کرتے۔ دن رات ایک طرف سے دوسری طرف اور ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف دوڑتے پھرتے کہیں قرار نہ پکڑتے۔ آخر آپ کی یہ حالت ہوئی

کہ ایک دفعہ ملتان کا ناظم دیوان ساون مل جھنگ مگھیانہ سے اپنی فوجوں سمیت پکھی بھکر اور لیہ کمال خاں کی طرف جا رہا تھا اور راستے میں چولستان میں خیمہ لگائے بارگاہ آراستہ کئے بیٹھا تھا کہ ایک فقیر بزرگ نووارد اُس کے سامنے جا کر کہنے لگا او دیوان ساون مل! تو حکام زمانہ میں بلحاظ عدالت ممتاز ہے میں تنگ آ گیا ہوں۔ برائے خدا مجھے توپ سے اڑا کہ مجھے نجات مل جائے۔ دیوان نے حکم دیا یہ دیوانہ ہے۔ اسے بارگاہ سے نکال دو۔ دربانوں نے اُسے نکال دیا۔ اُس وقت قریباً دوپہر تھی۔ پھر آپ (غلام محمد فقیر) وہاں سے دوڑے دوڑے کنویں پر پہنچے۔ آپ کے بعض مرید بھی آپ کے تعاقب میں تھے۔ رات کے پہلے حصہ میں ریت کے ایک ٹیلے پر آرام کیا۔

آپ رات کو ان میں سے نکل کہیں چل دیئے۔ صبح بہت تلاش کی گئی، لیکن کہیں پتہ نہ پایا اور نہ سراغ پا ملا۔ بعد میں کہیں سے کوئی خبر نہ آئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مصرع

marfat.com

گم قبر، جثہ گم، گم نام و نشان

اس کے بعد آپ کے مرید بھی دار فانی میں اسی طرح زندگی بسر کر گئے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدی

فصل ۳۲

جہاں خاں فقیر منگل زئی کے حالات میں

آپ قوم کے پٹھان اور کوہستان مغربی کے دامن میں قصبہ چودھواں کے رہنے والے تھے۔ ابتدائے حال میں آپ کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت کی کشش ہوئی تو زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کو اجازت ہوئی کہ اپنے وطن جا کر اپنے گھر میں گوشہ گیری اختیار کرو۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ دن رات حجرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیتے اور کسی کو ملاقات کے لیے اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ آپ کا ایک ہمسایہ جمعہ نام وقت مقررہ پر آپ کے لیے پانی وغیرہ لاتا اور پھر آپ دروازہ بند کر لیتے۔ کم و بیش چالیس سال اسی طرح گذارے۔ بعد ازاں پھر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے خانقاہ مقدس کی طرف کھینچا۔ مدت تک آپ خانقاہ مقدس میں رہے۔

میں (سلطان حامد) خانقاہ مقدس میں آپ کی مجلس سے مشرف ہوتا رہا اور آپ کے فضائل سے کماحقہ واقف ہوا۔ مجاہدوں کے مارے آپ کے بدن کا چمڑا خشک ہو گیا۔ صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں باقی تھیں۔ ہر وقت قبلہ رخ ہو کر ریاضت الٰہی میں مشغول بیٹھے رہتے۔ آپ کے ذوق و شوق اور جذبات بیان سے باہر ہیں۔ آپ دن کو روزہ رکھتے۔ رات کو جاگتے۔ گوشہ نشین رہتے۔

آپ عاشق جانباز تھے چونکہ چالیس سال گوشہ نشین رہے۔ اس لیے آپ کے دونوں پاؤں کمر سے نیچے تمام بدن سست اور لنجا ہو گیا تھا اور آپ کے اعضاء ریاضت اور مجاہدہ کی کثرت کے سبب لکڑی کی طرح ہو گئے تھے۔ شام کو جو روٹی آپ کے لیے آتی۔ اگر سالن ہوتا تو مع سالن تیسرا یا آدھا حصہ کسی مستحق کو دے دیتے اور باقی دو تہہ کر کے برتن پر اپنے

marfat.com

سامنے رکھ چھوڑتے۔ میں آدھی آدھی رات تک آپ کی خدمت میں بیٹھا رہتا۔ روٹی کا ٹکڑا بدستور پڑا رہتا۔ نہیں معلوم آپ کس وقت کھاتے تھے۔

آپ کے خوارق عادات بہت تھے۔ آپ کا وطن اور مکان چودھواں میں تھا۔ جو پہاڑ کے دامن میں ہے۔ رات کے وقت پہاڑ پر سے کوئی بلا آتی اور آدمیوں کو باری باری چھت پر سے اُٹھا کر لے جاتی لیکن آپ کے محلّہ میں خیریت گزری۔ محلّہ والوں کو آپ نے فرمایا تھا کہ تم بے کھٹکے رہو۔ جب مرض کا دباؤ زور ہوتا تو آپ کے محلّہ میں امن چین رہتا۔

ایک دفعہ ڈیرہ اسماعیل خاں کا ناظم جو ایک جابر بادشاہ تھا اس شہر کے لُوٹنے کے لیے آیا۔ اُس نے شہر کا محاصرہ کیا۔ ان دنوں میرے بھائی صاحب حضرت حافظ صالح محمد جو ابھی صاحبزادگی میں تھے سیر کرتے ہوئے اتفاقاً وہاں جا نکلے۔ آپ نے ملاقات کے وقت فقیر جہاں خاں کو کہا۔ جہاں خاں! مسلمانوں کے شہر کو ایک جابر ہندو حاکم نے گھیر رکھا ہے اور اس کا ارادہ ظلم کا ہے۔ یہ کیا حال ہے کہا۔ صاحبزادے! آپ تسلی رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کافر یہیں مردار ہو جائے گا اور یہاں کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔

میرے بھائی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم دو تین راتیں وہیں رہے۔ پھر اس شہر سے رخصت ہو کر اس کے گردونواح ہی میں تھے کہ دو تین دن بعد خبر آئی کہ آج رات اس حاکم کے پیٹ میں درد ہوا۔ جس کا کچھ علاج نہ ہو سکا۔ آخر وہ اسی درد سے مر گیا۔ اُس کی فوج مایوس ہو کر لوٹ گئی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالِدَ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ہ

فصل ۳۳

میاں محمد پناہ کلاچی والہ کے مختصر حالات میں

میں نے آپ کو بڑھاپے میں اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی

marfat.com

خانقاہ مقدس میں دیکھا ہے۔ آپ زاہد۔ عابد تھے اور رات کو جاگا کرتے تھے بلکہ ہر وقت مسجد یا حجرہ میں عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ یا کلام اللہ شریف کی تلاوت کرتے اور وظائف ونوافل میں مشغول رہتے۔ میں نے آپ کو کسی وقت بھی یادالٰہی سے خالی نہ پایا۔ بکثرت سجدہ کرنے کے سبب آپ کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں پر سیاہ خشک داغ اونٹ کے تلوؤں کی طرح پڑ گئے تھے۔ آپ گدھے پر سوار ہو کر کچھ خراسانی خشک میوہ اور ریشم کے ایک دو نمدے نذر کیا کرتے تھے۔ چند خادم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔

میں نے آپ سے آپ کے وطن۔ اولاد اور شاگردوں کی بابت پوچھا تو فرمایا میں مسلمانوں کی عملداری کے وقت جوان تھا لیکن عمر میں آپ کے والد ماجد یعنی حضرت غلام باہو سے قدرے بڑا۔ وہ بھی ان دنوں جوان تھے۔ اتفاقاً ملک چناب میں قحط پڑا اور آپ کے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ اونٹوں کی ایک قطار لے کر غلہ خریدنے اس ملک میں آئے اور خاص کلاچی میں بطور مسافر وارد ہوئے۔ میں (محمد پناہ) نے سنا کہ شیخ المشائخ حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ایک جوان آیا۔ جس کی پیشانی میں نور خدا چمکتا ہے اور یہ کہ وہ مرد خدا ہے چونکہ میں اس راہ کا طالب تھا اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے جا کر دیکھا تو واقعی آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا۔ جس سے نور اور لطافت ظاہر ہو رہے تھے۔ بظاہر ناز پروردہ۔ آزاد صاحبزادہ امیرانہ طرز کے آدمی تھے مجھے خیال آیا کہ یہ نوجوان صاحبزادہ ہے میں طالب ہوں مجھے شیخ کی تلاش ہے۔ اس بارے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ اگرچہ آپ کی مبارک پیشانی دلکش تھی اور میرا دل آپ کی مریدی کے لیے جوش مار رہا تھا لیکن جب تک پہلے باطن میں مجھے تلقین نہ فرمائیں گے میں بظاہر اُن سے تلقین حاصل نہ کروں گا۔

انہیں خیالات میں زیارت کر کے واپس چلا آیا۔ (جب رات کو اپنے گھر آرام کرنے آیا تو دیکھا کہ محمد پناہ حضرت شیخ غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ مجھے میاں محمد پناہ کی اسی قدر مجلس نصیب ہوئی)۔ چند روز بعد آپ خانقاہ مقدس سے رخصت

marfat.com

لے کر واپس چلے گئے۔ اسی اثناء میں میرے والد ماجد کسی طرف سفر کو گئے ہوئے تھے۔
جب آپ واپس تشریف لائے تو میں نے محمد پناہ کے احوال عرض کئے اور شہر کلاچی میں اس کی تلقین کا ماجرا عرض کیا: تو آنحضرت نے فرمایا:

بیٹا! تو نے مدت کے واقعہ کا پتہ دیا چونکہ ہمارے حضرت صاحب کا مزاج ہمارے حق میں بہت معلیٰ تھا۔ آپ کا رعب شاہی تھا اور طبیعت درویشانہ تھی۔ میں محمد پناہ کے اور حالات عرض نہ کر سکا۔ حتیٰ کہ اس بات کو بہت عرصہ گزر گیا اور اتفاق سے میں کلاچی پہنچا اور محمد پناہ کے فضائل دیکھ کر واپس آ کر آنحضرت کی خدمت میں ان سب فضائل کا ذکر کیا۔
آنحضرت نے فرمایا: بیٹا! ہمارے حضرت صاحب کے مریدوں میں سے دو شخص اسرار الٰہی میں کامل ہیں۔ ایک گزر چکے ہیں اور دوسرے محمد پناہ کہ وہ بھی ویسے ہی ہیں۔
میں نے عرض کیا: ابا جان! وہ کون ہیں جو گزر چکے ہیں۔ فرمایا: میاں عبداللہ فقیر کلال مگھیانہ والہ۔

محمد پناہ کے حالات اس قدر ہیں کہ انہیں بیان کرنے میں طوالت کا خوف ہے۔ آپ بسا اوقات نوافل یا وظیفہ کے وقت کھڑے ہوتے تو مدہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے اور اتنی دیر گرے رہتے کہ آپ کے ساتھی اور خدمت گذار آپ کی خبر لیتے۔
جب مجھے آپ کی اس حالت کی خبر ہوئی تو میں نے پوچھا: محمد پناہ! آپ کیوں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: صاحبزادے! مجھے اس حال کی کوئی خبر نہیں۔ جب میں عالم ارواح کو یاد کرتا ہوں تو بے ہوش ہو جاتا ہوں اور فوراً زمین پر گر پڑتا ہوں۔ جب میں نے آپ کے خصائل وافعال کا مقابلہ کیا تو ٹھیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سے پائے۔
میں نے آپ کو چار سال متواتر ایک ہی چادر میں دیکھا اور آپ کی پگڑی معلوم نہیں کتنے سال سے آپ کے سر پر تھی۔ جب میں نئے کپڑے دینا چاہتا تو آپ نہ لیتے۔
شروع میں آپ کی یہ حالت تھی کہ معصومی۔ یتیمی۔ مسکینی اور جلاوطنی میں پڑے۔ فقیر عزیز الدین حکیم لاہوری نے جو امیر کبیر اور سرکار لاہور کے وزیر تھے اتفاق سے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کو بے نوائی کی حالت میں دیکھ کر رحم کھایا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے

marfat.com

اور شیر شاہ کے ساتھ چند یتیموں کو جو شاہراہ پر بھوکے ننگے بیٹھے تھے اپنے مکان پر لائے اور اُن کی پرورش کی۔ باقی تو قحط دور ہونے پر اپنے اپنے گھر چلے گئے لیکن شیر شاہ کو فقیر صاحب نے کوئی بارہ سال خاص فقیروں کے زمرہ میں رکھا چونکہ شیر شاہ قابل تھے اس لئے ازلی نصیبہ اور ذات الٰہی کے شوق اور عشق نے آپ کو کھینچا اور آپ نے فقیر صاحب کے بارے میں اس بارے میں عرض کیا: فقیر صاحب نے آپ کو تلقین فرمائی۔ جب تسلی نہ ہوئی تو کچھ عرصہ بعد پھر اپنے حالات فقیر صاحب کی خدمت میں عرض کئے۔ فقیر صاحب ممدوح نے ایک دعا اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی کہ اس کا وظیفہ کیا کرو۔

شیر شاہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب فقیر صاحب نے مجھے وہ دعا لکھ کر دی تو ایسی قدرت الٰہی ظاہر ہوئی کہ اس کاغذ کے دیکھتے ہی اس درگاہ سے دل برداشتہ ہو گیا حالانکہ سالہا سال سے میں نے وہاں پرورش پائی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہاں سے خدا کی راہ ہاتھ نہ آئیگی۔ پھر میں اُٹھ کر حضرت قطب الممکلین غوث الغیوث حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہٗ کی خانقاہ میں گیا اور رات وہاں رہا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قدس سرہٗ سر منڈا رہے ہیں اور مجھے اپنے وطن جانے کا اشارہ کرتے ہیں۔

تب میرے دل میں حب وطن نے جوش مارا۔ میں نے وطن جا کر کلام اللہ پڑھنا شروع کیا جب اس سے فراغت پائی تو پھر باطنی استاد کی تلاش کا خیال آیا۔ ان دنوں مائی فتح بی بی صاحبہ کا جو قاضی محمد وارث کروٹ والہ کی اہلیہ محترمہ تھیں اور مرشد الطالبین ہادی السالکین فنا فی اللہ بقافی ہو عین سر ذات باہُو حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہُو قدس سرہٗ ونور اللہ مرقدہ کے مزار پُر انور سے فیض یافتہ تھیں۔ شہرہ فیض رسانی اور کشف باطنی کی تاثیر بہت مشہور تھی۔ میں میں علاؤ الدین صاحب میانہ کی خدمت میں پہنچا۔ جو کوہستان سکیسر کے رہنے والے اور مائی صاحبہ ممدوحہ کے کامل مرید تھے۔ وہ مجھے اور مریدوں سمیت کروٹ میں مائی صاحبہ کی خدمت میں لے گئے۔ جب مائی صاحبہ نے مجھے دیکھا تو دیکھتے ہی میرے تمام گذشتہ حالات بیان فرمائے اور فرمایا۔ شیر شاہ! تمہارا نصیبہ اس دربار فیض آثار میں ہے۔ تم ضرور اپنی مراد کو پہنچو گے۔

marfat.com

جب میں وہاں سے رخصت ہوا تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کی زیارت فیض بشارت نے میرا دل بے اختیار کر دیا۔ میں مجذوبوں کی طرح بے اختیار دوڑتا ہوا خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پس میں نے دیکھا۔ جو کچھ دیکھا۔ میں اس بارگاہ کا ایک حلقہ بگوش غلام بنا۔

مجھے (فقیر سلطان حامد) اچھی طرح یاد ہے کہ شیر شاہ صاحب مدت تک کبھی میاں علاؤ الدین صاحب کے ساتھ اور کبھی اکیلے خانقاہ مقدس میں آتے اور خانقاہ مقدس کے حضور کے سوا نہ کسی کے آشنا بنتے نہ کسی سے محبت کرتے۔

جب آپ کو یہاں سے رخصت ملتی تو چلے جاتے۔ ایک دفعہ میں کوہستان سون سکیسر کی سیر کو گیا۔ جب میں گھر گاؤں سے گزر رہا تھا تو مجھے کہا گیا کہ اس گاؤں میں شیر شاہ نام آپ کا مرید ایک خدا پرست بندہ ہے۔ آپ اُسے بلا بھیجیں۔ میں نے ایک سوار کو آپ کی تلاش میں بھیجا۔ اس سوار نے آ کر کہا کہ وہ نہیں ملے۔ کیونکہ وہ خلقت سے چھپے رہتے ہیں۔ دن کے وقت پہاڑ میں اور رات کے وقت کسی مسجد یا قبرستان میں چلے جاتے ہیں۔

ہم اِدھر اُدھر کی سیر کرتے رہے۔ پھر ہم نے آپ کے حالات کی تفتیش نہ کی۔ کیونکہ ہمارے ہادیٔ کامل اور مرشد مکمل یعنی ہمارے والد بزرگوار موجود تھے۔ ان دنوں مجھے کسی کی پروانہ تھی۔

ایک روز میں ڈیرے پر اپنے والد ماجد حضرت شیخ غلام باھو قدس سرہٗ کی خدمت باعظمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک درویش دو ۲ زلفوں والا نورانی چہرہ اور مبارک پیشانی شخص آیا۔ اس وقت صرف یہ مسکین عاصی پُر معاصی المستغفر من الغفور الرحیم سلطان حامد آنحضرت کے حضور پُر نور میں تھا۔ آنحضرت نے اس درویش کی طرف دیکھا۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! یہ تو شیر شاہ اعوان کوہستان سون کا رہنے والا ہے۔ جو خانقاہ مقدس میں پوشیدہ ہی آتا ہے اور پوشیدہ ہی چلا جاتا ہے۔ شیر شاہ یہ سن کر سر جھکا کر دو زانو باادب ہو بیٹھا اور اُس نے کوئی بات نہ کی۔ ایک لمحہ بعد ایک دو پیسے کے بتاشے اپنی چادر کے دامن میں سے کھول کر آنحضرت کی نذر کیے۔ آنحضرت نے فرمایا: سر کیوں جھکایا ہے۔ عرض کیا:

marfat.com

حضرت میں غلام ہونے آیا ہوں۔ آنحضرت نے اُس کی طرف توجہ کی اور فرمایا۔ کوئی حاجت نہیں۔ شیر شاہ پھر سر جھکا کر خاموش ہو رہا۔ آنحضرت نے بھی تھوڑی دیر سوچا۔ پھر فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر اُس کے دامن پر سے بتاشے لیے اور شیر شاہ کو عین خواہش اور رضا سے فرمایا کہ شیر شاہ! شیر شاہ اور آگے دوزانو ہو بیٹھا۔ آنحضرت نے اُس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر تلقین فرمایا۔

تلقین پانے کے بعد شیر شاہ نے زیتون کی ایک چھڑی بطور ہدیہ پیش کی۔ جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو آنحضرت نے مجھے فرمایا کہ بیٹا! جا کر لوہار سے اس چھڑی میں ایک لمبی نوک لگوالاؤ۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! آپ نے اس قدر لمبی نوک کے لیے کیوں حکم دیا ہے۔ فرمایا: ہم اپنے قد کے مطابق بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یہ چھوٹی اور ٹوٹی ہوئی ہے۔ میں لمبی اور بے داغ لے آؤں۔ فرمایا: نہیں۔ اسی کو مرمت کرالاؤ کیونکہ یہ ایک اچھے آدمی کی دی ہوئی ہے۔ میں اسے اپنے ہاتھ میں رکھوں گا۔ میں اُٹھ کر حضور میں لے آیا۔ آنحضرت نے مدت تک وہ اپنے ہاتھ میں رکھی۔ میں یہ حالات دیکھ کر شیر شاہ کا زیادہ معتقد ہو گیا۔ بعدازاں وہ وطن چلا گیا۔ پھر مجھے اُس کی ملاقات نصیب نہ ہوئی۔

یہ معاملہ میرے والد بزرگوار حضرت شیخ غلام باہو کی وفات سے ایک سال پہلے کا ہے۔ دوسرے سال ۸ جمادی الاول ۱۲۶۳ھ کو آنحضرت کی وفات کے تیسرے دن فقیر شیر شاہ صاحب قل خوانی کے دن تن تنہا منزل بمنزل شمالی کوہستان سے فرش ماتم پر شریک ماتم ہوئے چونکہ ہم دونوں بھائی اپنے والد بزرگوار کے مرید اور عاشق تھے۔ اس واسطے اس معرفت کے آسمان کے خورشید خاوری کے پردہ میں آجانے سے ہمارے اندوہ مُنزّل دل دنیاوی تعلقات سے اُٹھ گئے۔ اس واسطے آنحضرت کے بڑے دوستوں اور خصوصاً اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں کو جو سجادگی کا عہدہ لینا چاہتے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں یعنی مخدومی و مخدوم الانام اخویم مخدوم حافظ صالح محمد صاحب اور اس فقیر سلطان حامد نے یک زبان ہو کر کہا کہ جس کو شوق ہو اور جو مناسبت رکھتا ہو۔ یہ دنیاوی مال و اسباب جو لنگر خانہ میں ہے اس کے سپرد کر دو۔ کیونکہ ہم اس نورانی پیکر اور سِرِّ سبحانی کی صورت کو چھپ جانے کے سبب

دنیاوی کاروبار سے بالکل دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ہم مع اعیال واطفال اپنے مکانوں سے نکل توکل بخدا اپنے والد ماجد کے قرب وجوار میں محض مجاور بنیں گے۔

یہ بات سنکر حاضرین میں سے ہر ایک آنسو بھر لایا اور فریاد کرنے لگا۔سب نے کہا۔ صاجبزادو! یہ کام وہی نباہیں گے جن کے سپرد کر گئے ہیں۔

چونکہ ہمارے دلوں کے شیشے غموں کے پہاڑ سے ٹوٹے ہوئے تھے۔اس لیے ہم نے ان کے کہنے کو قبول نہ کیا اور اپنی بات پر اڑے رہے۔اسی اثناء میں حضرت والد ماجد کے ہم صحبت اور معتمد مہروہاب نے اُٹھ کر فرمایا۔

صاحبزادو! حضرت صاحب کے کئی حقوق تمہارے ذمے ہیں۔تمہارے لیے نہایت لازمی ہے کہ اپنے حضرت صاحب کے حقوق ادا کرو۔اور قل خوانی۔جمعرات کی خیرات۔ چلہ اور ماتم نشینی کما حقہٗ بجالاؤ۔آئندہ تمہاری مرضی! اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس کلام نے ہم پر بڑا گہرا اثر کیا۔ہمارے مغموم دل قرار میں پڑے۔اسی اثنا میں تیسرے روز حضرت شیر شاہ صاحب جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے آپہنچے انہیں بھی ہم نے یہی کہا کہ ہم دنیاوی تعلقات سے دل برداشتہ ہیں۔شیر شاہ صاحب سن کر خاموش رہے اور بدستور خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ایک گھڑی بعد پھر ہماری طرف آئے اور ہم دونوں بھائیوں کو بلا کر فرمایا۔

صاجبزادو! آپ نے اپنی دل شکستگی کی بابت جو کچھ فرمایا تھا۔وہ حالات میرے دل میں تھے۔جب میں خانقاہ مقدس میں زیارت کے لیے گیا تو میرے بیٹھتے ہی حضرت قدس سرہٗ کے حضور فیض گنجور سے مجھے ارشاد ہوا کہ شیر شاہ! دونوں صاجبزادوں حافظ صالح محمد اور سلطان حامد کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دو کہ تم کہتے ہو ہم تعلقات سے دست بردار ہوتے ہیں حالانکہ ہم (یعنی تمہارے جد امجد سلطان باہوؒ) نے تمام اطراف عالم میں حافظ صالح محمد اور سلطان حامد کے نام کی منادی کر دی ہے۔

اس وقت کوئی پہر دن نکلا تھا کہ یہ پیغام شیر شاہ صاحب کی وساطت سے ہمیں پہنچا۔ جس کے سنتے ہی وحشت اثر دلوں کو تسکین وتشفی ہوئی اور وحشت اور تفرقہ جس نے ہمارے

marfat.com

دلوں میں گھر کر رکھا تھا۔ آرام اور جمعیت سے بدل گیا ہے۔ ہماری اور شیر شاہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس پیغام کے کلمات سے ہم دونوں بھائیوں کے دل حکمت الٰہی سے لنگر شریف کے کاروبار کے لیے مستعد اور مضبوط ہو گئے اور مجھ مسکین سلطان حامد کا دل شیر شاہ موصوف کے حالات پر بہت مائل ہوا۔

ایک روز میں نے اسی اثناء میں خلوت میں پوچھا: شیر شاہ صاحب! کیا آپ پر بھی ہمارا کوئی حق ہے۔ فرمایا: صاحبزادے۔ اگر آپ مجھے کئی مرتبہ بیچ ڈالیں تو بھی آپ کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ میں نے کہا۔ اگر آپ ہمارا حق ایسا ہی سمجھتے ہیں تو باقی عمر ہماری پاس ہی بسر کریں۔ شائد ہمارے غمزدہ دل جو والد ماجد قدس سرہٗ کی جدائی سے وحشتناک ہو گئے ہیں۔ اب آپ کی صحبت کی تاثیر سے آرام وقرار پکڑیں۔ فرمایا: حضرت! بندہ کے لیے اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ میں سرد پہاڑ کا باشندہ ہوں۔ موسم گرما میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ باقی زندگی حاضر خدمت رہوں گا۔ گو اس سے پہلے آپ کی یہ عادت تھی کہ کسی سے کوئی چیز نہ لیتے اور کسی سے محبت نہیں کرتے تھے۔ روٹی اپنی بہن کے گھر سے کھاتے۔ دن رات پہاڑوں کی غاروں میں رہتے اور رات کو مسجدوں کا پانی بھرتے اور کبھی کبھی مسجدوں کے مسافروں کے لیے بھیک مانگ کر انہیں کھلاتے لیکن مجھ مسکین سلطان حامد کی دعوت اگرچہ آپ کی عادت کے خلاف اور آپ کے لیے مخل اوقات تھی۔ دل و جان سے قبول فرمائی۔

اس کے بعد آپ سات سال زندہ رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ سردی کا موسم یہاں بسر کرتے اور گرمی کا موسم وطن میں یعنی ماہ بیساکھ میں یہاں سے رخصت ہوتے اور ماہ اسوج میں پھر آ جاتے۔

میرا (سلطان حامد) ان دنوں معمول یہ تھا کہ عام طور پر میں مشہور کرتا تھا کہ میں سفر کے لیے جا رہا ہوں لیکن اصل میں آپ کو لانے کے لیے منزل بمنزل کوہستان مذکور میں ماہ مگھر میں پہنچ جاتا اور آپ کو اپنے ساتھ لے آتا۔ اس سات سال کے عرصہ میں مجھے تجربہ ہو چکا تھا کہ جب میں آپ کو لینے کے لیے جاتا اور منزلیں طے کرتا ہوا، اس گرد ونواح میں

marfat.com

پہنچتا، تو آپ کبھی کسی طرف سے کبھی کسی جانب سے کبھی کسی راہ کبھی کسی راہ سے کبھی دن کو کبھی رات کو۔ آپ پہلے ہی عصا ہاتھ میں لیے ہوئے تسبیح پڑھتے جنگل یا پہاڑ میں سامنے کھڑے ہوتے۔ اگر رات کا وقت ہوتا تو گھوڑے ہنہناتے۔ اگر دن ہوتا تو میں دور سے پہچان لیتا۔

ایک دفعہ حسب معمول جب ہم گئے تو خلاف معمول آپ کو نہ پایا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید شیر شاہ صاحب فوت ہو گئے ہیں۔

جب ہم آپ کے گاؤں کے قریب پہنچے تو ہم نے پہاڑ کے اُوپر جانا چاہا۔ رستہ پیچ دار تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر جا رہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شہر کے باہر راستے کے اخیر پر ایک بڑے پتھر پر کوئی چیز بیٹھی ہے چونکہ پہاڑ اونچا تھا۔ اس واسطے دور سے کسی بڑے پرندے کا جسم معلوم ہوتا تھا۔ جب ہم قریب گئے تو معلوم ہوا کہ کوئی انسان ہے اور نزدیک ہوئے تو دیکھا کہ یہ تو شیر شاہ ہیں۔ وہ دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی پڑ رہی تھی۔ لوگ گھروں میں آرام کیے ہوئے۔ جب بالکل پاس گئے تو دیکھا کہ آپ لنگڑاتے ہیں اور آپ کے ایک پاؤں پر پھوڑا ہے۔ بدقت وہاں تک آئے تھے۔

میں گھوڑے سے اُتر گلے ملا۔ میں نے کہا۔ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ فرمایا: میں مسجد میں پڑا تھا۔ دل میں کہا۔ اگر زیادہ نہیں چل سکتا تو کم از کم یہاں تک تو آؤں تا کہ روسیاہی حاصل نہ ہو۔ خیر ہم مکان میں پہنچے اور چند روز وہاں رہے۔ جب آپ تندرست ہوئے تو آپ کو سوار کر کے لے آیا۔

میں نے آپ کے خوارق عادات اور فضائل اس سات سال کے عرصہ میں بہت دیکھے۔ ایک روز جنگل میں ہمیں رات ہو گئی۔ عمدہ عمدہ گھوڑے میرے ساتھ تھے۔ جو رات کھایا کرتے تھے۔ نزدیک کوئی آبادی نہ تھی۔ چند ایک مفلسوں کے گھر تھے۔ یا اس جنگل کی چوروں کی حراست کے لیے سپاہیوں کی ایک چوکی تھی۔ سورج ڈوبنے کو تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا۔ کہ اگر اسباب میں غلہ ہو تو آج رات خود ہی اپنے ہاتھ سے پیس کر روٹیاں پکا لو۔

marfat.com

شیر شاہ صاحب میرے ساتھ گھوڑی پر سوار تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ صاحبزادے! آج کیوں اپنے ہاتھ سے پیسیں۔ کیا آپ نے اپنے خدا کو فراموش کر دیا ہے۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ آج پہلے سے بھی زیادہ ہمیں ملے گا۔ یہ ابھی کہہ رہے تھے کہ فوراً گھوڑی سے اُتر ایک کلہاڑی اور ایک درانتی لی اور اللہ اللہ کہتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے اور فرمایا کہ میں گھوڑوں کے لیے گھاس لینے جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد اپنے ساتھی اور اپنے سر پر دو ۲ گٹھڑ گھاس کے اُٹھا کر لائے اور گھوڑوں کو کھلائی۔ ابھی آپ گھوڑوں سے اُتر کر گئے ہی تھے کہ سرکاری سپاہی جو چوکی میں تھے ہمارے مطیع ہوئے اور ہماری مہمانی کا اسباب حسب دلخواہ اپنے گھروں سے لا دیا۔ اتنی نعمتیں موجود ہوئیں کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہ رہی۔ شیر شاہ صاحب اللہ اللہ کہتے ہوئے نماز کے لیے نکل گئے۔ آپ ہمارے ڈیرے سے دور جا کر نماز ادا کیا کرتے تھے اس واسطے کہ ریا کا شک نہ ہو۔

دوسرے روز ایسا اتفاق ہوا کہ کوہستان سون میں ہم نے سخت رستہ اختیار کیا۔ گھوڑوں کے پاؤں خون آلودہ ہو گئے۔ بار برداری کا ایک ٹٹو راستے میں بیتاب ہو گیا۔ ہم عمدہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ آخر ہم ہزار دقت و مصیبت سے پہاڑ سے اُترے اور اس ٹٹو کو منزل کے شروع ہی میں راستے میں چھوڑ دیا۔ ایک صابر درویش اس ٹٹو کے ساتھ تھا۔ سورج غروب ہونے کے قریب ہوا تو درہ کوہ سے نکلتے وقت میں نے کہا۔ شیر شاہ صاحب ہم تو اس سخت پہاڑ سے سلامت نکل آئے ہیں لیکن درویش اور ٹٹو دونوں سخت پہاڑ میں ہیں۔ بے راہ اور راستے کے ناواقف ہیں۔ وہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ شیر شاہ صاحب نے مجھے فرمایا کہ صاحب زادہ صاحب! آپ خاطر جمع رکھیں۔ ہمارا خدا انہیں ہم سے پہلے سلامتی سے پہنچا دے گا۔

جب ہم دامن کوہ کے ایک گاؤں میں رات گزارنے کے لیے گئے تو دیکھا کہ وہ ٹٹو لدا لدایا صحیح سلامت مع درویش ہم سے آگے راستے پر ہمارا منتظر کھڑا ہے۔

ایک روز ہم پیر کرم شاہ علیہ الرحمۃ کھاریوالہ کی زیارت کے ارادہ سے صبح سوار ہوئے۔ دن بھر سورج ڈوبنے تک ہم چلتے رہے۔ شام کو ایک ریوڑ چرانے والے کے پاس پہنچے۔ اس سے پانی لے کر عصر کی نماز ادا کی۔ دور سے پہاڑی ٹیلے پر آبادی دکھائی دیتی تھی لیکن ہم

marfat.com

میں وہاں پہنچنے کی طاقت نہ تھی۔ کیونکہ سخت پہاڑ کے سبب گھوڑے بیتاب ہو رہے تھے۔ وہ ریوڑ چلانے والا ہمارے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا معتقد تھا۔ اس نے ہر طرح سے ہماری خدمت کی۔ صبح فجر کی نماز کے بعد فوراً ہی زیارت مذکور کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ شیر شاہ صاحب بھی سوار ہوئے۔ آپ نے مسکرا کر آہستہ آہستہ فرمایا کہ دیکھنا چاہیے لیکن ہم نے آپ کی بات نہ سنی اور گھوڑوں کو منزل مقصود کی طرف چلایا۔ وہاں سے زیارت مذکور تین کوس کے فاصلہ پر تھی۔ جب ہم چند قدم چلے تو میں عاجز ہو گیا اور کھڑا ہو گیا۔ سوچ میں پڑ گیا اور میرا ارادہ بدل گیا۔ شیر شاہ صاحب نے فرمایا: حضرت! آپ کیوں کھڑے ہیں۔ میں نے کہا۔ آگے نہیں جا سکتا اور میرا دل پیر کرم شاہ کی زیارت سے بالکل سرد ہو گیا ہے۔ میں تو واپس جاتا ہوں۔ حضرت شیر شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میں نے تو پہلے ہی دو تین مرتبہ عرض کیا تھا۔ جناب نے سنا نہیں۔ آیئے بخریت واپس چلیں۔

جب ہم لوٹے تو میں نے کہا۔ صاحب گھوڑوں کے پاؤں خون آلودہ ہو گئے ہیں۔ آج بیچارے گھوڑے اس پتھریلے راستے سے کیونکر گزریں گے۔ آپ نے فرمایا: صاحب! ایک اور راہ صاف ہے لیکن دور کی ہے۔ ساتھیوں نے کہا کہ کل نزدیک کی راہ صبح سے شام تک بہزار دقت پہنچے۔ دور کی راہ ہم کیونکر پہنچیں گے۔ حضرت شیر شاہ صاحب نے فرمایا: آؤ۔ آؤ۔ ہمارا خدا ہمیں پہنچائے گا۔ خود جیب سے تسبیح نکال اپنی گھوڑی کو بطور رہبر آگے کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم کھیتوں میں پہنچے۔ جنہیں لوگ کاٹ رہے تھے۔ اُن سے پوچھا کہ یہ کونسا گاؤں ہے کہا۔ جابہ۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ جابہ تو بہت فاصلہ پر تھا۔ شیر شاہ صاحب نے فرمایا: حضرت آگے اللہ تعالیٰ مہربان ہے۔ ہم باتیں کرتے آئے ہیں۔ اس واسطے ہمیں راستے کی سختی معلوم نہیں ہوئی۔

ایک روز مذکورہ بالا پہاڑ میں حضرت شیر شاہ کی ہمشیرہ کے گھر شیر شاہ صاحب سے مل کر میں کھانا کھا رہا تھا۔ میرے ہمراہیوں میں سے ایک درویش کی عادت تھی کہ میرا پس خوردہ کھایا کرتا تھا۔ جب میں کھایا کرتا تھا تو وہ میری طرف دیکھا کرتا تھا کہ میرے واسطے کس قدر چھوڑتے ہیں۔ اس روز بھی وہ حسب معمول میری طرف دیکھتا رہا لیکن شیر شاہ

marfat.com

صاحب کو اس کی یہ عادت معلوم نہ تھی۔ گو میں کھانے سے ہاتھ اُٹھانا چاہتا تھا لیکن شیر شاہ صاحب مجھے اور کھانے پر مجبور کرتے تھے اور خود بھی کھاتے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ شیر شاہ صاحب کھانے سے ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔ نہ مجھے چھوڑتے ہیں۔ آج درویش خالی چلا جائے گا۔ مجھے یہ خیال آتے ہی حضرت شیر شاہ صاحب نے کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا اور فرمایا کہ حضرت دیدو لیکن آئندہ آپ مل کر کھانے کے قابل نہیں۔

ایک روز شیر شاہ صاحب کوہستان سون میں میرے ساتھ سوار ہو کر جا رہے تھے ہم شہر بہ شہر پھرتے تھے۔ جس روز جس شہر میں ہمارا مقام تھا۔ وہاں سرکار انگریزی کے افسر کئی ہزار روپیہ مالیانہ کے واسطے جو اس شہر کے ذمے تھا۔ اس شہر کو لوٹ کھسوٹ رہے تھے۔ ہم اس شہر سے کوچ کر کے دوسرے شہر میں چلے گئے۔ وہاں کے مرد عورت دوڑے دوڑے آئے اور ہم سے پوچھنے لگے کہ جس شہر سے آپ آئے ہیں۔ وہاں حاکموں نے کیا سلوک کیا۔ ہم نے کہا۔ لوگ بھاگ گئے ہیں اور حاکم سرکار لگان کے عوض اُن کے گھر لوٹ رہے ہیں۔

اس اثناء میں حضرت شیر شاہ صاحب نے جوش میں آ کر اپنی گھوڑی آگے بڑھا کر فرمایا۔ حکام کا مقدور نہیں کہ علاقہ اعوان کار کو لوٹیں۔ اعوان کار کا لگان معاف کیا گیا ہے۔ آپ کی اس بات سے میں حیران رہ گیا۔ کیونکہ دارالحکومت لاہور میں علاقہ اعوان کے لگان کی بابت پہلے فیصلہ ہو چکا تھا۔ زمینداروں نے بہت عرضیاں دیں لیکن کسی نے ایک نہ سنی تھی بلکہ حکم ہوا تھا کہ فوج ساتھ لے کر اُن کی جائیداد لوٹ کھسوٹ لو اور ہم نے یہ واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ میں نے حضرت شیر شاہ کو کہا۔ آپ نے ایسی دلیری کیوں کی کہ سینکڑوں آدمیوں کے روبرو آپ نے علانیہ یہ کہا۔ اتنا کہہ کر میں خاموش ہو رہا۔ کیونکہ مجھے آپ پر اعتقاد تھا۔

جب لوگوں کو تسلی ہوئی اور وہ شہر میں چلے گئے تو شیر شاہ صاحب نے مجھے کہا۔ حضرت! ہزاروں آدمی یہ خبر سننے کے لیے منتظر تھے۔ آپ نے جو خبر سنائی تو وہ شکستہ دل ہو گئے۔ میں نے اُن کی دلداری کے لیے کہہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود رحم کرے گا چونکہ ہمیں کچھ دن اس ملک میں رہنا پڑا۔ ابھی ہم اسی ملک میں تھے کہ لاہور سے حاکموں کے نام حکم آیا۔ کہ تم

marfat.com

اعوان کار کے شہروں کے مزاحم بالکل بالکل نہ ہونا۔ کیونکہ حکام بالا دست نے زمینداروں کی عرضیاں منظور کر لی ہیں اور انہیں لگان معاف کر دیا گیا ہے۔ شاید جس وقت شیر شاہ صاحب جوش میں آئے تھے اس وقت وہ عرضیاں منظور ہوئی ہوں گی۔ اسی واسطے آپ نے جوش میں آ کر یہ الفاظ فرمائے تھے کہ حکام کا کیا مقدور ہے کہ لگان لیں۔

ایک روز میں نے خانقاہ مقدس میں حضرت شیر شاہ صاحب سے کہا کہ آپ میرے فلاں کام کے لیے حضور پر نور میں امداد کے لیے عرض کریں۔ تا کہ وہ مہم آسان ہو جائے اور میری مشکل حل ہو جائے۔

میں نے کچھ دن جواب کا منتظر رہ کر تنہائی میں آپ سے پوچھا: کئی روز گزر گئے ہیں اور ہمارا کام بگڑ رہا ہے۔ آپ مقبول بارگاہ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو حضور انور سے فوراً جواب باصواب ملتا ہے۔ آپ نے میرے کام کی طرف کیوں توجہ نہیں فرمائی۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ صاحبزادے! آپ کو حضرت صاحب یعنی اپنے والدؒ بزرگوار کی دعا کا خیال ہے۔ مجھے اور میرے جیسے سینکڑوں کو بھی مولانا کی سی ہمت نہیں۔ میں کئی روز سے دن رات سویا نہیں۔ ہاں میرے ہادی کی توفیق ہے کہ بیداری کی حالت میں بھی جواب سے سرافراز کرے لیکن اس اثناء میں بحالت بیداری بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ میں یہ سن کر خاموش ہو رہا اور زیادہ سوچ میں پڑ گیا کہ شائد میری عرض قبول نہیں ہوئی۔

ایک گھڑی بعد حضرت شیر شاہ صاحب خانقاہ کے اندر سے دوڑے ہوئے آئے اور فرمایا: صاحبزادہ صاحب! آپ کو مبارک ہو۔ آپ کا مدعا پورا ہوا۔ میں نے پوچھا: کیونکر؟ فرمایا: میں ہاتھ باندھے حضور پر نور میں بیٹھا تھا کہ حضرت قدس سرہٗ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا کہ سلطان حامد کی حاجت کے لیے دعا کرو۔ فوراً اسی روز حسب مدعا کام پورا ہوا اور میری مراد حاصل ہو گئی۔

میں نے اس سات سال کے عرصہ میں شیر شاہ صاحب کے اوصاف اور خوارق عادات بکثرت دیکھے اور آزمائے لیکن اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔

چونکہ آپ کی عادت تھی کہ موسم گرما میں سرد پہاڑ پر چلے جاتے تھے۔ جب آپ کے

marfat.com

علاقہ کے آدمی آتے تو ان کے ساتھ واپس وطن پہنچ جاتے۔ اس سال وہ لوگ انتظار کر کے واپس چلے گئے۔ آپ اس سال ان کے ساتھ نہ گئے۔ میں نے پوچھا: صاحب! گرمی کا موسم آ گیا ہے اور گرمی دن بدن تیز ہو رہی ہے۔ آپ وطن کیوں نہیں گئے اور اپنے ہم وطنوں کی عرض کیوں قبول نہیں فرمائی۔ آپ نے آہستہ آہستہ مجھے فرمایا کہ اس سال مجھے جانے نہیں دیتے۔ میں آپ کی بات نہ سمجھ سکا۔ میرا خیال تھا کہ شاید ساون شروع ہے۔ برسات ہو رہی ہے۔ اس واسطے آپ نے یوں فرمایا ہے۔

ایک روز مجھے فرمایا: صاحبزادے! مجھے قبر کے لیے جگہ عنایت کریں۔ میں نے حیران ہو کر کہا۔ صاحب! یہ تمام جگہ آپ کی ملکیت ہے۔ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے آپ نے خانقاہ مقدس کی پائنتی کی طرف پنجرہ شریف سے باہر لے جا کر فرمایا کہ میری آرزو ہے کہ میری قبر یہاں ہو۔ پھر میں نے کہا کہ یہ ساری جگہ آپ کی ہے۔ خوش ہو کر مسکرائے اور فرمایا۔ صاحبزادے! میں نے حضرت قدس سرہٗ کے حضور پرنور میں بھی عرض کیا تھا تو حضور فیض گنجور سے بھی بعینہٖ یہی جواب باصواب ملا تھا۔ جو آپ نے فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ اے شیر شاہ! یہ تمام جگہ تمہارے اختیار میں ہے۔ جہاں چاہو اپنی قبر پسند کر لو۔ میری دلی مراد بھی یہی تھی۔ یہی جگہ حضور سے بھی عنایت ہوئی۔ پھر آپ نے مجھے اپنی قبر کا مکان بتایا۔ آپ اسی ذوق وشوق سے غزل کہتے ہوئے ایک بیلچہ اور ایک طغار لنگر سے لا کر ایک پاک مکان سے مٹی سر پر اُٹھا لائے اور اپنی قبر کے مقام پر ڈال کر پاؤں سے دبانے لگے اور ڈنڈوں وغیرہ سے کوٹنے لگے۔ ہر روز جب بارش سے فرصت ملتی تو مٹی لے کر اُسے کوٹتے۔ حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد آپ مرض اسہال میں مبتلا ہوئے۔ چند روز آپ چارپائی پر رہے چونکہ میں آپ کا بڑا معتقد تھا۔ ایک روز میں نے آپ سے پوچھا: جناب اس مرض سے اپنی شفایابی کی بابت مجھے کچھ اطلاع دیں۔

فرمایا: صاحبزادے! میں خود مرض میں مبتلا ہوں۔ مجھے اس بارے میں فرصت اور فراغت نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود آپ کو مطلع کر دے گا۔ جب میں رات کو سویا تو اپنے آپ کو خانقاہ مقدس کے حضور پرنور میں دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ شیر شاہ صاحب ذوق وشوق سے

marfat.com

غزل پڑھتے ہوئے دروازہ فیض آوازہ پر کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا: جناب کیوں اس قدر مست ہیں اور ذوق میں کھڑے ہیں۔ فرمایا: صاحبزادے! میں اپنی زندگی کا اسباب اس جہان فانی سے باندھ کر دار جاودانی کی طرف جا رہا ہوں اور مجھے ایک دفعہ اپنا وطن دیکھنے کی آرزو ہے۔ میں نے پوچھا: کیا آپ جا کر وطن دیکھیں گے۔ فرمایا: صاحبزادے! آؤ۔ ہم وطن یہیں سے دیکھ لیں گے اور میں فارغ ہو جاؤں گا۔

چنانچہ آپ مجھے پکڑ کر چند قدم آستانہ مبارک سے شمال کی رخ غلام گرداں کونے تک گئے۔ وہاں سے شمال کی طرف غزل کہتے ہوئے نگاہ کی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے پہاڑ اور مکانوں پر سے پردے اُٹھ گئے۔ وہ علاقہ آپ کے گھر تک صاف صاف دکھائی دینے لگا۔ تمام شہرسون۔ پٹنہ وغیرہ کوہستان ایک ایک دکھائی دینے لگا پھر فرمایا۔ صاحبزادے! آؤ چلیں۔ پھر ہم دونوں دروازہ فیض میں آئے۔ بعدازاں آپ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

پھر میں نے اپنے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کو دیکھا کہ خانقاہ کے اندر کھڑے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ شیر شاہ فوت ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کیا: چونکہ شیر شاہ مقبول خدا ہے۔ اس لئے حضرت خواجہ سلیمان کے مکان متبرک پر تونسہ شریف میں مسجد معظم میں سنگ مرمر کا بنا ہوا قبر کا تعویذ پڑا ہے۔ وہ لانا چاہیے۔ فرمایا: شیر شاہ شرعی فقیر تھا۔ اس کی قبر ایک گز شرعی کافی ہے۔ ہمارے حضور میں غلام گرداں پر اُس کی قبر اسی شرعی گز کے موافق مٹی اور کیچڑ کی بناؤ۔ آپ نے اپنا دست مبارک اُوپر اُٹھا کر کہنی تک اشارہ فرمایا۔

صبح میں شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا: صاحب! کیا اسرار باطنی سے میرے حال کی کچھ اطلاع ملی ہے۔ میں نے بلاکم وکاست سب کچھ عرض کیا: آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ دوسرے دن فوت ہوئے اور اسی مقام میں مدفون ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

marfat.com

فصل ۴۴

میاں دلیر مرالی کے مجمل حالات میں

آپ کا مشہور نام میاں دلیل تھا۔ آپ مولوی سندھی صاحب مولوی گل محمد علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں۔ آپ بچپن میں ملک چناب سے مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں آئے اور آپ کی صحبت میں رہ کر زاہد زمانہ اور صاحب توکل وترک ہوئے۔ دنیا و مافیہا سے فراغت پا کر آرام کے گوشے میں بیٹھے۔ آپ فارغ۔ تارک۔ شاغل باللہ۔ لاقید۔ راغب۔ عاشق اور ولی اللہ تھے۔ تقریباً بیس سال رنگپورہ کھیڑہ کے نزدیک دریائے چناب کے کنارے علی پور میں ایک ہی جگہ بیٹھے رہے اور سوائے وضو کے ایک قدم بھی کسی طرف نہ رکھا۔ آپ ہر وقت مراقبہ اور تصور میں مشغول رہتے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ پر بھوک غالب آتی تو تنہا پوشیدہ دریا کے کنارے جا کر دریا کی خالص مٹی کے ٹکڑے ریت سے صاف کر کے ضرورت کے مطابق کھا لیتے اور باقی لوٹے میں ڈال کر اپنے مکان پر لے آتے اور کسی اور وقت کے لیے رکھ چھوڑتے۔ تاکہ فراغت کا موقع مل جائے۔ کئی مہینے آپ اسی طرح گزارا کرتے۔

جب وہاں آپ کا شہرہ ہو گیا تو اس جگہ کو چھوڑ کر ملتان کا رخ کیا۔ جب مسلمان آپ کے پاس آ کر وقت ضائع کرنے لگے تو آپ گو مسلمان تھے۔ یہ تدبیر سوچی کہ ملتان کے بالائی حصہ میں آنپورہ دروازہ کے باہر سیوا پنھتی ہندوؤں کا دھرمسالہ تھا۔ اس کے ایک گوشے میں آ کر بیٹھ گئے اور خاموشی سے اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ اس لیے کہ جو نا واقف ہیں۔ وہ خود ہی پرہیز کریں گے اور جو واقف اور معتقد ہیں۔ وہ اس حالت کو دیکھ کر یا سن کر خود ہی بے اعتقاد ہو جائیں گے۔ کیوں کہ آپ مسلمان ہو کر ہندوؤں کے دھرمسالہ میں بیٹھے اور آپ نے ہندوؤں کی جائے عبادت کو پسند کیا۔ اس لیے آپ کو ملحد اور بے دین خیال کرنے لگے۔

کئی سال اسی جگہ بیٹھے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ راز ظاہر کیا جو آپ کے اور خدا کے

marfat.com

درمیان تھا۔ حتیٰ کہ لاکھوں ہندو مسلمان خاص و عام بڑے بڑے مولوی حافظ۔ عالم فاضل۔ امیر۔ دولتمند۔ حتیٰ کہ نواب غازی حاجی محمد مظفر خاں علیہ الرحمۃ تک بھی کبھی کبھی اس دھرم سالہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

بعد ازاں آپ شہر ملتان میں گئے اور دولت دروازہ کے اندر کلالوں کے محلہ میں مولوی خدا بخش صاحب خیر پور والہ علیہ الرحمۃ کی مسجد کے پاس ایک مکان رہنے کے لیے اختیار کیا۔ اس جگہ ایک احاطہ بنوایا۔ جس میں دروازہ ایسا چھوٹا رکھا کہ آدمی جھک کر بمشکل داخل ہوتا۔ اس احاطہ میں دو حجرے اور ایک چبوترہ بیٹھنے کے لیے بنایا۔ آپ نے مدت تک اس مکان سے قدم باہر نہ رکھا۔ صرف ایک مرتبہ میرے والد ماجد قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے آئے۔ جس کا سبب انشاء اللہ آگے بیان کیا جائے گا اور جن دنوں میں حصول علم کے لیے ملتان میں رہا کرتا تھا۔ میری بیمار پرسی کے لیے آئے۔ کیونکہ میں مرض چیچک میں مبتلا تھا۔ ملتان کا صوبہ دار اور مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی آپ کی زیارت کے لیے آتے۔

آپ کی عادت تھی کہ اس دروازے کے اندر تالا لگائے رکھتے۔ جب زیارت کرنے والے آتے اور باہر سے دستک دیتے تو آپ خادم کو اشارہ کرتے وہ جا کر پوچھتا کون ہے۔ پھر آ کر عرض کرتا۔ اگر آپ اجازت دیتے تو دروازہ کھول دیا جاتا ورنہ بدستور بند رہتا اور زائرین مایوس ہو کر چلے جاتے۔

ایک روز میں نے میاں دلیر کے ایک ہم مجلس اور محب سے پوچھا کہ میاں دلیر صاحب کے کچھ فضائل و خوارق عادات بتاؤ۔ اُس نے کہا کہ ایک روز کرہ زمین کی بابت تذکرہ ہو رہا تھا۔ میاں دلیر نے علم ہیئت کے عالموں کو جو پنڈت اہل وید و شاستر تھے اور آپ کے معتقد تھے۔ فرمایا کہ اچھا زمین کی اصلی شکل کا نقشہ بنا لاؤ۔ انہوں نے لکڑی کا نمونہ بنا کر پیش کیا۔ آپ نے دیکھا اور تشریح سنی تو پسند فرمایا اور حکم دیا۔ رکھو۔ اِس خادم نے عرض کیا: حضرت! کیا یہ زمین گول ہے اور کیا یہ گولی کی طرح گردش کرتی ہے۔ ٹھہرتی نہیں۔ فرمایا: ٹھیک ہے۔ زمین اسی طرح ہے۔ پھر میں نے عرض کیا: حضرت! ہم زمین پر کیوں قائم ہیں اور کس طرح ہمیں قرار حاصل ہے جب کہ زمین جو ہمارے پاؤں تلے اور ہماری

marfat.com

جائے قرار ہے حرکت کر رہی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ وہ متحرک ہے اور ہم حرکت نہ کریں۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ فرمایا کہ میرا حقہ تازہ کرلاؤ۔ جب میں حقہ تازہ کرنے بیٹھا تو دیکھا کہ میرے پاؤں تلے زمین گھوم رہی ہے۔

مجھے گرنے اور لڑھکنے کا اندیشہ ہوا۔ میں تمباکو ڈال آگ رکھ کر حقہ لے آیا اور خاموش ہو رہا۔ رات بھی اسی طرح گزری۔ دوسرے دن بھی یہی حالت رہی۔ پس عاجز آ گیا اور میرا دماغ چکرا گیا۔ چلتے وقت میری پاؤں ڈگمگاتے تھے بیٹھتے وقت بھی گرنے کا ہی خوف رہتا تھا۔

پھر میں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت دو تین دن سے میری یہ حالت ہے پھر میں نے زمین کا مسئلہ نہ سمجھنے کا ذکر کیا۔ اب یہ حالت ہے کہ میرا آرام جاتا رہا۔ فرمایا: بھائی! چونکہ تم نے اپنا خیال پورے طور پر اس طرف لگا رکھا ہے۔ اس واسطے کرّہ زمین کی شکل وہئیت اسی طرح تم پر ظاہر ہو رہی ہے۔ سمجھو تو انسان ہی فکر و خیال ہے تم اپنا خیال ادھر سے ہٹالو۔ جب میں نے اپنا خیال اُدھر سے ہٹایا تو وہ حالت فوراً جاتی رہی۔

پھر میں (سلطان حامد) نے ایک روز خارق عادات کی بابت اُس سے پوچھا: کیونکہ وہ چودہ سال آپ کی خدمت میں رہا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک رات حجرے کا دروازہ جو صرف ایک ہی تھا۔ میں نے اندر سے بند کر دیا اور آپ کی خدمت میں ہی سو گیا۔ میں سویا ہوا تھا کہ حجرے کے باہر سے فقیر صاحب آواز دے رہے ہیں کہ فلاں فلاں اُٹھ اور دروازہ کھول۔ میں نے اُٹھ کر دروازے کو ٹٹولا تو بدستور اندر سے بند تھا۔ میں نے کھولا۔ آپ اندر آئے اور آرام گاہ پر لیٹ گئے تو میں نے پوچھا: حضور! دروازہ تو اندر سے بدستور بند تھا۔ آپ باہر کیونکر چلے گئے۔ فرمایا: مجھے بول کی سخت حاجت ہوئی۔ اس جلدی میں مکان اور دیوار کا خیال میرے دل سے جاتا رہا۔ اس لیے دیواروں سے نکل گیا۔ جب رفع حاجت سے فارغ ہوا تو پھر در و دیوار کا خیال آیا۔ اس واسطے دروازہ کھلوانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

جن دنوں میں (سلطان حامد) ملتان میں چیچک کے مرض میں مبتلا تھا۔ میرے والد

marfat.com

صاحب خانقاہ مقدس میں تھے۔ جب فقیر صاحب میاں دلیر نے میری بیماری کا حال سنا تو گوکئی سال ایک ہی جگہ بیٹھنے کے سبب آپ کے پاؤں سست ہو گئے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے جسم کپکپاتا تھا اور سارے بدن پر رعشہ اثر کیے ہوئے تھا۔ پھر بھی آپ نے فرزندوں۔ فقیروں اور معتقد عورتوں کو فرمایا کہ فوراً صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں پہنچو اور اُن کی صحت تک وہیں رہو۔

مریدوں کو فرمایا کہ جس شخص کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی رضا مندی اور زیارت کا شوق ہو۔ وہ صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں جائے۔ کیونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی ساری توجہ صاحبزادہ کی طرف ہے۔ پھر فقیروں کو فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے صاحبزادہ کی خدمت میں لے چلو۔

میں پاک دروازہ کے قریب رہتا تھا اور آپ دولت دروازہ سے آئے تھے۔ جو تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ ہے۔ آپ جب میرے سرہانے آ بیٹھے تو دیکھا کہ آپ کانپ رہے تھے۔

نیز آپ نے سب کو حکم دیا کہ خبردار! کوئی شخص بے وضو جناب صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں نہ جائے۔ پھر آپ نے اپنے فرزندوں۔ فقیروں اور بعض اپنی محب عورتوں کو میرے پاس چھوڑا اور خود واپس چلے گئے۔ پھر میں بے ہوش ہو گیا۔

لوگ کہتے تھے کہ فقیر صاحب کئی مرتبہ آئے تھے۔ ملتان کے لوگ حیران تھے کہ یہ فقیر صاحب ملتان کے صوبہ دار کو تو اندر آنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور تیس چالیس سال سے معتکف ہیں۔ رعشہ میں مبتلا ہیں۔ پھر بھی لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اتنا فاصلہ طے کر کے آتے ہیں۔

ملتان میں میرے والد ماجد کی خدمت میں میاں دلیر کے آنے کا یہ سبب ہوا۔ جو مجھ سے حافظ صادق خاں نے اس طرح بیان کیا کہ میں حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے خیال آیا کہ حضرت صاحب ہمیشہ میاں دلیر کی طرف جاتے ہیں لیکن وہ کبھی آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ حالانکہ وہ مرید ہیں۔ شاید میاں دلیر کا

marfat.com

مرتبہ حضرت صاحب سے زیادہ ہے۔ میں عشاء کے بعد دروازہ بند کئے آنحضرت کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ باہر سے آواز آئی۔ آنحضرت نے میری طرف دیکھا کہ جا کر دروازہ کھولو۔ کون ہے۔ میں نے جا کر دیکھا کہ فقیر صاحب میاں دلیر علیہ الرحمۃ سردی اور یخ کی کثرت سے کانپ رہے ہیں۔ میں فوراً اندر لے آیا۔ والسلام۔

میاں دلیر صاحب محض اُمّی تھے کہ قائدہ تک نہیں پڑھا تھا۔ آپ دیہاتی جنگل کے رہنے والے تھے اور لڑکپن ہی سے جذبہ حالات کے سبب درویشوں کی خدمت میں رہے۔ لیکن آپ پر علوم منکشف تھے کہ آپ کے اوپر ہر علم کی قیل وقال ہوتی تھی۔ آپ نے اپنے لیے بعض علوم کی جامع کتابیں مرتب کرائیں۔ آپ از حد لاقید اور مستغنی المزاج تھے۔ ہر وقت اپنے ہی خیال میں مگن رہتے۔ مجھے آپ کی مجلسیں اچھی طرح یاد ہیں جب کہ میں حضرت والد ماجد کی خدمت میں رہتا تھا۔ میں نے آپ سے بہت دفعہ ملاقات کی۔

فصل ۳۵

حافظ محمد گوجر کے بھتیجے غلام مصطفیٰ خاں کے صبر' توکل' ترک اور عزلت کے حالات میں

حافظ محمد گوجر صاحب کے حالات لکھے جا چکے ہیں۔ فقیر غلام مصطفیٰ آزاد۔ مجرد۔ گوشہ نشین۔ خاموش۔ صابر۔ تارک۔ شاغل باللہ تھے۔ ایک دفعہ ملک ہند میں ایسا قحط پڑا کہ لاکھوں آدمی بھوک کی نذر ہوئے۔ غلہ ڈھونڈے نہ ملتا تھا۔

میں (فقیر سلطان حامد) ان دنوں اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں درویشوں اور مسافروں کی خبر گیری پر مامور تھا۔ ولی اللہ ممدوح کے تصرف سے درویشوں اور مسافروں کو بدستور کھانا مل جاتا تھا۔ ہر رات افطار کے وقت تمام درویشوں کو یاد کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے چند روز فقیر غلام مصطفیٰ میری یاد سے اُتر گئے۔ پھر جب یاد آئے اور حالات پوچھے تو لوگوں نے کہا۔ ہم نے کئی روز سے نہیں دیکھا۔ آخر اس کی تلاش میں نکلا۔ ایک شخص نے کہا کہ باغیچہ میں فلاں غیر آباد حجرہ ہے۔ ایک روز اس

marfat.com

میں گھستے دیکھا تھا۔ میں اس حجرے کے دروازے پر آیا تو دیکھا کہ اسکا دروازہ کانٹے دار ٹہنیوں سے بند ہے۔ جو درویش میرے ساتھ تھے انہوں نے وہ ٹہنیاں ہٹائیں اور میں نے غلام مصطفیٰ غلام مصطفیٰ کہہ کر پکارا۔ آواز ندارد۔ آخر چراغ جلا کر دیکھا تو گھاس تلے بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ نہ بولنے کی طاقت تھی نہ چلنے کی۔ اُسے اُٹھا کر خانقاہ مقدس کے احاطہ میں لائے۔ کھانا پانی اُس کے حلق میں سے نہیں گزرتا تھا۔ کئی وقت دودھ میں روٹی مل کر قطرہ قطرہ اس کے حلق میں ٹپکاتے رہے۔ چند روز بعد اُسے کچھ افاقہ ہوا اور بولنے اور کھانے کی حاجت ہوئی تو میں نے پوچھا: غلام مصطفیٰ! یہ تو نے کیا کیا کہا صاحب! میں نے ملک میں خلل دیکھ کر گوشہ گیری اختیار کی۔

جب اس میں چلنے پھرنے کی طاقت ہوئی تو ایک رات گم ہو گیا۔ پھر اُس کا کوئی پتہ نہ چلا کہ کہاں گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

فصل ۳۶

فقیر محمد صدیق صاحب حجرہ مقیم والہ کے مجمل حالات میں

ایک روز میں اپنے والد ماجد کی خدمت پُر عظمت میں حاضر تھا کہ فقیر محمد صدیق عصمت سرائے حویلی کے دروازہ پر آیا اور اُس نے آنخضرت کی خدمت میں عرض کر بھیجی۔ آپ دروازے تک اس کی ملاقات کو گئے اور بوریا منگا کر اُسے بٹھایا۔ محمد صدیق فقیری اور درویشی کے حال سے موصوف تھا۔ آنخضرت نے پوچھا کہو محمد صدیق کیا حال ہے۔ عرض کیا: اچھا تو نہیں۔ دو لڑکیاں ہیں جن کی شادی ابھی تک نہیں کی۔ پاس پیسہ نہیں۔ کیا کروں۔ کوٹھے پر سے گر کر بازو ناکارہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے رحم میں آ کر فرمایا: اشد البلاء علی الانبیآء ثم علی الاولیاء ثم علی الاتقیاء سب سے سخت بلا اول نبیوں پر پھر اولیاء اور پھر متقیوں پر نازل ہوتی ہے۔ محمد صدیق زیارت کے بعد خانقاہ مقدس میں آیا۔ وہاں میں نے اُس سے آشنائی پیدا کی۔

اس کے حالات ویسے تو بہت ہیں لیکن میں بہت ہی مختصر یہاں لکھتا ہوں۔ وہ یہ

marfat.com

کہ جب کبھی وہ خانقاہ مقدس میں آ کر مراقبہ کرتا تو دونوں نتھنوں سے ایسا خون جاری ہوتا کہ خود بخود بند نہ ہوتا۔ میں نے اُسے دیکھا کہ عین سردی میں ایک سفید کمبل پہنے رہتا۔ ایک روز سورج نکلتے وقت خانقاہ مقدس میں میاں رمضان کے حجرہ سے ننگے سر سر جھکائے باہر نکلا۔ اس وقت اُس کے نتھنوں سے پرنالے کی طرح خون بہہ رہا تھا۔ اسی حالت میں وہ بیٹھ گیا۔ فقیر رمضان سے میں نے پوچھا: کیا یہ فقیر محمد صدیق ہے۔ جب بھی یہ مراقبہ کرتا ہے تبھی اس کے نتھنوں سے اس طرح خون بہتا ہے۔ میں دن رات سرد پانی اس کے سر پر ڈالتا رہتا ہوں۔ تب خون بند ہوتا ہے اور یہ مراقبہ کے شغل سے باز نہیں رہ سکتا۔ فقط۔

ایک روز میں نے فقیر محمد صدیق کو کہا کہ میرا ارادہ لاہور جانے کا ہے۔ کیونکہ وہاں ملک نواب فتح خان جناب کا محب ہے۔ شائد لنگر شریف کی جاگیروں کا کوئی چارہ کرے۔ تم خانقاہ مقدس کے حضور میں سوال کرو۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ آیئے ابھی عرض کر لیتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ حضور مقدس میں گیا۔ اس وقت کوئی ڈیڑھ پہر دن تھا۔ فقیر موصوف ننگے سر اسی سفید کمبل میں مزار منور کی پائنتی میں سر جھکائے بیٹھ گیا۔ میں بھی اسی طرح بیٹھ گیا۔ وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں بھی اس کے پیچھے باہر نکل آیا۔ حویلی سے نکل کر پیپل تلے مجھے کہا

صاحبزادہ صاحب! حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ اگلے مہینے دیکھا جائے گا۔ سو یہ مہینہ اسی جگہ رہیں اور اگلے مہینے لاہور تشریف لے جائیں۔ وہ پھاگن کا مہینہ تھا۔ چند روز میں گھر رہا چونکہ لاہور سے ملک حاجی نواب فتح خاں موصوف نے پے در پے تاکیدی مراسلے بھیجے کہ آپ لاہور جلدی تشریف لائیں۔ میں یہاں سے تبدیل ہو کر مغربی ملک کا ناظم ہو کر جا رہا ہوں اور آج کل میری تیاری ہے۔ آپ بہت جلد لاہور تشریف لائیں تاکہ جاگیرات کے متعلقہ امور کا فیصلہ حسب مدعا سرکار سے روبرو ہو جائے۔

نئے مہینے میں لاہور جانے میں یہ حکمت تھی کہ اس سے پہلے سلطنت لاہور میں کچھ بگاڑ تھا۔ جس کے سبب سرکار سے حسب مرضی فوائد حاصل ہونے ناممکن تھے۔ فقط۔

marfat.com

یقینی یارو! اور دینی دوستو! میں آپ کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب میں اس تصنیف کی تالیف میں مشغول ہوا۔ اگرچہ میں نے دیباچہ میں افراط اور مبالغہ حق کے سپرد کیا۔ مگر تاہم میرا دل بہت ڈرتا تھا اور میں کانپتا تھا کہ معلوم نہیں قیامت کے دن اسے کس پلڑے میں رکھا جائے۔ کیونکہ آخر میں بھی تو ایک انسان ہی ہوں۔ مجھے دن رات یہی فکر رہتی۔

ایک رات میں نے اسرار میں دیکھا کہ جناب جَدِّنا حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کھڑے ہیں اور میں بھی آنحضرت کے روبرو دست بستہ کھڑا ہوں۔ جناب کے دست مبارک میں ایک نئی مجلد کتاب ہے۔ میں نے پوچھا: حضرت یہ بندہ کی نئی تصنیف ہے۔ فرمایا: ہاں پھر میرے ہاتھ میں وہ کتاب دیکر فرمایا کہ اس کتاب میں ایک شعر ہمارا بھی بنایا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: اس کتاب میں کس مقام پر ہے۔ کتاب میرے ہاتھ تھی۔ آپ نے کھول کر وہ جگہ نکالی اور دست مبارک وہاں رکھا۔ میں نے وہ شعر پڑھا۔ جب میں جاگا تو مجھے بخوبی یاد تھا چونکہ رات ابھی باقی تھی۔ میں سو گیا۔ صبح جب اُٹھا تو پہلا مصرعہ بالکل بھول گیا۔ دوسرا مصرعہ جو مجھے یاد رہا یہ ہے۔ مصرعہ

نیست ایں جز قبلۂ اہل یقین

یہ خواب کا معاملہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ اس وقت سے وہ اندیشہ دہ دَغدغہ (خوف، تشویش، خدشہ) اور وہ وسوسہ میرے دل سے بالکل جاتا رہا اور میرا دل اس سے آزاد ہو گیا۔ فقط۔

میں نے اس کتاب کو دلی شوق سے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر تالیف کیا ہے۔ کیونکہ جب نیک لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ میں اپنے اور آپ سب بھائیوں کے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور آپ کے لیے جو اس بارگاہ فیض آگاہ کے محب و مشتاق ہیں یادگار چھوڑتا ہوں۔ زیادہ والسلام۔

اے ہُد ہُد صبا بہ سباے فرستمت
بنگر از کجا بہ کجاے فرستمت

marfat.com

اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشین دل
میگویمت ثناؤ دعاے فرستمت

والسلام علی من اتبع الهدٰی وصلی اللّٰه علٰی خیر خلقه محمدٍ واله واصحابه واهل بیته وعترته و ذریته و خدامه و ازواجه المطهرات امهات المؤمنین ابدًا ابدًا بعدد ما خلق اللّٰه من شیء فی کل یوم مائة الف الف مرةٍ وبعدد کل ذرةٍ فی کل ساعة ولمحة الف الف مر ة وصل علٰی جمیع الانبیآء والمرسلین وعلی الملٰئکة المقربین وعلٰی عباد اللّٰه الصالحین وعلٰی عامة المسلمین مثل ذٰلك یارب العلمین ویا ذاالجلال والاکرام برحمتك یا ارحم الراحمین ط

marfat.com

شجرہ عالیہ قادریہ منظوم پنجابی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

خداوندا طفیل ذات اپنی، میری قسمت نصیب اپنا لقا کر
طفیل شاہ نبیاں مصطفےٰ دے میرا ایمان کامل تے بقا کر
طفیل پیر مرشد شاہ علی دے شفیع میرا محمد ﷺ مجتبےٰ کر
طفیل حسن بصری پیر کامل تمامی دور میں تھیں حرص چا کر
طفیل شاہ حبیب عجمی مکمل میرے آئینہ دل نوں صفا کر
طفیل پیر حضرت شاہ داوٗد شراب معرفت میری غذا کر
طفیل شیخ کرخی پیر معروف شریعت وچہ اسانوں رہنما کر
طفیل شیخ عبداللہ سقطی اسانوں راہ طریقت دا عطا کر
طفیل شاہ جنید پیر بغداد حقیقت وچ میرے دل نوں ضیا کر
طفیل شیخ شبلی پیشوا دے مینوں وچہ صوفیاں دے اصفیا کر
طفیل عبد واحد ابن نغمی، کرم بخشش تھیں مینوں مہتدا کر
طفیل بوالفرح یوسف ولی دے عذاب النار تھیں مینوں جدا کر
طفیل بوالحسن شیخ المشائخ وجود مس میرے نوں کیمیا کر
طفیل بوسعید پیر میراں عبادت وچہ میرا دل بے ریا کر
طفیل غوث اعظم شاہ جیلاں فنا فی اللہ وچہ مینوں فنا کر
طفیل پیر زادہ عبد رزاق بقا باللہ وچہ مینوں بقا کر
طفیل پیر حضرت عبد جبار مینوں وسواس شیطان تھیں رہا کر
طفیل سید یحیےٰ رہنما دے سیاہی دور کر دل نوں جلا کر
طفیل نجم دین برہان پوری محبت شوق اپنے وچہ فدا کر

marfat.com

طفیل عبد فتاح کاشت اسرار — مینوں وچہ دوستاں دے اپنا کر
طفیل راز دانا عبد ستار — تمامی دور ردّ میں تھیں بلا کر
طفیل شاہ سید عبد البقا دے — میں بے قیمت نوں یارب بے بہا کر
طفیل عبد الجلیل دے یارب — میرے سرتوں تمامی قرض ادا کر
طفیل عبد الرحماں سید پاک — ہمہ مرضاں تے درداں تھیں شفا کر
طفیل بادشاہ سلطان باہُو — شفاعت مصطفیٰ میں تے رَوا کر
طفیل شاہ زادہ ولی محمد — چھپائیں عیب سارے رد خطا کر
طفیل رہنما محمد حسین دے — اساڈی ماسویٰ اللہ رد ہوا کر
طفیل مولوی حافظ محمد — مینوں وچہ صوفیاں دے، اصفیا کر
طفیل شاہ غلام باہُو ولی دے — میری توں مستجاب ایہہ کل دعا کر
طفیل حضرت صالح محمد — بہشت اندر اساڈے گھر بنا کر
طفیل حضرت سلطان حامد — مینوں توں درد دل دا چا عطا کر
طفیل مظہر نور محمد — تو عشق اپنا عاصی تے عطا کر
طفیل نور چانن نور احمد — مینوں ہر حادثے تھیں رکھ بچا کر
طفیل نور دیدہ نور سلطان — کرم تے مہر دی میں وَل نگاہ کر
طفیل شاہ زادہ امیر سلطان — مینوں حافظ کلام اللہ دا کر
طفیل نیک خوئے دوست محمد — کرم کر رب میرے مجھ گدا پر
طفیل سلسلے اس قادری دے — اُٹھائیں مومناں وچوں رَلا کر
کریں سب مشکل اس دی حل ربا — دنیا دیں کے غم سے رہا کر
تے کتاباں حضرت سلطان باہُو — چھپایاں ترجمہ اُس نے کرا کر
خریدن سروری تے قادری جو — پڑھن انہاں نوں سارے دل لگا کر

(رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

تمام شد

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

سلوکِ صوفیاء

و

فقر فخر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

مع منتخبات

سر اسرار عین ذات یاھو سلطان الفقر باھو قدس سرہٗ

بہ اجازت

حضرت غلام جیلانی سلطان سجادہ نشین دربار باھو سلطان (جھنگ)

ناشر

شبیر برادرز

40 اُردو بازار لاہور فون 7246006

marfat.com

عقلِ بیدار • گنج الاسرار • اورنگ شاہی

تصانیف حضرت سلطان باھو

مجالستہ النبی ﷺ

اسرارِ قادری

عین الفقر

قربُ التوحید

طرفہ العین

کلید التوحید

رسالہ روحی شریف

سلوکِ صوفیا و فقرِ محمدی ﷺ

نور الھدیٰ

دیدار بخش

کشف الاسرار • محکُ الفقر • ابیاتِ باھو

شبیر برادرز

نیو سنٹرز مسلم ماڈل ہائی سکول ۔ ۴۰ اردو بازار لاہور
فون : 042-7246006